سلسلہ دار الاشاعت ۲

إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (قرآن حکیم)

# آثارِ پھلواری شریف

۱۹ ۶ ۴۷

موسوم بہ

# اعیانِ وطن

پھلواری شریف کے دو سو چوالیس (۲۴۴) علما و صوفیا و محدثین و عہدہ داران حکومت مثل قاضی القضاۃ و مفتی و حکما و دیگر باشندگان کی سوانح حیات و آثارات و تبرکات و اسناد سلاسل طریقہ و احادیث جو پھلواری شریف میں پہنچے ہیں و مقابر و مساجد و امام باڑے و خانقاہیں و مدارس و اوقاف و توضیحات سے روکی

جامع تاریخ و دیگر معلومات و مباحث علمیہ کا بہتر مجموعہ

مؤلفہ

جناب مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب نیر مدظلہ

طابع و ناشر

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

(پٹنہ)

# مختصر قواعد



## دارالاشاعت پھلواری شریف پٹنہ



تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے سلسلہ میں دارالاشاعت پھلواری شریف کا قیام عمل میں آیا ہے جس کا مقصد بالعموم صوبۂ بہار اور بالخصوص پھلواری شریف کے فضلا، صوفیا، شعرا اور اہل قلم حضرات کی تصنیفات اور علمی نوادرات کی طبع و اشاعت اور اکابر پھلواری شریف کے سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت ہے۔

اہل ذوق اور ارباب ہمت حضرات کی اس میں شرکت اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ قواعد ہیں:-

**لائف ممبر قسم اوّل** جو صاحب نقد ایک سو روپے عنایت فرمائینگے۔ ایسے علم دوست حضرات کو دارالاشاعت کی جملہ مطبوعات بلاقیمت پیش کی جائیں گی۔ اور ادارہ ان کے قیمتی مشوروں سے مستفید ہوگا

**لائف ممبر قسم دوم** جو صاحب پچاس روپے عطا فرمائینگے۔ ان حضرات کو "اعیان وطن" مفت، اور بقیہ مطبوعات نصف قیمت پر دی جائیں گی۔

**ممبر قسم سوم** جو صاحب پچیس ۲۵ روپے عطا کریں گے، ان کی خدمت میں "اعیان وطن" نصف قیمت پر اور پانچ سال تک جو کتابیں شائع ہوں گی وہ بھی نصف قیمت پر دی جائیں گی۔

ان میں جو سی صورت حالات کے لحاظ سے مناسب ہو اس کو پسند فرما کر دارالاشاعت کے علمی و دینی کاموں میں حصہ لیں۔

# فہرست

# تعارف

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ الہ
وصحبہ الذین اختارُ واُسوتہٗ واشاعوا طریقتہ المثلیٰ وسُنّتہٗ۔

خداوند قدوس کے وہ بندے جو رجوع الی الحق اور تبتّل الی اللہ کے اعلیٰ صفات کے مالک ہوتے ہیں ان کو وہ اپنے بارگاہ قدس کے تقرب سے نوازتا ہے اور دُنیا کے لئے ان کو نور ہدایت بنا کر بھیجتا ہے؛ ان کا وجود بھٹکے ہوؤں کے لئے چراغِ اصلاح وہدایت ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ان کی ذات دوائرِ عالم کے لئے نقطۂ فضیلت اور ان کے صفات اَقطارِ ارض کے لئے سرمایۂ حسنات وخیرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ان بندوں کی اتباع اور ان کے نقشِ قدم کی اقتدار لوگوں کی ہدایت واصلاح کا واحد ذریعہ ہے۔

لیکن نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی ہی میں لوگوں کو درس ہدایت دیتے ہیں بلکہ اخروی وابدی زندگی اختیار کرنے کے بعد ان کے نقوش وتاثرات سے درس وافادہ کی نہریں جاری رہتی ہیں۔

اس بدیہی قانون کے تحت اَخیار واَبرار نے ہر دَور اور ہر طبقہ میں ان نفوسِ قدسیہ کے نقوش کو اُجاگر کرنے کی سعی مشکور کی۔

پیشِ نظر کتاب میں حضرت مؤلف مدظلہٗ العالی (جن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی افادی حیثیت کو پیش کرنے میں صرف ہوتا ہے) نے بھی علماء ربانیین کے ایک اہم طبقہ کے حالاتِ زندگی، افادی کارنامے، ان کے ہدایت وارشاد کے کلمات کو پیش کرنے کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

---

پھلواری کا یہ مردم خیز خطہ جس کے فیضِ کمال سے بہار واودھ کی ساری سرزمین لہلہا اٹھی تھی اب اللہ تعالیٰ کے کن کن مقرب بندوں کی خوابگاہ بننے کی عزت حاصل کئے ہوئے ہے، اس کی مکمل تاریخ آج تک کسی نے

نہیں لکھی ـــــ اگلے زمانہ کی رَوِش ہی کچھ اَور تھی، تاریخ نویسی کا دستور ہو یا نہیں، لیکن ہر چھوٹی بڑی بات کو محفوظ رکھنے کی غرض سے یادداشت میں لکھ لینا اکابر کا معمول ضرور تھا۔

اس قصبۂ پھلواری کی وہ گرامی ذات جس کے سلسلۂ فیض نے نہ صرف پورب کے سارے اضلاع کو سرسبز و شاداب کیا، بلکہ ظاہر و باطن کے برکات سے بھر دیا، یعنی حضرت تاج العارفین مخدوم **شاہ مجیب اللہ** قادری قدس اللہ سرہٗ کی اپنے خانوادہ میں پہلی ذات ہے جس نے اکابر اولیاء کی تاریخ ولادت و وفات اور دیگر ضروری باتیں بطور یادداشت لکھنا شروع کیں لیکن اس کے لئے کوئی مستقل کتاب نہ تھی بلکہ متفرق کتابوں کی جلدوں پر تحریر فرمایا کرتے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے و جانشین جن کے دَم سے پیر مجیب کا چشمۂ فیض بڑھکر دریائے فیض بن گیا، یعنی حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس اللہ سرہٗ نے اس میں اتنا اضافہ فرمایا کہ یادداشت کی ایک مستقل کتاب مدوّن فرمائی اور ہر ماہ میں تاریخ وار اکابر کے سنینِ وفات وغیرہ درج فرمائے اور متقدمین کے سنین کا ماخذ تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس جیسی کتابوں کو بنایا ـــــ آپ کے تتبّع میں آپ کے اخلاف و اعزہ حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ اور ان کے دو بھائی حضرت مولانا ابوالحیوٰۃ، حضرت مولانا محمد حسین قدس سرہما اور حضرت مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے یادداشت لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید خاص منشی علی عظیم عیسیٰ پوری نے آپ کے عہد ہی میں جنتری بنائی، جس میں ہجری و عیسوی و فصلی سنین کے جدول بنا کر واقعات ولادت و وفات وغیرہ لکھا کرتے تھے۔

عرصہ کے بعد حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس اللہ سرہٗ نے جبکہ جنتریاں طبع ہونے لگیں، ان مطبوعہ جنتریوں میں کچھ اجزا کا اضافہ کرکے یادداشت تحریر فرمانے لگے اور اپنے ابتدائی عہد سے وفات کے زمانہ تک واقعات تحریر فرماتے رہے، یادداشت لکھنے کی مختصر کیفیت تو یہ ہوئی۔

---

حضرت تاج العارفین قدس اللہ سرہٗ کے احفاد میں حضرت مولانا شاہ نورالحق تپاں قدس اللہ سرہٗ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تذکرہ نویسی کی بنیاد ڈالی، انہوں نے تصرّف کے اعمال و اشغال میں ایک کتاب "انوار الطریقۃ" تحریر فرمائی جس میں اپنے جدِ امجد رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اپنے اسلاف کا مختصر تذکرہ اور پیرانِ سلسلہ کا اجمالی ذکر قلمبند فرمایا۔

مگر تذکرہ اور تاریخ کی حیثیت سے مکمل کتاب مرتب کرنے والے پہلے شخص حضرت تاج العارفین ہی کے حفید حضرت مولانا ابوالحیوٰۃ قدس اللہ سرہٗ ہیں، جنہوں نے صاحب النسبۃ الاویسیۃ حضرت مولانا سید وارث رسولنا رضی اللہ عنہ اور ان کے خلفاء کا مفصل تذکرہ اور حضرت تاج العارفین کا مع خلفاء کے مفصل تذکرہ اور اپنے شیخ و مرشد حضرت شیخ العالمین اور دیگر مشاہیر پھلواری کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب کا نام "تذکرۃ الکرام" ہے، اصل کتاب فارسی میں طبع ہو چکی ہے اور نصف حصہ کا اُردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس اللہ سرہٗ کے ایک مرید شیخ طالب علی پھلواروی نے اپنے شیخ کے ملفوظات مرتب کئے ہیں، جو "ملفوظات شیخ العالمین" کے نام سے موجود ہے اور پُر از معلومات ہے۔

اُسی دَور میں مولانا امان علی ترقی علیہ الرحمۃ نے بزرگانِ پھلواری کا تذکرہ ایک طویل مثنوی میں نظم کیا، جس میں حضرت امیر عطاء اللہ جعفری علیہ الرحمۃ اور ان کے بعد مشاہیر پھلواری کا اجمالی تذکرہ نظم کرتے ہوئے حضرت فرد الاولیاء قدس اللہ سرہٗ کے مختصر ذکر پر ختم کیا ہے۔

حضرت فرد الاولیاء قدس اللہ سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کے مریدین و فیض یافتہ حضرات میں حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین و مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہما نے آپ کا تذکرہ مرتب فرمایا۔

مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی نے تاریخ الکملاء کے نام کی کتاب دو جلدوں میں مدوّن فرمائی، جس میں ابتداء سے اپنے عہد تک تمام اکابر و اصاغر کے تاریخ وفات کے قطعات لکھے، پھلواری کے نسب نامہ کے پہلے مدوّن مولوی سید احمد یعقوب علیہ الرحمۃ تھے (جو حضرت شاہ احمد عبد الحی بن حضرت تاج العارفین قدس سرہما کے اولاد اناث میں تھے اور مؤلف کتاب مدظلہٗ کے جدِّ اعلیٰ تھے) اس کے بعد انہیں کے عہد میں قاضی سید مخدوم عالم علیہ الرحمۃ نے نسب نامہ کو مزید اضافہ کے ساتھ تدوین فرمائی۔

پھر حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ نے ان نسب ناموں میں اضافہ فرمایا آخر میں ان سب نسب ناموں کا مجموعہ کتاب کی شکل میں حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس اللہ سرہٗ نے مدوّن فرمایا۔

---

یہ سب کچھ ہوا ۔۔۔۔ لیکن پھلواری کی مکمل تاریخ، اسلامی آبادی کب سے شروع ہوئی؟ اسما

سرزمین پر آفتاب ہدایت کب طلوع ہوا، کون کون خانوادے کب کب آئے اور کس طرح اس کو اپنے فیوض و برکات کا مرکز بنایا، ان کے فضائل و محاسن نے کیسے کیسے جواہر بکھیرے، ان کے فرزندوں اور فرزندوں کے فرزندوں میں کیسے کیسے نامور پیدا ہوئے اور دُور کی دُنیا اس سے کہاں تک متاثر ہوئی اور باہر کے ممتاز خانوادوں سے کیا تعلقات رہے، اس کا مفصل تذکرہ باقی تھا۔

حضرت جدّی و استاذی مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب مدظلہ العالی نے اپنی تذکرہ نویسی اور تاریخ دانی کے ذوق کے تحت پہلی مرتبہ ہمت فرمائی اور پھلواری کی مکمل تاریخ میں ایک کتاب "القرون الماضیۃ فی القریۃ الناجیۃ" عرصہ دراز ہوا مرتب فرمائی، یہ کتاب "اعیان وطن" اس کا خلاصہ ہے۔

مسرّت کا مقام ہے کہ قصبۂ پھلواری کی آبادی جن نفوس قدسیہ کی یادگار رہے، اُن دعوتِ حق کے علمبرداروں سے کسبِ کمال اور اکتسابِ فیض کا کلماتِ ہدایت و ارشاد کی نشر و اشاعت کی صورت میں عرصہ کے بعد پھر ایک موقع نکالا گیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس سلسلۂ اشاعت کو ان کے فیضِ تربیت کا مرکز بنائے رکھے، اُن کا چشمۂ فیض اِس سے جاری ہو اور اُس کی برکتوں کا سلسلہ قائم رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

عبد عاجز

عون احمد قادری

رحم اللہ علیہ و علی ابویہ

۱۷ رجمادی الاولیٰ سہ شنبہ

۱۳۷۲ھ

# مقدمہ

از حضرت العلامہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

واللہ اعلم بالصواب۔ خود علم نجوم سے راقم واقف نہیں، لیکن مولوی غلام حسین طباطبائی جیلاوی نے اپنی مشہور تاریخ سیر المتاخرین میں "ہندوستان" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ایں اقلیم منسوب بزحل و مربیش ستارۂ مذکور است"

اسی ستارۂ زحل کی طرف انتساب، اور اسی ستارے کے زیر پرورش ہونے کا بقاعدۂ علم نجوم انہوں نے یہ اثر بتایا ہے، کہ

"اکثر مردم ایں جا پست فطرت، وضعیف العقول وکم طاقت۔" جلد ۲ ص ۲۲۵

کسی معنی میں یہ تنجیمی فیصلہ اگر صحیح بھی ہو، جب بھی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق عام ہندوستان سے ہے، مگر اسی ہندوستان کا ایک صوبہ "بہار" بھی ہے، خدا جانے یہ خاص صوبہ کس ستارہ کی طرف منسوب ہے، اور ارباب نجوم کی اصطلاح میں اس کا مربی کون سا ستارہ ہے اور اس کے آثار و خواص کیا ہیں۔

لیکن فرشتہ نے حام و سام و یافث حضرت نوح علیہ السلام کے ان تینوں صاحبزادوں کی طرف دُنیا کی موجودہ نسلوں کے مشہور انتساب کا ذکر کرتے ہوئے حام کے پوتے کشن نامی کے متعلق لکھا ہے کہ اسی کشن[1] کا ایک لڑکا بہاراج نامی تھا، اسی نے

"بلدہ بہار بنا کرد و اہل علم و فضل از اطراف واکناف طلب داشتہ دراں شہر متوطن ساخت ومعابد و مدارس بسیار ساختہ و بپرداختہ آں حدود را وقف طلبہ علم نمود" ص ۱۰ فرشتہ جلد ۱

ظاہر ہے کہ یہ ایک پارینہ داستان ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ فرشتہ تک یہ بات کس ذریعہ سے پہنچی۔

---

[1] اسی موقع پر فرشتہ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ یہ گیتا والے سری کرشن جی نہیں ہیں، جنہیں عام طور پر لوگ کشن بھی کہتے ہیں، "قوا اہل ہند اورا بمعبودیت برداشتہ" ص ۱ جلد ۱

کچھ بھی ہو، اتنے قدیم اور پُرانے زمانے کی بات کی تاریخی تحقیق تو مشکل ہے، لیکن بجائے درخت کے پھل سے درخت کو پہچاننے کا جو مشہور طریقہ ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو ہند کے عہدِ پاستانی کے اس فسانہ میں حقائق و واقعات کے بہت سے ذرات چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بہار جیسا کہ معلوم ہے لفظ وہارا کی ایک مروجہ شکل ہے اور وہارا بودھ مت کے علمی و عملی مرکزوں کی تعبیر تھی، اپنے ان ہی وہاروں کی وجہ سے جن کا جال اس صوبہ کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا، اس پورے علاقے کا نام بہار ہوگیا۔ آج علمی حلقوں کی یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے پچھلے دنوں کوہ راجگیر کے دامن میں نالندا نامی بودھسٹ تعلیم گاہ کے جو پُرانے آثار برآمد ہوئے ہیں، اور اس وقت تک اربابِ تاریخ نے مختلف ذرائع سے نالندا کے متعلق معلومات کا جو ذخیرہ جمع کردیا ہے، اس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ بہار کم از کم اس زمانہ میں جب بدھ مت کا اس ملک میں دار و دورہ تھا، صرف ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ عام ایشیائی ممالک کا علمی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ ایک طرف جاپان و چین سے اور دوسری طرف عراق و ایران سے تشنہ کامانِ علم ان علمی مرکز کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، تاریخی وثائق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

دریائے گنگا کے جنوبی ساحل کا علاقہ جو مگدھ کے نام سے موسوم تھا، اگر ایک طرف اس میں نالندا کی یہ یونیورسٹی قائم تھی جہاں بیان کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ علوم کے تعلیم پانے والوں کی تعداد کبھی کبھی بارہ ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔

تانبے کے پتروں پہ نالندا کے دبے دبائے کھنڈروں سے، بہار کے پُرانے حکمرانوں کے فرامین جو برآمد ہوئے ہیں ان سے بھی فرشتہ کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ سرزمین مگدھ کا بہت بڑا زرعی حصہ نالندا کی اسی تعلیم گاہ پہ وقف تھا، اور کچھ تعجب نہیں کہ اس مرکزی درسگاہ کے معاون مدارس و مکاتب مگدھ کے مختلف قصبات اور دیہاتوں میں جاری ہوں۔ "مدارس بسیار ساختہ و پرداختہ" فرشتہ کے یہ الفاظ ممکن ہے کہ کلیتہً بے معنی نہ ہوں۔

اسی طرح صوبہ کا شمالی خطہ جو دریائے گنگا کے شمالی ساحل پر ہمالیہ تک پھیلا ہوا ہے، کسی زمانہ میں جو میتھلا کہلاتا تھا اور آج کل اسی کو ترہت کہتے ہیں، ابوالفضل نے آئین اکبری میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "از دیر گاہ بن گاہ ہندی دانش"

"ہندی دانش" یعنی "حکمت ہندی" یا "ہندی فلسفہ" کی تعلیم کا زمانۂ دراز سے بہار کا شمالی علاقہ مرکز تھا، یہی ابوالفضل کے مذکورہ بالا فقرہ کا ماحصل ہے، نہ صرف عہد قدیم میں جب گوتم رشی جیسے فاضل اور راجہ جنک جیسے عارف اس علاقہ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے پیدا ہوئے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ علم و فضل سے اس علاقہ کا ہر زمانہ میں خصوصی تعلق رہا ہے۔ غیر معمولی دماغ رکھنے والے افراد اس خطہ میں مسلسل پیدا ہوتے رہے، شاہجہاں کے زمانہ کا واقعہ ہے، بادشاہ نامہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ

"یمین الدولہ دو زنّار دار ترہتی را از نظر اقدس گذرانیدہ معروض داشت کہ ایں بردو[1] صد بیت ہندی راکہ دہ[2] شاعر بتازگی گفتہ باشند دگوش زدِ ہیچ کس نشدہ باشد بہ یک شنیدن یادمی گیرند و آں ابیات را بہماں ترتیبے کہ شعراء گفتہ وخواندہ باشند از بر خوانند دہ[10] بیت دیگر بہماں وزن ومضمون دربدیہہ می گویند۔" جلد ا صـ ۲۶۹ بادشاہ نامہ

جس کا مطلب یہی ہوا کہ ترہت کے دو شریف آدمی جو جنیو پہننے والوں میں سے تھے، غالباً برہمن یا بابھن ہوں گے، ان کو شاہجہانی دربار میں یمین الدولہ نے پیش کیا، دونوں میں سے ہر ایک کی یادداشت اور حافظہ کی قوت بھی عجیب تھی، اور اسی کے ساتھ شعر گوئی کا ملکہ بھی دونوں کے حیرت انگیز تھا، حافظہ اتنا قوی تھا کہ دس[10] شاعروں کے ایک ایک شعر کو سننے کے ساتھ ہی صرف یہی نہیں کہ اسی وقت سنا دیا کرتے تھے، بلکہ جس ترتیب سے اشعار سنائے جاتے تھے اسی ترتیب کے ساتھ سناتے تھے، اور اسی کے ساتھ شعر گوئی میں یہ کمال تھا کہ کسی وزن و بحر میں شعر کہا گیا ہو، مگر اس کو سنانے کے بعد ٹھیک ان ہی سنے ہوئے اشعار کے مضامین کو ان ہی اوزان میں نظم کرکے پیش کر دیتے تھے۔ بادشاہ کے سامنے دونوں کے کمالات کا مظاہرہ کیا گیا، خلعت اور شاہانہ انعام و اکرام کے ساتھ دونوں کو رخصت کیا گیا۔

خیر یہ قصہ تو طویل ہے، مجھے کہنا یہ ہے کہ علم و معرفت کے ساتھ بہار کے جنوبی و شمالی دونوں حصوں کا غیر معمولی تعلق ایک ایسا واقعہ ہے جسے کسی حیثیت سے بھی "صوبہ واری عصبیت" کا نتیجہ قرار دینا، کم از کم میرے نزدیک خود ایک قسم کی جانب داری اور عصبیت ہے، بلکہ اپنی بے جا خود بینی اور دوسروں کی کمتری کے شعوری یا غیر شعوری احساس پر ممکن ہے کہ اس کی بنیاد قائم ہو۔

دیکھئے! اس وقت آپ کے سامنے بہار کے صوبہ کی نہیں، ضلع کی نہیں، ضلع کے کسی تعلقہ (سب ڈویژن) کی نہیں بلکہ ایک قصبہ، صرف قصبہ یا شاید آبادی کے لحاظ سے بڑے دیہات کے خاص عہد کی تاریخ "اعیانِ وطن" کے نام سے پیش ہو رہی ہے، اس خاص عہد میں بھی سچ پوچھئے تو زیادہ تر اس کتاب کا تعلق پچھلی دو صدیوں سے ہے۔

اور ان سایوں کی بھی عموماً ایسی شخصیتوں کو زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن کا کچھ رنگ بھی نرالا ہے، اور ڈھنگ بھی نرالا ہے۔ نہ صرف ان ہی کے لئے نرالا ہے جو "سب کچھ" اسی خاکی زندگی میں پانا چاہتے ہیں، جس میں ہر پانے والا آج بھی دیکھ رہا ہے، کل بھی دیکھ رہا تھا اور آئندہ بھی ہمیشہ دیکھتا رہے گا۔ کہ اس کا سب کچھ چھن گیا، حتیٰ کہ وہ زندگی بھی جس کے لئے سب کچھ پایا اور کمایا جاتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو زندگی کے اس نرالے رنگ اور جینے کے اس نرالے ڈھنگ سے عموماً جو مانوس سمجھے جاتے ہیں، ان کی نگاہوں سے بھی اس نرالے رنگ اور نرالے ڈھنگ کی اصل حقیقت اس حد تک اوجھل ہو چلی ہے کہ اگلے زمانے کی ان ایسی شخصیتوں کے ساتھ اُنس و شناسائی کا دعویٰ بہت کچھ صرف ایک رسمی رواج اور سُنی دیکھی سی بات بن کر رہ گیا ہے، ان گذرے ہوئے بزرگوں کا تعلق مسلمانوں کے طبقۂ صوفیہ سے تھا، وہی صوفیوں کا طریقہ جس میں غیر تو غیر خود اپنوں کے لئے بھی وہ دل آویزیاں اب باقی نہیں رہی ہیں، جن کے ساتھ کسی زمانہ میں ہر مسلمان کی جان کی آسودگی اور دل کا چین وابستہ تھا۔

بہرحال محدود زمانہ کی ان ہی محدود شخصیتوں کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے جو بہار کے ایک مختصر سے قصبہ یا قریۂ کبیرہ پھلواری شریف کی خاک پاک سے اُٹھیں۔

خاکسار کسی معنی میں نہ صوفی ہے اور نہ صوفیہ کے فضائل و کمالات سے علماً و عملاً اسے کوئی حصّہ ملا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت مرحومہ کے ادنیٰ ترین فرد کی جو حیثیت ہو سکتی ہے اس سے زیادہ اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا۔ بلکہ اس سلسلہ میں بھی دناوت اور پستی کا جو آخری درجہ ہو سکتا ہے، نہیں کہہ سکتا کہ اس پر بھی صحیح معنوں میں اسے کوئی جگہ مل سکتی ہے یا نہیں۔

اس لئے صوفیہ اور ان کے علم و عمل کے طریقۂ خاص جس کا اصطلاحی نام "تصوّف" ہے۔ اس کے متعلق اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے، تصویباً یا تنقیداً لب کشائی کے استحقاق سے اپنے آپ کو ان امور کے متعلق محروم پاتا ہے، پاکوں کا کام، پاکوں کا کام ہے، وہ بڑے بے باک ہیں جو اپنے ناپاکیوں سے آنکھیں میچ کر جن کی پاکی تسلیم کی گئی ہے ان پر اپنی زبانیں کھولتے ہیں۔

کچھ بھی ہو مولویت و صوفیت کی لاگ ڈانٹ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا اتنا پرانا مسئلہ ہے کہ تابعین سے آگے بڑھ کر میں تو سمجھتا ہوں کہ خیر القرون کے قرن اول عہد صحابیت میں بھی افراد کے انفرادی و شخصی رجحانوں میں ان دونوں طبقوں کے تائیدی شواہد مل سکتے ہیں۔

صدیوں سے گذر کر اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزار سال اور ہزار سال سے بھی زیادہ مدت میں اس مسئلہ میں کسی ایک

پہلو کی طرف کامل یکسوئی کی صورت نہ پیدا ہو سکی۔ اسلئے جھگڑے کے اس قصّہ کو بجائے آگے بڑھانے کے شاید یہ زیادہ مناسب ہے کہ ان دونوں طبقوں کی جو باتیں جس کسی کو جس حد تک پسند آجائیں، ان پر عمل کریں، اور جن کی گنجائش کسی وجہ سے اپنے اندر نہ پائیں، انہیں کرنے والے اور ان کے خدا کے سپرد کر دیں۔ واللہ یحکم بینکم فیما فیہ تختلفون۔

---

اب میں کیا عرض کروں، اس کتاب میں پھلواری شریف کی موجودہ خانقاہ کے معمارِ اوّل حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس اللہ سرہٗ جو اپنے خانوادۂ خاص میں "تاج العارفین" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، ان کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ ایک صاحب بغرضِ بیعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ——— "اگر بیعت بغرضِ طلبِ حق کی گئی ہے تو اس کے لئے نذر و نذورات ضروری نہیں اور اگر بغرض حصول دُنیا ہے، تو بیعت اس کے لئے نہیں کی جاتی۔"

اسی کے بعد فرمایا:۔

دُنیاوی کام کے حصول کے لیے بہت سے ذرائع ہیں، جس سے دنیا کا حصول بآسانی ہو سکتا ہے۔ ہیں تو یہ چند ہی فقرات، لیکن تصوّف کے متعلق بدگمانیوں کے پھیلانے والوں کے لئے جہاں تک میرا خیال ہے سُوءِ ظن کے قرآنی اِثم اور پاپ کے ازالہ کا کافی سے زیادہ سامان ان ہی چند فقروں میں سمٹا ہوا ہے۔

ع ان کان فی القلب ایمان واسلام

"طلبِ حق" کی اسی راہ میں جو کچھ سکھایا سکھایا جاتا ہے، کیا اور کرایا جاتا ہے، ان سے صحیح معنوں میں تو وہی واقف ہو سکتے ہیں جنہوں نے اس راہ کی باتیں سیکھی ہوں، سیکھ کر ان پر عمل کیا ہو۔ مگر جو اس راہ سے بے گانہ قطعاً بے گانہ ہے، اس کتاب کے مطالعہ کا اور کوئی اثر اس پر پڑا ہو یا نہ پڑا ہو، مگر اس انکشاف نے کم از کم مجھے تو ششدر و مبہوت سا بنا دیا کہ اس خانقاہ میں کسی خاص مزار یا روضہ کو خصوصی مرکزیت جیسا کہ اس کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے، نہیں عطا کی گئی۔ بلکہ خانقاہ کے معمارِ اوّل حضرت پیر مجیب رح کے متعلق مصنّف کتاب نے نقل کیا ہے کہ

"حضرت تاج العارفین (یعنی پیر مجیب اللہ قدس سرہٗ) اپنے لئے عام مزار ہی پسند فرماتے تھے۔" ص ۲۷۸

مگر با ایں ہمہ جہاں تک میں جانتا ہوں ہندوستان کی عام خانقاہوں سے الگ اس مجیبی خانقاہ میں

"مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست" کے جوہری نقطۂ نگاہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دین میں جو چیز درحقیقت "ہمہ اوست" ہونے کی حیثیت رکھتی ہے اور متکلمین کے مزاجی وجدلی بقبقوں یا وعاظ و قصاص کے خطابی و اقناعی شقشقوں کے مقابلہ میں اپنا خیال تو یہی ہے کہ بزرگانِ پھلواری کی یہی نکالی ہوئی راہ صحیح معنوں میں "رہِ قلندر" کہلانے کی جائز حقدار ہے۔ [1]

اس کتاب میں "موئے مبارک" (علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰت والتسلیمات) کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کو پڑھ جائیے، ممکن ہے کہ رسوم کے بعض بیرونی قوالب "مولویت" کی پیشانی پر کچھ شکن آور بھی ہوں۔ مگر "دین کے ہمہ اوست" تک پہنچنے اور پہنچانے کی یہ کتنی مختصر راہ ہے، اس کا اندازہ کچھ تجربہ ہی سے ہو سکتا ہے، اور انسانی نفسیات کی حکیمانہ بصیرت جو اپنے اندر رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتنا کارگر، مؤثر، زود اثر نسخہ ہے۔

دو عالم بہ کاکل گرفتار داری
بہر "مو" ہزاراں سیہ کار داری

شاید دو سو سال تک پھلواری شریف کی خانقاہ میں اسی شعر کی عملی شرح جس شان، آن بان کے ساتھ ہوتی رہی ہے، دیکھنے والوں سے اس کا حال آپ پوچھ سکتے ہیں۔

لاکھوں کتابیں، ہزارہا تقریریں یقیناً اس ایمانی نتیجہ کو پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں، جسے "خانقاہ مجیبیہ" کی یہی "رہِ قلندری" پیدا کرتی رہی ہے۔ دوسروں کے متعلق کیا عرض کروں، اسی کتاب میں جس وقت

ہر دورِ زلفش کہ مد ظلہما    بر سرم سایۂ حمایتِ اوست    (فرد ؒ)

کے شعر پر نظر پڑی، اور کہاں کہاں پہنچی۔ اسے کیا بیان کیا جائے، رحم اللہ الجامی السامی حیث قال

صفت بادۂ عشقش زمن مست مپرس    ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

اور دین کی اس جیتی جاگتی "زندہ راہ" کے سوا اسی کتاب سے آپ کو معلوم ہوگا، کہ چندوں کی فہرست کھولی گئی اور نہ ملک کے طول و عرض میں سفراء کے وفود بھیجے گئے، نہ اخباروں میں سوال کی اپیلیں شائع کی گئیں، الغرض کسی تعلیمی و تدریسی ادارے کے چلانے کے لئے آج کل جو کچھ کیا جاتا ہے، کچھ نہیں کیا گیا، لیکن جن فقیروں کے

---

[1] آستانہ نبوت کبریٰ پر "عرض احسن" کے نام سے ایک منظوم معروضہ کے پیش کرنے کی سعادت اس فقیر کو جب حاصل ہوئی تھی اپنی التجائی نظم میں دوسرے خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں سب کا خلاصہ "ہاں دینی وایمانی" کے الفاظ پیش کیا گیا تھا۔

پاس فقیری کے سوا اور کچھ نہ تھا، آپ دیکھیں گے کہ ان ہی فقیروں کی وجہ سے پھلواری شریف کی یہ بستی ایک ایسی "مرکزی جامعہ یا یونیورسٹی" کے خدمات انجام دیتی رہی، جس سے تقریباً دو سو سال تک فارغ التحصیل ہو ہو کر ارباب فضل و کمال ملک کے طول و عرض میں مسلسل پھیلتے رہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں شریک ہو ہو کر امتیاز حاصل کرتے رہے، نہ صرف دینی راہوں میں کام کرنے والے لوگ پھلواری کی اس "خانقاہی یونیورسٹی" سے نکلتے رہے، بلکہ آج کل "سو ملین" بنا بنوا لے علمی ادارے جس خدمت کو لاکھوں روپے کے مصارف سے انجام دے رہے ہیں، آپ اس کتاب کو پڑھیے! دیکھیے گا کہ حکومت کے سول عہدوں کے لئے عہدہ داروں کی پلٹن پھلواری کی یہی خانقاہی بستی حکومت کو مسلسل دیتی چلی گئی تھی۔

کتنے قاضی، کتنے مفتی، کتنے صدر اعلیٰ، کتنے صدر امین، قانون گو اور انقلاب کے بعد کتنے منصف، کتنے ڈپٹی، کتنے مجسٹریٹ، کتنے وکیل، کتنے مختار، سررشتہ دار، پیشکار وغیرہ پھلواری کے مقبی شعبہ سے حکومت قائمہ کو ملتے رہے، گننے کے بعد شاید ان کا شمار سینکڑوں سے بھی آگے بڑھ جائے تو تعجب نہیں، بہار ہی نہیں بلکہ بیرون بہار بنگال کے مشرقی و مغربی علاقوں کے حکام کی ایک بڑی تعداد آپ کو پھلواری کے تعلیم یافتوں کی ملے گی، یہی نہیں کہ بیش قرار تنخواہوں کے پانے والے اور بڑے بڑے عہدوں تک پہنچنے والے ان تعلیم پانے والوں سے پھلواری کی اس یونیورسٹی میں کوئی تعلیمی فیس نہیں لی گئی بلکہ دو سو سال کی اس طویل مدت میں پھلواری کی اس یونیورسٹی سے جن ہزارہا طلبہ نے استفادہ کیا، ان پر قیام و طعام کے معاوضہ میں ایک حبہ کا بار بھی کبھی کسی زمانہ میں کسی حیثیت سے نہیں ڈالا گیا، بلکہ قیام و طعام کے سوا پوشاک وغیرہ جیسی ضرورتیں بھی عموماً مفت پوری ہوتی رہیں۔ —— آپ کو اس کتاب میں مختلف بزرگوں کے تذکرے میں اس قسم کے الفاظ ملیں گے۔ کہ —— "طلبہ کی کفالت خود کرتے تھے"

اس کا یہی مطلب ہے۔ بلکہ اعراس اور اعراس میں عموماً پختہ وغیرہ کا ذکر بھی ملے گا۔ اسی کتاب میں آپ پائیں گے —— "کثیر مقدار میں گھی، تیل فراہم ہوتا، باسمتی چاول تقریباً سو من خریدا جاتا" ص ۲۹۹ اور سب لوگوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔

عرسوں کا یہ سلسلہ تقریباً ہر زمانہ میں جاری تھا۔ ایسی صورت میں کیا یہ پوچھنے کی بات رہ باقی ہے کہ پھلواری کی اس جامعہ میں قیام پانے والے ان طلبہ کے طعام کا انتظام کہاں سے ہوتا تھا اور کس طرح ہوتا تھا۔

جب یہ حال تھا کہ خانقاہ سے تعلق رکھنے والے ہی نہیں بلکہ "پلاؤ، قلیہ اور میٹھا قصبہ میں ہر مسلمان کے گھر تقسیم کیا جاتا تھا" ص ۲۹۹

تو اس پلاؤ اور قلیہ و میٹھے سے وہ کیوں محروم رہ سکتے تھے جو اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر تحصیل علم کے لئے اس خانقاہ کے

تعلیمی وتدریسی شعبہ میں شریک ہو جاتے تھے، جو اپنے گھر میں مقیم تھے، جب ان کے پاس بھی نعمت کا یہ خوان بے طلب پہنچایا جاتا تھا تو "بِن گھرے" کیا بھلائے جا سکتے تھے؟ بلکہ میرا خیال تو یہی ہے کہ عرسوں کی اس "کثرت" میں اگر ان غریب الدیار طلبۂ علم اور تشنہ کامانِ معرفت کی حاجت روائی کا راز بھی پوشیدہ ہو تو اس پر تعجب ہونا چاہیے۔[1]

الغرض دین کے "قلب" اور "قالب" دونوں کی تعمیر میں پھلواری کا یہ قصبہ اور اس کی خانقاہ جو کام کرتی رہی اس کی ایک دلچسپ داستان آپ کو اس کتاب میں ملے گی۔

اس کے سوا بھی ایسی بیسیوں چیزیں ضمناً دوسرے امور کے ذکر کے سلسلہ میں پڑھنے والے مسلسل اس کتاب میں پاتے چلے جائیں گے جو بجائے خود زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق اہم معلومات وانکشافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تفصیلات کا علم تو خود اصل کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا، مگر بطور تعارف کے چند چیزوں کا ذکر اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ لوگوں کو اس کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے، اور خیال نہ کیا جائے کہ فقر وفقرا، یا صوفیت وصوفیہ سے دل چسپی رکھنے والوں ہی کے لئے یہ کتاب ہے۔ آپ ڈھونڈھیے، اس قسم کی باتیں آپ کو اس کتاب میں ملتی چلی جائیں گی، مثلاً

(۱)

میں نے عرض کیا کہ خانقاہ مجیبی کی بنیاد "دین ہمہ اوست" کی رہِ قلندری پر قائم ہے، اس کا ثبوت ورق ورق صفحہ صفحہ پر اس کتاب میں آپ کے سامنے آتا جائے گا۔

"نبوت کبریٰ" علیٰ صاحبہا الف سلام وتحیہ کے ساتھ غیر معمولی زندہ ربط وضبط جو فنائیت کے مقام تک پہنچا ہوا ہے اور اس سلسلہ کے مکاشفات ومقامات، ان باطنی کیفیات کے حصول کے لئے خاص خاص قسم کے درود شریف یا وظائف، یا دوسرے صوفیانہ مشاغل واوراد ہی نہیں بلکہ اَلسُّنّتْ یا اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے "ملفوظاتِ طیبات" آپ کی سیرت پاک یعنی علم حدیث کے ساتھ بھی بزرگان پھلواری کے اندر غیر معمولی ولہ وشغف کی ایسی مثالیں آپ کو ملیں گی جنھیں ہندوستان کے علماء رسوم یعنی مولویوں کے طبقہ میں بھی آپ کو مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ دس بیس حدیثیں نہیں بلکہ کامل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو زبانی یاد کر کے صحیحین کے حفاظ بھی آپ کو ان بزرگوں میں ملیں گے، ان میں ایسی ہستیاں بھی نظر آئیں گی جنھوں نے

---

[1] امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری پر خاکسار کا جو مختصر مقدمہ ہے۔ آپ کو اس مقدمہ میں میرے اس خیال کے تائیدی شواہد بھی مل سکتے ہیں۔

اپنی ساری عمر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی حدیثوں کی تحصیل میں صرف فرما دی، نہ صرف ہندوستان بلکہ بار بار ہندوستان سے باہر گئے، اس فن کے اساتذہ سے حدیثیں سنتے رہے، مکّہ معظمہ، مدینہ منورہ جیسے مراکز اسلام میں ان کی زندگی کا بڑا حصّہ اسی پاک مشغلہ میں بسر ہوا۔

آپ ان ہی بزرگوں میں ان کو بھی دیکھیں گے، جو خود خاص حالات کی وجہ سے باہر نہ جا سکے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو درسًا درسًا پڑھنے اور تصحیح سند کے لئے باوجود سجادگی کے حجاز سے غیر معمولی مصارف برداشت کرکے استاذ کو طلب کیا، اور مسندِ سجادگی کی عظمت و احترام کو عشق کی اس راہ میں قربان کردیا ـــــ بلکہ اسی کتاب میں ایک قصّہ ملے گا، ممکن ہے کہ عوام کو اس کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو، قصّہ تو کتاب ہی میں پڑھیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسند سجادگی پر رونق افروزی کے بعد خاندان مجیبی کے ایک رُکن پر یہ حال طاری ہوا کہ سارے جاہی و مالی منافع سے دست بردار ہوکر سجادگی سے مستعفی ہو گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حال ان پر حدیث کی تعلیم اور جن صاحب نے تعلیم دی تھی اس کی وجہ سے طاری ہوا، ممکن ہے کہ یہی ہوا ہو، مگر خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طلب کا شغف، میرا خیال تو یہی ہے کہ اس ماحول کا نتیجہ تھا جسے خانقاہ مجیبیہ کے معماروں نے اپنی اس عجیب غریب "خانقاہ" میں قائم کیا تھا، اتنی جرأت، اتنی ہمّت اس غیر معمولی حبّی و عشقی نسبت کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی، جس کی آگ اس خانقاہ میں دلوں کے اندر لگائی جاتی تھی، پس یہ جو کچھ ہوا، ظاہر تھا اس کا جو کچھ بھی ہو مگر تھا یہ نتیجہ اسی نسبت کا جو خانقاہ کے باہر نہیں بلکہ اندر پیدا کی جاتی تھی۔

اسی لئے میں دوسروں کے متعلق تو نہیں کہتا مگر اس ماجرا کو سُن کر اور پڑھ کر مجھ پر تو یہی اثر مرتب ہوا کہ یہ باہر سے نہیں بلکہ کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ع "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

یہ حضرت شاہ عین الحق مرحوم کا قصّہ ہے جنھوں نے مسلک اہل حدیث اختیار فرما لیا تھا، اور سجادہ ہونے کے بعد سجادگی اور اس کے سارے منافع سے دست بردار ہوکر ایک گاؤں یا قصبہ میں مبلّغ کی حیثیت سے ساری زندگی گذار دی۔ رحمۃ اللہ علیہ "خانقاہ مجیبیہ" کی تاریخ کا یہ بڑا دل سوز سانحہ ہے، ان کیلئے بھی جنھوں نے سمجھا، اور ان کے لئے بھی جنھوں نے نہ سمجھا۔

اسی سلسلہ میں آپ یہ پڑھیں گے کہ وہی صوفی جو عموماً ترویج بدعات کے ساتھ بدنام ہیں، ان ہی صوفیوں کے لباس میں آپ کو "خانقاہ مجیبیہ" کی مسند سجادگی پر ایسے نفوس بھی نظر آئیں گے، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ایسی سنّتوں کو زندہ کیا جس پر عمل کرنے کی توفیق سے ہندوستان کے عوام تو عوام خواص تک

محروم ہو گئے تھے، آپ اس کتاب میں پڑھیں گے کہ "السّلام علیکم" کو ہندوستانی مسلمانوں کی مقامی تہذیب سے
خارج کر دیا گیا تھا، لیکن پھلواری کی خانقاہ اس سنّت کو زندہ کرنے میں بحمد اللہ کامیاب ہوئی۔

اسی طرح غیر اسلامی رسوم جو اس ملک کے خصوصی ماحول میں مسلمانوں کے اندر مروّج ہو گئے تھے،
خانقاہ پھلواری کے وابستوں کو ان بُری رسموں کے ازالہ میں آپ مشغول دیکھیں گے۔

اور ان امور کا تعلق تو دین کے عملی کاروبار سے ہے، حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس خانقاہ کے تعلیمی
وتدریسی شعبہ سے فارغ ہو ہو کر حالانکہ بڑے بڑے عہدوں تک پہونچ رہے تھے، لیکن عمل کے سوا علم کا رنگ
جو ان پر چڑھا ہوا تھا وہ اتنا گہرا ہوتا تھا کہ ان میں زیادہ تر افراد اسی قسم کے نظر آتے ہیں جنہوں نے
ملازمت کی مشغولیت میں بھی درس وتدریس کے سلسلے کو برابر جاری رکھا، جہاں کہیں جاتے تھے، طلبہ
ان کے ساتھ جاتے تھے، آج اس کا کوئی تخیل بھی کر سکتا ہے کہ کوئی جج یا ڈپٹی یا کلکٹر کچہری کے کاموں سے
فارغ ہونے کے بعد گھر پر طلبہ کو باضابطہ درس بھی دے رہا ہو۔

مگر آپ کو اس کتاب میں اس کی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں ملتی جائیں گی، صرف درس ہی نہیں
بلکہ آپ پائیں گے کہ ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو ان پڑھنے والے طلبہ کے طعام و قیام کے بھی خود
متکفل تھے اور اپنی تنخواہ کا کافی حصہ ان ہی طلبہ پر خرچ کر دیتے تھے۔

(۳)

اس کتاب سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اپنی علمی و عرفانی خصوصیتوں کے لحاظ سے بہار کے
اس قریۂ نجات کی تاریخ کتنی پرانی ہے، مصنّفِ کتاب نے ایک تصویری مرقع (البم) کی نشاندہی
کی ہے، جس میں دہلی کے مغل سلاطین کے ساتھ پھلواری کے ایک امیر کو شاہ ہمایوں کا وزیر ظاہر کیا گیا ہے۔

اسی میں آپ پائیں گے حضرت اورنگ عالمگیر انار اللہ برہانہٗ نے فقہ اسلامی کی تدوین جدید
کے لئے جو دفتر قائم کیا تھا، اس دفتر کے تدوینی اراکین میں پھلواری شریف کے اہلِ علم بھی شریک ہیں۔

تاریخ ہند کے مختلف ادوار میں جو مشہور علمی وسیاسی ہستیاں گذری ہیں، آپ کو معلوم ہوگا
کہ ان میں کتنے بڑے بڑے اکابر نے پھلواری میں قدم رنجہ فرمایا، ان میں آپ حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم
لکھنوی جیسے بزرگوں کو بھی پائیں گے اور شاہ عالم بادشاہ کو بھی اور شجاع الدولہ اور میر قاسم کو بھی۔

اسی کے ساتھ اسی قصبہ میں آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی

ملّا نور الحق، ملّا جلال جیسے بزرگوں کے سند یافتہ یا شرفِ اجازت سے سرفراز ہونے والے لوگ بھی ملیں گے۔

کافی تعداد ایسے بزرگوں کی بھی اس قصبہ میں گذری ہے جنہوں نے حجاز سے سندِ حدیث حاصل کی، ایسے بھی ہیں جنہیں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں آخری خوابگاہ بنانے کی نعمت میسّر آئی۔

اسی قصبہ میں ایسے عزم و ارادے والے بھی تھے جو پیدا ہوئے پھلواری میں مگر امتیاز حاصل کیا انہوں نے مدراس، حیدر آباد، کلکتہ، دہلی، مرشد آباد جیسے مرکزی شہروں میں۔

اسی سلسلہ میں آپ کو کافی تعداد اس قصبہ کے ایسے اربابِ علم و فضل کی بھی ملے گی جنہوں نے عربی، فارسی جو اس زمانے کی علمی و دفتری زبانیں تھیں، ان زبانوں کی نظم و نثر کا غیر معمولی ملکہ اور سلیقہ حاصل کیا، مختلف علوم و فنون اور عنوانوں پر کتابیں لکھیں، ان کی نثر و نظم کے نمونے بھی موقعہ موقعہ سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں، جنہیں دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے اور خدا کی شان نظر آتی ہے، وہ چاہے تو کسی ملک اور علاقہ کو بھی جو کمالات عطا نہیں ہوتے، ان ہی کمالات کو جب اس کا جی چاہتا ایک قصبہ یا قریہ کے باشندوں کو ارزانی فرما دیتا ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٍ

(۳)

اور یہ چیزیں تو ایسی ہیں جن سے زیادہ دلچسپی ان ہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جو قدیم مشرقی و اسلامی علوم سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، ان کی صحیح قدر و قیمت وہی پہچان بھی سکتے ہیں، اور ان کی اہمیت کا بھی صحیح اندازہ ان ہی کو ہو سکتا ہے، مگر ان کے سوا بھی ضرورتاً اس کتاب میں بعض پرانے قدیم وثائق و فرامین جو خوش قسمتی سے مصنف کتاب کو مختلف خاندانوں میں مل گئے، ان کی بجنسہ نقلیں مصنف نے اپنی اس کتاب میں جو درج فرما دی ہیں میرے نزدیک تو وہ بڑی اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں اور نتائج نکالنے والے ان سے بیسیوں نتیجے نکال سکتے ہیں، مثلاً قاضی نور عالم کے نام تقررنامہ جو فرماں شاہی دفتر سے نافذ ہوا تھا، اس میں قاضیوں کے فرائض کو بتاتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ

"در فصلِ قضایا، وخصومات، واجرائے معاہدہ و تحریرات، وانتظامِ امورِ ما نیاز، وترغیب مردم بطاعات، وانکاح من لا ولی لہ، وقسمت ترکات، وحفظ اموال غیبیہ و ایتام و تعیین اوصیاء و نصب قوّام"

جس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا ہفت گانہ فرائض کی انجام دہی ہر قاضی پر لازم تھی۔ [1]

اسی طرح "منصب احتساب" پر بحالی کا جو پروانہ قاضی نصر اللہ کے نام جاری ہوا۔ اس میں ہے کہ

"در تنبیہ و تادیب ارباب خمور و مسکرات و زجر و منع اسباب مناہی و منکرات و تعدیل اوزان و ذراع

و مکیال و مایکون مثل ہذا المثال مساعی موفورہ بردہ بہم رسانند"

جس سے معلوم ہوا کہ ہر علاقہ کے محتسب کا منجملہ دیگر فرائض کے بڑا فرض یہ تھا کہ لین دین کے عام ذرائع

گز، بٹے کھڑے، پیمانوں وغیرہ کی نگرانی رکھیں کہ کمی و بیشی کا موقع نہ ملے۔ و مایکون مثل ہذا یعنی اور اسی

---

[1] جس کا مطلب یہی ہوا کہ ہر قاضی اپنے علاقہ میں عدالت اور فوجداری کے مقدمات کے سوا کورٹ آف وارڈ اور مسلمانوں کی دینی زندگانی کا نگران کار بھی ہوتا تھا، یہ ایک نظام تھا، مگر آپ جانتے ہیں کہ بالآخر اسی ہندوستان میں "قضا" کے اس منصب جلیل کا آخری حشر کیا ہوا؟ کلیجہ پھٹ جاتا ہے اور "ما ظلمنا ھم ولکن انفسھم کانوا یظلمون" کی تفسیر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔ طباطبائی نے اپنے زمانہ کے عام قاضیوں کا ذکر کرتے ہوئے سیر المتاخرین میں جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ لکھ کر کہ "قاضی برائے اجرائے احکام شرعی مقرر بود کہ بے حیف و میل برائے ہر کہ ہر امر کہ از امور شرعیہ استحقاق یافتہ باشد بعمل آرد، و از سرکار بادشاہ مشاہرہ و جاگیر بقدر معاش خود بفراغت یافتہ مجال آں نداشت کہ دامے درمے بطور رشوت از کسے تواند گرفت و اگر احیاناً ظاہر می شد کہ یکے از جماعہ از یں مرتکب ایں شناعت گشتہ مورد غضب سلطانی و ننگ اسلام و مسلمانی گردیدہ مطعون طوائف امم و مبتلائے غم و غصہ ہمیشہ از اں کار محروم و در دنیا و عقبیٰ ملوم و مرحوم می ماند" یہ حال تو پہلے تھا، لیکن آخر زمانہ میں وہ اپنی چشم دید شہادت یہ نقل کرتے ہیں

"از مدتے الی الآن اصطلاح میراں در قضا مقرر گشتہ اجارہ و استجارہ آں بعمل می آید، و رسومے کہ در ہیچ مذہب ملت بگوش احدے نہ رسیدہ شیوع یافتہ عوام مسلمانان را در مقصل باخذ بعضے از وجوہ مخترعہ قضاۃ بے ایمان کہ معتقد مسلمانان خود عیاذ باللہ چرا خواہد بود ہیچ ملحدے ہمچنیں عقائد نداشتہ باشد بجائے می آرند"

پھر ان قاضیوں کی ہوس رانی من گھڑت طریقوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ

از جملہ مخترعہ جنتدعہ بد بختاں مذکور یکے ایں است کہ اگر کسے از غربائے مسلمانان بمیرد، تا نائب قاضی بہ روز معین نبایدو وجہے کہ قاضی مقررہ کردہ نرساند باعتقاد آں بیچارگان محکم مقتدایان بے ایمان، روح آں میت از خانہ اش بیروں نمی رود، آں شخص صاحب تعزیہ اگر مقدور ندارد وجہ مذکور نرساند مع عیال و اتباع چناں نجس و ناپاک ہست کہ اقوام او باد آب و طعام نمی خورند و او را آب و آتش نمی دہند تا ناچار گشتہ بہ دزدی و قطاع طریقی یا قرض دوام یا بیع مملوکات وجہ مذکور بقاضی رساند و خود را از اں بلیہ رہاند"

جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ان نام نہاد قاضیوں نے جھٹکے کے عقیدے کو پھیلا دیا تھا اور اپنی مٹھی گرم کرنے کا ذریعہ اس کو بنا لیا تھا، قصہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا ہے آگے لکھتے ہیں کہ

"و ہمیں صورت است در ختنہ پسران و نکاح دختران کہ بعد بلوغ رسیدہ سالہا محروم و ممتنع از ختان و مناکحت می مانند

(باقی اگلے صفحہ پر)

قسم کی دوسری باتوں کی نگرانی بھی ہر محتسب کے فرائض میں داخل تھی۔[1]

اور یہ تو بطور مثال کے سرسری طور پر ان دو[2] چیزوں کا ذکر کر دیا ہے، اس کتاب میں اس قسم کے وثائق و فرامین کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، اس زمانہ میں سرکاری حکام کے فیصلوں کی نوعیت کیا ہوتی تھی، اس کا نمونہ بھی آپ کو اس کتاب میں مل سکتا ہے اور ازیں قبیل بیسیوں تاریخی حقائق جن کے جاننے والے اب موجود نہیں ہیں اور نہ کتابوں میں ان کے متعلق کچھ ملتا ہے۔ اس کتاب سے ان کے جاننے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

مثلاً شاہ عبدالحی مرحوم پھلواروی سے جب دہلی جانا ہوتا تھا تو حکومت کی طرف سے ان کو پروانہ راہداری عطا کیا گیا تھا، اس پروانہ کی نقل اس کتاب میں موجود ہے، اس میں اور تو جو کچھ ہے ہے۔ دلچسپ چیز اس میں مجھے جو نظر آئی وہ سامانِ سفر کی فہرست ہے: "یعنی ۱ رتھ سواری یک منزل۔ ۲ چھکڑہ باربرداری یک منزل۔ ۳ اسپ سواری وغیرہ ۱۴ راس ۱۲ مردمان ہمراہی ۱۵ نفر ــــ"

گویا اس ساز و سامان کے ساتھ ہندوستان کے متوسط الحال باشندے عہد ریلوے سے پہلے سفر کرتے تھے، اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوتا ہے ــــ الغرض یہ اور اسی قسم کی بیسیوں[2] معلومات اس کتاب کے نقل کردہ وثائق و کاغذات سے مہیا ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح اس کتاب میں بعض غیر معمولی اثرانگیز واقعات بھی ملتے ہیں، مثلاً قاضی غلام امام جو خانقاہ مجیبیہ کے تربیت یافتوں میں تھے، ان کا یہ کتنا عبرت آموز واقعہ ہے کہ پھلواری کے زمیندار قاضی سید مخدوم عالم اور قاضی غلام امام کے درمیان کوئی جھگڑا تھا، نوبت مقدمہ بازی کی آئی، قاضی مخدوم عالم جو سرکاری عہدہ دار بھی تھے، ان کا تبادلہ ایسی جگہ ہو گیا

(مسلسل حاشیہ صفحہ ۱۶) "تا وجہے برائے رسوم شادی و ادل ازاں وجہ نذرانہ قاضی اگرچہ عمرہا بگزرد، بہم نہ رساند سر انجام آوردن کارہائے مذکور از معتذرات و ممتنعات است" ــــ لکھا ہے کہ اس روک ٹوک اور سرکاری مداخلت بے جا کا نتیجہ یہ ہے کہ "اکثر را مدت اعمار بسر آمد و خفتند و نکاح میسر نگشت"۔ آخر میں اس فقرے پر بیان کو ختم کیا ہے کہ
"در ہر معاملہ کہ بقاضی رجوع آرند باخذ زر بسبب رشوت حق را باطل و باطل را حق می گردانند" سیر المتاخرین جلد دوم ص ۲۲۸
پوچھنے والے اس کے بعد بھی مسلمانانِ ہند کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس حالت تک وہ کیسے پہنچ گئے جس میں آج وہ اپنے آپ کو مبتلا پاتے ہیں ــ وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا وما یمکرون الا بانفسھم وما یشعرون ہ (اور یوں ہی ہر آبادی میں مجرموں کے بڑوں کو ہم ایسا کر دیتے ہیں کہ وہ اندرونی چالبازیوں میں لگ جاتے ہیں اور نہیں چالبازی کرتے ہیں مگر خود اپنے آپ کے ساتھ اور یہ نہیں سمجھتے) (الانعام ع ۱۴)

[1] جیسا کہ جاننے والے جانتے ہیں، ان الفاظ سے اشارہ ادھر کیا گیا ہے کہ بازار میں بکنے والی ایسی چیزیں جن کا تعلق عوام کی خوراک یعنی ماکولات و مشروبات سے تھا، ان میں آمیزش و حرفت وغیرہ جیسی باتوں کی نگرانی بھی "احتساب" کا اہم فریضہ تھا۔ "عوام کی مرضی کے مطابق عوام کے لئے" عصری حکومتوں کے ان نعروں کو سنئے اور بازاروں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے آنکھوں سے دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ "شخصی حکومت" کے رشتہ دار کن ناموں سے جو حکومتیں بدنام ہیں اس بدنامی کی وہ کس حد تک مستحق ہیں۔

جہاں سے پٹنہ کی عدالت میں حاضری دشوار تھی، خیال گذرا کہ اپنا مقدمہ کسی دیانت دار آدمی کے سپرد کر دیا جائے، جانتے ہیں اس کے لئے انتخاب کی نظر کس پر پڑی، یعنی وہی قاضی غلام امام جو مقدمہ کے فریق تھے ان ہی کے سپرد قاضی مخدوم عالم نے اپنے سارے کاغذات کر دیئے، مصنف نے لکھا ہے اور معتبر ذرائع سے اس روایت کو درج کیا ہے کہ

قاضی غلام امام نے (اپنے فریق) سید مخدوم عالم کے کاغذات ثبوت دیکھکر اس کی پیروی اپنے ذمہ لی۔ اور اپنے مقدمہ کی پیروی دوسرے کے حوالہ کیا، اور تاریخ پر خود قاضی صاحب (یعنی اپنے فریق مخالف) کی طرف سے پیروی کرتے رہے۔

جانتے ہیں کہ پھر نتیجہ کیا ہوا —— قاضی مخدوم عالم (قاضی غلام امام کے فریق، دہی) مقدمہ جیت گئے، اور قاضی غلام امام صاحب مقدمہ ہار گئے —— سمجھا آپ نے مطلب؟ اپنے فریق کی طرف سے پیروی کی اور پیروی کا پورا حق ادا کر دیا، تاآنکہ خود ہار گئے اور ان کا فریق جیت گیا، سچ پوچھئے تو جیتنے والے قاضی صاحب تو خیر جیت ہی گئے، مگر عدالت کے رو سے ہارنے والے کی جیت کا تو جواب ہی نہیں ہے —— اخلاقی قوت کے صحیح دباؤ کا لوگوں کو اندازہ نہیں ہے، آپ دیکھ رہے ہیں، ہارنے والے قاضی غلام امام کے اخلاقی زور کا کوئی ٹھکانہ ہے، جس پر اعتماد کلی کرنے پر وہ بھی مضطر تھا جو اس مقدمہ میں ان کا دشمن تھا۔

اور یہ ٹھیک اسی زمانہ کی بات ہے جب مسلمانوں کو گھر میں میت ہو جانے کی وجہ سے ان ہی کے شریعت پناہ قضاۃ اس لئے ناپاک ٹھہرائے رہتے تھے کہ پاک کرائی کی فیس ان کی داخل نہیں ہوئی ہے اور ختنہ و نکاح سے لوگ اس لئے محروم رہ جاتے تھے کہ چوری، ڈاکہ، قرض اور بھیک کے ذریعہ سے وہ فیس کی اس رقم کو شریعت پناہ کے دفتر مقدس میں پیش کرنے سے قاصر تھے —— مگر اخلاقی دیوالیہ پن کے ان ہی دنوں میں پھلواری شریف کی خانقاہ اخلاقی برتری کی ان عجیب و غریب نمونوں کی تعمیر میں کامیاب ہو رہی تھی، جن کی مثال "انسانی تاریخ" کے طویل عہد میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

یہ ایک اخلاقی بلندی کی مثال تھی، دینی احساس کی بیداری کا ایک دلچسپ نمونہ اسی کتاب میں یہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ مصنف کتاب کے گھر کی بات ہے اس لئے شک و شبہہ کی بھی گنجائش کم ہی پیدا ہوتی ہے، یہ مولوی سید محی الدین احمد رضوی کا قصہ ہے، ان کے والد کلکتہ میں ملازمت کی وجہ سے مقیم تھے، اس لئے بچپن میں انگریزی پڑھنے کا مختنم موقع ان کو میسر آگیا، کیونکہ اس زمانہ میں نہ انگریزی کا رواج ہوا تھا، اور نہ لوگ پڑھنے کی طرف مائل تھے، بہر حال انگریزی شروع ہوئی، محنت و توجہ سے پڑھنے لگے، ایک دن اتفاق سے کسی بچے کو قرآن پڑھانے لگے، بچہ سے پڑھنے میں غلطی ہوئی، مولوی سید محی الدین صاحب جو ابھی خود بھی نوعمر ہی تھے، انہوں نے ٹوکا، اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ " اسپیل کر "

" اسپیل" کیا بلا ہے، بچے کی سمجھ میں تو نہ آیا، لیکن سید محی الدین احمد صاحب کا دل ہی الٹ گیا، لکھا ہے کہ معاً ان کو خیال آیا کہ لاحول ولا قوۃ جب قرآن تک کے پڑھانے میں بجائے "ہجے" کے میری زبان پر "اسپیل" کا لفظ اضطراراً جاری ہو گیا اور انگریزی کی تعلیم کی ابتدا ہی میں اپنی ملی خصوصیات سے میں اس حد تک دور ہو چکا ہوں تو خدا ہی جانتا ہے آگے کیا صورت حال میرے سامنے پیش آئے گی، اسی وقت ترک انگریزی کا فیصلہ کیا اور مرتے دم تک پھر

اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور یہ تو اخلاقی و دینی حاسہ کی برتری و بیداری کی مثالیں تھیں، اس کتاب میں بعض دلچسپ لطیفے بھی ملتے ہیں، آدمی میں کتنی غیر معمولی صلاحیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں، اس کی یہ کتنی دلچسپ مثال ہے۔ پھلواری ہی کے ایک صاحب مولوی نظیر حسین نامی تھے، بچپن ہی میں شنوائی کی قوت سے کلیتہً محروم ہو گئے تھے، مگر ایک طرف شنوائی کی قوت چھنی اور دوسری طرف ان میں ایک نیا کمال یہ ابھر آیا کہ بقول مصنف — "لب کی حرکت سے الفاظ محسوس کرتے، انگ اشاروں سے "ہوا" پر لکھ کر ان سے بات کرتے اور "حروف مکتوبہ بہوا" آسانی سے صحیح پڑھ کر جواب دیتے تھے۔ [۱]

ان کے اسی غیر معمولی ملکہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ "حروف مکتوبہ بہوا" کی مدد سے نہ صرف نصاب فارسی کی تکمیل کی بلکہ شرح جامی وغیرہ تک عربی بھی پڑھی، کتب بینی اور اخبار بینی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔

ان ہی غیر معمولی واقعات اور نمونوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اس کتاب میں بعض غیر معمولی معمرین جن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ سینکڑوں سال تک زندہ رہے، کون کہہ سکتا ہے کہ قدرت کے "قانون شذ وذ" میں اس قسم کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴)

آخری چیز جو اس کتاب میں خصوصاً عہد حاضر کے لحاظ سے خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ "ہندو مسلمانوں" کا وہ تعلق ہے جس کا تماشا کسی زمانہ میں اسی ملک کی آنکھوں نے کیا تھا۔ [۲]

ذرا ملاحظہ فرمایئے! شاہ خدا بخش مجیبی قادری، بزرگان پھلواری سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ گذرے ہیں اپنے خصوصی کمالات کی وجہ سے ان کا لقب "شہباز طریقت" تھا، بنارس میں آسودہ ہوئے، وہیں مدفون ہیں، بہر حال کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک مذہبی پیشوا کی وفات ہوتی ہے، مگر جانتے ہیں وفات کی تاریخ کس نے لکھی، اور کس زبان میں لکھی؟ ان کا نام رائے مانک چند جیو تھا، بنارس باشی تھے، تاریخ وفات "شہباز طریقت" کی انھوں نے یہ لکھی ہے

عزیز معرفت کیشاں خدا بخش — شریعت زو خبر دار حقیقت
بجنت شد بسال او خرد گفت — فلک پیمودہ شہباز طریقت
۱۲ — ۳۱

یہ سو سال سے زیادہ کا واقعہ نہیں ہے۔

اسی سلسلہ میں دیکھیے، خانقاہ مجیبیہ کے معمار اوّل کے عہد کا ذکر کرتے ہوئے مصنف کتاب نے یہ بتاتے ہوئے کہ مہمانوں کی خاطر و مدارات کا نظم کس طریقہ سے اعراس وغیرہ کی تقریبوں میں ہوتا تھا۔ لکھا ہے کہ

"مسلمانوں کو باورچی خانہ سے کھانا دلوایا جاتا تھا اور ہندوؤں کی خوراک مودی کی دوکان سے دلوائی جاتی تھی۔"

اسی کتاب میں آپ پڑھیں گے کہ پھلواری شریف کی خانقاہ کے انتظامی مختار کل جن کا نام دارو غہ الٰہی بخش تھا وہ چین پور بھبھوا (شاہ آباد) کے رہنے والے تھے، غدر کے زمانہ میں انگریزی حکومت کی بہی خواہی میں انہوں نے بہت کارہائے نمایاں کیے تھے جس کے صلہ میں ان کو سند و تمغہ ملا تھا، قوم کا ئستھ سے تھے، حضرت نعمت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر

---

[۱] ہو بہو تو نہیں لیکن ثقل سماعت ہی کا ایک نمونہ فقیر کی نظر سے بھی گذرا ہے، آجکل نہ صرف ہند بلکہ یورپ و امریکہ میں ایک ہندی مسلمان ڈاکٹر رضی الدین سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ، جدید مغربی ریاضی کے غیر معمولی ماہروں میں شمار ہوتے ہیں، نوبل پرائز کے مستحق بھی قرار دیئے گئے تھے، لیکن بعض ناگفتہ بہ مواقع پیش آگئے، بہر حال جب جامعہ عثمانیہ ایف اے اور بی اے کی جماعتوں میں یہی ڈاکٹر رضی الدین تعلیم پاتے تھے تو فقیر سے بھی ان کے بعض اسباق کا تعلق تھا، ثقل سماعت کی شکایت ان کو بھی بچپن سے ہے، مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب پہلی دفعہ انٹر کی جماعت کے میقاتی امتحان کی جوابی بیاض ان کی میری نظر سے گذری، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے لکچروں کے ایک ایک نقطہ کو انہوں نے سنا اور یاد رکھا اور بجنسہ اس کو ادا کیا، دریافت پر انہوں نے یہی کہا کہ لب کی حرکت سے آپ کا ایک ایک لفظ میری سمجھ میں آتا تھا — [۲] اس کتاب میں تو اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، لیکن راجہ رام موہن رائے بانی فرقہ برہمو سماج کے حالات میں لکھا ہے کہ فارسی و عربی کی تعلیم انہوں نے پھلواری شریف ہی میں حاصل کی تھی، میرا خیال ہے کہ پھلواری کے تعلیمی اداروں کی افادیت مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ غیر مسلم طلبہ بھی یہاں تعلیم پا سکتے تھے، کاش اس سلسلہ میں معلومات فراہم کیا جاتے۔"

مع اہل و عیال مشرف باسلام ہوئے اور بیعت حاصل کی پنشن پانے کے بعد پیر کی خانقاہ میں تا زندگی مقیم رہے۔"
یا مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ (صاحب تذکرۃ الکرام) کے مریدین کی فہرست میں دوسرے ناموں کے ساتھ حاجی عبدالرسول
نومسلم بنگالی عرف خیاتر جی " جو نظر آئے گا یہ سارا قصہ اسی ربط و ضبط، میل جول کا تھا ۔۔۔ حد تھی اس قلبی وسعت،
نظر کی کشادگی کی کہ یہی شاہ ابوالحیوٰۃ مرحوم جو براہ راست صاحب سجادہ کے فرزند دلبند بھی تھے اور خود بھی عالم و
فاضل غیر معمولی کا سبب تھے، مگر با ایں ہمہ ۔۔۔ "کچھ دنوں مہاراجہ بیتیا نے اردو و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے
کے خیال سے آپکو اپنے ہاں ملازم رکھا تھا" ۔۔۔ بقول مولانا شبلی مرحوم، سچ پوچھئے تو ان ہی شمیم انگیزیوں سے مشام
جان ہندوستان معطر تھا، جسے آہ! کہ آج کتنا گندہ اور کتنا غلیظ و ناپاک کر دیا گیا۔ اللھم ارحم واغفر فانک ارحم الراحمین۔
کتاب کے تعارف کیلئے شاید اتنا بیان کافی ہو سکتا ہے۔ ناظرین سے اب عرض کروں گا کہ براہ راست اس کتاب
کا مطالعہ شروع فرمائیں، مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے میں چاہیے کہ ذہن کو بیدار رکھا جائے، اور صرف گذرے
ہوئے بزرگوں کی سوانح خوانی تک اپنے آپ کو محدود نہ رکھا جائے، بلکہ ارد گرد کی دوسری چیزوں پر بھی نظر رکھیں۔
واقعہ تو یہ ہے کہ اسی کتاب میں علاوہ مذکورہ بالا امور کے بین السطور میں ایسی باتیں مثلاً چادر کا رواج ہندوستانی
خانقاہوں میں کتنے قدیم زمانہ سے جاری ہے، یا قضا کے محکمہ کو منسوخ کر کے عدالت کا نیا نظام حکومت افرنجی نے اس ملک میں
کب سے جاری کیا، مسلمانوں پر غدر کے بعد بے وفائی کا جب الزام عائد کیا گیا تو پھلواری کی خانقاہ پر بھی شبہ کیا گیا۔
مرہٹہ گردی کے زمانہ میں بزرگان پھلواری نے جو عملی نمونہ پیش کیا اسی قسم کی بہت سی باتیں مستحق توجہ ہیں۔ اور یہ تو عام
پڑھنے والوں کی دلچسپی کی چیزیں ہیں، ان ہی کے ساتھ خاندان پھلواری سے نسبی یا رشتہ داری کے تعلقات رکھنے والوں کو اس
کتاب میں معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ملے گا، جسے کافی عرق ریزی سے بیسیوں شجرہ ہائے نسب کے مطالعہ کے بعد کتاب کے مصنف جلیل نے
جمع کر دیا ہے، ممکن ہے دوسروں کو اس سے دلچسپی نہ ہو لیکن تعلق رکھنے والوں کیلئے بڑی قیمتی دستاویز اس کتاب میں جمع ہو گئی ہے۔
رہا خود مصنف چونکہ اپنا اور اپنے خاندان کا تفصیلی تذکرہ انہوں نے خود کر دیا ہے، اسلئے ان کے ذاتی تعارف
کی ضرورت معلوم نہ ہوئی، آپ ہمارے مخدوم و محترم رفیع القدر مولانا حکیم محمد شعیب صاحب پھلواروی وفقہ اللہ لما یحب و یرضی ہیں
آپ ہی کے حکم کی تعمیل میں فقیر نے "مقدمہ نگاری" کی یہ سعادت حاصل کی ہے، آپ کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ بہار کے امیر شریعت
اول، بدر العرفاء محبوب العلماء سیدنا مولانا شاہ بدر الدین قدس سرہ العزیز کے نظر کردوں اور خصوصی دست گرفتوں میں ہیں۔
بلکہ جو خصوصیت حضرت امیر شریعت آپ کے ساتھ رکھتے تھے، شاید آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ پھلواری سے کسی زمانہ میں
"معارف" نامی ماہ نامہ جو نکلتا تھا اس رسالہ میں پہلی دفعہ حکیم صاحب قبلہ علم و ادب کے حلقہ میں نمایاں ہوئے۔
بہر حال جہاں تک میرا خیال ہے حکیم صاحب قبلہ نے نہ صرف صوبہ بہار کی ایک مردم خیز آبادی کے جواہر ریزوں کو
اس کتاب کی روشنی سے چمکانے کی سعی مشکور فرمائی ہے بلکہ "رسوم صوفیہ" کی بہت ایسی باتیں جو اب تک صرف سینہ بہ سینہ
منتقل ہوتی چلی آتی تھیں پہلی دفعہ "قید کتابت" میں لا کر ان لوگوں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں جو ہندوستان
کے صوفیائے اسلام اور ان کے اطوار و طرق رسوم و رواج پر کام کرنا چاہیں گے۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام والدین خیر الجزاء۔

خاکسار مناظر احسن گیلانی (بہار)

# دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

مجھے بدو شعور سے یہ ذوق تھا کہ اکابر وطن اور خصوصاً بزرگان پھلواری کی مکمل اور مبسوط سوانح حیات مرتب کروں، مگر وہ کم عمری اور ناواقفیت کا زمانہ تھا، اتنے بڑے اور اہم کام کے انجام دہی کی ہمت نہ ہوئی، پھر بھی جب اپنے بزرگوں سے ملتا، یا قدیم یادداشتیں دیکھتا اور اگر کوئی مفید بات معلوم ہو جاتی تو اُن کو نوٹ کر لیا کرتا تھا، اس طرح یادداشت کا کافی سرمایہ مہیا ہو گیا، ضرورت تھی کہ ان کو مرتب کر لیا جائے چنانچہ سب سے پہلے میں نے ۱۳۱۱ھ میں فرد الاولیا حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کی سوانح حیات لکھنی شروع کی، بفضلہ یہ سوانح عمری مکمل ہوئی اور ۱۳۲۲ھ میں "حیات فرد" کے نام سے دیوان فرد کے ساتھ شائع ہوئی۔

اب ارادہ تھا کہ اور دوسرے بزرگوں کے تذکرے بھی مرتب کروں، مگر حضرت پیر و مرشد مولانا سید شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے مکتوبات کی نقل و تدوین میں میرے اوقات زیادہ صرف ہوتے تھے اس لئے کسی اور چیز کے لکھنے کا موقع نہ ملتا تھا، اسی زمانہ میں بماہ شعبان ۱۳۲۳ھ جناب شاہ صاحب میدنی پوری کا ایک مکتوب گرامی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے نام سے آیا، جس میں ممدوح نے اکابر پھلواری کے حالات دریافت کئے تھے، اس خط کا جواب حضرت پیر و مرشد نے مختصراً لکھ کر روانہ فرمایا، مگر ممدوح مفصل تاریخ معلوم کرنی چاہتے تھے اور ایسی کوئی مستقل تصنیف موجود نہ تھی کہ ان کے پاس بھیجی جاتی، اور حضرت پیر و مرشد کے پاس اتنا وقت بھی نہ تھا کہ تفصیلی جواب لکھ سکیں، اس لئے آپ نے معذرت چاہی، اب جناب شاہ صاحب موصوف نے ایک خط راقم سطور کے نام سے روانہ کیا، جس کا مختصر جواب میں نے لکھ دیا تھا، مگر سلسلہ خطوط آنے لگے، خطوط اتنے طویل اور وسیع استفسارات پر مشتمل ہوتے تھے کہ ان کا جواب خط کی شکل میں ناممکن تھا، اس لئے ان خطوط کا مختصر جواب لکھ کر میں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک مفصل تذکرہ بزرگان پھلواری کا مرتب کر دوں، چنانچہ ایک مفصل تذکرہ جس کا نام المقتبسات المانیسیۃ فی [illegible]

ہے، مرتب کیا۔ اس کتاب کی ترتیب کا سبب بھی ایک خط ہی ہے۔"

۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں جب کہ حکومت بہار نے توسیع پٹنہ کی اسکیم مرتب کی اور اس توسیع میں اطراف کے اسّی بر اسّی گاؤں شریک کئے گئے، جس میں پھلواری بھی داخل تھی، اس وقت پھلواری کی قدیم تاریخی اور اسلامی روایات و آثارات کے ماتحت باشندگان پھلواری و دیگر مسلمین صوبۂ بہار و یوپی نے بطور احتجاج حکومت میں یہ درخواست دی کہ پھلواری اس اسکیم سے بری کردی جائے، اسی زمانہ میں مولانا ابوالفخر محمد ناصر صاحب بحر العلومی فرنگی محلی نے لکھنؤ سے ایک خط نمونۂ سلف، فخر خلف حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں روانہ کیا کہ پھلواری کی تاریخی اور مذہبی روایات و مآثر کی ایک یادداشت روانہ فرمائیے تاکہ بطور میموریل وائسرائے کے پاس فرنگی محل سے روانہ کردوں، حضرت ممدوح نے یہ خدمت راقم الحروف کے ذمہ کردی، میں نے ایک مختصر نوٹ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کردیا، جو مولانائے موصوف کے پاس روانہ کیا گیا، اُس وقت مجھے خیال ہوا کہ اس نوٹ کو ضروری اضافے کے ساتھ ایک کتاب کی شکل میں مرتب کردوں، پیش نظر کتاب اسی نوٹ کی تفصیل اور "القرون الماضیۃ فی القریۃ المناجیہ" کا خلاصہ ہے۔"

اس ملخص میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے حسب ذیل ہیں:۔ "تذکرۃ الکرام" مصنفہ مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ پھلواروی۔ "انوار الطریقہ" مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد نورالحق تپاں قادری مجیبی۔ گلشن عارفین۔ ملفوظات شاہ خدابخش پھلواروی خلیفۂ حضرت تاج العارفین۔ "ملفوظات شیخ العالمین" مؤلفہ شیخ طالب علی مرحوم۔ کتاب وفیات بزرگان پھلواری۔ یادداشت حضرت فردالاولیاء۔ یادداشت مولانا ابوالحیوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ یادداشت مولوی محمد حسین پھلواری قدس سرہٗ۔ یادداشت مولوی وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ یادداشت حضرت پیر و مرشد قدس اللہ سرہٗ۔ یادداشت مکتوب حضرت ابی مولوی سید محمد محی الدین احمد ضلوی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات شیخ العالمین۔ مکتوبات فردالاولیاء۔ مکتوبات حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی۔ مکتوبات حضرت نصر قدس سرہٗ۔ مکتوبات حضرت شاہ ابوالقاسم قدس سرہٗ۔ مکتوبات حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ۔ فضل النبی۔ فضل الرسول۔ معلومات دلیہ۔ تذکرۂ حضرت تاج العارفین مؤلفہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح۔ مکتوبات سید العلماء مولانا شاہ احمدی قدس سرہٗ۔

---

۱ یہ تذکرہ قلمی غیر مطبوعہ ہے، اگرچہ تکمیل کی انتہائی منزل تک نہ پہونچ سکا مگر جتنا بھی ہے مفصل ہے۔

مکتوبات حضرت مولانا شاہ علی سجاد نعمتی قدس سرہ۔ مثنوی ترقی مؤلفہ مولوی امان علی ترقی پھلواری
نفحات الانس، تذکرۃ الاولیا، طبقات الکبری۔ بحر ذخار۔ نفحات العنبریہ۔ فصول مسعودی۔
اور بعض فرامین و وثائق بزرگان پھلواری و کرجی۔ جن میں سے بہت زیادہ فرامین کا ذخیرہ مجھے کتبخانہ
حضرت شاہ حافظ محمد عبدالغنی قدس سرہ سے حاصل ہوا، اور بعض فرامین کتب خانۂ مجیبیہ سے اور بعض
کتب خانۂ قاضی سید مخدوم عالم علیہ الرحمۃ سے اُن کے ورثاء کے ذریعہ دستیاب ہوئے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ان عزیزوں کے سعادتمندانہ ذوق و جذبات کی قدر نہ کروں جنہوں نے
اس کتاب کی ترتیب، تبییض اور اشاعت کی بے پناہ دشواریوں سے مجھے سبکدوش کر دیا، اور ان
مخلصین کا شکریہ نہ ادا کروں جن کی ہمت و قدرشناسی سے یہ کتاب طبع ہو کر آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اس کتاب کی ترتیب اور مسودہ کی تبییض میرے لخت جگر، کلانی نور دیدہ مولوی حکیم محمد یوسف
رضوی سلمہ اللہ نے کی، میں اپنے مسودات ان کے حوالے کر دیا کرتا تھا، اُس کو ترتیب دیکر صاف کر لیتے
تھے، اس طرح یہ کتاب تکمیل کو پہنچی۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس اللہ سرہ کے زیر مطالعہ
رہنے کی سعادت اس کو نصیب ہوئی۔ حضرت موصوف نے اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

اشاعت و طباعت کی تمام تر ذمہ داری نازش دودمان مجیبی عزیز القدر مولوی شاہ عون احمد
سلمہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ رہی جنہوں نے اپنے گوناگوں مشاغل کے باوجود پوری توجہ سے کام لیا اور کتاب کو
اغلاط سے پاک رکھنے کی پوری کوشش کی، لیکن کسی کتاب کو اغلاط سے بالکل پاک اور تصحیف کتابت
سے محفوظ رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اسلئے تمام تر دیدہ ریزیوں کے باوجود کچھ اغلاط رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں عزیزان کو سعادت ابدی سے سرفراز فرمائے، ان کے علمی و عرفانی ذوق
کو بڑھائے اور دُنیائے علم و فضل میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکائے۔

پھلواری سے کسی علمی سرمایہ کا منظر عام پر آنا بہت مشکل رہا ہے، مگر اب حالات اُمید افزا ہوتے
جا رہے ہیں۔ ایک دار الاشاعت کا قیام عمل میں آچکا ہے، جس کا مقصد اکابر پھلواری کے
علمی نوادر کی نشر و اشاعت ہے۔ اس میں حصہ لینے والے صوبہ کے معزز عمائدین ہیں، خصوصیت کے
ساتھ دربھنگہ نے گہری دلچسپی سے کام لیا ہے۔ اسی ضلع کے معزز حضرات مولوی مقبول احمد صاحب
صدیقی مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ اور حاجی عبدالغفار صاحب دربھنگہ کی تحریک اور دیگر احباب
(خصوصاً اہل پورنیہ حاجی عبدالقیوم و حاجی غلام مصطفی، صوفی خلیل احمد کلکتہ، سید علی اکبر و
حاجی نجم الہدی حمید پھلواروی) کی تائید سے دار الاشاعت کی تشکیل ہوئی۔ اسی دار الاشاعت کی

طرف سے یہ کتاب طبع ہوئی۔ اس کتاب کا تاریخی نام سنِ ترتیب کے لحاظ سے آثارات پھلواری شریف
۱۹ ۶ ۴۷
رکھا گیا۔ لیکن طباعت کا موقع ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔

کتاب کے ساتھ جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ جو مولانا کے غایت خلوص اور ان کی نگاہ نکتہ رس کا آئینہ دار ہے، مولانا کی اس قدر افزائی کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ ان کی ذات میری تصنیف سے بہت بلند و بالا ہے۔ رسمی شکریہ کے لئے الفاظ کی کمی نہیں، لیکن اصل شکریہ وہی ہے جس کا دل مُقِر ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کو ہمیشہ قائم رکھے۔

اس کتاب کا آخر حصہ اکابر و اعیان عیسیٰ پور کے احوال میں زیر ترتیب ہے، چونکہ اس کی ترتیب و تبییض میں تعویق ہوئی اس لئے شامل نہ ہو سکا۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی نے اپنے مقدمہ میں اسی عیسیٰ پور کے دو بزرگ شاہ خدا بخش قدس سرہٗ اور قاضی غلام امام علیہ الرحمۃ کے بعض خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

فی الحال شیوخ و علمائے بہار کے حالات مرتّب کر رہا ہوں جس کی ضخامت تین جلدوں میں منقسم ہوئی ہے۔ جس میں شیوخ بہار کا تذکرہ ہے۔ اس کا نام "تجلیات انوار ذکر شیوخ بہار" ہے، اور جس میں علما کا تذکرہ ہے، اس کا نام حدیقۃ الازہار تذکرہ علماء بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھکو جلد اس کی تدوین سے فراغت عطا فرمائے، اور مقبول عام بنائے۔

ابو مدین
محمد شعیب قادری رضوی مجیبی پھلواروی

۲۲ر جمادی الاول ۱۳۷۲ھ

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثقہ روایات اور سابقہ تحریرات سے معلوم ہوا ہے کہ قصبۂ متبرکہ پھلواری تقریباً ہزار سال سے آباد ہے، انسانی آبادی سے پہلے اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا اور راجہ کی "پھلواری" سے مشہور تھا، امتدادِ زمانہ سے باغ کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی، اور وہ نادر روزگار گلستاں کھنڈر بن گیا، پھر اس سرزمین پر انسان آباد ہونے لگے، اور سنیاسی فقرا کے لئے اپنا معبد ومسکن بنالیا، کچھ مدت کے بعد سراوک اور جین مذہب کے فقرائے ہنود آباد ہوئے۔ اور ان کا معبد ومسکن بنا، چنانچہ میری یاد میں ۱۳۱۴ھ تک سراوکوں کا ایک مندر محلہ "چاہ چنوتی" میں موجود تھا، اور اس مندر کا پجاری "ٹھاکر داس" قدیم رسم کی بنا پر ہمارے بزرگوں سے ملنے آیا کرتا تھا، اس کے قبل ایک اور شخص تھا جو ۱۲۰۰ھ کے آخری سالوں میں قضا کر گیا۔

پھر سناتن دھرم ہنود آباد ہوئے اور سابق کے تمام مذاہب کے افراد معدوم ہو گئے، مگر سناتن دھرمیوں کی آبادی اسلامی آبادی کے بعد ہے،

گذشتہ فقرائے ہنود اپنے کسب و ریاضت اور علوم نجوم کے ذریعہ معلوم کر چکے تھے کہ اس سرزمین میں اسلامی دَور شروع ہوگا، اور بڑے بڑے صاحب تصرف و کرامات فقرائے اسلام اور

علمائے ذی احتشام اس سرزمین پر آباد ہوں گے اور کفر و ضلالت کی تاریکی کو شمع ہدایت سے روشن کرینگے، ان منجمین کی پیشین گوئیوں کا ظہور حرف بحرف ہوا، اور یہ جگہ بہت مردم خیز ثابت ہوئی، علم و عرفان کے صدہا نونہال اس سرزمین سے شاداب برگ و بار کے ساتھ اُگے۔

تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیوٰۃ قادری پھلواری اس قصبہ کے شرف و بزرگی کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس قصبہ پر بزرگوں کے ارواح طیبات کی توجہ برابر رہی۔ حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہ کے ارشاد اور دعا کی بدولت درحقیقت اس قصبہ میں صدہا علماء، فضلاء، مشائخ عارفین باللہ پیدا ہوئے، حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قادری قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ محمد وارث رسولنمابنارسی قدس سرہٗ کی نظر عنایت اس قصبہ پر بہت زیادہ تھی آپ اس کو "ہماری پھلواری" اور "قصبۂ ناجیہ" فرماتے تھے، لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ اس قصبہ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کا مولد و مسکن ہے، اور مولانا ان کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔ اسی نسبت سے پھلواری کے ساتھ بھی آپ کو محبت ہے۔ اس خطرہ پر مولانا کو اطلاع ہوئی فرمایا وہ ایسی جگہ ہے جس کی قدر بروز قیامت معلوم ہوگی کہ کتنے کتنے اولیاء اور صلحاء اس سرزمین سے اٹھیں گے"۔ بعض ثقہ راویوں سے سُنا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مخصوص عنایات کے ضمن میں جو اس قصبہ کے اسلاف پر آپ کی ہیں یہ فرمایا کہ ایک عالم اور ایک درویش ہمیشہ اس قصبہ میں رہیگا۔ اس وقت سے لیکر ابتک کوئی زمانہ پھلواری کا ان سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ اسی لئے اس سرزمین کی خصوصیتوں کا ذکر سوختہ دل علامہ نعمتی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کرتے ہیں۔

خوب بستی ہے قصبہ پھلواری — سوز و عشق اس مکاں سے اُٹھتا ہے

ہے وہ عشاق خیز جا کہ مدام — درد مند اک یہاں سے اٹھتا ہے

مولوی سیّد امجد علی نیاز پھلواروی اس قصبہ کی مدح میں فرماتے ہیں۔

ہست بستان نجات اندر بہار — خوش دیارے رشک صد باغ و بہار

نے غلط گفتم کہ بر روئے زمیں — ہست گویا رشک فردوس بریں

سبزہ اش فرحت فزائے عاشقاں — چوں خط سرسبز تان نو خطاں

ہر درختش چوں قد خوش قامتاں — شاخہائش ہمچو دست دلبراں

کوچہایش چوں فصیل بوستاں | خانہایش چوں چمن در گلستاں
فخر بر فردوس دارد باغِ اُو | در دل خلد بریں صد داغ اُو

مولوی وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ یوں ترانہ سنج ہیں۔

تافت چوں آفتاب پھلواری | شد فزوں آب وتاب پھلواری
"قصبۂ ناجیہ" و "باغ نجات" | ہست نام وخطاب پھلواری
بہر تشریفِ موئے پاک رسول | شد بجنّت حساب پھلواری
فتح باب علوم اندر ہند | گشت از فتح باب پھلواری
از سعادات یافت بہرہ ہزار | ہر کہ شد بہرہ یاب پھلواری
در علوم وفنون ہست کمال | در ہمہ شیخ وشاب پھلواری
محترم ہست ہمچو صید حرم | ہر طیور ودواب پھلواری
پیش زاب حیات چوں کوثر | خوش گوار است آب پھلواری
آب کوثر دمیکہ نوش کنم | یاد ناید جز آب پھلواری
دہ چہ پرسی ززاد بوم وصی | ہست عالیجناب پھلواری

الغرض ساتویں صدی سے پہلے اکثر اکابر اسلام جیسے حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ آلہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ خلاصہ سہروردی ہمشیرزادہ مخدوم سید راستی قدس سرّہ، اور حضرت مخدوم حاجی الحرمین، انفرادی طریقہ پر تشریف لائے، اور صدہا ہنود ان حضرات کے ذریعہ مشرف باسلام ہوئے، مگر مشرکین کا غلبہ تھا اکثر اکابر جہاد میں ان کے ہاتھوں شربتِ شہادت سے سیراب ہوئے، جن کے مزارات قصبہ کے مختلف حصّوں میں موجود ہیں اور زیارت گاہ عالم ہیں، حاجت روائی خلق میں کیمیا کا اثر رکھتے ہیں، ان کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

## مخدوم سیّد منہاج الدّین راستی گیلانی قدس سرّہٗ

عہدِ فیروز شاہ بن محمد تغلق میں آفتاب ہدایت وعرفان حضرت مخدوم سید شاہ منہاج الدین

راستی قدس سرّہٗ جیلان سے بہار تشریف لائے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری فردوسی قدس سرہ کی صحبت فیضدرجت میں حاضر ہوکر علم عرفان سیکھا، ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ریاضات و مجاہدات کے بعد تکمیل عرفان کرکے خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے، جیساکہ حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی اولاد سے ایک بزرگ حضرت سید جمال الدین درویش کے نام سے مدد معاش میں جو پروانہ سلاطین وقت کی طرف سے نہم شعبان ۱۱۲۶ھ میں صادر ہوا تھا ثابت ہوتا ہے۔

بلغرض اقدس رسید کہ سید جمال الدین درویش از فرزندان سید راستی جیلانی از خلفائے زبدۃ الواصلین شیخ الاسلام شرف الدین قدس سرّہٗ است۔

دوسری مرتبہ اسی پروانہ کی ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۶ء سنہ ۲ جلوس میں تجدید ہوئی اس کی عبارت بھی یہی ہے۔

بغرض اقدس رسید کہ سید جمال الدین درویش از فرزندان سید راستی جیلانی از خلفائے زبدۃ الواصلین شیخ شرف الدین قدس سرہ است۔

نیز کتاب تذکرۃ الکرام (مؤلفہ مولانا ابوالحیوٰۃ جعفری زینبی پھلواروی) میں مؤلف اپنے والد و شیخ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کی روایت سے اور وہ اپنے والد و شیخ "تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کی روایت سے نیز دیگر راویان ثقہ سے سُنکر تحریر فرماتے ہیں"

نام ایشاں سید منہاج الدین راستی است احوال ایشاں از زبان حق بیان حضرت شیخ العالمین واز دیگر ثقات یاد دارم می فرمودند کہ حضرت مخدوم سید راستی از یاران کاملین حضرت مخدوم الملک مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری است، زاد بوم ایشاں شہر جیلان است"

اثنائے تکمیل میں حضرت مخدوم نے آپ سے بہت سخت ریاضتیں کرائیں اور برابر کے پہاڑ پر جو "ناگرجنی"[1] کے نام سے مشہور ہے چلّہ کش رکھا، پھر رشد و ہدایت خلق کے لئے اس قصبہ کی طرف روانہ فرمایا، بلکہ بروایت ثقاہ معتبرین حضرت مخدوم الملک قدس سرہ نے آپ کو

[1] "ناگرجنی" یہ پہاڑ بیلہ اسٹیشن ضلع گیا سے پورب واقع ہے، اس پر ہمیشہ فقرائے مرتاضین رہا کرتے تھے۔

اپنے ہمراہ لاکر مسند ہدایت پر بیٹھایا۔ اور اس قصبہ کا نام پھلواری کی مناسبت سے بستان نجات رکھا۔ چنانچہ حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے ایک شعر میں اس قصبہ کو اسی نام سے یاد فرمایا ہے۔ ؎

در گوشۂ بستان نجاتیم فتادہ
بلبل صفت اے نصر غزلخواں مجیبیم

آپ کی تشریف آوری ۶۶۲ھ میں ہوئی، جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دور ہوئی۔ اور صدہا مشرکین مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کے رشد و ہدایت کا دور بہت ہی شاندار گذرا ہے۔ تمام عمر فقر و توکل میں بسر فرمائی۔ ۲۹ ذی الحجہ ۶۸۷ھ میں رحلت فرمائی، اور آبادی سے اُتر جانب ایک حظیرہ میں مدفون ہوئے، تاریخ وفات جملہ "معدن برکات" سے نکلتی ہے۔
۶۸۷

آپ کی شادی حضرت شاہ اسمٰعیل کرجوی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے چند صاحبزادے ہوئے، ازاں جملہ مخدوم سید بہاء الدین اور مخدوم سید عزیز الدین اور مخدوم سید محمد معروف قدس سرہم تھے۔

ایک یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مصطفٰی پور ہندونی پرگنہ پھلواری میں ہوئی تھی، یہ بستی سابق میں سادات کی بستی تھی، مگر اس خاندان کے لوگ اب یہاں پائے نہیں جاتے، حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کا تفصیلی حال کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم سید عزیز الدین جانشیں ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے مخدوم نور الدین ان کے بعد ان کے صاحبزادے سید حبیب اللہ مرشد جانشیں ہوئے، جانشینی کا یہ سلسلہ چند پشتوں کے بعد سید رضا درویش متوفی ۱۱۶۶ھ تک پہنچکر مندرس ہوگیا۔

حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس سرہ کی دوسری اہلیہ بی بی آمنہ (بنت شاہ محمد اسمٰعیل کرجوی) کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں[1] میں آباد

---

[1] مثلاً موضع عشری، بدلپورہ، مصطفٰی پور کھگول وغیرہ۔ پھر یہاں سے بسلسلہ ازدواج اطراف واکناف صوبہ بہار کے مختلف سادات گھرانوں میں آپ کی جزئیت پہونچتی رہی۔ چنانچہ اس وقت کاکو، کراے پرسرائے، نیورہ، تیگھڑا ضلع مونگیر، بکورا، گورگانواں وغیرہ بہت دوامعات ہیں جہاں آپ کی جزئیت پہونچی ہے۔ ان کی تفصیل کتاب الانساب مسوّدہ ...

ہوئی، اور اپنے علوِّ نسب، جوہر ذاتی، علم و عرفان کی وجہ سے شاہانِ اسلام کی نظر عنایات و مراحم خسروانہ کا باعث ہوئی۔

سید حبیب اللہ مرشد کے دوسرے صاحبزادے سید عبدالواحد پرگنہ پھلواری کے قاضی مقرر ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالباقی قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے بعد سیّد محمّد، ان کے بعد سید غزنوی (غالباً سید غزنوی سید عزالدین ہوں اسلئے کہ غزنوی کی نسبت بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کاتب کی غلطی سے عزالدین غزنوی لکھ گیا ہو) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ سیّد اسمٰعیل مقرر ہوئے جن کی نیابت قاضی سید جلال الدین جو سیّد عزالدین عرف غزنوی کے حقیقی بھائی تھے، کرتے تھے۔ قاضی اسمٰعیل کسی بے ضابطگی کی وجہ سے روپوش ہوگئے اور وارثان سیّد غزنوی بھی حاضر نہ تھے اسلئے خدمت قضا قاضی سیّد جلال الدین کے نام سے منتقل ہوگئی، اور یہ منصب مسلسل ان کی اولاد میں قاضی سید مخدوم عالم متوفی سنہ ۱۳۰۴ھ تک باقی رہا۔

قاضی سیّد جلال الدین کے بعد ان کے بیٹے قاضی امان اللہ قاضی پرگنہ مقرر ہوئے۔ اس کی تصریح ایک استشہاد میں جس کو سیّد روح اللہ بن سید امر اللہ بن سیّد عبداللہ درویش بن سید شریف بن سید ابراہیم بن سید عزالدین معروف سید غزنوی مذکور نے ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۳۳ھ مطابق ۱۷۲۱ء میں اپنے حصول حقوق کے لئے دار القضاء میں پیش کیا تھا، اس طرح مذکور ہے۔

> چوں سیّد اسمٰعیل مذکور در حین حیات خود قاضی پرگنہ بود بعلت اتہام مال مغبون از حاکم وقت پرگنہ مذکور روپوش گشت، و ورثائے سید غزنوی مذکور غیر حاضر شدند، لہذا خدمت قضائے پرگنہ مرقوم بموجب تجویز صدور بنام سید جلال الدین عم سید عبدالواحد اخ سید غزنوی مسطور کہ نائب سید اسمٰعیل مذکور بود۔ مقرر شد۔

قاضی سید امان اللہ سے پہلے کے تمام بزرگوں کے نام منصب قضاء کی تقرری کے لئے جو پروانے شاہانِ اسلام کی طرف سے نافذ ہوئے تھے ضائع ہوگئے، مگر قاضی سید امان اللہ کے بعد ان کے بیٹے قاضی سید نصر اللہ کو ۱۶ جمادی الاول ۱۱۴۶ھ مطابق سنہ ۱۷۳۳ء سنہ ۱۵ جلوس میں جو پروانہ لکھ دیا گیا ہے اس میں قاضی سید امان اللہ کے متعلق لکھا ہے:۔

> اعلام آنکہ خدمت احتساب و خطابت عیدین پرگنہ مذکور بہ سیادت مآب سیّد

امان اللہ مقرر بود۔ چون مشار الیہ در ینولا از خدمات مذکورہ استعفا نمودہ لہذا خدمات مذکورہ بہ سیادت مآب سیّد نصر اللہ پسر مومی الیہ مقرر شد باید کہ او را خطیب عیدین و محتسب آنجا دانند۔

پھر قاضی نصر اللہ کے بعد قاضی بدر عالم بن سید عبد اللہ رکن عالم بن سید امان اللہ کو ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء محمد شاہ غازی کے عہد حکومت میں منصب قضا تفویض ہوا اور اسی طرح یہ خدمات مخدوم سیّد راستی قدس سرہ کی اولاد میں سلاطین اسلام سے لیکر ابتدائے عہد حکومت برطانیہ تک باقی رہی۔ آخری قاضی، سید مخدوم عالم متوفی ۱۳۰۳ھ تھے، جو چالیس برس تک قاضی پرگنہ مسعودہ ضلع پٹنہ و منصف بکرم ضلع پٹنہ و کوئیلی و مدہ پورہ ضلع ترہت رہے۔ اس کی تفصیل تاریخ وار میں نے منصبداران و عہدیداران و اعیان قصبہ پھلواری کے ذکر میں لکھدی ہے۔

مخدوم سید راستی قدس سرہ کی دوسری اولاد میں سید ابراہیم بن سید غزنوی سے لیکر سید عبد اللہ درویش بن سید ابراہیم تک سلسلہ فقر و عرفان جاری رہا اور ان اکابر کے نام سلاطین اسلام کی طرف سے مدد معاش میں جاگیریں مرحمت ہوئیں جن کے وثائق موجود ہیں۔

سید عبد اللہ درویش کے بیٹے سیّد امر اللہ کی شادی حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر جعفری زینبی قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی حفیظہ سے ہوئی، شاہ امر اللہ نے ۱۱۲۴ھ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے بیعت کی، بی بی حفیظہ کے بطن سے ایک صاحبزادے سید صدر علی پیدا ہوئے، جن کی شادی حضرت تاج العارفین کی نواسی بی بی کلثوم بنت شاہ فضل اللہ قادری شہباز پوری زوج بی بی زینب بنت شاہ محمد مجیب اللہ سے ہوئی تھی، ان کی جزئیت پھلواری میں موجود ہے۔ شاہ فضل اللہ حضرت مخدوم سید بدر الدین بدر عالم شہباز پوری قدس سرہ کے بیجد اور صاحبزادی کی اولاد سے ہیں۔

سید صدر علی بن سید امر اللہ نواسہ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ بھی ۱۱۶۰ھ میں حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے مرید ہوئے تھے۔ ان کے نام سے معافی خراج کا جو پروانہ شاہ عالم غازی کے عہد ۲۲ رمضان سنہ ۳ جلوس ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء مطابق ۱۱۷۰ف میں عطا ہوا تھا اور جس پر عاقبت محمود صدر الصدور شاہ عالم غازی کی مہر ثبت ہے اور مہر کا ۱۱۷۲ھ ہجری ہے۔

اس میں ان کی نسبت فرزندیت حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی طرف لکھی ہے۔

گماشتہہائے جاگیرداراں ذکرودیاں پرگنہ پھلواری سرکار صوبہ بہار را اعلام آنکہ وکیل سید صفدر علی وغیرہ متعلقان سید عبداللہ درویش از فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی التماس نمودہ کہ ہشتاد بیگھہ زمین موضع نصیب پور عملہ پرگنہ پھلواری مدد معاش از قدیم الایام حصّہ متوکل مقرر است، چنانچہ قابض و متصرف اند بعلت اخذ بست و دو روپیہ خراج است امیدوار است کہ پروانہ معافی مرحمت شود از آنجا کہ استحقاق آنہا بظہور پیوست، بنظر استحقاق فرزنداں پروانہ معافی مرحمت شد باید کہ آئندہ ہیچ کس مزاحم و معترض نشدہ حسب الضمن اراضی مذکور را بتصرف او واگزارند کہ حاصلات آں را بمعشیت بدعائے ادائے دولت ابد مدت مشغول باشد و دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور لعمل آرند، بتاریخ بست و دودم شہر رمضان المبارک سنہ ۴ جلوس والاقلمے شد مطابق ۱۱۷۶ھ۔

پھر دوسرا پروانہ بنام ممدوح بمہر اشرف ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں تجدید کیا گیا، اس میں بھی یہی نسبت فرزندیت بیان کی گئی ہے۔

مسند بمہر اشرف :۔ شرح آنکہ متصدیان مہمات حال واستقبال وچودھریاں وقانون گویاں پرگنہ پھلواری سرکار صوبہ بہار بدانند بوضوح پیوست کہ ہشتاد بیگھہ زمین موضع نصیب پور عملہ پرگنہ مسطورہ در وجہ مدد معاش بنام سید صفدر علی متعلق عبداللہ درویش از فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی از قدیم الایام مقرر شد بست و دو روپیہ خراج آنجا بموجب سند صدر الصدور مولوی عاقبت محمود است لہذا بنظر استحقاق فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی موافق سند صدر الصدور از ابتدائے ۱۱۷۸ھ یکہزار ویکصد وہفتاد وہشت ہجری معاف و مرفوع القلم نمودہ شد، باید کہ بعلت اخذ خراج و ابواب بہریاب وغیرہ بوجہ من الوجوہ مزاحم و معترض نشدہ اراضی مذکور را بتصرف موصی الیہ گذارند کہ حاصلات

مؤظف باشند بتاریخ پنجم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۴ جلوس معلّٰے قلمے شد مطابق سنہ ۱۱۸۶ھ۔

دونوں ہی پروانے بتاریخ ۴ ماہ مارچ سنہ ۱۷۸۶ء مطابق سنہ ۱۲۰۱ھ مطابق ۸ ماہ پھاگن سنہ ۱۱۱۹ ف ابتدائے عہد سرکار کمپنی بہادر میں ملاحظہ کئے گئے اور حکام وقت نے سابق معافی ان کے خاندانی استحقاق واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے باقی رکھی، پروانہ مورخہ سنہ ۱۱۷۶ھ جس پر مولوی عاقبت محمود صدر الصدور کی مہر ثبت ہے اور جس کی مہر کا سنہ ۱۱۷۴ھ ہے اور پروانہ مورخہ سنہ ۱۱۳۶ھ دونوں ہی پر برطانوی مہر ثبت ہے اور مہر کا سنہ ۱۱۹۸ھ ہے۔ غرض حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی عظمت وبزرگی کا احترام سلاطین اسلام سے لیکر عہد سلطنت برطانیہ تک برابر ہوتا رہا۔ اسی طرح اس قصبہ کے دوسرے بزرگ حضرت امیر عطاء اللہ جعفری زینبی اور اُن کی ذی جوہر اولاد کے قدر شناس سلاطین بہار وبنگال اور دہلی رہے ہیں۔ جس کی تصریح آگے آئیگی۔ اور ان کی اولاد بھی حضرت مخدوم کی اولاد میں ملی ہوئی ہے۔

حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی خانقاہ وعیدگاہ ومسجد آپ کے احاطۂ مزار سے پچھم اور دکھن جانب واقع تھی اب منہدم ومندرس ہوگئی۔ صرف ایک عیدگاہ باقی ہے جس میں عیدین کی نماز ہوتی ہے اور ان کی اولاد واجزا میں سے جس کے علاقہ اُس کی خدمت ہوتی ہے امامت کرتے ہیں۔

آپ کے مقبرہ کے متعلق ایک وسیع اراضی ہے جو بحسب پیمائش سرِ نئی سڑک واقع جنوب مقبرہ تک ایک سو ایک ایکڑ ۹ ڈسمل ہے، حضرت مخدوم کی جملہ اولاد علماء وفضلاء وقاضی القضاۃ، وسجادہ نشیناں کی قبریں اسی مقبرہ میں ہیں۔ یہاں ہر سال ۲۹ رذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے اور قصبہ کے عمائدین شریک ہوتے ہیں اور خانقاہ حضرت پیر مجیب قدس سرہٗ کے سجادہ نشین بھی تشریف لیجاتے ہیں۔

اس درگاہ کے متعلق بغرض عرس وفاتحہ سالانہ سلاطین اسلام کی طرف سے کچھ اراضی وقف تھی اس سے ہر سال آپ کا عرس نہایت تکلف سے ہوتا تھا مگر موقوف ہو گیا تھا، جناب قاضی مخدوم عالم علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر ومرشد حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کے [illegible] اُن کی ہدایت سے پھر اس عرس کو قائم کیا جو اب تک باقی ہے۔ جس میں حضرت

شیخ العالمین خود شریک ہوتے تھے۔ اُسی سنت کے مطابق خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین اس سالانہ قل کی شرکت ابتک کرتے ہیں۔ اس عرس میں مجلس سماع بھی منعقد کی جاتی تھی۔ خاص احاطۂ درگاہ میں محفل سماع ہوتی اور اہل ذوق مستفیض ہوتے تھے۔ جناب قاضی سید مخدوم عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک غزل بھی آپ کی شان میں کہی تھی جس کو قوال آپ کے عرس میں گایا کرتے تھے۔

اے کعبۂ شکستہ دلاں کوئے راستی — محراب طاعتم خم ابروئے راستی

شاخ بنفشہ کے گزرد در خیال ما — دل بستہ ام بسلسلۂ موئے راستی

یک مشت خاک در دہنش ریز اے صبا — آں غنچہ کاندرو نبود بوئے راستی

در صدمۂ کہ میرسد از جور روزگار — دارم نگاہ دیدۂ دل سوئے راستی

خواہم زاضطراب دہم آبرو بباد — شرمندہ می شوم مگر از روئے راستی

مخدوم فکر کار تو ایں بسکہ ہر سحر
می باش عندلیب ثنا گوئے راستی

حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

سید منہاج الدین راستی بن سید تاج الدین راستی جیلانی بن سید عبدالرحمٰن جیلانی بن سید عبدالکریم مشہدی بن سید اسمٰعیل مشہدی بن سید مصطفٰے بن سید حسن یکے از اولاد حضرت امام علی رضا علی جدہٖ و علیہ السلام۔ کاتب الحروف کے خیال میں اس سلسلہ کی کڑی درمیان سے بہت منقطع معلوم ہوتی ہے کیونکہ مخدوم سید راستی قدس سرہ اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے درمیان کل چھ واسطے ہیں اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان جتنا بعید زمانہ گذرا ہے اس لحاظ سے کل چھ واسطے ہونا بعید از قیاس ہے معلوم ہوتا ہے کہ نسب نامہ ضائع ہوا یا جن صاحب نے اس سلسلہ کو نقل کیا ہے اُن سے اسماء چھوٹ گئے ہیں۔ اسلیئے میں نے یکے از اولاد امام علی رضا علیہ السلام لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس قصبہ کی جب آبادی بڑھی تو توسیع عمارات کے خیال سے آس پاس کے مواضعات کی اراضی جو اس قصبہ سے مخلوط تھیں لینے کی ضرورت پڑی اور جو اراضی غیر مزروعہ و غیر آباد

تھیں انہیں جن بزرگوں نے اپنے زمانہ میں آباد کیا اُن کے نام سے مشہور ہوئیں، اور اس توسیع میں حضرت مخدوم سید راستی و حضرت امیر عطاء اللہ جعفری دونوں بزرگوں کی اولاد شریک تھی اس لئے کوئی موضع ان کی اولاد کے نام سے مشہور ہوا کوئی ان کی اولاد کے نام سے۔ مگر امتداد زمانہ سے جیسے جیسے تغیرات ہوتے گئے اراضی کی توزیعات بھی بدلگئیں۔ مثلاً چک قاضی رکن عالم، چک عطاء اللہ، چک نصیر الدین بن فصیح الدین، چک محمد امین بن جنید ثانی۔ از یں قبل بہت اراضی ہیں جو دوسرے مواضعات کی توزیعات میں شامل ہوگئیں جن کا پتہ قدیم ٹھاک بست سے ملتا ہے۔ اسی طرح بہت مواضعات ہیں، جو اسی موضع کے قریب تھے۔ مگر اب ان کی اراضی معدوم ہوگئیں۔ صرف وثائق وغیرہ میں ان کے نام پائے جاتے ہیں۔

اس وقت پھلواری جن اراضی کے مجموعہ میں آباد ہے وہ یہ ہیں۔ قصبہ پھلواری جو سابق میں سرائے جعفر آباد کے نام سے مشہور تھا، اور اب عالمگیر پور پھلواری کے نام سے مشہور ہے اس اراضی میں مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کی اولاد کے مکانات تھے اور ہیں۔ حسین پور پھلواری عرف رانی پور (اگرچہ رانی پور اب مستقل ایک گاؤں کا نام ہے جو پھلواری سے دکھن اور پورب گوشہ پر آباد ہے۔ مگر یہ اراضی اسی پھلواری کی اراضی تھی جس کو علیحدہ کرکے پھلواری کے زمینداروں نے اپنی رعایا کو آباد کیا ہے۔ اور حسین پور پھلواری عرف رانی پور نام رکھا ہے)

غوث پور مجملہ، خاصہ پور، خلاصہ پور، عیسےٰ پور، سید غریب چک، نبی پور، شاہ راستی پور، شاہ راستی گنج، رسول پور۔

مگر اب موجودہ سروے کے رُو سے اس قصبہ میں عیسےٰ پور کی اراضی بہت زیادہ داخل ہوگئی ہے۔ قریب قریب دو حصہ زمین رقبہ عیسےٰ پور کی اس میں شامل ہے۔ اب یہ قصبہ اپنی آبادی کے لحاظ سے چار محلوں پر منقسم ہے۔

سب سے پہلا محلہ مقدم ٹولی ہے جس میں پہلے ہنود آباد تھے اسی لئے متھوانہ محلہ کہلایا، اب اس محلہ میں سوائے مسلمانوں کے ایک بھی ہندو نہیں ہے۔ جب مسلمانوں نے اپنا مکان بنوایا تو اسی قدامت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا نام مقدم ٹولی رکھا، اس محلہ میں شیوخ بھی ہیں اور سادات بھی۔ اس محلہ کے مغتنم بزرگ مولوی محمد منیر صاحب تھے جنہوں نے ابتدائی کتابیں مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ

پھلواروی اور مولانا شاہ وحید الحق رضوی سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ مولوی محمد کمال[1] علی پوری ضلع
پٹنہ سے تمام کیں اور سند حدیث بھی اُن سے حاصل کی، ان کی اولاد موجود ہے اور برسر اقتدار ہے۔
ان کا انتقال سنہ ۱۳۳۲ھ میں ہوا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

دوسرے بزرگ حافظ مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم تھے انہوں نے ابتدائی کتابیں مولانا
علی اعظم اور مولانا شاہ وحید الحق رضوی پھلواروی و مولانا شاہ صفت اللہ علیہم الرحمۃ سے پڑھیں۔
مگر فاتحہ فراغ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد محی الدین علیہ الرحمۃ کے ساتھ مولانا محمد عبدالرحمن صاحب
ناصری گنج ضلع آرہ سے ہوا۔ ان کی اولاد بھی موجود ہے، ایک صاحبزادہ انسپکٹر اسکول ہیں اور دوسرے
کلکتہ میں محکمۂ پولیس میں ملازم ہیں۔

اس محلہ کے دوسرے لوگ جدید تعلیم حاصل کرکے ریلوے اور محکمہ عدالت وغیرہ میں کام کرتے
ہیں، کچھ لوگ تاجر پیشہ ہیں، الحمدللہ سب اچھی حالت میں ہیں، اسی محلہ کے ایک وکیل مولوی محمد نعیم
بن شیخ عبدالکریم بن شیخ محب علی گیا میں وکالت کرتے تھے۔ افسوس کہ ۱۳۶۸ھ میں انتقال کرگئے۔

محلہ مقدم ٹولی سے دکھن اور بالکل متصل محلہ ملکیانہ ہے جس میں امیر عطاء اللہ قدس سرہ
کی اولاد اور کچھ حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کی اولاد جو امیر عطاء اللہ کی اولاد میں ملی ہے
آباد ہے، اور بھی دوسرے خاندان کے سادات جو یہاں آکر آباد ہوئے ان کے مکانات ہیں۔ یہ محلہ
مسجد سنگی سے پچھم خانقاہ پیر مجیب تک طول میں اور عرض میں محلہ مقدم ٹولی اور محلہ سادات تک
نہایت وسیع چلا گیا ہے۔

محلہ ملکیانہ سے پورب گویا اسی محلہ میں مخلوط محلہ سادات یا سیدانہ ہے جس میں حضرت مخدوم
راستی قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادہ کی اولاد آباد تھی، مگر اب ان کی اولاد کے لوگ اس محلہ میں بہت
کم رہ گئے ہیں۔ اس محلہ میں مختلف اقوام شیوخ و سادات، اہل حرفہ اور کچھ ہنود بھی آباد ہیں۔

مخدوم سید راستی قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے، مخدوم بہاء الدین اور مخدوم عزیز الدین
اور مخدوم شاہ محمد معروف۔ مخدوم عزیز الدین کی اولاد کا تذکرہ اُوپر گذر چکا ہے۔

---

[1] مولانا محمد کمال علی پوری مولانا عالم علی نگینوی کے شاگرد ہیں اور وہ مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی کے اور
وہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

شاہ محمد معروف کے بیٹے سید محمد عارف ان کے بیٹے سید غلام جیلانی اُن کے بیٹے سید لعل محمد اُن کے بیٹے سید محمد سعداللہ اُن کے بیٹے سید محمد برخوردار اُن کے بیٹے سید جمال اُن کے دو بیٹے سید علی اکبر اور سید محمد مربی۔

سید علی اکبر بن سید جمال کے سید نصراللہ ان کے سید منور علی ان کے سید انور علی ان کے سید محمد عارف عرف سوہن ان کے سید امجد علی۔

سید امجد علی کے دو بیٹے سید تفضل حسین اور حکیم حفاظت حسین جو بڑے عالم متبحر اور طبیب حاذق وصاحب تصانیف کثیرہ تھے، ان کی شادی موضع نیورہ میں ہوئی ان کے بیٹے مسٹر سید عبدالعزیز بیرسٹر صدرالمہام عدالت وامور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن ہوئے۔ اور اپنی جود وسخا وجوہر ذاتی وخدمات قومی کی وجہ سے قوم کی طرف سے عزیز ملت وعزیزالقوم کا خطاب پایا۔ [۱]

سید تفضل حسین بن سید امجد علی کے بیٹے ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم طبیب ریاست رامپور تھے۔ آخر میں پنشن لیکر پھلواری چلے آئے اور مستقل علیحدہ مکان تعمیر کرکے مقیم ہوئے سِل کے عارضہ میں مبتلا ہوکر بغرض علاج لکھنؤ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، بڑی منشی سید جلال الدین ساکن کوپا ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں۔ ان سے اولاد موجود ہے۔ چھوٹی ذار دغہ سعادت حسین عرف نتھو بن ڈاکٹر عبداللطیف ساکن آدم پور پیلاواں ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد بھی موجود ہے۔

سید مربی بن سید جمال بن سید برخوردار کے بیٹے سید اعظم ان کے سید معزالدین ان کے دو بیٹے سید معصوم اور سید درویش محمد ان کے سید نشان علی۔

سید محمد معصوم بن سید معزالدین مذکور کے دو بیٹے سید اسد علی و سید حسین علی تھے، سید حسین علی کے دو بیٹے سید سجاد علی و سید امام علی، سید امام علی کے نظام علی، نظام علی کے دو بیٹے سید ارادت حسین عرف بڑے میر چھپڑیہ، دوسرے سید ارشاد حسین عرف چھوٹے میر صاحب۔

سید ارادت حسین کی بیٹی سید شاہ غلام حسنین عرف کلّو ساکن محلہ سملی شہر پٹنہ سے بیاہی تھیں ان کی تین بیٹیوں میں سے دو یکے بعد دیگرے سید شاہ محمد یوسف بلخی بن شاہ محمد یعقوب بن شاہ

---

[۱] مختلف امراض میں مبتلا رہکر اپنے مکان "دلکشا" اکزبیشن روڈ پٹنہ میں انتقال کیا۔

کے ساتھ جونپور سے صوبہ بہار تشریف لائے تھے، بہار و بنگال کے سفر میں ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ رہے۔

حضرت سید محمد قمیص قادری قدس سرہ نے قصبہ بہار شریف میں قیام فرمایا اور عرصہ تک چلہ کش رہے۔ یہ چلہ گاہ اب تک زیارت گاہ عالم ہے، اس چلہ گاہ[1] کے متعلق اوقاف بھی ہیں یہاں کے سجادہ نشین و متولی شاہ محمد شوال صاحب مرحوم تھے۔ متوفی ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ ہجری سجادہ نشین لنگوٹ بند ہوتے ہیں۔ قمیص پور کے نام سے ایک گاؤں آپ کے مریدوں نے آباد کیا تھا جو اب تک موجود ہے۔

جب سلطان وقت کے حکم سے حضرت قمیص قادری نے بنگال کا قصد کیا تو حضرت مخدوم سید بدر عالم قدس سرہٗ کو صوبۂ بہار میں رشد و ہدایت خلق کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ نے موضع شہباز پور میں (جو پھلواری سے پچھم ایک میل پر واقع ہے اور اس کی کچھ اراضی عیسٰی پور میں بھی پائی جاتی ہے) اقامت اختیار کی۔

حضرت قمیص قادری سرہ نے بنگال پہونچکر ہدایت خلق میں عمر بسر فرمائی اور وہیں انتقال بھی فرمایا۔ جنازہ بنگال سے سادھورہ لاکر مدفون کیا گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کتاب اخبار الاخیار میں آپکی رحلت کا واقعہ بایں عبارت نقل فرمایا ہے:۔

"وفات شاہ قمیص در ولایت بنگال واقع شد بتقریب آنکہ سلطان عہد الیشان در آنجا فرستادہ بود" "واز آنجا ثالث ذیقعدہ سنہ ۹۹۲ھ اثنین وتسعین وتسعمائۃ۔ بسادھورہ آوردہ مدفون ساختہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ"

مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ اور آپ کے والد ماجد حضرت صدر الدین صدر جہاں قدس سرہٗ دونوں ہی حضرت قمیص قادری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ و مجاز مطلق تھے، مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ اپنے والد میر صدر جہاں کی طرف سے بھی مجاز تھے۔ مولانا نور الحق قدس سرہٗ نے انوار الطریقہ میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نسب نامہ یہ ہے:۔

---

[1] بعض اکابر۔ اس چلہ گاہ کی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت قمیص قادری قدس سرہٗ کا جنازہ بنگال سے سادھورہ لاتے ہوئے بہار میں منزل کی گئی جس جگہ جنازہ رکھا گیا تھا اس جگہ لوگوں نے بطور یادگار ایک چلہ گاہ بنادی۔ واللہ اعلم

بدرالدین بدرعالم بن میر صدر جہاں میر عالم بن میر سید شاہ بن سید شہاب الدین بن سید بدرالدین بن سید کریم الدین بن سیّد نورالدین بن سید مومن بن سید تاج الدین بن سید بہاءالدین بن سیّد فتح اللہ حیدر مبارزی بن سید ابوالفتح بن سید ابوالفضل بن سید ابوالفرح الواسطی بن سید داؤد بن سید عیسیٰ (یہ بزرگ کوفہ میں بشر تھے) ابن سید محمد بن سید ابوالحسن زید بن سید حسین بن سید اکبر بن سید منصور بن عدنان بن سید عمر بن سید یحییٰ (شبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) بن سید حسین ذوالدمعہ بن امام ابوالحسین زید شہید بن امام زین العابدین بن سیدنا الامام الہمام حسین شہید علی جدّہٖ وعلیہم السّلام بن امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مخدوم بدرعالم قدس سرہٗ بڑے پایہ کے بزرگ تھے، خطاب "کشک نوش" اور "پشمینہ پوش" تھا کیونکہ آپکی غذا آش جو اور پوشاک کملی تھی۔ تاعمر شہباز پور ہی میں قیام فرماکر رشد وہدایت خلق میں مصروف رہے۔ ۱۵ رشعبان ۱۰۱۲ھ میں رحلت فرمائی اور شہباز پور ہی میں مدفون ہوئے آپ کے والد میر صدر جہاں کا مزار بھی شہباز پور ہی میں ہے۔

اس تاریخ میں آپ کا عرس آپ کی اولاد بہت اہتمام اور اولوالعزمی کے ساتھ کرتی تھی قصبہ پھلواری کے تمام عمائدین اور صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ برابر اپنے حلقہ کے ساتھ اس عرس کی شرکت کرتے تھے۔

آخر بزرگ جن کے وقت تک یہ عرس قائم رہا منشی اقبال علی بن سید مظہر احمد بن سید عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ قدس سرہ تھے۔ جب منشی اقبال علی صاحب کا انتقال دہم شعبان ۱۲۹۵ھ میں ہوگیا اور شہباز پور آپ کی اولاد سے خالی ہوگیا تو عرس کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔

جزئیت } خاندان مخدوم راستی اور خاندان امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی سے قدیمی تعلقات کے علاوہ آپ کی جزئیت فرید پور ضلع گیا، خانقاہ رواق منیر، خانقاہ حضرت عشق میر پٹنہ، خانقاہ بہار شریف میں بھی پہنچی ہے، محلہ چودھریانہ کیمپ داناپور کے عمائدین آپ کی اولاد سے تھے۔

خلفاء } آپ کے پانچ خلفاء مشہور ہیں۔ شاہ محمد اسمٰعیل جعفری، شاہ محمد اسحاق

جعفری، شاہ محمد یوسف جعفری پسران حضرت امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی قدست اسرارہم۔ چوتھے بزرگ آپ کے داماد و بھتیجا سید شاہ ابوالفتح قادری شہباز پوری قدس سرہٗ۔ پانچویں حضرت حاجی عبد اللہ سیاح[1]۔ جن کی عمر دوسو اکتیس برس کی ہوئی تھی۔ ۸۸۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

اجرائے سلسلہ } پھلواری میں چار بزرگوں کو مخدوم بدر عالم کا سلسلہ پہونچا ہے، ہمارے[1] پیر و مرشد فیاض المسلمین مولانا الحاج محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو دو واسطوں سے ایک تو آبائی طریقہ پر اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد فضل اللہ قدس سرہ سے ابا عن جد حضرت شاہ محمد اسمٰعیل جعفری قدس سرہ کے واسطہ سے، دوسرا آپ کے میرے ادر پھوپھیرے چچا مولوی شاہ محمد یحییٰ بن مولانا احمد ابو الحیوٰۃ قدس سرہٗ سے اور اُن کو اپنے خسر دار دغہ سید مظہر نبی سے ان کو اُن کے والد شاہ عصمت علی سے ان کو ان کے والد شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن شہباز پوری سے، ان کو اپنے والد شاہ مہر قادری سے، ان کو اپنے والد شاہ شاکر قادری سے، ان کو اپنے والد سید شاہ ابو الفتح قادری سے، اُن کو حضرت مخدوم بدر الدین بدر عالم قدس سرہٗ سے۔

دوسرے[2] ہمارے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمہ، تیسرے[3] مولوی شاہ محمد عبد اللہ بن مولانا علی سجاد قدس سرہٗ، چوتھے[4] مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی علیہ الرحمۃ ان تینوں بزرگوں نے حضرت مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ سے اس طریقہ کی اجازت لی ہے۔

---

[1] حضرت عبد اللہ سیاح حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی قدس سرہٗ متوفی ۱۰۸۰ھ کے پیر ہیں، اور آپ کے سلاسل حضرت شیخ معروف جونپوری کو بھی پہنچے ہیں (گلزار ابرار)۔ بحر ذخار قلمی صد ۲ میں حضرت عبد اللہ سیاح قدس سرہ کی نسبت لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں، خیر آباد ان کا وطن تھا اور وہیں مزار ہے۔ حضرت مخدوم سید بدر الدین بدر عالم پھلواری جو پٹنہ کے قریب ہے، کے مرید قادریہ سلسلہ میں تھے، بڑے مرتاض بزرگ تھے، حضرت مخدوم شیخ مینا قدس سرہ صاحب ولایت لکھنؤ کے زمانہ سے ۱۱۱۵ھ تک زندہ رہے، ہمیشہ سیر و سیاحت میں مسافرانہ و آزادانہ زندگی بسر کی، سیر کرتے ہوئے خیر آباد تشریف لائے، مولانا حاجی صفۃ اللہ خیر آبادی کو مرید کیا، اُن کی تعلیم و تربیت کرکے خرقہ خلافت عطا فرمایا، وہاں سے سیر کرتے ہوئے پٹنہ آئے، پھر خیر آباد واپس چلے گئے، ان کی عمر لوگوں نے دوسو اکتیس اور کسی نے تین سو برس بتائی ہے۔ عمر گرانمایہ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں جنگلوں و پہاڑوں میں بسر فرماتے تھے، زیادہ ان کا قیام کوہ لبنان میں رہتا تھا، جیساکہ خزینۃ الاصفیا میں مذکور ہے۔ حضرت پیر محمد قدس سرہٗ کی بیعت و تعلیم و تربیت کے لئے کوہ لبنان سے لکھنؤ تشریف لائے تھے۔ حضرت حاجی صفۃ اللہ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہٗ کے اُستاد ہیں (فصول مسعودی)

**حضرت سیّد شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن قدس سرہٗ** — حضرت سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن ساکن شہباز پور متوفی ۱۴؍صفر ۱۱۹۴ھ مدفون شہباز پور کو اگرچہ آبائی اجازت اپنے والد سے پہنچی تھی مگر تعلیم و تربیت باطنی کا اتفاق نہیں ہوا تھا، آپ نے حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ سے ۱۱۴۴ھ میں بطریقۂ قادریہ قمیصیہ بیعت کی، اور باطنی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد اجازت و خلافت سے ممتاز و مشرف ہوئے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی زینب سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی بی بی کلثوم ہوئیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ علی حسن، علی حسین، علی رضا، علی جعفر۔ تین بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملا، غالباً سلسلہ منقطع ہوگیا، مگر سید شاہ علی حسن کے بیٹے سید شاہ نورالحسن عرف شاہ نورا تھے، ان کی شادی شاہ اسداللہ عرف[1] شاہ رحمٰن بن شاہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیرالدینؒ بن کبیرالدین بن رکن الدین جعفری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ حضرت سید شاہ نورالحسن عرف شاہ نورا قدس سرہ حضرت شیخ العالمین کے مرید تھے۔ انھوں نے شہباز پور کا قیام ترک کرکے پھلواری میں قیام اختیار کیا تھا۔ ان کا مکان اب خانقاہ کے باورچیخانہ اور زنانہ پھاٹک کی اراضی میں داخل ہے۔ ان کی ایک ہی صاحبزادی تھیں جو مولانا محمد قادری بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے منسوب تھیں۔ اسلئے آپ کی اولاد مولانا محمد قادری کی اولاد ہے۔ تذکرۃ الکرام میں ہے کہ شاہ علی حسن نے سفر میں کشتی سے ڈوب کر انتقال کیا۔

شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن کی صاحبزادی بی بی کلثوم حضرت سیّد شاہ صفدر علی بن شاہ امراللہ بن سیّد شاہ عبداللہ درویش بن سیّد شاہ شریف بن سید ابراہیم یکے از اولاد مخدوم سیّد راستی پھلواروی دنواسہ حضرت خواجہ عمادالدّین قلندر پھلواروی قدس سرہما سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد پھلواری میں موجود ہے۔

حضرت شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن کی دوسری شادی سیّد شاہ سماک الدین یکے از اولاد مخدوم بدرالدین بدرعالم شہباز پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے سیّد شاہ

---

[1] شاہ اسداللہ عرف شاہ رحمٰن کی شادی حضرت شاہ جاراللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ۱۲

عصمت علی اور سید شاہ عزت علی رحمہما اللہ ہوئے۔

میر عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف کالن، متوفی ۱۲۲۵ھ مدفون شہباز پور، کی شادی اسی خاندان حضرت امیر عطاء اللہ میں بی بی ہینگن[1] سے ہوئی تھی۔ ان سے دو بیٹے سید مظہر نبی اور سید مظہر احمد تھے، سید عصمت علی کو بیعت و اجازت و خلافت کل اپنے والد سے تھی۔

سید شاہ مظہر نبی بن سید شاہ میر عصمت علی متوفی ۱۲۷۰ھ ماہ جمادی الاخریٰ، شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے اور آبائی اجازت و خلافت اپنے والد سید شاہ عصمت علی رح سے پائی تھی، آپ کی شادی حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادی جو مولوی محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیاۃ پھلواروی جعفری سے بیاہی تھیں۔

سید مظہر نبی رح خدمت داروغائی پر مامور تھے۔ مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ کو سلسلۂ قادریہ بدریہ قمیصیہ آپ ہی سے پہونچا ہے۔

سید شاہ مظہر احمد بن سید شاہ عصمت علی متوفی سلخ رجب ۱۲۵۰ھ شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، ان کے ایک صاحبزادہ جناب منشی اقبال علی مرحوم تھے۔

جناب منشی سید اقبال علی بن سید مظہر احمد کی ولادت ۲۲ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰ شعبان ۱۲۹۵ھ میں ہوئی، آپ کی شادی موضع فرید پور پرگنہ انکل ضلع گیا، میں مولوی شبیر علی مرحوم کی بھتیجی سے ہوئی تھی، ان سے چند صاحبزادیاں تھیں۔ ازانجملہ ایک صاحبزادی حضرت شاہ لطیف علی عرف شاہ میاں جان ابوالعلائی سجادہ نشین تکیہ حضرت عشق قدس سرہٗ سے بیاہی گئی تھیں، ان سے حضرت شاہ امجد حسین عرف شاہ امیر احمد قدس سرہٗ تھے، جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ جناب شاہ امجد حسین قدس سرہٗ کی شادی منیر میں جناب شاہ محمد فرید علیہ الرحمۃ سجادہ نشین رواق منیر کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ ان سے چند صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ ازاں جملہ

---

[1] اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بی بی ہینگن بنت میر محمد سعید بن بی بی امینہ بنت بی بی گھانسی بنت بی بی علیمہ بنت بی بی پولن بنت شمس الدین جعفری بن امیر اسحاق جعفری بن امیر مظفر جعفری بن امیر عطاء اللہ جعفری ـــ واضح ہو کہ بی بی ہینگن کے والد میر محمد سعید، میر غلام حسین ساکن رسول پور گور گانواں پرگنہ پھلواری کے بیٹے تھے۔

اس وقت جناب شاہ حمید الدین عرف شاہ حمدو صاحب سجّادہ نشین ہیں اور اپنے آباو اجداد کے طریقہ پر رشد و ہدایت کرتے ہیں۔ ۵؎

حضرت شاہ میاں جان قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی حضرت سید شاہ امین احمد فرزندی سجّادہ نشین خانقاہ شیخ الاسلام مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحیٰی منیری سے بہار شریف میں بیاہی تھیں، ان سے سید شاہ وجیہ الدّین مرحوم و سید شاہ حافظ محمد شفیع و مولوی سید شاہ محمد سعید مرحوم و حکیم حمید الدین و حکیم محمد الیاس و حکیم محمد خضر صاحبان ہیں اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔

جناب شاہ میاں جان قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی قاضی سید نعمت مجیب الحق قاضی چکی ثم فرید پوری ثم خواجہ پوری نواسہ مولوی شبیر علی فرید پوری سے بیاہی گئیں۔ ان سے دو بیٹے منیر الحق اور بشیر الحق ہیں جو خواجہ پورہ میں مقیم ہیں۔ جناب منشی اقبال علی صاحب کے بیٹوں کا نام ظہور احمد و نجم الدین تھا۔

میر سید عزت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن قدس سرہٗ متوفی ۹؍ جمادی الاولےٰ ۱۲۱۱ھ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مُرید تھے اجازت و خلافت آپ کو بھی اپنے والد سے ملی تھی، آپ کی شادی حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی یعنی حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کی نواسی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ سید شاہ آل یاسین قدس سرہٗ و تین صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد کا تذکرہ آگے آئیگا۔

دوسری صاحبزادی مولوی سید احمد یعقوب رضوی کے از اولاد حضرت مخدوم آدم صوفی جتھلوی سے بیاہی گئیں، ان کی اولاد کا تذکرہ اولاد مخدوم آدم صوفی میں کیا جائے گا۔ تیسری صاحبزادی کی شادی مولوی سید اکبر علی جعفری عرف میر منو بن سید افضل الدین بن سلیح الدین سے ہوئی۔ ان کا ذکر اولاد ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی میں کیا جائے گا۔

حضرت شاہ عزت علی قدس سرہٗ نے شہباز پور چھوڑ کر پھلواری میں ایک زمین جو متروکات حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ سے تھی اور وہ اراضی مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہ سے اُتّر دیوار مقبرہ سے متصل واقع ہے، مکان بنالیا تھا اور ہمیشہ پھلواری ہی میں مقیم رہے۔

---

۵؎ ۲۳؍ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ کو وفات پائی۔ ان کے صاحبزادہ شاہ شاہد حسین عرف شاہ درگاہی صاحب جانشیں ہیں۔

حضرت شاہ آل یاسین بن شاہ عزت علی قدس سرہٗ متوفی ۳ر رجب ۱۲۷۶ھ حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے، اپنے پیر و مرشد کے انتقال کے بعد بقیہ سلوک کی تکمیل کے خیال سے حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کی طرف رجوع کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے جناب شاہ ہدایت حسین علیہ الرحمۃ تھے۔ یہ حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے۔ ان کی شادی غیر قرابت میں ہوئی جن سے دو بیٹیاں ہوئیں بڑی شاہ موسیٰ رضا بن شاہ عزت علی ساکن ملنا چک علاقہ منیر سے بیاہی گئیں ان سے کثیر اولاد ہوئی کچھ بچپن میں اور کچھ صاحب اولاد ہو کر قضا کر گئی صرف ایک بیٹے مولوی شاہ انوار الحق عرف شاہ علوی اور ایک بیٹی موجود ہیں۔ شاہ علوی صاحب نے ابتداء سے متوسطات تک مدرسہ مجیبیہ پھلواری میں مولوی محبوب عالم صاحب سے اور کچھ مولوی عز الدین سلمہٗ سے تعلیم پائی۔ اور مدرسہ انوار العلوم گیا سے فارغ التحصیل ہوئے۔ وعظ و نصیحت میں اوقات عزیز بسر کرتے ہیں۔

# تذکرۂ خاندان حضرت امیر عطاء اللہ زینبی جعفری قدس سرہٗ

دسویں صدی کے اوائل میں دہلی سے خاندان جعفریہ زینبیہ کے سربرآوردہ بزرگ حضرت سید شاہ محمد سعد اللہ جعفری زینبی اپنے صاحبزادے امیر عطاء اللہ اور ایک موروثی غلام کے ساتھ پھلواری جلوہ افروز ہوئے، شاہ سعد اللہ کے والد شاہ فتح اللہ اپنی مادری نسبت سے حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں دہلوی کی صاحبزادی کی جزئیت کا شرف رکھتے تھے۔ [1]

خاندان جعفری و زینبی ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثلاً الہ آباد، مچھلی شہر ضلع جونپور، امروہہ اور صوبہ بہار میں پھلواری، مہداواں، پٹنہ محلہ مغلپورہ، اور ہندوستان کے باہر غزنی میں جس کی شاخ مچھلی شہر پہونچی ہے، اس کے علاوہ عرب کے مختلف شہروں میں جس کا پتہ انساب کی کتابوں سے چلتا ہے، پھیلا ہوا ہے۔

---

[1] حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ "لار" کے رہنے والے تھے اور اپنے پیر کے حکم سے دہلی میں آکر مقیم ہوئے" اور لکھا ہے کہ "حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ ان کے روضہ کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور ایسا سمجھا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے ان کو دیکھا بھی ہو" اخبار الاخیار ہی میں سیر الاولیا کے حوالہ سے مخدوم نور الدین یار پرّاں کی کرامت کے سلسلہ میں یہ حکایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بار میں جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کیلو کھری جا رہا تھا اور روزہ رکھے ہوا تھا۔ موسم گرم ہونے کی وجہ سے مجھے دوران سر ہونے لگا، دل میں گذرا کہ کوئی سواری ہوتی تو اس پر سوار ہو کر جاتا، لیکن اس کے بعد ہی میں نے اس خطرے کو دور کیا اور اس سے توبہ کی۔ تین روز کے بعد مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں کے خلیفہ میرے پاس ایک گھوڑی لیکر آئے کہ اسے قبول فرمائیے۔ میں نے کہا کہ "آپ خود درویش ہیں، میں آپ سے نہیں لوں گا۔ انھوں نے کہا کہ آج تیسری رات ہے کہ میرے شیخ نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ گھوڑی شیخ نظام الدین کو دے آؤ۔ میں نے کہا کہ میرے پیر بھی اگر مجھ سے لینے کو فرمائیں تو میں لیلوں۔ دوبارہ پھر لائے تو میں نے اللہ کیطرف سے عطیہ سمجھ کر لے لیا۔ اس کے بعد سے میرا اصطبل کبھی گھوڑوں سے خالی نہیں رہا۔" خزینۃ الاصفیا میں اس حکایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ رات کو حضرت سلطان المشائخ کو ان کے شیخ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے خواب میں فرمایا کہ گھوڑی کو قبول کرلو۔ پیر ملک یار پرّاں نے میری اجازت سے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ صبح کو وہ گھوڑی لے کر پھر آئے تو سلطان المشائخ نے لے لیا۔" حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں حضرت شیخ عزیز الدین دانیال لاری خلجی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کا شجرۂ پیران خزینۃ الاصفیا میں اسطرح مرقوم ہے۔" حضرت شیخ عزیز الدین دانیال مرید و خلیفہ حضرت علی خضر کے، وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ ابو اسحٰق گازرونی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ ابو علی حسین ابن محمد الاکار فیروز آبادی کے، وہ مرید و خلیفہ حضرت عبد اللہ خفیف شیرازی کے، وہ حضرت محمد رویم کے اور وہ حضرت سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں نے ۱۰ رجمادی الثانی ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں شاہجہاں آباد سے غیاث پور جانے والی سڑک کے پچھم ایک مختصر احاطہ کے اندر ہے اور سڑک کے پورب ٹیلہ پر حضرت ابو بکر طوسی کا مزار ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں مولوی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات کا یہ قطعہ لکھا ہے۔ ؎

شاہ نور الدین چو از عالم برفت — سال وصل آن شہ والا مکاں
شاہ نور الدین ابدال است و پیر — مقتدائے علم تاج بخش عیاں
۶۹۵ھ

مگر تعجب ہے کہ خود ہندوستان میں اس قدر قریبی تعلقات کے باوجود ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات قائم کرکے سلسلہ کی کڑی کیوں نہ ملائی گئی؟ یہ کام تو بہت پہلے کرنے کا تھا؟ مابعد اگر یہ خاندان دوسرے خاندان سے ملا تو اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے آج کل غیر خاندان سے جس سے کبھی کا تعلق بھی نہیں محض ظاہری اقتدار کے پیش نظر بلا امتیاز صحت نسب ایک دوسرے سے مل رہا ہے۔

پھلواری کا خاندان دسویں صدی کے اوائل سے بہار میں آباد ہوا، بھداواں کا خاندان ساتویں صدی میں بہار میں آباد ہوا، اور مسلسل خاندان حضرت تاج فقیہ فاتح منیر سے ملتا رہا۔ اسیطرح مغلپورہ میں مولانا محمد سعید صاحب کا خاندان جو جعفری و زینبی ہے، برابر بھداواں، دیوان محلہ، پانو کی باغ کے خاندان جعفریہ سے ملتا رہا، یہ سب لوگ جعفری زینبی ہونے کے مدعی ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ ان خاندانوں کی نسبی بدمذاقی نے سابق کے سلسلہ کی کڑیوں کو درست اور برقرار رہنے نہ دیا۔ اور اسکی ترتیب نہ ہوسکی، اسلیے یہ خاندان آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح ملتے ہیں پتہ نہیں چلتا، میں نے ہر جگہ کے نسب ناموں کو دیکھا ہے مگر کسی کا تعلق اُوپر جاکر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ ان لوگوں کا نسبنامہ ہی متصل ہے اور نہ اس کی شاخوں کا ایک دوسرے سے تعلق پیدا ہوتا ہے، بجز اس کے کہ کل اپنے آپکو جعفری و زینبی بلا اتصال لکھتے چلے آتے ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب نے قسطاس البلاغہ میں اپنے اس مکتوب میں جو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی قدس سرہٗ کے نام سے لکھا ہے، اس طرح تحریر فرماتے ہیں "محمد سعید بن حاجی منشی واعظ علی بن عمر دراز بن مولوی فقیر اللہ غفر لہ ولہم نسبت این فقیر بواسطہ اَب بجعفر طیار رضی اللہ عنہ میرسد و بواسطۂ اُم بعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ"

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ مادری نسبت اپنی لکھ رہے ہیں یا زینبی جعفریوں کی؟ اسلیے کہ کل زینبی و جعفری حضرات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی جزئیت میں ہیں۔ کیونکہ علی زینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار (جن کی طرف یہ نسبت منسوب ہے) کی شادی کی نسبت "معارف بن قتیبہ" میں لکھا ہے اور صاحب "عمدۃ المطالب" نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے محمد الاریس الرئیس، اور اسحاق اشرف تھے، اس لئے ہر زینبی عباسی جزئیت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ مگر مولانا کو چونکہ ننہیال کے عباسی خاندان سے ناناہالی

تعلق تھا اسلئے آپ نے اپنی نسبت خصوصیت کے ساتھ عباسی جزئیت کا دعویٰ کیا ہے۔

محمد الارئیس الرئیس کے بیٹے ابراہیم اعرابی تھے، ان کے بیٹے جعفر السید ہیں ، اور ان کے بیٹے اسمٰعیل تھے جو اہلِ پھلواری کے اجداد ہیں، اور اسحاق اشرف کی اولاد کا تذکرہ بھی انساب کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہے۔

اب تحقیق طلب یہ ہے کہ مولانا محمد سعید قدس سرہ محمد الارئیس کی اولاد میں ہیں یا اسحاق اشرف کی، مجھکو ان کا نسب نامہ نہ مل سکا جس سے تحقیق ہوتی۔

غرض یہ کہ خاندانوں کی نسبی بد مذاقی غالبًا تمام ایک ہی طرح پر ہے جس سے صحیح شاخوں کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا ہے۔

پھلواری میں امیر عطاء اللہ کی اولاد نے اس کا خیال رکھا اور اپنا نسب نامہ ترتیب دیا۔ جہاں تک ہوسکا اُوپر کی کڑیوں کا پتہ لگایا اور نیچے کی تقریبًا تمام شاخیں مرتب کریں جس سے اسقدر پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان صوبہ بہار کے معزز خاندانوں میں، خاندان حضرت تاج فقیہ فاتح منیر، مخدوم شہاب الدین جگجوت، مخدوم آدم صوفی، مخدوم سید منہاج الدین راستی، مخدوم سلیمان لنسگر زمین کاکوی، مخدوم ابراہیم زندہ دِل کاکوی رحمۃ اللہ علیہم سے ملا ہے اور ان مخادیم کی جزئیت اس خاندان میں پہنچی ہے، اگر نسب نامہ کی ترتیب نہ دی گئی ہوتی تو آج اس خاندان کی تاریکی کا بھی وہی حال ہوتا جو نسبی بد مذاقی سے دوسرے خاندانوں کا ہو رہا ہے۔

پھلواری کے خاندان جعفریہ زینبیہ کے تعلقات، مچھلی شہر، الہ آباد، جونپور سے بھی ہیں، حضرت امیر عطاء اللہ کی صاحبزادیاں بی بی روشن جہانیاں، اور بی بی ملکہ جہانیاں کی اولاد مچھلی شہر میں ہے، مگر بُعدِ مسافت کی وجہ سے سلسلۂ ازدواج قائم نہ رہ سکا، اسلئے ان کی اولاد کا نام ہمارے یہاں کے شجرہ میں نہیں ہے۔

اسی طرح خیر اللہ بن رضا محمد عرف راجہ محمد بن امیر محمد رستم بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد کی نسبت کتاب انساب میں ہے" اولاد محمد خیر اللہ در مچھلی شہر متصل جونپور بکثرت اند و آں ہمہ قرابت اہلِ قصبۂ پھلواری را مقر اند" واللہ اعلم۔

مگر پھلواری کے بزرگوں نے بھی امیر عطاء اللہ کی اُنہی اولاد کا نسب نامہ ترتیب دیا جو قریبًا تر

قصبات و دیہات میں جاکر آباد ہوئی اور ان سے مسلسل باہمی ازدواجی سلسلہ قائم ہوتا گیا۔ امیر عطاء اللہ کی وہ اولاد جو دوسرے شہروں میں صوبۂ بہار سے باہر جاکر بسی ان سے بُعدِ مسافت کی وجہ سے تعلقات باقی نہ رہ سکے ان کی اولاد کا ذکر بھی ہمارے نسب نامہ میں موجود نہیں ہے، اسلیئے میں نہیں بتا سکتا کہ وہاں اس جزئیت کے کون لوگ باقی ہیں اور کس شاخ سے اُن کا تعلق یہاں سے قائم ہوتا ہے، بجز اس کے کہ اس خاندان کی جزئیت صوبہ سے باہر بھی گئی ہے جو لا معلوم ہے۔

امیر عطاء اللہ کا جو نسب نامہ ہمارے یہاں موجود ہے اس کے ابتدائی ناموں کی تصدیق انساب کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے، البتہ درمیان سے ابراہیم اعرابی اور ان کے بیٹے جعفر السید کا نام متروک ہو گیا ہے، امیر عطاء اللہ کا نسب نامہ ہمارے ہاں اس طرح ہے:۔

امیر عطاء اللہ بن سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد سمین بن امین بن ابراہیم بن عمر دراز بن عبد اللہ بن حمید بن اسمٰعیل (متروک) بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔

بعض بزرگوں نے اس طرح لکھا ہے:۔

محمد عبید بن محمد حمید بن اسمٰعیل بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب میں عبد اللہ جعفر طیار تک نسب نامہ اسطرح لکھا ہے:

عبد اللہ بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر السید بن ابراہیم اعرابی بن محمد الارئیس الرئیس بن علی الزینبی بن عبد اللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ۔

ان دونوں نسب ناموں کو سامنے رکھنے کے بعد سب سے پہلا فرق عمدۃ الطالب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن محمد اسمٰعیل، اور محمد الارئیس بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار کے درمیان دو نام جعفر السید بن ابراہیم اعرابی کتابت میں چھوٹ گیا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن اسمٰعیل کو بعض لوگوں نے عبد اللہ بن حمید بن اسمٰعیل لکھا ہے اور بعض بزرگوں نے عبید بن حمید بن اسمٰعیل لکھا ہے۔

ان دونوں میں عبد اللہ اور عبید کا فرق ہے، بقرینۂ غالب عبید لکھنے والے صاحب بھی عبد اللہ ہی لکھنا چاہتے تھے۔ مگر لفظ اللہ قلم انداز ہو گیا اور بعد کے پڑھنے والوں نے عبد کے لفظ کو بے معنی سمجھتے ہوئے عبید پڑھا

دوسرا نام حمید ہے جس کو بعض محمد حمید لکھتے ہیں اور بعض صرف حمید لکھتے ہیں، میرے خیال میں یہ املا کی غلطی ہے۔ حمید در اصل محمد ہے، چونکہ عموماً نسب نامے پرانے اور خستہ ہونے کے زمانے میں نقل کیے جاتے ہیں، اور اکثر حروف کہنگی کی وجہ سے محو بھی ہو جاتے ہیں۔ اسلئے پڑھنے والے نے میم کے محو ہو جانے کی وجہ سے محمد کو حمید پڑھا ہے، کیونکہ بقاعدۂ رسم الخط میم اور دال کے درمیان کشش موم ہے اس لیئے میم۔ دال کا رسم الخط جب کشش کے ساتھ ہوگا، اہل فن اس کا تلفظ میم، ی، دال کے ساتھ کریں گے۔

اور بعض لوگوں نے تو حمید سے پہلے محمد کا لفظ بھی لکھا ہے، مگر یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نسب نامہ کے تقریباً تمام ناموں سے پہلے تیمناً محمد لکھا ہے، علاوہ ازیں تقریباً تمام نساب محمد بن اسمٰعیل کے نام میں صرف محمد کا لفظ لکھتے بھی نہیں ہیں، بلکہ محمد الاکبر یا محمد الاکبر العالم المحدث وغیرہ جیسے وسیع القاب کے ساتھ لکھتے ہیں، اسلیئے ممکن ہے حمید بھی اسی کا لقب ہو جس کی واقفیت ان بزرگوں کو ہو مگر ہم ناواقف ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ اس خاندان کا نسب نامہ جو ہمارے ہاں موجود ہے اس میں شیخ فتح اللہ کے بعد سے اس دور تک تو کسی قسم کے اختلاف اور شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کی تصدیق تمام اجازت ناموں، وثائق اور یادداشتوں سے ہوتی ہے اور اوپر کے ناموں میں عبداللہ بن محمد سے جعفر طیار تک ناموں کی تصدیق انساب کی کتابوں سے بھی ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان میں جتنے نام پچ رہتے ہیں بلا اختلاف سب ایک ہی طرح لکھے رہے ہیں، اسلیئے یہ نسب نامہ درایۃً بھی صحیح ہے، واللہ اعلم، لہٰذا جعفر طیار سے امیر عطاء اللہ تک ناموں کی ترتیب اسطرح ہوتی ہے؛ امیر عطاء اللہ بن سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد بن سمین بن امین بن ابراہیم بن عمر دراز بن عبداللہ بن محمد الاکبر العالم المحدث بن اسمٰعیل بن جعفر السید بن ابراہیم الاعرابی بن محمد الاریس الرئیس بن علی الزینبی بن عبداللہ الجواد بن سید نا جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

اس وقت اس نسب نامہ کے علاوہ خاندان جعفری وزینبی کے دو نسب نامے اور بھی موجود ہیں جو اپنی ابتدائی شاخوں میں خاندان امیر عطاء اللہ پھلواروی سے جدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے

ایک نسب نامہ مولوی سید علی زینبی (سابق مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) ساکن امروہہ ضلع مراد آباد کا ہے، یہ بزرگان ابراہیم اعرابی بن محمد الادریس کے دوسرے بیٹے عبداللہ کی اولاد میں ہیں، عبداللہ کے بیٹے ابراہیم تھے۔

ابراہیم کے متعلق عمدۃ الطالب نے لکھا ہے، فیہ العدد وعلی ومحمد، لیکن نسب نامہ میں ابراہیم کے بیٹے ابی زید لکھا ہے، ممکن ہے محمد اور علی کے علاوہ ان کی اولاد میں ابی زید بھی ہوں، جن کا ذکر عمدۃ الطالب نے نہیں کیا ہے۔

دوسرا نسب نامہ جناب مولوی سید عبدالرزاق صاحب جعفری زینبی مچھلی شہری کا ہے، اس نسب نامہ کا بھی ابتدائی جز بعینہ وہی ہے جو پھلواری کے نسب نامہ کا ہے: یعنی محمد ادریس اور اسمٰعیل کے درمیان جعفر السید اور ابراہیم اعرابی کا نام متروک ہے۔

سید عبدالرزاق صاحب نے اپنی نسبت عون مثنی سے دکھلائی ہے اور عون مثنی کو حسن اسمٰعیل کا بھائی لکھا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک بھائی یعنی حسن اسمٰعیل کی اولاد میں امیر عطاء اللہ پھلواروی ہیں اور دوسرے بھائی عون مثنی کی اولاد میں قاضی نظام الدین مچھلی شہری ہیں، علاوہ ازیں پھلواری کے تمام بزرگوں سے یہ روایت ہمیشہ سنی گئی اور کتاب انساب میں بھی موجود ہے، کہ اس خاندان کے تعلقات الہ آباد، جونپور، مچھلی شہر کے جعفری زینبی خاندان سے بھی ہیں، چنانچہ کتاب انساب میں دو جگہ پر یہ چیز ملتی ہے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ امیر عطاء اللہ کی صاحبزادیاں بی بی ملکہ جہانیاں، اور بی بی روشن جہانیاں کی اولاد مچھلی شہر میں ہے، دوسری جگہ خیر اللہ بن رضا محمد بن امیر رستم بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ "اولاد خیر اللہ در مچھلی شہر متصل جونپور بکثرت اند وایں ہمہ قرابت اہل قصبہ پھلواری را مقر اند" کتاب انساب کی یہ روایت اور مولوی سید عبدالرزاق صاحب مچھلی شہری کے نسب نامہ کا ابتدائی جز جو بعینہ پھلواری کے نسب نامہ سے منطبق ہے یعنی اس کی ابتدا میں بھی وہی دو نام متروک ہیں جو پھلواری کے نسب نامہ میں، اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ ان دونوں خاندانوں میں قرابت دیکھیتی کی گہری نسبت ضرور ہے۔ مگر سب سے بڑی دشواری جو ہمارے لئے اس وقت آگئی ہے وہ یہ ہے کہ سید عبدالرزاق صاحب نے اسمٰعیل کا بھائی عون مثنی کو لکھا ہے اور اسمٰعیل کے بھائیوں میں

عون کسی کا بھی نام عمدۃ الطالب وغیرہ میں نہیں ہے، بلکہ محمد الارلیس کی اولاد تمام شاخوں میں جن کا ذکر تذکرۂ انساب کی کتابوں میں موجود ہے کئی پشتوں تک عون مثنیٰ کا نام نہیں ملتا ہے کہ یہ تصوّر بھی کیا جا سکے کہ فلاں فلاں نام متروک ہو گیا ہے، اب یہ عون مثنیٰ کون ہیں اور ان کا دوسرا نام کیا ہے؟ جس سے علماء نسب ان کا تذکرہ کرتے ہیں، اس کا پتہ لگانا اس وقت ہمارے لئے دشوار ہے" ہاں الہ آباد مچھلی شہر کے اکابر خود تحریر فرمائیں تو یہ لاعلمی و ناواقفیت دُور ہو سکتی ہے، میرے لئے یہ مرحلہ تحقیق طلب ہے۔

پھلواری سے قریب اور منیر سے متصل موضع مہداواں ہے، یہاں خواجہ بدرالدین جعفری الزینبی سالار افواج امام "تاج فقیہ فاتح منیر ۵۷۵ھ کا خاندان آباد ہے اس خاندان سے بھی امیر عطاء اللہ کے خاندان کی قریبی قرابتمندی ہے۔

اس خاندان کے ایک مشہور شخص مولوی واحد علی بن رمضان علی تھے، ان کے انتقال کو ابھی زیادہ مدّت نہیں گزری ہے، تیرھویں صدی کی ابتداء یا وسط میں ان کا انتقال ہوا ہے، موصوف کا نسب نامہ بھی اس وقت پیش نظر ہے گرچہ بادی النظر میں اتصال اس میں بھی محسوس نہیں ہوتا، مگر غور کرنے سے حقیقت منکشف ہو جاتی ہے، نسب نامہ یہ ہے:-

مولوی واحد علی بن رمضان علی بن شیخ غلام علی بن شیخ محمد فاضل بن شیخ دوست محمد بن شیخ حمزہ بن شیخ جمال الدین بن شیخ فریدالدین بن شیخ عثمان بن شیخ مظفر بن سالار خواجہ مرسل بن سالار فرید بن سالار خواجہ احمد بن سالار خواجہ محمد بن سالار خواجہ اسکندر بن سالار خواجہ حیدر بن سالار خواجہ صدرالدین بن سالار خواجہ بدرالدین سالار افواج امام تاج فقیہ فاتح منیر ۵۷۵ھ بن قاضی عبدالرحمٰن بن قاضی نجیب الدین بن قاضی رفیع الدین بن شیخ نصراللہ بن شیخ ابراھیم بن شیخ نصیرالدین بن شیخ خلیل الدین بن شیخ محی الدین بن شیخ شہاب الدین بن خواجہ سلطان بن شاہ بن خواجہ عبدالرحمٰن بن یحیٰ بن ابوالقاسم بن ابوبکر

اس کے بعد حضرت علی الزینبی کا نام ہے، ابوبکر نام کے کوئی صاحبزادے حضرت علی الزینبی کے انساب کی کتابوں میں میری نظر سے نہیں گزرے ہیں، ہاں ابوالکرام ہیں، اسلئے میرا خیال ہے ابوبکر، ابوالکرام کی جگہ لکھ گیا ہے، جو محمد الارلیس کے بیٹے ہیں۔

ابوالکرام کے تین بیٹے تھے، داؤد، ابراھیم، اور محمد ابوالمکارم ملقب با حمر علین، محمد ابوالمکارم کی

اولاد ان کے بھائیوں کی اولاد میں منضم ہے، البتہ ایک بیٹے قاسم تھے جو سمرقند میں رہے، اس کا تذکرہ ابن طباطبا اور دوسرے نسّابوں نے کیا ہے، عمدۃ الطالب کی عبارت یہ ہے:۔

وعقب محمد بن ابی المکارم المعروف باحمر عینہ فی ابراھیم وداؤد وقال ابن طباطبا ذکر غیر شیخ الشرف علی ولد القاسم لبسمرقند، اسلئے قاسم کے بعد نسبنامہ اسطرح ہوگا۔

قاسم بن محمد ابی المکارم بن ابی الکرام بن محمد الارئیس بن علی الزینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار ذیل کے نقشہ سے ان چاروں خاندانوں کا تعلق نمایاں ہوجاتا ہے۔

حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ عنا

عبداللہ الجواد

علی الزینبی

محمد الارئیس الرئیس

ابوالکرام | ابراہیم اعرابی

محمد ابوالمکارم ملقب باحمر عین — قاسم — جد اعلےٰ خاندان — مولوی واجد علی بن رمضان علی بساکن جہدا واں ضلع پٹنہ

عبداللہ — ابراہیم — جد اعلےٰ خاندان — مولوی سید علی زینبی سابق مدرس دار العلوم ندوہ ساکن امروہہ ضلع مرادآباد

جعفر السید — اسمٰعیل — محمد الاکبر العالم المحدث — عبداللہ — جد اعلےٰ خاندان امیر عطاء اللہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ

## پھلواری میں آمد اور اقامت کا سبب

حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہ کے والد حضرت شاہ فتح اللہ قدس سرہ کے انتقال کے بعد جانشینی کے متعلق آپس میں نزاع ہوئی، حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہ نے فتنہ و فساد سے بچنے کے خیال سے ترک وطن کیا، آپ کے والد کے مرید جاگیردار پھلواری نے جب آپ کی ہجرت کی خبر سنی اور اطراف صوبہ بہار کا ارادہ

معلوم کیا تو عامل پرگنۂ پھلواری کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت شاہ سعد اللہ دہلی سے پورب کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کو پھلواری میں ٹھہرالو اور اُن کی عافیت و طعام و قیام کا کُل سامان مہیا کردو تاکہ بعافیت وہاں مقیم رہ سکیں۔ تشریف آوری کے بعد پھلواری کی فضا پسند خاطر ہوئی اور اسی قصبہ میں اقامت کا مصمم ارادہ کرلیا۔
۹۴۵ھ میں جب شیر شاہ سوری نے بنگال و بہار کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اطراف میں طوائف الملوکی پھیلی، اسی فتنہ و فساد اور لوٹ مار کے زمانہ میں آپ پھلواری سے دکھن جانب دریائے پُن پُن کیطرف بغرض سیر و شکار تشریف لے گئے تھے، باغیوں نے حکومت کا افسر تصور کرکے آپ کو شہید کردیا، دریائے پُن پُن کے کنارے منورا سالار پور نامی ایک گاؤں میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار سعد و شہید کا مزار کہلاتا ہے۔ اس گاؤں کے باشندے سال میں ایک مرتبہ ایصال ثواب کی تقریب کرتے ہیں۔ یہ سانحۂ شہادت ۹۴۵ھ سے ۹۴۶ھ کے اثناء میں واقع ہوا۔

حضرت امیر عطاء اللہ کو اپنے والد کی شہادت کا بیحد صدمہ ہوا۔ دل برداشتہ ہوکر نیز بفرورت کفالت عیال سہسرام چلے گئے اور شیر شاہ سے اُن کے وزیر کی وساطت سے جو آپ کے قرابت مند بھی تھے ملے اور کسی منصب جلیلہ پر مامور کیے گئے۔ عرصہ تک اُمور سلطنت انجام دیتے رہے۔

۹۵۲ھ میں جب شیر شاہ نے بارود سے جلکر انتقال کیا اور سلیم شاہ متوفی ۹۶۰ھ پسر شیر شاہ تخت نشین ہوا جب بھی آپ خدمت مفوضہ پر مامور رہے، سلیم شاہ کی تخت نشینی کے چار سال کے بعد آخر عمر میں آپ نے چاہا کہ ترک خدمت کرکے بقیہ عمر یاد خدا میں بسر کریں، اسی خیال سے سنگ سُرخ کی ایک مسجد جس کا سامان آگرہ سے تیار کراکے منگایا تھا ۹۵۶ھ میں پھلواری میں تعمیر کرائی جو بحمد اللہ ابتک آباد اور موجود ہے، مگر زندگی کی ضروریات نے ترک خدمت کا موقع نہ دیا۔ اسی اثناء میں شیر شاہی حکومت کا چراغ بھی گُل ہوگیا اور ہمایوں بادشاہ دوبارہ کابل سے واپس آکر سریر آرائے تخت ہندوستان ہوئے۔ اب آپ نے دربار ہمایونی سے اپنے تعلقات قائم کئے۔ حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں قدس سرہٗ نے حضرت تاج العارفین کی روایت سے آپ کو ہمایوں بادشاہ کا وزیر لکھا ہے، لیکن وزرائے ہمایوں کی فہرست میں آپ کا نام نہیں ملتا۔ اکبر نامہ میں ایک جگہ خواجہ عطاء اللہ مذکور ہے۔ اسی طرح پٹنہ خدا بخش لائبریری میں سلاطین مغلیہ کے البم میں ایک مرقع ہے جس کے حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے "امیر عطاء اللہ جعفری وزیر ہمایوں بادشاہ"۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ یا تو وزارت کا منصب بہت تھوڑے دنوں تک

آپ کے قبضہ میں رہا یا کسی خاص شعبہ کی وزارت آپ کے ذمہ رہی۔ پھر ۹۶۲ھ میں سلطان جلال الدین اکبر کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد خدمتِ مفوضہ ترک کر کے وطن واپس تشریف لائے اور اپنی بنا کردہ سنگی مسجد میں یادِ خدا میں مشغول ہوئے۔ ۲۱ جمادی الثانی ۹۶۴ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار مبارک سنگی مسجد کے دکھن جانب دیوار مسجد سے ملحق واقع ہے۔ ؎

ہمی خواہم کہ گر میرم بکویت  مزارم زیر دیوارِ تو باشد

آپ کی اہل خانہ اور دونوں صاحبزادے و پوتے شاہ محمد اسمٰعیل قدست اسرارہم بھی انہی کی جگہ کے بعد دیگرے مدفون ہیں۔

آپ کی تشریف آوری اور وجہ اقامت کو اس قصبہ میں آپکی اولاد میں سے حضرت شاہ محمد نورالحق تپاں قدس سرہٗ نے اپنے جدامجد و پیر و مرشد حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کی روایت سے اپنی کتاب انوار الطریقہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ مثنوی مولوی امان علی ترقی و نیز دیگر تحریرات و یاد داشت اکابر خاندان میں بھی مذکورہ بالا واقعات مرقوم ہیں۔ میں نے تمام کتابوں کی عبارت اپنی کتاب "القرون الماضیہ" میں نقل کر دی ہے۔ اس رسالہ میں بخوف طوالت صرف مضمون پر اکتفا کرتا ہوں۔

## اولاد حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ

ان کے تین صاحبزادے تھے، عبداللہ، محمد مظفر، محمد حسین، عبداللہ کا انتقال سہسرام میں ہوا مگر دو بیٹے محمد مظفر و محمد حسین جو دونوں عالم متبحر تھے، ان سے اولاد پھیلی اور پھلواری کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوا امیر محمد مظفر متوفی ۹۰۰ھ کے تین بیٹے محمد یوسف، محمد اسحاق، محمد اسمٰعیل یہ تینوں بھائی عالم بھی تھے اور عارف صوفی بھی، حضرت مخدوم سید بدرالدین بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد یوسف کی اولاد میں صدہا علماء و اصفیاء ہوئے، بہتوں کے حالات تاریکی میں ہیں، جن کے حالات مل سکے درج کرتا ہوں۔

### قاضی حیات مرید جعفری

حیات مرید بن عمر دراز جعفری بن عبداللطیف، بن محمد یوسف بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ ابتدائے

عہد عالمگیری میں پیدا ہوئے، مُلّا فصیح الدّین جعفری پھلواری کے داماد و شاگرد تھے، نہایت عالم متبحّر تھے، صدہا کو علم سے مالا مال کیا اور اپنے فضل علم و جوہر ذاتی کی وجہ سے محکمۂ قضا حاجی پوران کے سپرد ہوا، فرائض منصبی کو بخوبی انجام دیا، عہد عالمگیری میں جب حکومت کا دَور ختم ہو رہا تھا آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کے تین صاحبزادے مُلّا محمد مبین، ملا محمد متین، ملا محمد منعم اور ایک صاحبزادی بی بی رقیعہ معمرہ مسنہ متوفیہ بعمر سو سال ۱۲۰۲ھ۔ زوجہ مُلّا محمد وجیہ الحق محدّث پھلواری۔

## ملّا محمد مبین نقشبندی ابوالعلائی

قاضی حیات مرید کے فرزند کلاں ہیں گیارہ صدی کے آخر میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے وطن میں پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ ملا برہان الدین حقانی سے جو حضرت ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد تھے تمام کیں۔ آپ ماہر علوم و فنون تھے خصوصاً منطق فلسفہ، ریاضی، ہندسہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، تحصیل فراغ کے بعد وطن تشریف لائے اور مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے اور صدہا طالبین و شائقین علم آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی تھا۔ فن منطق میں بھی آپ نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ مگر اب موجود نہیں۔ بیعت آپ کو نقشبندیہ طریقہ میں اپنے اُستاد ملا برہان الدین حقانی سے تھی جو حضرت شاہ فرہاد خدا نما دہلوی کے مُرید اور وہ سید دوست محمد کے اور وہ حضرت سیدنا ابوالعلا قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت بھی اس طریقہ کی پائی۔ آپکی شادی مولوی ملیح الدین بن مُلّا فصیح الدین کی لڑکی سے ہوئی جو ان کے ماموں بھی تھے، اُن سے تین بیٹے مولوی احمد علی، مولوی اسد علی، مولوی عبدالعلی اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ مولوی احمد علی و مولوی اسد علی مولانا وحید الحق ابدال کے شاگرد تھے۔ مزید حالات معلوم نہ ہوئے۔ وفات ان کی چوتھی رمضان ۱۱۵۷ہجری میں ہوئی اور سنگی مسجد کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

## مولوی عبدالعلی جعفری

ملّا مبین مذکور کے صاحبزادہ ہیں، یہ بزرگ تین بھائی تھے، تینوں بھائی اپنے پھوپھیرے بھائی ملّا وحید الحق ابدال کے شاگرد ہیں، عالم اور عارف کامل تھے، مگر کاروبار دنیاوی میں اپنے حالات کو مستور رکھتے تھے، بیعت آپ نے بطریقہ ابوالعلائیہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ سے حاصل کی اور ان کے فیض صحبت میں کامل و مکمل ہوئے۔ ان کی شادی بی بی بھولن متوفیہ ۱۷ محرم ۱۲۶۲ھ ہجری

بنت میر کبیر علی بن میر اہل اللہ بن میر عشق اللہ بن میر محمد عمر بن میر محمد مبارک بن میر عبد الباقی بن سید ابراہیم چشتی زندہ دل کاکوی سے ہوئی، اُن سے پانچ بیٹے مولوی نوازش علی، مولوی عنایت علی، مولوی کمال علی مولوی محمد عیسیٰ، مولوی محمد یونس اور دو صاحبزادیاں مولوی عبد العلی کی وفات دہم ماہ ربیع الاول ۱۲۲۷ھ میں ہوئی اور مقبرہ امیر عطاء اللہ سے دکھن ایک مستقل مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی نوازش علی مرحوم } مولوی عبد العلی مرحوم کے بڑے صاحبزادہ ہیں، ولادت ان کی دوسری ذیقعدہ ۱۲۰۴ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا حافظ شاہ عبد الغنی منعمی قدس سرہ سے تمام کیں، اپنے زمانہ کے جیّد علماء سے ہوئے، درس و تدریس کا مشغلہ برابر رہا۔ کچھ دنوں آپ الہ آباد میں سررشتہ دار ہوئے پھر چنار گڈھ میں ڈپٹی کلکٹر مقرر ہو کر تشریف لیگئے اور مدت العمر اس خدمت مفوضہ پر برقرار رہے، اور درس کا مشغلہ بھی تھا۔ آپ کے تلامذہ سے آپ کے علاتی بھانجے مولوی محمد صفی علیہ الرحمۃ تھے اور چنار گڈھ اور الہ آباد میں بھی آپ کے تلامذہ تھے، آپنے جو دولت حاصل کی اُس سے خلق کی خدمت کرتے تھے، نہایت سخی وجواد تھے۔ آپ کو چنار گڈھ میں کسی نے زہر دیا تھا اُسی سے موت واقع ہوئی، حضرت فرد الاولیا کے برادر مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ نے دو مادۂ تاریخ کہا ہے۔ تاریخ وفات ۲۳ ذیقعدہ ۱۲۵۸ھ۔

شہیداً فی تجلیاتہ ــــ مات مسموماً شہید شاہد
۱۲۵۸ ۱۲۵۸

مولوی عنایت علی مرحوم } مولوی عبد العلی مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ ہیں، ولادت آپ کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی، کتب درسیہ مولانا حافظ شاہ عبد الغنی منعمی پھلواروی قدس سرہ سے تمام کیں، چونکہ دولتمند تھے طلبا کو اپنے گھر پر رکھکر تعلیم دیتے تھے، بیعت آپ کو حضرت مخدوم شاہ حسن علی عظیم آبادی قدس سرہٗ سے تھی، بڑے عارف کامل عبادت وطاعت گزار تھے، آپ کی شادی حضرت شاہ امام بن شاہ غلام سرور قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی، اُن سے ایک بیٹے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ ہوئے۔ ۹ ربیع الثانی ۱۲۳۷ھ میں رحلت فرمائی۔ اور اپنے والد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی رعایت علی مرحوم } مولوی عنایت علی مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، ۱۲۲۴ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ تمام وکمال مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی منعمی قدس سرہ سے پڑھی، آپ اپنے وقت کے عالم جیّد تھے، برابر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، بیعت آپ کو حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ کے دست حق پرست پر، ۱۱ ماہ شوال

۱۲۴۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ ہوئی، چار سال بعد حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ نے رحلت فرمائی، اکتساب طریقت تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ سے حاصل کی اور اجازت و خلافت سے بھی مشرف ہوئے، ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء میں کمشنر کے عہدہ پر مامور ہوئے، مگر طبیعت کا میلان اس طرف نہیں تھا، دلبستگی نہیں ہوئی تو آپ نے استعفا دیدیا۔

آپ کی جگہ پر قاضی سید ہمت علی ہلسوی علیہ الرحمۃ اس عہدہ پر مامور کئے گئے اور آپ خانہ نشیں ہو گئے، درس و تدریس و عبادت و طاعت میں اپنی زندگی بسر فرمائی۔ گیارہ رمضان شریف ۱۲۷۲ھ میں وفات پائی، اور مقبرہ مولوی عبد العلی مرحوم میں مدفون ہوئے، آپ کی شادی ماموں کی لڑکی سے ہوئی، اُن سے چار صاحبزادیاں اور ایک بیٹے مولوی عبد الرحمن نامی ہوئے۔

**مولوی عبد الرحمن مرحوم** } آپ مولوی رعایت علی مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، کتب درسیہ مایحتاج پڑھ لیا تھا، ۱۲۶۴ھ میں ولادت ہوئی

**حضرت مصباح الطالبین شاہ محمد علی حبیب نصر قادری**

قدس سرہ سے بطریقہ قادریہ وارثیہ بیعت کی اور اکتساب طریقت میں مصروف ہوئے، اور اپنے شیخ کی طرف سے مجاز طریقت ہوئے، شیخ کی رحلت کے بعد اپنے بھانجے حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحق قدس سرہ سے بھی تمام سلاسل کی اجازت لی، پھر بار دوم حضرت مولانا الحاج شاہ محمد بدر الدین قادری قدس سرہ سے تمام سلاسل کی اجازت لی اور حضرت شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہ و مولانا شاہ علی امیر الحق عمادی قدس سرہ سے بھی مجاز طریقت تھے، حج و زیارت روضۂ انور کا شرف بھی رکھتے تھے۔ آپ کی شادی مولانا حافظ محمد صغیر الحق مجیبی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ایک لڑکا ہوا جس کا زین العابدین نام تھا جو کمسنی میں فوت کر گیا اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مولوی عبد العلی مرحوم میں دفن ہوئے، آپ کے تمام سلاسل کے مجاز حضرت مولانا حکیم شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی قدس سرہ تھے۔

**مولوی کمال علی مرحوم** } مولوی عبد العلی مرحوم کے تیسرے صاحبزادہ ہیں ۱۲۰۸ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ پوری حضرت مولانا حافظ شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے تمام کی، آپ نہایت جید عالم تھے درس و تدریس کا مشغلہ بھی تھا مگر چونکہ مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے اسلئے مستقل درس

نہیں دیتے تھے، بیعت آپ کو بطریقہ قادریہ وارثیہ دسویں رمضان ۱۲۲۹ھ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر ہوئی اور اکتساب طریقت میں مشغول ہوئے آپ نہایت حریص علے الطاعت پابند اوقات تھے، پیر و مرشد سے تکمیل طریقت نہ کر سکے حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ سے تکمیل کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، ابتدائی باطنی تعلیم حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ سے ہوئی اور اجازت سلاسل بھی حضرت فرد الاولیا نے آپ کو دی۔
۱۲۵۵ھ میں آپ سررشتہ دار بوڈالہ آباد مقرر ہوئے ۱۲۶۳ھ میں پٹنہ کے سررشتہ دار ہوئے اور ۱۲۷۰ھ میں بھاگل پور کے سررشتہ دار ہوئے۔ آپکے ساتھ مولوی عالم علی ساکن کرائی ضلع پٹنہ بھی بھاگلپور میں سررشتہ دار تھے دونوں کے مراسم دوستانہ و برادرانہ تھے۔ آپکی شادی بی بی مریم بنت میر علی حسین عرف میر پناہی ساکن کسنیا پھلواریا علاقہ کاکو ضلع گیا سے ہوئی مگر اولاد نہیں ہوئی۔ گیارہ رمضان ۱۲۸۰ھ میں رحلت فرمائی اور بھاگلپور محلہ خلیفہ باغ میں مدفون ہوئے۔ آپکے بغل میں مولوی عالم علی کرائی بھی مدفون ہیں۔

**مولوی محمد عیسیٰ مرحوم** } مولوی عبد العلی مرحوم کے چوتھے صاحبزادہ ہیں، آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد عبد الغنی منعمی قدس سرہٗ سے تمام کیں، مبلغ علم آپ کا بہت بلند تھا، درس و تدریس کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔ بیعت آپ کو ۱۷ ماہ شوال ۱۲۴۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر ہوئی، اکتساب طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد و مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ سے کیا۔
آپ نہایت حریص علی الطاعات تھے۔ نماز میں آپ کو غایت حضوری رہتی تھی، تعدیل ارکان کا خاص خیال رکھتے تھے ہر رکن نماز سے غایت حضوری کا پتا چلتا تھا۔ آپ کے بھانجے حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ماموں کی نماز میں جو حضوری و استغراق ہوتا ہے دیکھکر نہایت غبطہ ہوتا ہے اور تمنا ہوتی ہے کہ ایسی حضوری ہم کو بھی حاصل ہوتی۔ آپ بھی ۱۲۶۲ھ میں الہ آباد کے سررشتہ دار مقرر ہوئے اور تمام عمر الہ آباد میں گزاری۔ وہاں بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا۔ آپ کی شادی حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد ظہور الحق عمادی مجیبی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی، اُن سے ایک بیٹے مولوی محمود علی وجود میں آئے، مولوی محمد عیسےٰ علیہ الرحمۃ آخری عمر میں الہ آباد سے وطن تشریف لائے اور اللہ کی یاد میں مصروف ہوئے اور ۳ رجب ۱۲۸۰ھ ہجری میں

پھلواری میں رحلت فرمائی۔ مزار آپ کا باغ مجیبی میں حضرت مولانا ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کے مزار سے پورب اُتر سرہانے کی جانب واقع ہے۔

**مولوی محمود علی مرحوم** } مولوی محمد عیسیٰ مرحوم کے اکلوتے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ بچپن سے نہایت ذکی و ذہین تھے، علم کا شوق بہت تھا، ابتدائی کتابیں وطن میں پڑھیں، جب آپ کے والد الہ آباد تشریف لیگئے تو آپ کو اپنے ساتھ لیگئے۔ دولت کی کمی نہ تھی، آپکی تعلیم کے لئے ایک جید عالم مولوی ریاض علی ساکن کوٹرا جہان آباد ضلع الہ آباد کو متعین کیا استاد نے فطری صلاحیت دیکھتے ہوئے پوری شفقت و توجہ سے آپکی تعلیم دینی شروع کی، قلیل عرصہ میں آپ تمام علوم و فنون میں ماہر ہوئے، نہایت خوشخط تھے، نسخ و نستعلیق و شفیعہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، نگارندۂ احوال نے بھی آپ کے خط کی زیارت کی ہے، آپکے تصنیفات سے ادب و منطق میں تین کتاب ہے اور تینوں آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی کتبخانہ مجیبیہ پھلواری میں موجود ہے۔ الہ آباد کے قیام میں اُس دور کے بہتیرے اہلِ فن سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ اور تبادلۂ خیالات کرتے رہے، فراغت کے بعد آپ نے درس دینا شروع کیا، اتفاقاً علامہ محدث عبدالمحسن بن علامہ طاہر ستنبلی مدنی سے ملاقات ہوگئی علامہ نے آپکی قابلیت علمی کا اندازہ کیا۔ اور آپ کے تصانیف میں دو رسالہ منطق و نحو پر علامہ نے تقریظ لکھی۔

آپ نے یہ فضل و کمال بہت کمسنی میں حاصل کیا، طبیعت نہایت موزوں تھی شعر و سخن کا مذاق بھی تھا، ناسخ مرحوم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ آپ کا تذکرہ شعرائے پھلواری میں بھی کیا گیا ہے اور کلام کا نمونہ بھی دکھایا گیا ہے۔ قیصر تخلص کرتے تھے دِق کے عارضہ میں ۱۵ رجب ۱۲۶۳ھ ہجری میں انتقال کیا، آپکی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگر اولاد نہ ہوئی، مزار باغ مجیبی میں حضرت فرد کے چابوترہ پر والد کے بائیں واقع ہے۔ بیعت آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے گیارہ ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ میں ہوئی۔

**مولوی محمد یونس مرحوم** } مولوی عبدالعلی علیہ الرحمۃ کے پانچویں صاحبزادہ ہیں ۱۲۱۳ھ ولادت ہوئی، کتب درسیہ مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ سے تمام کیا۔ نہایت پابند اوقات تھے بیعت آپ کو حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ سے بطریقہ قادریہ وارثیہ ہوئی۔ آپ نے

نہایت کم عمری میں انتقال کیا، شادی بھی نہیں ہوئی۔ ۴ ہر ذی الحجہ ۱۲۴۵ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مولوی عبدالعلی میں مدفون ہوئے۔

حضرت ملا محمد معین جعفری علیہ الرحمۃ آپ قاضی حیات مزید جعفری کے دوسرے فرزند ہیں، ولادت ۱۱۱۱ہجری میں ہوئی، کتب درسیہ اپنے ماموں ملا صلیح الدین سے پڑھی اور فاتحہ فراغ برادر معظم ملا محمد مبین جعفری سے ہوا۔ نہایت جید عالم پابند شریعت متقی متورع تھے اتباع سنت میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، بیعت اور تعلیم و تربیت باطنی حضرت شاہ غلام حسین قدس سرہٗ سے تھی جو حضرت شاہ امان اللہ جعفری جنیدی قادری پھلواروی کے خلیفہ تھے اور خرقہ خلافت بھی پایا تھا۔ تاریخ الکملا میں مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی نے آپکو حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کا مرید لکھا ہے مگر میں نے فہرست مریدان میں ان کا نام نہیں پایا۔ آپ کی شادی بی بی صالحہ بنت شاہ محمد حسین بن حضرت شاہ محمد امین قدس سرہٗ سے ہوئی، اُن سے مولوی اسداللہ جعفری مولوی عبدالمغنی جعفری ہوئے۔ وفات آپ کی یکم رجب ۱۱۶۵ھ میں ہوئی اور مسجد سنگی کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ عبدالمغنی جعفری علیہ الرحمۃ آپ ملا محمد معین مذکور کے صاحبزادہ ہیں ۱۱۵۰ھ میں ولادت ہوئی، نہایت متقی پرہیزگار، ذکی و ذہین تھے، کتب درسیہ حضرت ملا محمد وحید الحق ابدال پھلواری سے تمام کیں، آپ کا مبلغ علم بہت بلند تھا، قصبۂ پھلواری کے جید علماء سے تھے، برابر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، نہایت منکسر المزاج بے نفس بزرگ تھے، باوجود اقتدار و وجاہت دنیاوی اور نوکر و چاکر و خدام کے ہر ادنٰے اعلیٰ کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے خدام کو تکلیف نہیں دیتے تھے، بازار سے سودا خود خرید کر لے آتے تھے، بیعت آپ کو حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ سے ۱۱۷۳ھ میں ہوئی اور تعلیم و تربیت سلوک طریقہ مجیبیہ کی اپنے شیخ سے تکمیل کرکے خرقہ خلافت سے بہرہ اندوز ہوئے اور طریقہ ابوالعلائیہ کا اکتساب حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے ۱۱۸۰ھ میں کیا اور اجازت و خلافت پائی پھر اجازت تبرکاً اپنے شیخ کے جانشین و صاحبزادہ حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ سے لی اور طریقہ جنیدیہ کی اجازت اپنے والد ملا معین سے اور اپنے ماموں مولوی غلام قادر بن مولوی محمد حسین جنیدی جعفری سے حاصل کی، آپ نہایت مرتاض پابند اوقات اور عبادت گزار صاحب تصرفات و کرامات تھے باوجودیکہ آپ کو بہت سے شیوخ سے اجازت حاصل تھی مگر آپ نے کسی کی

بیعت نہیں لی صرف تین آدمی کو شدید اصرار پر آپنے مرید کیا، ایک اپنے صاحبزادہ مولانا رحم علی کو، دوسرے نواسے مولوی حکیم محمد وجیہہ کو اور ایک خادم کو، بس اس سے زیادہ لوگوں کی بیعت لینے کی جرأت نہیں کی۔ ۸ اسال تک علاقہ بردوان، بنگال میں مفتی عدالت رہے اور نہایت احتیاط کے ساتھ آپنے فرائض منصبی کو انجام دیا پھر کبیر سنی کی وجہ سے ترک ملازمت کر کے خانہ نشین ہوئے۔ آپ کی شادی بی بی واسعہ بنت ملا محمد مبین جعفری سے ہوئی، اُن سے چھ بیٹے ہوئے۔ مولوی نثار علی، مولوی رحم علی، مولوی لطف علی مولوی محمد یوسف مولوی امین اللہ اور مولانا حافظ شاہ عبد الغنی اور پانچ بیٹیاں۔ وفات آپکی ۲۸ رمضان ۱۲۳۳ھ میں ہوئی اور مسجد سنگی پھلواری کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

**مولوی نثار علی جعفری** } مولانا عبد المغنی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ ہیں، ۱۱۸۰ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ والد سے تمام کیں، آپ کا مبلغ علم بہت بلند تھا اور جید عالم تھے، تحصیل فراغ کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۲۲۲ھ میں بردوان میں اپنے والد کی جگہ پر مفتی عدالت ہوئے پھر ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر مامور ہوئے اور خان بہادر کا خطاب ملا مگر باوجود مشاغل دُنیاوی یادِ حق ریاضات ومجاہدات نفس وطاعات وعبادات سے غفلت نہ ہوئی، بیعت آپکو حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے تھی، تعلیم وتربیت باطنی بھی ممدوح سے پائی، آپ سے صدہا کرامات سرزد ہوئے بلکہ بعد وفات بھی آپکے قبر سے کرامات ظاہر ہوتے رہے، اسلئے لوگ آپ کو زندہ پیر کہتے ہیں وفات آپ کی بردوان میں ۲۴ جمادی الاولی ۱۲۳۹ھ میں ہوئی اور بردوان ہی میں مدفون ہوئے، اولاد نہیں رہی۔

**مولانا رحم علی علیہ الرحمۃ** } مولانا عبد المغنی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ ہیں ۱۱۸۴ھ ہجری میں ولادت ہوئی، ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں، پھر دہلی تشریف لے گئے اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے تفسیر وحدیث تمام کیا آپ پھلواری کے مستند علماء میں گزرے ہیں نہایت بالغ الاستعداد تھے، تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک مبسوط تفسیر احکام قرآن میں تفسیر احمدی کے طرز پر گیارہ جلدوں میں لکھی ہے نہایت عمدہ اور بہتر تفسیر ہے اور بھی مختلف علوم وفنون میں آپ کے تصانیف ہیں۔ آپ بھی بردوان کے مفتی عدالت مقرر ہوئے اور مدت العمر بنگال میں بسر کی، آپ کا مجموعہ فتاویٰ بھی نہایت کار آمد تھا جو دیمک کے ہاتھ لگا۔ بیعت آپ کو قادریہ منعمیہ میں ۵ محرم ۱۲۲۷ھ میں اپنے والد ماجد سے ہوئی اور اجازت وخلافت بھی ملی۔ ۸ صفر ۱۲۲۹ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اولاد آپ کی بھی نہیں ہے۔

## مولانا الحافظ شاہ محمد عبدالغنی منعمی علیہ الرحمنہ

مولانا عبدالمغنی قدس سرہ کے صاحبزادہ ہیں۔ یکم رمضان ۱۱۹۰ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ پھلواری کے ان علماء میں ہیں جن کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا۔ صوبہ بہار کے گاؤں گاؤں میں اور بنگال و یوپی تک آپ کا فیض علم پہنچا۔ کتب درسیہ تمام و کمال مفتی برکت عظیم آبادی سے پڑھیں جو ملا جمال الدین دہری کے اور ملا برکت الہ آبادی کے اور وہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ آپ کو شوق علم اس قدر تھا کہ ہر روز آپ پیادہ پا پھلواری سے پٹنہ تشریف لیجاتے، اور مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درس لیتے، اثنائے راہ میں قرآن شریف حفظ کرتے رہتے تھے، اسی آمد و رفت میں آپ فارغ التحصیل عالم بھی ہوئے اور حافظ قرآن بھی ہوئے۔ کتب بینی کا بھی شوق تھا، کوئی وقت ان کا بیکار نہیں جاتا تھا ہر وقت کتابیں پیش نظر رہتی تھیں، فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ مدرسہ مسجد سنگی میں صبح کی نماز کے وقت سے عصر کی نماز کے وقت تک درس دیتے تھے۔ مدرسہ ہی میں کھانا آجاتا تھا اور بقدر سد رمق تناول فرماتے تھے۔ بیشتر بعد نماز عشاء مسجد سے مکان پر واپس جاتے تھے۔ رمضان شریف میں تراویح کا ختم کرتے تھے ہر ترویحہ کے بعد مختصر تفسیر قرآن بیان فرماتے تھے۔ آپ کی تراویح کی نماز میں شرکت کرنے والوں کی کثیر تعداد ہوتی تھی، سحر کے وقت تک مسجد میں مجمع رہتا تھا۔ اس کے بعد لوگ سحر کھانے کے لئے گھر جایا کرتے تھے۔ آپ کی صحبت بابرکت میں لوگوں کے اوقات عزیز نہایت مبارک گزرتے تھے۔ آپ کے فیض علم سے آپ کے اہل قرابت سے کثیر تعداد لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔ بیعت آپ کو بطریقۂ ابو العلائیہ منعمیہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی عظیم آبادی قدس سرہ سے تھی اور تعلیم و تربیت باطنی و خرقۂ خلافت بھی پایا تھا۔ آپ کو آپکے شیخ نے ۱۲ رجب ۱۲۱۰ھ میں خرقۂ خلافت پہنا کر سجادہ ہدایت و تدریس پر بیٹھایا اور حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کے عرس قائم کرنے کی اجازت دی۔

آپ کا محبوب ترین مشغلہ درس تھا۔ بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ اس لئے آپکے مریدوں کی تعداد بہت کم ہے۔ تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔

کتب حدیث کی اجازت آپکو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ سے بطریق مکاتبہ تھی۔ آپ نے اجازت طلب کی تھی، مولانا نے اجازت نامہ اس عبارت کا لکھکر بھیجدیا تھا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد آنکہ

مولوی عبدالغنی صاحب را از طرفِ اینجانب اجازت شغل حدیث است مشغول
درس علم باشند دلبشر طِ مطالعہ ومراجعت بسوئے شروح وحواشی معتبرہ تعلیم
ہم نمایند۔ واللہ یہدی الی سواء السبیل والسّلام علیکم اولاً وآخراً "

الرحیم
لے
ہوالعزیز الو

دوسری اجازت آپ کو اپنے اُستاد مفتی برکت عظیم آبادی سے بھی ہے اُن کو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔

مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ نے مسجد سنگی کے مدرسہ وخانقاہ کے درس وتعلیم وفقر وعرفان کو باقی رکھنے کے لئے اپنی آخر عمر میں اپنی ہمشیرہ کے پوتے مولانا شاہ محمد وحید الحق رضوی منعمی قدس سرہٗ کو، کہ جو آپ کے مرید وخلیفہ بھی تھے ۱۲۷۲؁ھ میں ۲۷ رجب کو اپنے سامنے وفات سے ۲۷ یوم پیشتر جانشیں کر دیا تھا۔

یہ بزرگ بھی فرائض مدرسہ وسجّادگی وتولیت مسجد تا عمر انجام دیتے رہے۔ مولانا وحید الحق قدس سرہٗ کے بعد آپ کے نواسہ مولانا قاضی نور الحسن صاحب مسجد کی خدمت کرتے رہے۔ مولوی قاضی نور الحسن صاحب اپنے نانا کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت شاہ احمد عبدالحی بن تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں دو موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ہیں اور ایک موئے مبارک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک میں سے ایک کے متعلق جناب مولوی سید شاہ رشید الحق بن مولانا شاہ وحید الحق رضوی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کے یہاں سے یہونچے ہیں۔ اس طرح کہ شاہ محمد حسین کو ان کے والد شاہ محمد امین بن جنید ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن سے ان کے بیٹے مولوی غلام قادر کو، ان سے مولوی غلام غوث کو اُن سے ان کے داماد مولوی نثار علی بن مولانا عبدالمغنی قدس سرہٗ کو، چونکہ مولوی غلام غوث کو اولاد ذکور نہ تھی اور مولوی نثار علی علیہ الرحمۃ نے اپنے منجھلے بھائی مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا دوسرا موئے مبارک اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موئے مبارک کاتب الحروف کے جدّ امجد مولوی رضی الدّین احمد رضوی علیہ الرحمۃ نے بردوان علاقہ بنگال سے لاکر دیا تھا۔

بردوان میں حضرت سیّد شاہ قطب الدین قدس سرہٗ کی ایک قدیم خانقاہ تھی، جہاں عرصۂ دراز سے موئے مبارک جلوہ افروز تھے، سیّد شاہ قطب الدین علیہ الرحمۃ کے اولاد نہ تھی۔ حضرت مولوی حکیم احمد اشرف قدس سرہٗ جب مفتی عدالت ہوکر بردوان تشریف لیگئے متولی مذکور نے آپکی ذاتی اہلیت کے پیش نظر اس موئے مبارک کی خدمت آپ کو تفویض کردی، آپ ہر سال اس کی خدمت کرتے رہے، آپ کے بعد آپکے صاحبزادہ مولوی سیّد احمد یعقوب علیہ الرحمۃ اس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن جب آپ کا بردوان سے ڈھاکہ تبادلہ ہوگیا تو آپکے صاحبزادہ مولوی رضی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ اب اس کی خدمت انجام نہ ہوسکے گی۔ اس لئے آپ نے بردوان سے منتقل کرکے پھلواری میں مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پہونچا دیا۔ اس وقت سے آج تک ہر سال آپ کے مکان میں ۱۱ ربیع الاول کو اس کی زیارت ہوتی ہے۔

مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ نے اپنی خانقاہ میں ۱۲ رجب ۱۳۱۲ھ میں حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کا عرس باجازت اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے قائم کیا تھا جو ۱۳۱۷ھ تک قائم رہا۔ اسکے بعد موقوف ہوگیا، آپکی وفات کے بعد آپکے جانشیں مولانا شاہ وحید الحق منعمی رضوی علیہ الرحمۃ نے ۲۴ شعبان کو آپ کی وفات کے روز آپ کا عرس قائم کیا تھا، نہایت شاندار عرس ہوتا تھا، طعامداری بھی ہوتی تھی، مگر اب سب موقوف ہوگیا۔

آپ کی خانقاہ میں پیران سلسلہ کے تبرکات از قسم ملبوسات وغیرہ بھی ہیں۔

**تبرکات حضرت سیّدنا ابوالعلا قدس سرہٗ**:۔ تاج۔ ٹکڑا ململ باریک از خرقہ شریف، چند تار ریشم از سیلی۔ یہ تبرکات شیشہ کے اندر تانبے کے ڈبیہ میں بند ہیں۔

**تبرکات مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ**:۔ تاج جعفری۔ شانہ چوبی۔ ناسدانی دستہ شکستہ۔ عصا آہنی۔ تسبیح چوبی۔ پشت خوارہ۔ و چند دانہ تسبیح عقیق البحر از تسبیح حضرت فرہاد ابوالعلائی دہلوی قدس سرہٗ۔

**تبرکات مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ** :۔ تاج چھینٹ پنبہ دار دوہرا۔ عمامہ رنگ شنجرفی۔ تسبیح عقیق البحر۔

**تبرکات حضرت مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ** :۔ تاج جعفری۔ عمامہ صندلی خوشبو سے رنگا ہوا، جائے نماز چرمی۔ کمر بند حاشیہ دار۔ چمچہ شکستہ۔ جس سے انتقال کے وقت شربت پلایا گیا، عصا از چوب تاڑ (جس میں برچھی لگی ہے) چادر گدڑی از مزار حضرت مخدوم پیر جگجوت قدس سرہٗ۔ یہ چادر اس طرح حاصل ہوئی کہ حضرت شاہ محمد وحید الحق علیہ الرحمۃ جٹھلی تشریف لیگئے تھے۔ شب نوزدہم شب پنجشنبہ ماہ صفر میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مخدوم نے ایک چادر عنایت فرمائی ہے، صبح جب بیدار ہوئے تو خادم درگاہ سر پر رکھے ہوئے آیا اور یہ کہا کہ حسب الحکم حضرت مخدوم کے لایا ہوں۔ اس کو آپ نے لیکر تبرکات میں داخل کر دیا۔

**مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ کی تصنیفات** :۔ مواطن التنزیل حل غوامض فتوحات مکیہ، یہ آپکی تمام تصنیفات میں بہترین تصنیف ہے۔ حل العقود منطق میں۔ رسالہ تحریر مغالطہ عامۃ الورود، حواشی صدرا۔ حاشیہ شرح سلم۔ قاضی مبارک۔ حاشیہ خیالی و حاشیہ تلویح وغیرہ۔ اردو اور فارسی کا دو دیوان۔

**تلامذہ** :۔ آپ کے فارغ التحصیل تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ [1]

---

[1] قرابتمندوں سے یہ بزرگان ہیں :۔ مولوی نوازش علی، مولوی عنایت علی، مولوی کمال علی، مولوی محمد عیسیٰ، مولوی محمد یونس، مولوی قطب الاولیا، مولوی احمد عبد اللہ، مولوی احمد یعقوب، مولوی رضی الدین احمد، مولوی محمد ابراہیم، مولوی محمد حکیم وجیہہ، مولوی شاہ وحید الحق، مولوی قاضی مخدوم عالم، مولوی ابو سعید، مولوی تفضل حسین، مولوی رعایت علی، مولوی محمد طالع بن شاہ محمد منعم ساکنین پھلواری، مولوی فرید مرحوم وکیل، مولوی احسان علی۔ ——— ان کے علاوہ بیرونی لوگوں میں مولوی ادیم اللہ، مولوی عبد العلی، مولوی امداد علی ساکنین بنگال، مولوی محمد حسین، مولوی عبد الوہاب، مولوی عبد الصمد ساکنین بہار، مولوی وحید الحق، مولوی کبیر الدین، مولوی علی کریم، ساکنین ڈمری متصل اسٹیشن بنا پن ضلع پٹنہ۔ قاضی علی بخش تیگھرہ ضلع مونگیر، مولوی جمال الدین منیری، چودھری سلامت اللہ ساکن دھنوت، مولوی عبد القادر مدرس سوم کلکتہ، مولوی امیر اللہ، مولوی اصغر علی ساکنین بنگال، مولوی انعام الحق بنگالی، صدر امین ضلع گیا۔ مولوی فدا علی مرحوم ساکن چتکہرہ، مولوی علی حسین عظیم آبادی، مولوی منیر الدین بنگالی، مولوی ریاض الدین ساکن ترہت، مولوی احسان احمد فتح پور، مولوی عبد القادر وکیل ساکن نتول، مولوی انور علی ساکن ادساس دیورہ، مولوی واعظ الحق و قاضی ابراہیم و حافظ مدن عظیم آبادی، مولوی امیر علی و مولوی خیرات علی کاکوی، مولوی بشارت علی خاں منیری، مولوی ہدایت حسین سکریچہ، مولوی اولیا علی عماد پوری، مولوی یعقوب علی باڑھوی، مولوی عبد القادر و مولوی عبد الستار ساکنان دربھنگہ، مولوی احمد حسین شہباز پوری مولوی شبرات علی ساکن برایاں، مولوی فضل حق بہاری، مولوی بشیر الحق، مولوی امیر حسن ساکنان بہار۔

**مولوی شاہ محمد منعم جعفری** } قاضی حیات مزید جعفری کے تیسرے صاحبزادے ہیں ولادت آپ کی تقریباً ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ اپنے بھائی ملّا مبین سے تمام کیں، بیعت آپ کو ۱۱۳۶ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے ہوئی آپ نہایت مرتاض عبادت گزار منکسر مزاج تھے، آپکی دو شادیاں ہوئیں پہلی شادی بی بی نصیرہ بنت شاہ محمد مخدوم قادری جعفری سے، یہ بی بی لاولد گزر گئیں، دوسری شادی بی بی صاحبہ بنت شاہ محمد آیت اللہ قادری جعفری قدس سرہ سے ہوئی اُن سے ایک بیٹے مولوی محمد طالع اور دو بیٹیاں جو دونوں کراسے پرسرائے ضلع پٹنہ میں بیاہی گئیں، دو حقیقی بھائیوں سے ایک سیّد لطف علی سے دوسری میر باقر علی مرحومین پسران میر حسن رضی، دونوں بھائی مستقل پھلواری میں مقیم ہو گئے، سید لطف علی کے مولوی علی وارث اور میر باقر علی کے تین بیٹے مولوی جواد علی مولوی ابراہیم مولوی آل علی، شاہ محمد منعم کی وفات ۱۱۶۹ھ ہجری میں ہوئی۔

**مولوی محمد طالع جعفری** } شاہ محمد منعم جعفری کے صاحبزادہ ہیں، ولادت آپ کی ۱۱۴۰ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ تمام و کمال حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی قدس سرہ سے پڑھیں، آپ نے کل درسیات اپنے قلم سے لکھکر پڑھا ہے، از میزان تا شمس بازغہ لکھا اور پڑھا، نہایت خوشخط تھے آپکے دست خاص کی کل قلمی کتابیں آپکے بھانجے اور داماد مولوی علی وارث مرحوم کے پاس تھیں، مولوی علی وارث مرحوم کے بعد کل ضائع ہوگئیں، چند کتابیں آپکے دست خاص کی لکھی ہوئی نگارندۂ احوال کے پاس تبرکاً موجود ہے[۱]۔ آپ نہایت بالغ الاستعداد صاحب درس و تدریس تھے وسط عمر میں جونپور چلے گئے تھے اور وہاں کے مدرسہ میں مدرس ہوئے، مولانا کرامت علی جونپوری مصنف مفتاح الجنۃ و راہ نجات نے ابتدا میں آپسے پڑھا ہے تحصیل فراغ کے بعد آپ کو شوق سفر ہوا اور پھلواری سے بعزم سفر روانہ ہوئے الہ آباد پہونچے وہاں کے علما و مشائخ سے ملے کئی روز تک دائرہ حضرت شاہ اجمل قدس سرہٗ میں مہمان رہے وہاں سے جونپور پہونچے، حضرت قطب الدین بنیادل جونپوری قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے مستفیض ہوئے اور جونپور کے علما و مشائخ سے ملاقات کی بیعت

[۱] تحفۃ القادریہ آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی حضرت والد علیہ الرحمۃ کو مولوی علی وارث علیہ الرحمۃ نے دی تھی، وہ نگارندۂ احوال کے پاس تبرکاً موجود ہے۔

آپ کو طریقہ قادریہ وارثیہ میں ۹ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ ہجری حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے تھی اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ سے تھی۔ وفات ۲۶ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۲۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔

**مولوی سیّار علی وارث مرحوم** } حضرت شاہ محمد منعم جعفری کے نواسہ ہیں اور مولوی محمد طالع مرحوم کے حقیقی بھانجے اور داماد ہیں، سادات رضویہ سے ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے مولوی علی وارث بن سید رفعت علی بن سید حسن رضی بن سید حمید الدین بن سیّد ذکی الدین بن سید محمد یوسف رضوی ــ اس سے اوپر نہیں ملا۔ ولادت آپ کی ۲۲ شعبان ۱۲۲۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا قیام برابر اپنے ننہال پھلواری میں رہا۔ کتب درسیہ ابتدائی آپنے حضرت مولانا شاہ محمد حسین پھلواری قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ اور بقیہ کتب درسیہ حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد عبدالغنی منعمی پھلواری سے تمام کیں۔ آپ کا مشغلہ برابر درس و تدریس کا رہا۔ آپ کا مبلغ علم نہایت بلند تھا علم ریاضی و ہندسہ میں ماہر تھے، فن میراث و مناسخہ میں آپ کو مہارت تامّہ حاصل تھی اور نہایت جلد بطون در بطون ورثہ کے مسئلہ کو حل کر دیتے تھے، نہایت صوفی مشرب تھے، بیعت آپ کو حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قادری پھلواری سے ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۴۰ھ میں ہوئی اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت مولانا ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ سے تھی۔ آپ کی شادی بی بی شکورہ بنت مولوی محمد طالع علیہ الرحمۃ سے ہوئی۔ مگر اولاد نہیں ہوئی۔ ۲۵ ماہ صفر ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی اور مقبرہ شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

**مولوی سید جواد علی مرحوم** } بن میر باقر علی متوفی ۶ محرم ۱۲۶۶ھ بن سید حسن رضی مذکور آپ بھی حضرت شاہ محمد منعم جعفری کے نواسہ ہیں۔ کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ محمد حسین پھلواری سے تمام کیں، آپ نہایت جیّد عالم تھے، درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، بیعت آپکو حضرت شیخ العالمین سے ۶ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ ہجری میں ہوئی، تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ پھلواری سے حاصل کی اور خرقہ خلافت و اجازت بھی پایا۔۔۔ آپ مدتوں پورنیہ میں پیشکار رہے، پھر ترک کرکے وطن تشریف لائے اور مدت عمر یہیں گزاری، شادی آپ کی بی بی وحیدہ متوفیہ ۲۴ محرم ۱۲۹۳ھ بنت سید محمد موسیٰ ساکن ابھرول ضلع مظفر پور سے ہوئی اُن سے اولاد ہوئی۔ وفات آپکی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ میں ہوئی اور مقبرہ شاہ آیت اللہ میں مدفون ہوئے۔

**مولوی سید ابراہیم علی مرحوم** } میر باقر علی مرحوم کے بیٹے اور حضرت شاہ محمد منعم جعفری قدس سرہ کے نواسہ ہیں۔ کتب درسیہ آپ نے حضرت مولانا عبد الغنی قدس سرہ سے تمام کیں، بیعت آپکو ۱۱ رمضان ۱۲۱۸ھ میں حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ سے ہوئی آپ نہایت متدین نیک مزاج جوان صالح تھے۔ ۱۲۱۶ھ میں سررشتہ دار محکمہ امین صدر پورنیہ ہوئے پھر اسی سنہ میں پھلواری کے منصف مقرر ہوئے، لیکن چند ماہ کے بعد آپ نے گیارہ رجب ۱۲۴۶ھ میں رحلت فرمائی، اولاد نہ تھی۔

**مولوی سید آل علی مرحوم** } میر باقر علی مرحوم کے صاحبزادہ حضرت شاہ محمد منعم قدس سرہ کے نواسہ ہیں ولادت آپکی بماہ محرم ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے اور قاضی سید مخدوم عالم علیہ الرحمۃ سے تمام کیں، آپ نہایت بالغ استعداد جید عالم تھے، نہایت متقی متورع عبادت گذار، شب بیدار، تہجد گزار، بیعت آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابو الحسن فرد قدس سرہ سے ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم پیر و مرشد سے پائی پیر و مرشد کے وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ سے جو حضرت فرد کے دوسرے حقیقی بھائی تھے اکتساب طریقت کیا، ریاضات و مجاہدات سے کامل و مکمل ہو کر مجاز طریقت بھی ہوئے، ۱۳۰۵ھ میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ الچشتی الصابری سے اجازت سلسلہ چشتیہ صابریہ و حزب البحر کی سند حاصل کی، اذکار و اشغال کی پابندی کے ساتھ آپکو کثرت درود میں زیادہ حظ قلبی حاصل تھا، ہر روز بطور مشغولی ایک لاکھ درود ختم کرتے تھے ہر وقت پُرکیف رہتے تھے، نگارندہ احوال بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے، کسی وقت بیکار نہیں دیکھا ہر وقت مشغولیت درود میں پایا۔ دن کے وقت صرف ستو گھول کر پی لیتے تھے، رات کے وقت مطلقاً غذا نہیں کرتے تھے، اوائل جوانی میں کچھ دنوں کے لئے محافظ دفتر عدالت پٹنہ رہے پھر ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے اور عبادت خدا میں مشغول ہوئے آپکو اولاد ذکور نہیں ہوئی دو لڑکیاں ہوئیں اُن کی یادگار مولوی اسحٰق مرحوم چکھیرہ حال مقیم پھلواری و مولوی شاہ محمد عبید اللہ فریدی پھلواری تھے ۲۲ محرم ۱۳۲۲ھ میں وصال فرمایا اور مقبرہ جنیدیہ سے پورب مولوی شاہ نعمت مجیب علیہ الرحمۃ کے پہلو میں بجانب شرق مدفون ہوئے۔

**حضرت شاہ محمد اسمٰعیل بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری**

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل قمیصی امیر محمد مظفر کے تیسرے صاحبزادے ہیں اپنے وقت کے عالم و عارف گزرے ہیں نہایت مرتاض مجاہد لنفس ذریعہ اوقات کاشتکاری تھی جس کو اپنے نظم سے نہایت احتیاط

اور تقویٰ کے ساتھ کرتے تھے آپکو بیعت حضرت مخدوم بدرالدین بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری متوفی ۱۰۰۰ھ سے تھی۔ اور آپ اُن کے خلیفہ بھی تھے، حضرت امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد میں شاہ محمد اسمٰعیل پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے تکمیل طریقت کے بعد باب رشد و ہدایت کھولا اور اپنے مکان کے صحن میں ۱۰۳۳ھ میں ایک مسجد بنوائی جو اب مسجد جنیدیہ کے نام سے مشہور ہے، اسی مسجد میں خدا کی یاد کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ آفتاب طریقت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قادری ہیں۔ آپ کی شادی "کاکو" میں حضرت سید محمد عمر کاکوی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، اُن سے مخدوم جنید ثانی ہوئے، وفات آپکی ۱۵ رمضان ۱۰۲۱ھ میں ہوئی مزار مبارک حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے چبوترہ پر ہے۔

## حضرت مخدوم شمس الدین جُنید ثانی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شمس الدین بن شاہ محمد اسمٰعیل بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری۔ تاریخ ولادت ۱۰۰۷ھ ہے۔ مادرزاد ولی تھے، بچپن ہی سے جذبۂ عشق الٰہی دل میں موجزن تھا۔ دُنیا کے کاموں میں دل نہیں لگتا اور اکثر تخلیہ پسند رہتے۔ آپکے والد ماجد شاہ محمد اسمٰعیل جعفری عارف کامل، صاحب مسند و ارشاد بھی تھے، اور بسر اوقات کے لیے کاشتکاری اور قدرے زمینداری بھی رکھتے تھے، اکثر آپ سے کاشت و کھلیان کی نگرانی کے لیے فرماتے۔ اور آپ والد کی اطاعت و بجا آوری حکم کی بنا پر اس کو انجام دیتے، مگر ذہن اپنی دُھن میں اور خیال اپنے تصور میں مستغرق رہتا تھا اسلئے مزدوروں کو چوری کا موقع مل جاتا۔ ایک دفعہ اسی طرح آپ کھیت کی نگرانی پر مامور تھے کہ استغراقی حالت پیدا ہو گئی، کھیت کاٹنے والے مزدوروں نے اس حالت سے فائدہ اُٹھایا اور غلّوں کے صدہا بوجھے چرا لیگئے، والد ماجد نے سخت تنبیہ کی، آپنے معذرت اور عفو تقصیر کرانے کے بعد عرض کیا کہ "مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیجئے۔"

والد ماجد علیہ الرحمۃ نے آپکے طبعی رجحان کا اندازہ کرتے ہوئے آپکو دوام ذکر اور پاس انفاس کی تعلیم کی اور ترک ہوا و ہوس کی نصیحت فرما کر عبادتِ خدا میں معروف رہنے کی اجازت دیدی۔ اس کے چند ماہ کے بعد والد ماجد علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی۔ ؎

پسر را چو بحق ایں تعلیم فرمود     پس از مہ جاں بحق تسلیم فرمود

ان اذکار کی برکت سے آپ کو بارگاہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم و بارگاہ مرتضویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حضوری نصیب ہوئی، باطنی تعلیم آپکی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، یہاں تک کہ قرآن مجید بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھکر تمام کیا، اس کے بعد بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ملا جمال[1] اولیا قدس سرہٗ ساکن کوڑہ جہاں آباد ضلع الہ آباد سے بیعت کی اور الباس خرقہ وخلافت جمیع سلاسل سے بہرہ یاب ہوکر ۱۰۴۶ھ میں وطن تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد میں یادِ خدا میں مصروف ہوئے

تنبیہ:- ہر چند کہ حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کے خاندان میں، اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے ہاں سلسلہ جنیدیہ جو آپکے پیر مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے واسطہ سے پہونچا ہے دونوں ہی جگہ صرف ایک ہی سلسلہ "قادریہ جمالیہ" رائج ہے اور دیگر سلاسل مثلاً چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ، نقشبندیہ، مداریہ وغیرہ کے شجرے نہیں پائے جاتے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ کو آپکے پیر حضرت جمال اولیا قدس سرہٗ نے صرف سلسلۂ قادریہ ہی کی اجازت دیکر رخصت فرمایا تھا، بلکہ اپنے تمامی سلاسل کا مجاز بنادیا، مولوی امان علی ترقی قدس سرہٗ اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ؎

پس از تلقین اُو آں مرد کامل  نمود اُو را مجاز ہر سلاسل

---

[1] حضرت ملا جمال اولیا کوڑہ جہان آباد کے عالم متبحر اور عارف خدا رسیدہ صاحب درس وتدریس بزرگ گزرے ہیں آپکے تلامذہ وخلفاء کی کثیر تعداد ہے، اور اب تک آپ کا فیض علمی وعرفانی جاری ہے۔ آپکے تلامذہ سے حضرت شیخ لیسین ساکن "جھوسی" مرید وخلیفہ وجانشین و پسر خواندہ حضرت مخدوم طیب بنارسی قدس سرہٗ بھی ہیں، حضرت شیخ لیسین قدس سرہ مسترشد شاگرد وخلیفہ حضرت دیوان محمد رشید جونپوری قدس سرہٗ کے بھی تھے۔ صاحب گنج ارشدی آپ کے تلمذ کا واقعہ کہ انھوں نے حضرت ملا جمال اولیا کڑوی قدس سرہٗ سے کبھی پڑھا تھا، خود انکے زبانی سُنکر لکھتے ہیں، گنج ارشدی قلمی ص ۲۳ چوں دراں ایام فقیر کدخدا شدہ بعد ویک سال در تفرقہ گذشتہ فرمود کہ جونپور از خانہ نزدیک است اینجا درخواندن تو تفرقہ میشود، در کڑہ برو و آنجا تحصیل باقی علوم کن بفرمودت از ملازمت ایشان رخصت شدہ راہ کڑہ گرفتم چوں شیخ پورہ رسیدم وبملازمت مخدوم زمان اُستاد جہاں، شیخ الدہر و مرشد دہر میاں شیخ جمال اولیا قدس سرہٗ العزیز مشرف شدم ایشان بسیار مہربانی فرمودہ مناقب حضرت پیر ومرشد شروع کردند فرمودند کہ امیدا ستم کہ شیخ شما عالم نیست اینجا آمدہ بود بامن مذاکرہ کرد اُو خود فاضل کامل صاحب تصرف و بزرگ است دیگر فرمود کہ مارا از مدتے درد زانو شدہ بود یا دو سہ سال نماز فرض ونفل نشستہ میگزاردم دراں سال شیخ فلاں (یعنے شیخ طیب) اینجا رسید و من بعادت قدیم نماز فرض نشستہ ابتدا کردم۔ دست مرا گرفت وگفت برخیز و فرض ایستادہ بگزار و وہم طبیعت دُور کن، چوں برخواستم ہیچ درد نماندہ بود، ازاں روز تا حال فرض ایستادہ می گزارم از دعائے وے ذٰیں، میاں جمال اولیا بزرگ وصاحب وقت بود، کرامات وے نامحصور وخوارق وے نامعدود ونامحدود است، ومناقب وے درخلائق مشہور ومذکور ہر کہ بملازمت رسید وے اورا البتہ چیزے داد، وخالی رخصت نہ فرمود، مگر باب بندہ بسیار مہربانی میکرد، در ملازمت وے ہدایہ جلد اوّل شروع نمودم وتفسیر بیضاوی آغاز سماع و دہم ماہ درخدمت وے بودم۔ انتہی۔

علاوہ ازیں اس کا تفصیلی حال کتاب "انوار الطریقہ" مثنوی ترقی، تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔

تذکرۃ الکرام کی عبارت یہ ہے :۔

"نقل است کہ شبے مخدوم را از جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم امر شد کہ در دیار مغرب
بہ نزد جمال اولیا کوڑوی حاضر شو و بر دست وے بیعت کن، عرض کرد کہ تمنائے غلام
آں ست کہ دریں باب ہم از حضور دستگیری کردہ شود" ارشاد گردید کہ چنیں است
لیکن برائے گرفتن بیعت دیگراں بیعت کردن خود و ظاہر ضرور است کہ در عالم
ظاہر ہم وسیلہ ظاہر باید، حسب الحکم بآں بزرگ رسید و عرض حال نمود آں بزرگ بیعت
گرفت و اجازت جمیع سلاسل کہ بآں مجاز بود مع اشغال و اذکار و اوراد
بمخدوم اجازت بخشید و رخصت کرد"

اِن دونوں بزرگوں کی تحریر سے یہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو پیر و مرشد قدس سرّہٗ نے
اپنے تمام سلاسل کا مجاز بنا دیا تھا۔

حضرت ملا جمال اولیا قدس سرہٗ تمام سلاسل مروجہ کے مجاز تھے اور مختلف شیوخ سے آپکو
سلاسل کی اجازت ملی تھی، جس کی تفصیل صفحات آئندہ میں بیان کی جائے گی۔

بمقتضائے حال مثنوی ترقی کے وہ تمام اشعار جو حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ کے احوال میں
لکھے گئے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں، جن سے حضرت کے بدو شعور سے زمانۂ رشد و ہدایت تک کی
زندگی پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے۔ ؎

| | |
|---|---|
| بہ پھلواری فقیرے بود کامل | نہ بستہ با کسے غیر از خدا دل |
| دلِ ویرانہ اش آباد از عشق | حقیقت آشنا و شاد از عشق |
| ز روئے اُو عیاں نورِ معانی | تو گوئی بود خود طورِ معانی |
| انیس حق کلیم ایزدِ پاک | ز خود وارستہ مست از جامِ ادراک |
| بت اندیشہ ہائے ماسوا را | شکستے در دمِ ابراہیم آسا |
| لبیا و داشتے اعجازِ مسیحا | مگر او بود دمسازِ مسیحا |
| جنید آسا چو بود از عشق مسرور | جنید ثانی اسمش گشت مشہور |

نسب چوں جعفری و زینبی داشت ۔۔۔ شرف در ذات از نسل نبی داشت

پدر بودش بہ اسمٰعیل معروف ۔۔۔ چو اسمٰعیل با حق بود مشغوف

وے از مخدوم بدرالدین کامل ۔۔۔ طریق فقر و بیعت کرد حاصل

ز خلفائے قمیص قادری بود ۔۔۔ براہ اہتدایش رہبری بود

پدر روزے بگفت از لطف کائے جاں ۔۔۔ بہ پیشم آمدہ از یک رعایاں

طلب کردہ نگہبان زراعت ۔۔۔ برو بر کشت زار و کن حفاظت

درو چوں می نماید حاصلش را ۔۔۔ بحفظ آں تو ناظر باش آنجا

بامر عالی والد کمر بست ۔۔۔ برفت و بر کنار کشت بنشست

رعایاں چوں درو کردند آغاز ۔۔۔ بدزدی باہمہ گشتند انباز

چو او واقف نبود از کار دنیا ۔۔۔ تلف کردند حاصل آں رعایا

پدر را چوں ازیں معنی خبر شد ۔۔۔ برو خوانندہ زو آزردہ تر شد

ولی بر آستانش بوسہ دادہ ۔۔۔ دو دست خویشتن بستہ ستادہ

زباں بکشاد و با صد انکساری ۔۔۔ روا ایں خشم را بر من نداری

نبودم لائق ایں کار گر من ۔۔۔ جواز امر چوں کردند بر من

بگفتا قبلہ گاہا شاد فرما ۔۔۔ مرا در راہ حق آزاد فرما

پدر گفتش اگر تو پر ز دردی ۔۔۔ دریں رہ ہاں قدم را نہ بمردی

اگر تو طالب راہ خدائی ۔۔۔ بکن از ما سوائے او جدائی

شنید ایں وعظ و شد در خاقی الحال ۔۔۔ برآمد در زماں چوں برق تمثال

بکف دیوان حافظ را گرفتہ ۔۔۔ ز آبادی رہ صحرا گرفتہ

بہ عیسے پور باغ انبہا بود ۔۔۔ کہ چوں گلزار جنت دلفزا بود

در آنجا آمدہ در گوشہ بنشست ۔۔۔ ولے از بادہائے شوق سرمست

کشودہ نسخہ خواندن کرد آغاز ۔۔۔ ز فرط شوق شد با نالہ دمساز

غزلخواں بود ہمچو عاشق زار ۔۔۔ رواں میکرد اشک از چشم خونبار

نیامد چون دو سه روزے بخانه ‌ ‌ پدر در جستجویش شد روانه
بسمت باغ گشته جلوه فرما ‌ ‌ در آنجا دید اورا ناله پیرا
در آمد پیشش و در آغوش بگرفت ‌ ‌ بمهر و شفقتش پر جوش بگرفت
چو دید از گریه‌ها و شوق بسیار ‌ ‌ بگفت از وے که اے مرد طلبگار
مگر شغلے نه دارد باب معانی ‌ ‌ گرفتی از برائے کامرانی
جوابے داد او کاے خضر راهم ‌ ‌ زمن فرما که جز تو از که خواهم
توئی چون قبلهٔ دیں کعبهٔ جاں ‌ ‌ بکن ایں درد را از لطف درماں
ز روئے مهر آں مرد حقیقت ‌ ‌ بدو آموخت زاذکار طریقت
وزاں پس گفت ترک هر هوس کن ‌ ‌ دوام ذکر و پاس ایں نفس کن
پسر را چونکه ایں تعلیم فرمود ‌ ‌ پس از همه جاں بحق تسلیم فرمود
برائے بر عادت معهود آں مرد ‌ ‌ بخانه آمده در باغ پر درد
بجائے با دل غمگیں نشسته ‌ ‌ ز مهر هر دو عالم دیده بسته
بایں آئیں نشسته بود روزے ‌ ‌ دل پر شوق با دردے و سوزے
ز استیلائے غم خوابش در آمد ‌ ‌ بگوش جانش آوازش بر آمد
که اے مغموم خاطر زود برخیز ‌ ‌ بیا در بارگاه عشرت انگیز
قدم بنهاد و با صد شوق شتاباں ‌ ‌ غمت کن دور و دل را ساز شاداں
کسے را دید با وضع حمیده ‌ ‌ همه تن بود از نور آفریده
رخش از نور عرفاں رشک خورشید ‌ ‌ دلش از عشق یزداں رشک خورشید
بجود در محفل اعلیٰ ربودش ‌ ‌ بقرب حضرت والا ربودش
دراں محفل حبیب حق تعالیٰ ‌ ‌ محمد مصطفیٰ بد جلوه فرما
نشسته بود بر تخت منور ‌ ‌ بجود تاج لعمرک داشت بر سر
بدستور خوش و آئین و آداب ‌ ‌ ستاده دست بسته آل و اصحاب
گروه اولیا بر پایهٔ خویش ‌ ‌ نظر را کرده بودند هر صفے پیش

چو شد در بارگاہے بے مثالش ۔ ز خود رفت از تماشائے جمالش
اشارہ شد علی مرتضےٰ را ۔ کہ ایں فرزند را التعلیم فرما
بحالی منزل قرب الٰہش ۔ علی مرتضےٰ شد خضر راہش
پس از ساعت کہ شد از خواب بیدار ۔ دلش بیتاب گشت و دیدہ خونبار
کمالِ فقر را چوں کرد حاصل ۔ خیال ہجرتش بگذشت در دِل
پس از چندے ز خانہ شد روانہ ۔ بقطع راہ آں مرد یگانہ
بکوڑہ بعد از طے مراحل ۔ بشد در خانقاہ شیخ کامل
جمال اللہ نامی بود درویش ۔ حقیقت آشنا و معرفت کیش
خبر کردند کز بعد مسافت ۔ رسیدہ مرد از اہلِ حقیقت
تمنائے لقایت در دلِ اوست ۔ پر از عرفان بظاہر نیز خوش خواست
چو بشنید ایں سخن مشتاق تر شد ۔ باستعجال از خانہ بدر شد
ز خلوت چونکہ در جلوت در آمد ۔ تو گوئی مہر از خاور بر آمد
ز روئے او ہویدا نور عرفاں ۔ دل او مخزن اسرار سبحاں
باستقبال پیش شیخ بشتافت ۔ شرفہائے قدمبوسیش دریافت
کشیدہ شیخ ہم او را در آغوش ۔ باں جوشش کہ خم را نیست آں جوش
ز دست بادۂ توحید یکبار ۔ ز سر مستی خود کردند گفتار
سخن راندند از صہبائے توحید ۔ ز جام و ساغر و مینائے توحید
ز رنگ بادہ و جوشش خم مے ۔ ز مستی و صدائے قلقل مے
ز حال ساقی و پیر خرابات ۔ ز رسم و راہ و تدبیر خرابات
ز نغمہ سنجی آواز مطرب ۔ ز انداز و صدائے ساز مطرب
ز شانِ جلوہائے حضرت دوست ۔ ہم از ناز و ادائے حضرت دوست
ز حسن دلفریب و خوش ادائے ۔ ز طرز شوخی و عشوہ نمائے
ز اندازِ نگہ کردند بمستاں ۔ ز آئینِ سخن بامے پرستاں

گرفتہ دست آوردش بخلوت | دلش برتافت از حسن عقیدت
با آئین خوشتش در بیعت آورد | ہر آں نعمت کہ با وے بود لبسپرد
پس از تلقین اُو آں مرد کامل | نمود اُو را مجاز ہر سلاسل
ز تسبیح و مصلآ و وظیفہ | مفوض ساختہ بر آں خلیفہ
پس از تفویض نعمائے طریقت | ز پیش خویش کردہ شیخ رخصت
وز آنجا گشتہ رخصت مرد درویش | رسیدہ بالنعم در مسکن خویش
بیاد حق بخلوتخانہ بنشست | بمردی آمد و مردانہ بنشست
جہانے کامیاب از فیض اُو شد | کہ ذرّہ آفتاب از فیض اُو شد
یک عالم دید فقر و عز و شانش | مرید از صدق شد در خاندانش
ہزاراں از مریدان و ہوا خواہ | شدند از فیض ذات او حق آگاہ
ہر آں طالب کہ شد در خانقاہش | حضوری داشت در قرب الٰہش

## شجرہ و شیوخ طریقت حضرت ملّا جمال اولیا قدس سرہٗ

طریقہ قادریہ } ملّا جمال اولیا، قاضی ضیاء الدین عرف جیا[۱] متوفی ۱۰۳۴ھ مولانا نظام الدین عرف بھکھاری، متوفی ۹۸۱ھ۔ سید ابراہیم ایرجی متوفی ۹۵۳ھ۔ شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ الانصاری الشطاری الحسینی متوفی ۹۲۱ھ، شیخ احمد الحلبی الشافعی، سید حسن، ان کو اپنے والد سید موسیٰ سے، ان کو اپنے والد سید علی سے، ان کو اپنے والد سید محی الدین ثانی سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح سے، انکو اپنے والد سید عبد الرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے، قدس اسرارہم۔ قاضی ضیاء الدین قدس سرہٗ کے تین صاحبزادے تھے، ابو الخیر، عبد المقتدر، فضل محمد۔ ملّا جمال اولیا آپکے شاگرد بھی ہیں اور مرید و خلیفہ بھی۔ "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ میں مَیں نے بعینہٖ یہی شجرہ دیکھا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ کے خاندان میں نیز حضرت سیّدنا عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ کے ہاں یہی شجرہ مروج ہے، ہرچند کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کو سلسلۂ قادریہ کی اجازت

---

[۱] بحر زخار میں سنہ وفات ۹۸۹ھ لکھا ہے۔ مصرعہ تاریخ یہ ہے:- رفت از دُنیا بدیں قطب جہاں (۹۸۹)۔ واللہ اعلم۔

دیگر طریق سے بھی پہنچی ہے۔

طریقہ چشتیہ } آپ کو دو بزرگوں سے پہنچا ہے۔ ایک آپکے والد مخدوم جہانیاں[1] قدس سرہ سے۔ دوسرے حضرت شیخ قیام الدین سے، ان کو اپنے شیخ اور والد شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ من اللہ عرف ادھن سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو سید صدر الدین راجو قتال سے ان کو اپنے بھائی مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے، قدست اسرارہم۔

پھر یہی سلسلہ حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری کو شیخ عیسیٰ تاج جونپوری سے، ان کو شیخ فتح اللہ حسینی اودھی سے، ان کو شیخ صدر الدین شہاب الدین ناگوری سے، ان کو شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے پہونچا ہے۔ اور شیخ مخدوم جہانیاں والد ملا جمال اولیا کو، اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ[2] سے، ان کو اپنے پیر شیخ بہاؤ الدین جونپوری سے، ان کو شیخ محمد عیسیٰ تاج سے، اور شاہ نظام الدین فتحپوری سے پہونچا ہے۔

طریقہ سہروردیہ } طریقہ سہروردیہ کی اجازت شیخ قیام الدین سے ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ من اللہ عرف ادھن سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو سید صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے اخ محترم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو اپنے شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو اپنے والد شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے پہونچی ہے۔ حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کو دوسری نسبت سہروردیہ شیخ الاسلام امام الدین[3] سے، ان کو اپنے برادر حقیقی شیخ یمین الدین سے ان کو اپنے عم محترم عبداللہ ملتانی سے، ان کو ابو الحسن بن محمد شیرازی سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الغنائم بن مفضل ابرہی سے، ان کو شیخ قطب الدین ابرہی سے، ان کو شیخ ضیاء الدین

---

[1] ملا جمال اولیا قدس سرہ کے والد کا خطاب مخدوم جہانیاں تھا یہ مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت نہیں ہیں، بلکہ یہ دوسرے بزرگ ہیں۔ [2] سالار بڈھ شاگرد بدھ حقانی بہاری جونپوری کے تھے۔ (بحر ذخار) [3] خزانہ جلالیہ میں لکھا ہے کہ جب مخدوم جہانیاں گاذرون پہونچے تو شیخ امام الدین نے فرمایا کہ شیخ الاسلام یمین الدین نے وصیت کی تھی کہ سید بخاری میرے پاس آرہے تھے، شیطانوں نے مشہور کردیا کہ وہ رحلت کر گئے، یہ سنکر وہ مکہ کی طرف چلے گئے ان کو میری طرف سے سلسلہ و مفراض راقی کی اجازت دینا اور میرا خرقہ ان کو پہنا کر میرا سجادہ ان کو سپرد کر دینا۔ حسب وصیت کل چیزیں حاضر ہیں۔ یہ کہکر وصیت کی تعمیل کی۔

ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے پہنچی ہے۔

طریقہ مداریہ } طریقہ مداریہ کی اجازت حضرت شیخ قیام الدین سے ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ جلال الدین بن عبد القادر سے، ان کو سید مبارک سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت قطب المدار بدیع الدین مکن پوری سے پہونچی ہے، قدست اسرارہم۔

سلسلۂ مداریہ کے علاوہ سید اجمل بہرائچی رح کے واسطہ سے ملا جمال اولیا رح کو سید جلال الدین بخاری کے کل سلاسل پہنچے ہیں، کیونکہ حضرت اجمل بہرائچی نے صدر الدین راجو قتال سے جلال الدین بخاری رح کے کل سلاسل حاصل کئے تھے۔

طریقہ عمریہ اویسی الشبنہ } ملا جمال اولیا کو اپنے والد شیخ مخدوم جہانیاں سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو شیخ بہاء الدین عرف نتھو سے، ان کو میران سید ناصر الدین سے، ان کو میران سید صفی الدین سے، انؒ کو میران سید زین الدین ابو بکر خوافی سے، ان کو شیخ شہاب الدین احمد بدایونی سے، ان کو شیخ ابو العباس سے، ان کو بواسطہ روحانیت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

طریقہ شطاریہ } ملا جمال اولیا کو اپنے والد مخدوم جہانیاں سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو اپنے پیر و مرشد شیخ بہاء الدین عرف نتھو جونپوری سے، ان کو شیخ ابراہیم رومی سے، ان کو شیخ عبد اللہ شطار بن حسام الدین عشقی سے۔

غرض ملا جمال اولیا قدس سرہ کو طریقہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، مداریہ، شطاریہ و دیگر سلاسل کی اجازت پہنچی تھی، آپ نے سب سلاسل کی اجازت حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ کو عنایت فرمائی۔

مگر جنید ثانی قدس سرہ کو بچپن سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے خاص شغف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو گھر میں قادریت ہی کا رنگ نظر آیا، آپ کے والد قادری مشرب تھے، گھر گھر غوث پاک کی دہائی تھی۔ آپ نے بیعت بھی اسی سلسلہ میں کی تھی، مشق سلوک کی ابتدا بھی اسی طریقہ سے ہوئی، اسلئے آپ کے دل میں غوث پاک کے سوا کسی کی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔

نہ چنیں کہ نیست دیگر بجہان حسن شاہے  ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے

تمام شیوخ سلسلہ کی عظمت و الفت دل میں رکھتے تھے، لیکن غوث پاک سے غیر معمولی والہیت تھی، اسی وجہ سے آپ نے کسی دوسرے سلسلہ کے اجرا کی طرف اجازت کے باوجود توجہ نہ فرمائی۔

آپ کا طبعی میلان سماع کی طرف بھی نہ تھا، کبھی سماع نہیں سنتے تھے۔ سال میں آپ کے ہاں فاتحہ دوازدہم و یازدہم و بست وپنجم رمضان شریف کی تقریبات ہوتی تھیں، اس میں صرف قرآن خوانی وطعام داری ہوتی تھی، کبھی محفل سماع منعقد نہ کی گئی، آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشیں علیہ الرحمۃ نے آپ کا سالانہ عرس قائم کیا اس میں بھی محفل سماع منعقد نہ کی، یہ سب غلبۂ قادریت کی وجہ سے تھا۔ نہ یہ کہ آپ دوسرے سلسلہ میں بیعت لینے کے مجاز نہ تھے، آج بھی جن بزرگوں کو آپ کا سلسلہ پہنچا ہے۔ آپکے واسطے سے جملہ طرق میں طالبین کی بیعت لے سکتے ہیں۔

مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ نے ۱۹ رجمادی الثانی ۱۰۷۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنی مسجد و خانقاہ سے پورب اپنی مملوکہ خاص زمین میں مدفون ہوئے۔ اب یہ "مقبرہ جنیدیہ" سے مشہور ہے، کاتب الحروف نے تاریخ وفات کہی ہے:۔

| | |
|---|---|
| شمس دین حق و ملت ہادی راہ الیقیں | قبلۂ ارباب معنیٰ کعبۂ اہل ولا |
| بر زبان خلق مشہور از جنید ثانی است | ہیں عیاں در ذات او شان جنید باصفا |
| قادری از طریقت زینبی اندر نسب | پور اسمٰعیل عارف بن مظفر بن علا |
| داشت در دست ارادت دامن شیخ کبیر | قطب دہر و عارف کامل جمال اولیا |
| فائز از روح نبی از ابتدائے حال بود | ہم ز روح شاہ مردان علی مرتضیٰ |
| جامع جملہ سلاسل قائد اندر ہر طریق | قادریہ چشتیہ باشد که مشہور در دیا |
| بعد تکمیل طریقت خرقہ ہم از شیخ یافت | تا نماید خلق را راہ حق و راہ ہدا |
| پس بنائے خانقاہ و مسجدے اندر وطن | در ہزار و ہشت و چہل بنہاد از بہر خدا |
| مدتے بر مسند تلقین با اخلاص ماند | عالمے زد گشت فائز تا بجائے اولیا |
| زاں یکے برہان دین شبلی عہد خویش بود | واں دگر پورش امین سر کنز مخفیا |
| چوں حجاب چہرۂ جانش غبار جسم بود | اِنَّهُ لِلطَّالِبِ كَانَ حِجَابًا حَاجِزًا |
| تا کند سیر جمال حسن مطلق بے حجاب | کرد پاک از چہرۂ جان ایں غبار جسم را |

گرچہ فانی شد ولیکن ذات او را بالیقیں     گشت حاصل زیں فنا ایش رتبۂ عین بقا

نوزدہ بود از جمادی الآخرہ در شوق وصل     روح پاکش از حضیض خاک شد سوئے علا

گفت از روئے ارادت نیرؔ من سال وصل

قطب دوران و جنید ثانی ماہ ہدیٰ

مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کی شادی بی بی سلطانی ساکنہ کاکو" ضلع گیا سے ہوئی تھی۔ بی بی بی بی سلطانی حضرت عمر کاکوی کی اولاد سے تھیں، ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے حضرت شاہ محمد امین اسرار الرحمٰن قدس سرہٗ ہوئے۔

مقبرہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ۔ شیخ محلہ (یا محلہ چک) سے پچھم محلہ ملکیانہ شروع ہو جاتا ہے، یہاں امیر عطاء اللہ کی اولاد میں سے اکثر اکابر کے مکانات اور خانقاہیں ہیں۔ حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کا مکان اور ان کی خانقاہ بھی اسی محلہ میں ہے جس سے دکھن سڑک ہے اور سڑک کے دکھن حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کا مقبرہ ہے۔ اسی میں حضرت شاہ آیت اللہ اور انکی اولاد اور مولوی امان علی وغیرہ کی

مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ۔ مقبرہ شاہ آیت اللہ سے اُتر جو سڑک خانقاہ حضرت پیر مجیب کو چلی گئی ہے اس سے اُتر شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے سابق مکان سے پچھم حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ کا مقبرہ ہے۔

## حضرت شاہ محمد امین اسرار الرحمٰن قدس سرہٗ

ولادت ۱۰۳۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے، آپ بڑے عالم اور عارف کامل صاحب تصرفات و کرامات تھے، سلوک طریقت کے زمانہ میں بڑے بڑے ریاضات و مجاہدات کئے اور مدارج ولایت پر فائز ہوئے، صدہا آپکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، ازالۂ امراض میں اللہ تعالیٰ نے آپکو تصرف تامہ کی طاقت عطا فرمائی تھی، آپ تیس سال تک مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔

۲۸ر شعبان ۱۱۰۲ھ میں رحلت فرمائی، اور اپنے والد کے پہلو میں پورب جانب مدفون ہوئے۔

آپکی شادی بی بی رحمانی بنت مولوی عبدالغفور بن مولوی ابوالفضل بن امیر فرید بن امیر محمد حسین جعفری پھلواری سے ہوئی تھی ان سے تین صاحبزادے شاہ محمد لاولد، مولانا شاہ محمد امان اللہ، شاہ محمد حسین ہوئے، اور تین بیٹیاں بی بی سبحانی، بی بی جہانی، بی بی منوزوجہ ملا فصیح الدین تھیں۔

## حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قدس سرہٗ

ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی، آپ بڑے عالم و عارف تھے، کتب درسیہ اپنے والد و دیگر اساتذۂ پھلواری سے تمام کیں، نہایت جید عالم تھے اور بہت ہی وسیع النظر، آپکی تصنیفات میں "شرح وقایہ" پر ایک حاشیہ ہے، اپنے والد کے بعد جانشیں ہوئے، طلبا کو درس دیتے اور طالبین حق کو خدا کی راہ دکھاتے، آپکی خانقاہ میں طالبین علوم ظاہری و باطنی کا ہجوم رہتا تھا۔ ۲۳ر جمادی الاخری ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی، مقبرہ جنیدیہ میں اپنے والد کے بائیں طرف

موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری جو اب عیسیٰ پور کی اراضی میں شامل ہے، حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کی خاص ملکیت میں تھا وہ تقسیم ہو کر حضرت امیر عطاء اللہ کی تمام اولاد کو پہنچا تھا، بقدر حصہ رسدی آپ کے خاندان کو بھی ملا تھا، اسی موضع میں کچھ مزید حصہ جس کی جمع سالانہ مبلغ چونتیس روپیہ تھی، بزمانہ

فرخ سیر ۲۹ رصفر ۱۱۲۵ھ میں آپ کے اہل وعیال اور واردین وصادرین خانقاہ کے خرچ کے لئے مدد معاش میں ملا تھا جس کا پتہ مابعد کے ایک وثیقہ سے چلتا ہے۔

شرح آنکہ عمال حال واستقبال وچودھریاں وقانون گویاں پرگنہ پھلواری مضافات صوبہ بہار محال جاگیر سرکار بدانند، چوں بظہور پیوست کہ موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری مذکور بجمع مقرری استمراری مبلغ سی وچہار روپیہ سکہ بنام فضیلت پناہ شاہ امان اللہ متوکل گوشہ نشیں مقرر بود، بعد ازاں نظر بر استحقاق مشارالیہ حکام وجاگیرداران سابق جمع مذکور وجہ خرچ متعلقان وخانقاہ وارد وصادر مومی الیہ با فرزندان دیدہ ودانستہ معاف ومرفوع القلم نمودہ، لہٰذا دریں ولا بدستور سابق بحال وبرقرار داشتہ شد، باید کہ موضع مذکور را حسب الضمن مطابق معمول بتصرف شیخ مذکور واگزارند، وبعلت خراج وچھٹیاون وغیرہ ابواب ہیچ وجہ مانع ومزاحم نہ شوند، کہ بفراغ خاطر سال بسال از محاصل آں صرف مایحتاج با فرزندان نمودہ بدعاگوئے دوام دولت ابد اشتغال داشتہ باشد، دریں باب تاکید اکید دانند،

اور پشت پروانہ پر یہ عبارت لکھی ہے :۔

موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری بجمع مقرری استمراری مبلغ سی وچہار روپیہ سکہ بنام فضیلت پناہ شیخ امان اللہ مقرر بود، دریں ولا نیز در وجہ خرچ متعلقان وخانقاہ وارد وصادر مومی الیہ با فرزندان بدستور بحال وبرقرار داشتہ باشار باید کہ موضع مذکور را مطابق معمول نیز در خرچ متعلقان شیخ مذکور واگزارند۔

(مہر: باللہ المستعان — المعتصم — خادم الشرع قاضی — زاہد محمد خاں)

مگر اس جائداد سے آپکے دوسرے بھائی شاہ محمد حسین قدس سرہٗ کی اولاد متمتع ہوئی، شاہ امان اللہ قدس سرہٗ کی اولاد میں سے کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔

آپ کی شادی بی بی واقفیہ بنت سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین قادری المجہری سے

ہوئی تھی، شاہ حبیب اللہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے،

بی بی واقفیہ کے بطن سے تین صاحبزادے حضرت شاہ محمد مخدوم، ملا وجیہ الحق محدث، شاہ محمد فرید(؟)
ہوئے اور دو صاحبزادیاں بی بی مدینہ اور بی بی مریم تھیں، بی بی مدینہ کی شادی مولوی محمد عظیم بن عبدالماجد
بن مولوی عبدالغفور جعفری پھلواروی سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے مولوی ولی اللہ ہوئے جو مفقود الخبر ہو گئے
اور بی بی مدینہ کو ایک بیٹی بی بی سعیدہ ہوئیں جو شاہ غلام محمد درویش منیری سے منسوب تھیں، مولوی ولی اللہ کی تصنیف سے ایک کتاب تذکرۃ المذاہب ہے
جو خدا بخش خاں کے کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہے اور شاہ امان اللہ قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی بی بی مریم شاہ
محمد زاہد بن عبدالماجد بن عبدالغفور سے منسوب تھیں، مگر نسل نہ بڑھ سکی۔

شاہ محمد حسین بن شاہ محمد امین قدس سرہما بڑے عالم و عارف اور درویش کامل تھے، بیعت
اجازت و خلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، آپکی شادی مولوی غلام شرف بن مولوی عبدالغفور
کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹی بی بی صالحہ زوجہ ملا محمد معین بن قاضی حیات مزید، اور ایک
بیٹے مولوی غلام قادر تھے، یہ بزرگ بھی عالم تھے اور بہت خوشخط تھے، میں نے ان کے دست خاص کی
لکھی ہوئی "معلومات ولیہ" دیکھی ہے، ان کے بیٹے مولوی غلام غوث تھے، ان کی بیٹی مولوی نثار علی بن مولانا
عبدالغنی سے منسوب تھیں،

حضرت مولانا شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ جعفری قدس سرہ آپکی ولادت
۱۰۹۲ھ میں ہوئی، ابتدائی درسیات ملا فصیح الدین جعفری سے پڑھیں، مگر اس زمانہ میں حضرت مولانا
سید وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے علم کا شہرہ تھا، آپ اور حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ
قدس سرہٗ دونوں مقدس بزرگ ہمسفر ہوئے، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرصہ تک بنارس
میں مقیم رہکر بالاستیعاب درسیات تمام کیں اور شاہ محمد مخدوم حضرت مولانا قدس سرہ کے دست حق پرست
پر بیعت کر کے اکتساب طریقہ درودیہ میں مشغول ہوئے، اور مرتبہ حضوری بارگاہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر فائز ہوکر اجازت و خلافت سے شرف اندوز ہوئے اور وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔

آبائی طریقہ کی اجازت اپنے والد سے حاصل کی، آپ کامل و مکمل و صاحب رشد و ہدایت
ہونے کے ساتھ بھی پیری مریدی کے تعلقات میں مشغول ہونا پسند نہ فرماتے تھے اور اپنے تمام اوقات
کو خالصًا یادِ خدا کے لئے فارغ رکھنا چاہتے تھے، اسی لئے لوگوں کی بیعت نہیں لیتے تھے، جب کبھی کوئی

ارادتمند حاضر ہوتا تو اس کو حضرت تاج العارفین سے بیعت حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے، ہاں بدرجۂ مجبوری اگر طالب کا اصرار ہوتا تو بیعت قبول کر لیتے۔ اپنے لئے سجادگی بھی پسند نہ تھی۔ چنانچہ جب آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر آخر ہوئی اور مرض موت میں مبتلا ہوئے، حالت یاس افزا ہونے لگی، تو آپکو اندیشہ ہوا، کہ وفات کے بعد سجادگی کے لئے لوگ مجبور کریں گے، اسلئے بذریعہ بی بی ولیہ (جو آپکی اہلیہ تھیں) بارگاہ غوثیہ سے استفسار کرایا کہ سجادگی کیلئے کس کو حکم فرماتے ہیں، بارگاہ سے جواب ملا کہ ان کے سوا سجادگی کے لائق کون ہے۔ سجادہ نشین ہونا پڑے گا، چنانچہ اس واقعہ کو بذریعہ خط حضرت مولانا سولنا قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ وہاں سے بھی یہی حکم ہوا، ناچار انتقال کے بعد بروز چہارم آپ نے خرقہ پہنا اور "سجادہ جنیدیہ" پر متمکن ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اپنے برادر زادہ مولانا شاہ وحید الحق بن مولانا وجیہ الحق قدس سرہٗ کو جانشین کر کے مسجد و مدرسہ و خانقاہ کی تولیت سپرد کر دی اور خود علیحدہ خانقاہ بنا کر اجرائے سلسلہ قادریہ وارثیہ میں مشغول ہوئے۔

آپکی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی ولیہ بنت سید شاہ عزیز الدین بن سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین امجھری قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے صرف ایک صاحبزادہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ ہوئے۔

دوسری شادی بی بی نجیبہ بنت شاہ پیر محمد[1] قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادیاں تھیں ایک شاہ محمد منعم بن قاضی حیات مزید کی محل اولی لاولد، دوسری حضرت شاہ احمد عبد الحی قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، ان کے صاحبزادے حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح قدس سرہٗ تھے، اور چند صاحبزادہ بھی تھے جن کی اولاد اب نہیں ہے۔ ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

بی بی ولیہ اہلیہ شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ } حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھیں، وطن امجھر ضلع گیا تھا اور حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے حقیقی ماموں کی بیٹی تھیں۔

---

[1] حضرت شاہ پیر محمد چشتی ساکن گھسترہ دانا پور متصل پھلواری شریف، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے، اور آپکی جدہ صحیحہ اور آپکی اہلیہ حضرت مخدوم جلال الدین قدس سرہٗ کی اولاد سے تھیں۔

آپ صاحب خانقاہ تھے، خرچ خانقاہ کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے موازی چار سو بیگھہ اراضی لاخراج ملی تھی جس کو شیخ محمد عبد الرحیم امین شاہی نے ضبط کر لیا تھا، ان کی اولاد نے ضبطی کے متعلق استغاثہ پیش کیا۔ بادشاہ وقت کی طرف سے تحقیقات کے بعد وہ اراضی واپس کر دی گئی۔

یہ عفیفہ صالحہ عجب طرفہ کرامت بی بی تھیں، انہوں نے کچھ پڑھا لکھا نہ تھا، مگر بچپن سے عابدہ زاہدہ تھیں، حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ارواح طیبہ کی توجہ نے اتنی صلاحیت پیدا کر دی تھی کہ بے تکلف ادق سے ادق مسائل کا صحیح جواب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ غوثیہ سے دریافت کر کے بتلا دیتی تھیں، حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ آپکے ذریعہ سے مسائل کی تحقیق بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ غوثیہ سے کراتے تھے، اور آپ جواب معلوم کر کے بتاتیں، رحمہا اللہ، بیعت آپ کو حضرت مولانا رسولنما بناری قدس سرہٗ سے تھی۔

۱۹ رجمادی الاولیٰ ۱۱۴۹ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ جنیدیہ میں مدفون ہوئیں، آپ کے بطن سے ایک صاحبزادہ شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہ ہوئے۔

**حضرت شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہٗ** } ۱۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے، اور یکم رجب ۱۲۱۰ھ میں رحلت فرمائی۔ کتب درسیہ اپنے عم محترم ملا وجیہ الحق محدث قدس سرہٗ سے پڑھیں، نیز کچھ درسیات اور فن عروض میں ملا جمال الدین بہجت کے شاگرد تھے اور وہ ملا کمال الدین سہالوی کے اور وہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے، اور ملا جمال الدین بہجت شاعری میں شیخ ناصر علی سرہندی کے شاگرد تھے۔ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ نے اُردو شاعری میں بذریعہ مکاتبہ خواجہ میر درد دہلوی قدس سرہٗ سے استفاضہ کیا تھا۔ تخلص بھی تین تھا۔ فارسی میں شورش اور اُردو میں جوہری اور مراثی میں مذاقی تخلص کرتے تھے۔

بیعت اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے تھی، والد کی وفات کے بعد جانشین ہوئے، آپ کی پہلی شادی بی بی رابعہ بصریہ بنت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی۔ ان سے صرف تین صاحبزادیاں تھیں۔ اور کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ بڑی صاحبزادی ولی اللہ بن عطاء اللہ ساکن ڈینانواں سے منسوب تھیں، دوسری صاحبزادی محمد منعم بن قاضی حیات مرید جعفری سے اور تیسری میر سید عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف کالن شہبازپوری سے منسوب تھیں، دوسری شادی سے آپکے ایک بیٹے شاہ غلام شبلی علیہ الرحمۃ تھے، جو آپکے بعد جانشیں ہوئے۔

شاہ غلام شبلی بڑے مرتبہ کے درویش تھے، درسیات مفتی غلام مخدوم ثروت سے پڑھیں تھیں، بیعت و اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے تھی۔ تاریخ ولادت ۱۱۶۹ھ اور وفات ۸ رصفر ۱۲۴۲ھ ہے۔ آپکے بعد آپکے بیٹے شاہ محمد حسین علیہ الرحمۃ جانشیں ہوئے جو اپنے والد کے مُرید وخلیفہ تھے، تاریخ ولادت

۱۲۱۷ھ اور وفات ۱۲ر ذیقعدہ ۱۲۹۸ھ ہے۔ شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ آپکے بعد آپکے بڑے صاحبزادہ شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمۃ جانشیں ہوئے، اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ مندرس ہوگیا، مگر حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی اولاد اور ان کی جزییت رکھنے والے اس قصبہ میں موجود ہیں۔

حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے خلفاء میں ایک بزرگ سید شاہ وارث علی کاکوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، انھوں نے اپنے پوتے حکیم سید شاہ امیر اکبر علیہ الرحمۃ کو جو آپکے مُرید بھی تھے، اس سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ آپنے اپنے صاحبزادہ حکیم سید شاہ زہیر حسن[1] ہلسوی علیہ الرحمۃ کو اس سلسلہ کی اجازت عطا کی، آپ سے میرے عزیزان نور چشم عماد الدین و نور چشم مولوی حکیم سید محمد یوسف رضوی، و نور چشم مولوی حافظ شہاب الدین عرف "اکلو" علی نگری سلمہم اللہ تعالےٰ نے بقاءِ سلسلہ کے خیال سے اس سلسلہ کی اجازت لی ہے۔

## حضرت ملا محمد وجیہ الحق محدث قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۱۰۰ھ ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ سے پڑھا کرتے تھے، اسی اثناء میں ایک مہلک عارضہ میں مبتلا ہوگئے، اللہ نے فضل فرمایا، معالجہ مناسبہ اور حضرت شاہ محمد مخدوم اور حضرت تاج العارفین قدس سرہما کی دعاء سے ایک مدت کے بعد صحت و شفا حاصل ہوئی۔ ہنگام علالت ہی میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی، صحت کے بعد دُنیا سے دل سیر ہوچکا تھا، بقیہ عمر یاد خدا میں بسر کرنی چاہی، اپنے بڑے بھائی شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کی خدمت میں رجوع کی نیت سے حاضر ہوئے، حضرت مخدوم نے فرمایا جب تک علم ظاہر حاصل نہ کرلو طریقت کی تعلیم نہ دوں گا۔ حضرت ملا محمد عتیق[2] محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بقیہ کتب درسیہ

---

[1] حکیم سید شاہ زہیر حسن علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ اور تاریخ وفات ۱۰ر شعبان ۱۳۶۲ھ، آپ اپنے ناناحضرت شاہ عطا حسین داناپوری قدس سرہٗ کے مُرید تھے، مگر باطنی تعلیم کی تکمیل ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ہوئی، حضرت نے تمام سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے خلفاء میں آپکی ذات ازبس مغتنم تھی۔ آپ پر خاص نظر عنایت تھی اللہ تعالیٰ آپکے مدارج بڑھائے اور روح پاک پر انوار و برکات کی بارش فرمائے، سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ کی اجازت اپنے خال محترم شاہ محمد اکبر داناپوری قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔

[2] ملا محمد عتیق محدث بہاری بن ملا عبدالسمیع، اپنے عم محترم ملا عبدالمقتدر کے شاگرد تھے اور وہ اپنے والد ملا عبدالنبی کے، اور ملا عبدالنبی کو دو بزرگوں سے تلمذ تھا۔ ملا نورالحق محدث دہلوی اور ملا جمال الدین محدث سے اور یہ دونوں بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ نیز ملا عبدالنبی نے سند حدیث مولانا عبدالرزاق سے حاصل کی اور مولانا یاسین گجراتی محدث کے شاگرد تھے۔ ملا یاسین گجراتی نے عرب میں علم حدیث حاصل کیا، اور ایک عرصہ تک گجرات میں آپکا فیض پھیلا پھر بنگال کی طرف آئے اثناء راہ میں اہل بہار نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا پھر بنگال تشریف لیگئے۔

حدیث وتفسیر وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اکتساب سلوک میں مشغول ہوئے اور عرصۂ قلیل میں کسب و ریاضت سے طریقت کے مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ۱۱۳۰ھ حضرت مخدوم نے خرقہ خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت آپ نے حضرت محمد قائم قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ آپ کا شجرہ نقشبندیہ مجددیہ یہ ہے:۔

"ملا وجیہہ الحق، حضرت محمد قائم، حضرت آخوند کریم داد، شیخ سلطان (ساکن بلیا لکھمنیا، ضلع مونگیر) سید آدم بنوری، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، خواجہ باقی باللہ دہلوی رضوان اللہ علیہم"

آپ کی تصنیفات سے کتاب "نزلۃ السالکین" آداب تصوف میں بہترین تصنیف ہے، اس کے دیباچہ میں آپ نے اپنا مختصر حال بھی تحریر فرمایا ہے، جس سے اقتباس کرکے میں نے یہاں پر لکھا ہے، دوسری تصنیف "شمائل ترمذی" ہے جو فرخ سیر کے عہد میں لکھی گئی، تیسری "تفسیر قرآن" یہ تفسیر حامل المتن تفسیر جلالین کے طرز پر ہے۔

آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی دو چیزیں یادگار ہیں، ایک قرآن مجید جس کے حاشیہ پر تفسیر ہے۔ اور شمائل ترمذی"

تلامذہ :- آپ کے صاحبزادہ ملا وحید الحق ابدال، مفتی غلام مخدوم، (ان دونوں نے صرف ابتدائی کتابیں پڑھیں) حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ۔

قاضی حیات عزیز کی صاحبزادی سے شادی ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ ملا وحید الحق ابدال قدس سرہ تھے۔

بستم ماہ رمضان ۱۱۵۰ھ میں رحلت فرمائی اور "مقبرہ جنیدیہ" میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

## حضرت ملا محمد وحید الحق ابدال قدس سرہٗ

۱۱۲۴ھ میں پیدا ہوئے اوائل کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں بقیہ کتب درسیہ اپنے خال محترم ملا محمد مبین سے تمام کیں اور اسی مدرسہ جنیدیہ میں مسند درس پر بیٹھے۔ سند حدیث اپنے والد ملا محمد وجیہہ الحق محدث سے حاصل کی۔ آپکے عم محترم شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ نے اپنی حیات میں جمیع سلاسل جنیدیہ وقادریہ وارثیہ کی اجازت دیکر سجادہ جنیدیہ پر جانشین کردیا تھا اور مسجد ومدرسہ وخانقاہ کی تولیت تفویض کردی تھی۔

۱۱۴۵ھ میں تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے بیعت کے بعد اکتساب سلوک طریقت میں مشغول ہوئے۔ تاج العارفین قدس سرہٗ نے ۱۱۴۷ھ میں تکمیل سلوک طریقہ وارثیہ وقلندریہ کے بعد اجازت وخلافت جمیع سلاسل اور الباس خرقہ سے ممتاز ومفتخر فرمایا۔

اسلئے آپ حضرت مخدوم اور حضرت تاج العارفین قدس سرہما دونوں ہی بزرگوں کے جمیع سلاسل کے مجاز ہیں۔ آپ کے چشمۂ علم سے صدہا تشنگانِ وادیٔ علم سیراب ہوئے، مشہور تلامذہ یہ ہیں:۔ حضرت شیخ الفاضلین شاہ محمد نعمت اللہ، حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں، حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی، حضرت شاہ حبیب اللہ بن شاہ جار اللہ، حضرت مولانا عبد المغنی، مولوی عبد العلی و مولوی اسد علی ابنائے ملا محمد یسین، مولانا عبد القادر سوکھری باسطی علاقہ الہ آباد، مولانا احمدی، مولانا علی اکبر صاحبزادگان مولانا وحید الحق ابدال قدس اللہ اسرارہم۔

خلفاو مجازین :۔ مولانا احمدی، مولانا علی اکبر، و مولانا شاہ محمد ظہور الحق بن مولانا شاہ نور الحق قدست اسرارہم۔

تصنیفات :۔ نعمت شمائل شرح مأتہ عامل، زاد الآخرہ، قرۃ عین العاشقین فی حلیۃ سید المرسلین تحقیق الایمان، شرح کلمہ طیبہ بزبان فارسی و عربی، فوائد احمدی، ذکر الصلوٰۃ۔

آپ کی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے مولانا احمدی و مولوی علی اکبر قدس سرہما تھے، اور ایک صاحبزادی بی بی سعیدہ زوجۂ اولی حضرت شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ۔ ۳ صفر ۱۱۶۲ھ میں رحلت فرمائی اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار تاج العارفین کے گنبد کے قریب ایک مولسری کے درخت کے نیچے ہے، آپ کے پہلو میں حضرت شاہ محمد احسن داماد و خلیفہ تاج العارفین مدفون ہیں اور ان کے پہلو میں بجانب مغرب حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو گھگھٹوی مدفون ہیں۔

## حضرت سید العلماء مولانا احمدی قدس سرہٗ

۲ صفر ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ درسیات تمام و کمال اپنے والد سے پڑھیں، بہت ذہین و فطین تھے، ۱۶ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور کامل سات سال مدرسہ مجیبیہ میں اپنے والد کے روبرو درس دیتے رہے۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ جس زمانہ میں بوہار علاقہ ہگلی میں مدرس تھے، بہنگام سفر میں ایک مرتبہ خانقاہ مجیبیہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ نشست ملا وحید الحق قدس سرہٗ کے پاس تھی، اسی اثنا میں مولانا احمدی قدس سرہٗ "فرائض شریفی" لئے ہوئے سبق کے لئے حاضر ہوئے، عبارت پڑھی اور مطلب بھی خود ہی بیان کیا، بیان حسب خواہ تھا، مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ آپکی جودت طبع اور ذکاوت فہم سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اس بچہ کو میرے ساتھ کر دیجئے، میں اس کو تعلیم دوں گا، مگر بُعدِ مسافت کی وجہ سے ملا وحید الحق قدس سرہٗ نے مفارقت گوارا نہ فرمائی۔

بیعت اجازت وخلافت اپنے والد سے تھی، مگر سلوک کی تکمیل شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ہوئی،
تکمیل سلوک کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی اجازت وخلافت اور الباس خرقہ سے ممتاز ومفتخر
فرمایا، والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جانشین کیے گئے، آپکی تصنیفات سے تفسیر بسم اللہ، رسالہ
ما اہل بہ لغیر اللہ، رسالہ حاشیہ امور عامہ بر شرح مواقف امور عامہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، رسالہ
مناسخہ، حاشیہ تحریر اقلیدس، مجموعہ فتاویٰ۔

مسجد و مدرسہ جانبدیہ کے گرد و نواح میں کچھ افتادہ اراضی تھی۔ اس کو مسطح کروا کر
اس میں چند حجرے بنوائے، تاکہ طلبہ بفراغت ان حجروں میں قیام کر سکیں، جو طلبہ تعلیم کے لئے آتے انکے
طعام و قیام کے آپ خود کفیل ہوتے تھے۔

۱۲۰۸ھ میں ضلع شاہ آباد، گورکھپور، سارن کے مفتی عدالت مقرر ہوئے، آپکے ہنگام سفر میں
بھی طلبہ ساتھ رہتے اور آپ ان کی کفالت فرماتے، الغرض درس و تدریس کا سلسلہ ہر حال میں قائم رہا،
۱۲۳۷ھ میں مسجد و مدرسہ کی کہنہ عمارت منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرائی۔

**تلامذہ:** تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، چند فارغ التحصیل اور اہم افراد یہ ہیں۔ اہل قرابت میں،
آپکے صاحبزادگان مولانا ہادی قدس سرہٗ جن کی وسیع البیانی وعنوان تفہیم قابل قدر تھی، اور منجھلے
صاحبزادے مولانا الحاج احمد علی ابراہیم و مولوی محمد مہدی علیہ الرحمۃ اور حضرت شیخ العالمین کے ساتوں
صاحبزادگان حضرت شاہ محمد ابوالحسن فرد، مولانا شاہ ابوتراب آشنا، مولانا محمد امام جنوں، مولانا ابوالحیوۃ عجز،
مولانا محمد قادری، مولانا علی سجاد تقی، مولانا محمد حسین قدست اسرارہم۔ یہ تمام حضرات مولانا احمدی قدس سرہٗ
کے علمی خزانہ کے حامل تھے اور انہی بزرگوں کے ذریعہ سے آپ کا علمی فیض تمام اطراف صوبہ بہار میں پھیلا۔
ان کے علاوہ قاضی غلام حق نواسہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ مولانا ابوالفضل مولانا ابوالقاسم
پسران حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہم، مولوی محمود اسمٰعیل برادر علاتی مولوی قطب الدین
مولوی بدیع الزماں پھلواروی۔

غیر اہل قرابت میں مولوی مفتی انور علی یاس آروی، مولوی قدرت اللہ آروی، مفتی محمدی عظیم آبادی،
مفتی غلام قادر ساکن رہاوئی و مولوی مصطفےٰ بن مفتی غلام مخدوم علیہ الرحمۃ، شاہ ولی احمد آروی، مولوی بہاالدین
مولوی وارث علی آروی۔

تاریخ وفات:- یکم شعبان ۱۲۵۱ھ مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی، مسماۃ بی بی رحمت النسا بنت شاہ سعد اللہ بن شاہ حمید الدین فریدیؒ سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے مولانا محمد ہادی و مولوی حاجی احمد ابراہیم، اور تین صاحبزادیاں بی بی فضیلۃ النسا، زوجہ مولوی محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ، بی بی نظیرہ زوجہ مولوی شاہ ابو الحیوٰۃ بن شیخ العالمین، بی بی امیرا زوجہ قاضی علی اشرف بن مولوی شاہ علی اکبر علیہ الرحمۃ۔ وجود میں آئیں۔

دوسری شادی بی بی لطیفہ بنت سید جان علی ساکن کرٹا ہٹوہ، ضلع گیا سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی مہدی اور ایک صاحبزادی بی بی آل فاطمہ اہلیہ ثانیہ مولوی شاہ محمد قادری وجود میں آئیں۔

تیسری شادی بی بی رفیعہ بنت شاہ امان علی ترقی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی محمد عارف اور دو صاحبزادیاں بی بی نہال فاطمہ زوجہ مولوی سید رضی الدین احمد رضوی بن مولوی احمد یعقوب رضوی اور بی بی جمال فاطمہ زوجہ قاضی مظفر حسین بن قاضی ابراہیم حسین عیسیٰ پور۔

## حضرت مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ

ولادت ۷ر شوال ۱۱۹۹ھ میں ہوئی۔ سید العلما کے بڑے صاحبزادہ وخلیفہ وجانشین ہیں۔ بڑے عالم متبحر وعارف کامل تھے، ظاہری باطنی تعلیم، بیعت واجازت وخلافت کل اپنے والد سے تھی، والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جانشین ہوئے شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی اجازت وخلافت اور الباس خرقہ سے سرفراز فرمایا۔ بڑے وسیع البیان مقرر تھے۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ فصوص الحکم، حاشیہ تہذیب، شرح مطول بحث ما نا قلت، حاشیہ خلاصۃ الحساب، ترجمہ منظوم قصیدہ بردہ، حاشیہ مناظرہ رشیدیہ، رسالہ طہر متخلل۔ تاریخ وفات ۱۵ر شوال ۱۲۷۰ھ مقبرہ مجیبیہ میں اپنے والد کے پہلو میں پورب جانب مدفون ہیں۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی شرف النسا، بنت شیخ العالمین سے ہوئی، ان سے چار صاحبزادے مولوی شاہ محمد فضل اللہ، مولوی شاہ محمد شرف الدین، مولوی شاہ محمدی، مولوی شاہ محمد امین ہوئے۔

دوسری شادی بی بی شمس النسا، بنت میر واصل علی ساکن ردہائی ضلع گیا سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے مولوی فضل احمدی، اور ایک بیٹی بی بی وصیت النسا، زوجہ شاہ ابو الحسن فردوسی ہوئیں۔

**مولوی فضل احمدی بن مولانا ہادی قدس سرہٗ:-** ۱۷ر جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ر ماہ ربیع الاول ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آرہ محلہ ولی گنج میں مدفون ہیں۔

---

ــلــہ اس خاندان کا مستقل ذکر اس کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتابیں مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت و اجازت و خلافت کل اپنے والد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، یہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، والد کے وصال کے بعد آپ کے دونوں بڑے بھائیوں نے آپ ہی کو جانشین کیا، آپ کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے وفات کے بعد بڑے بھائی مولوی شاہ فضل اللہ قدس سرہ جانشین ہوئے۔

## مولانا شاہ فضل اللہ بن مولانا ہادی قدس سرہ

تاریخ ولادت ۱۱ر ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ ہجری اور تاریخ وفات ۵ر محرم ۱۲۹۶ھ مظفرپور میں بی بی نوازن کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ درسیات اپنے والد مولانا ہادی اور اپنے خال محترم مولانا محمد حسین قدس سرہما سے پڑھیں۔ شب دوازدہم ربیع الاوّل ۱۲۵۲ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہ سے مرید ہوئے، مگر تعلیم طریقت اپنے والد اور اپنے خال محترم مولانا علی سجاد قدس سرہ سے پائی اور ان دونوں بزرگوں نے جمیع سلاسل مجیبیہ جنیدیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے چھوٹے بھائی مولوی فضل احمد علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد اپنے آبائی سجادہ پر جانشین کئے گئے مگر آپ کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے سجادہ جنیدیہ کی بقا و اجرائے سلسلہ کے خیال سے حضرت نصر قدس سرہ کے مشورہ سے آپ نے اپنے منجھلے بھائی مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کو بتاریخ شب ۲۱ر ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں بعد نماز عشاء حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قل و فاتحہ کے بعد الباس خرقہ کرکے سجادہ جنیدیہ پر جانشین کر دیا۔

مگر عجب اتفاق کہ حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ نے بھی بتاریخ ۳ر ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور سجادہ جنیدیہ کی ذمہ داری کچھ دنوں کے لیے اور بھی آپ کو لینا پڑی۔

آپ کی شادی بنارس میں میاں میر الدین مرحوم کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی تھی، آپکی جو نسبت رکھنے والے مظفرپور میں اب تک موجود ہیں۔

## حضرت مولانا الحاج شاہ محمد شرف الدین قدس سرہ

تاریخ ولادت یکم رجب ۱۲۳۵ھ اپنے خال محترم مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہ سے درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۲۵۳ھ میں اپنے بڑے ماموں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہ سے بیعت کی، تعلیم و تربیت اجازت و خلافت کل فرد اولیا قدس سرہ سے تھی۔ ۱۲۶۰ھ میں اپنے شیخ کی طرف سے جمیع سلاسل کے مجاز ہوئے۔ اس کے کچھ مدت کے بعد ۱۲۶۶ھ میں آپکے والد ماجد مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہ نے بھی آپ کو

جمیع سلاسل مجیبیہ اور جنیدیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ شب بسرت و یکم ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ میں سجادہ جنیدیہ پہ جانشیں کیے گئے جس کی تفصیل شاہ فضل اللہ قدس سرہ کے تذکرہ میں آچکی ہے۔

۱۲۸۳ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور ۱۲۸۴ھ میں ارکان و حج و زیارت سے فرصت فرما کر وطن واپس تشریف لائے۔

آپکی تصنیفات سے چند رسائل موجود ہیں " لب العقائد" یہ عقائد نسفی کی شرح ہے۔ شرح تہذیب، یہ تہذیب کی مختصر شرح ہے۔ دیوان مشرف، یہ آپ کا مکمل دیوان ہے۔ رسالہ رفع السبابہ عند التشہد، رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ۔

آپ ہمیشہ رشد و ہدایت خلق اور درس و تدریس میں اوقات عزیز بسر فرماتے تھے، آپ کا تقدس مسلم تھا۔ حضرت نصر قدس سرہ جیسا عظیم الشان درویش آپ کی بزرگی کا معترف تھا، حضرت نصر قدس سرہ اکثر فرماتے میرے بھائیوں میں جناب شرف الدین بھائی صاحب قبلہ کا پایۂ عرفان بہت بلند ہے، اسی وجہ سے اپنے مریدوں کے مشق اذکار اور مجلس سماع میں قصد و افاضہ کی خدمت بھی آپکے سپرد کر دی تھی، اکثر مریدوں کی تعلیم و تلقین کے لئے بھی پھلواری سے باہر آپکو بھیجا کرتے تھے۔

آپکی شادی حضرت شاہ احمد اللہ منیری[1] رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ اور ایک صاحبزادہ فخر الدین نامی تھے جو کم عمری میں فوت ہو گئے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بی بی رفعت فاطمہ اہلیہ شیخ آل حسن بن حکیم غلام قادر بن حکیم ابو مظفر ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ، بی بی وصیۃ الرسول اہلیہ شیخ عبد الرشید بن شیخ اصغر حسین ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ، بی بی حسینہ اہلیہ حکیم ظہیر محی الدین۔

۲ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی اور مقبرہ مجیبیہ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہ کے چبوترہ سے پورب اور دکھن گوشہ پہ مدفون ہوئے۔

[1] حضرت شاہ احمد اللہ منیری قدس سرہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اس خاندان کا مستقل تذکرہ کتاب آخر میں موجود ہے

# فیاض المسلمین حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۲۷ جمادی الاخریٰ یوم یکشنبہ ۱۲۶۸ھ۔ درسیات اپنے والد مولانا شاہ شرف الدین اور اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہما سے تمام کیں، دہم ربیع الاول ۱۲۸۳ھ ہجری میں حضرت نصر قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور ۲۳ ذلیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں تکمیل طریقہ کے بعد اپنے شیخ کی طرف سے جمیع سلاسل مجیبیہ و جنیدیہ کی اجازت و خلافت سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے مریدین و مسترشدین کی تعلیم و تلقین و تصحیح اذکار اور واردین و صادرین خانقاہ کی خدمت آپکے سپرد کر دی تھی اس خدمت کو آپ برابر انجام دیتے رہے۔

**شیوخ حدیث**:۔ آپکے شیوخ طریقہ اور شیوخ حدیث کی تعداد بہت کثیر ہے۔ بخاری شریف کی سب سے پہلی سند سماعت و قرأت کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔ پھر ۱۲۷۷ھ ہجری میں "حصن حصین" و دیگر کتب حدیث کی سند مولانا آل احمد محدث مہاجر مدنی بن مولانا محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے حاصل کی۔

علاوہ ازیں ۱۳۰۲ھ میں سفر حج کے موقع پر حرمین شریفین کے مستند شیوخ سے فن حدیث، دلائل الخیرات، حزب الاعظم، حصن حصین، حزب البحر اور مختلف سلاسل صوفیہ کی سند دوسرے طرق سے حاصل فرمائی، ہر چند کہ ان کی اجازتیں اور سندیں حضرت نصر قدس سرہٗ اور مولانا فضل اللہ قدس سرہٗ سے حاصل ہو چکی تھیں۔ ع اَلْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعُ ع

حرمین شریفین میں جن بزرگوں سے سندیں و اجازتیں حاصل ہوئیں، ان میں حضرت شیخ عبداللہ[1] صالح سناری، سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان، شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی ہیں۔

اور "دلائل الخیرات" کی سند شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی، و سید محمد امین بن احمد بن رضوان و سید محمد بن علی حریری، و سید محمد سعید بن سید محمد مغربی سے حاصل فرمائی۔

"حزب البحر" کی اجازت حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صابری مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔ پھر مراجعت وطن کے بعد بذریعہ مکاتبہ شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام برادہ، و شیخ محمد قاسم ظاہری، و شیخ عبدالحی کتانی

---

[1] شیخ عبداللہ صالح سناری، سید محمد خلیل قاؤقجی طرابلسی کے شاگرد اور سید احمد بن ادریس شافعی کے مرید و خلیفہ تھے۔

وشیخ سلیمان حسب اللہ، و دیگر شیوخ حرمین و مصر و شام و بیروت نے اجازت و سند حدیث عطا فرمائی۔

## سلاسل طریقہ

سند حدیث کی طرح "سند صوفیہ" بھی آپ کو مختلف شیوخ سے پہنچی ہے۔

**سلاسل جنیدیہ و مجیبیہ:۔** سب سے پہلی اجازت سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے وقت حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے ۱۲۸۹ھ میں عنایت فرمائی، حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اور تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما تک سند اس طرح منتہی ہوتی ہے:۔

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو اپنے عم محترم شاہ فضل اللہ قادری سے ان کو اپنے والد مولانا شاہ محمد ہادی سے، ان کو اپنے والد مولانا شاہ احمدی سے، ان کو اپنے والد ملا وحید الحق ابدال سے، ان کو اپنے عم محترم شاہ محمد مخدوم سے، ان کو اپنے والد شاہ محمد امان اللہ سکان کو اپنے والد شاہ محمد امین سے، ان کو اپنے والد حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے،

**نسبت ثانیہ:۔** حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کو حضرت صاحب النسبۃ الاویسیہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ سے،

**نسبت ثالثہ:۔** ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کو حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ سے۔

سلاسل جنیدیہ و مجیبیہ کی دوسری اجازت ۱۲۹۰ھ میں آپکے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ نے بلا طلب و سفارش اپنی خوشی سے عنایت فرمائی۔

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ بدر الدین قدس سرہٗ کو اپنے پیر و مرشد حضرت نصر قدس سرہٗ سے، ان کو اپنے والد حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے ان کو اپنے والد حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری سے، ان کو اپنے والد تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ سے،

**تنبیہ:۔** حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ جن سلاسل کے مجاز تھے ان کا ذکر گذشتہ اوراق میں آچکا ہے، سلاسل مجیبیہ کا ذکر تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کے تذکرہ میں بالتفصیل آئندہ آئے گا۔

**قادریہ شمسیہ:۔** اس سلسلہ کی اجازت ۱۳۱۹ھ میں مولانا شاہ وصی احمد پھلواروی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت پیرو مرشد قدس سرہٗ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک کُل سات واسطے ہیں۔

اس سلسلہ کی اجازت حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ کو راجگیر کے پہاڑ پر شاہ شرف الدین حسن عرف شاہ یتیم اللہ قدس سرہٗ سے ملی تھی، یہ بہت معمّر بزرگ تھے۔ حضرت غوث الثقلین کے پوتے حضرت شاہ معین الدین قادری قدس سرہٗ کی انھوں نے صحبت پائی تھی اور ان سے سلسلہ کی اجازت لی تھی، کئی سو برس تک زندہ رہے یہاں تک کہ تیرھویں صدی میں ان کی ملاقات حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ سے راجگیر کے پہاڑ پر ہوئی پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

بعض اکابر سے میں نے سُنا ہے کہ اب تک آپ زندہ ہیں اور خلق سے رُوپوش ہو کر پہاڑ کی گھاٹیوں میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔[1] واللہ اعلم بالصواب۔ سلسلہ اس طرح ہے:۔

حضرت پیرو مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو مولانا وصی احمد قادری سے، ان کو اپنے والد شاہ مصطفےٰ ابوالقاسم سے، ان کو اپنے والد شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی سے، ان کو شاہ شرف الدین حسن معروف بہ شاہ یتیم اللہ متوفی، ۷ ذیقعدہ ۱۲۲۳ھ سے، ان کو شاہ معین الدین قادری سے، ان کو اپنے جدّ امجد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

**قادریہ بدریہ:۔** اس سلسلہ کی اجازت مولوی محمد یحیٰ بن شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری قدس سرہما سے ۱۳۱۹ھ میں حاصل فرمائی۔ یہ سلسلہ حضرت مخدوم بدر عالم قادری تمیمی شہباز پوری قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے، شہباز پور پھلواری سے متصل ایک گاؤں ہے۔ مخدوم بدرعالم قدس سرہٗ کا ذکر گزشتہ اوراق میں آچکا ہے۔ شجرہ اس طرح ہے:۔

---

[1] لیکن یہ روایت غلط ہے۔ میں نے سفینہ حضرت شاہ ابو قلندر قدس سرہٗ میں حضرت شاہ شرف الدین حسین قادری کے وفات کی تاریخ اور سنہ بھی دیکھا ہے، جس کو خود حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ نے لکھا ہے، "تاریخ بست ہفتم ماہ ذیقعدہ ۱۲۲۳ ہجری مطابق ۴ ماہ ماگھ ۱۲۱۶ فصلی لیشب پنجشنبہ یکپاس شب باقی ماندہ حضرت تاج العرفا تاج الدین مخدوم سید شرف الدین معروف شاہ یتیم اللہ الحسنی الحسینی قدس سرہٗ رحلت فرمودند' اسی سفینہ میں مذکور ہے کہ آپ آخر عمر میں بیجاتھ کے جنگل میں اپنے حلقہ کے ساتھ مقیم ہوگئے تھے وہاں انکے تصرفات وکرامات بہت ظاہر ہوئے وہیں آپنے رحلت فرمائی آپکے مزید حالات حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ نے دوسری جگہ بھی لکھے ہیں جو مجھکو نہیں ملے۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو شاہ محمد یحییٰ سے، ان کو اپنے خسر سید مظہر نبی سے، ان کو سید عصمت اللہ قادری سے، ان کو سید فضل اللہ قادری سے، ان کو سید میر قادری سے، ان کو سید شاکر قادری سے، ان کو سید داؤد قادری سے، ان کو سید ابوالفتح قادری سے، ان کو سید بدر الدین مخدوم بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری سے، ان کو حضرت قمیص قادری سے، ان کو اپنے والد سید ابوالحیوٰۃ قادری سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید بہاء الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید جلال الدین احمد سے، ان کو اپنے والد سید داؤد سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید عبدالرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

## پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے وہ سلاسل جو شیوخ حرمین سے حاصل ہوئے

پیر و مرشد قدس سرہٗ کو سلاسل مجیبیہ، جنیدیہ، بدریہ اور قمیصیہ کے علاوہ اکثر سلاسل کی اجازت شیوخ حرمین سے بھی پہنچی ہے۔ ۱۳۰۷ھ میں جب آپ حج کیلئے تشریف لے گئے اور مناسک حج و زیارت سے فارغ ہوئے تو شیوخ حرمین سے بھی شرف ملازمت و صحبت حاصل ہوئی۔ سب سے پہلے علامہ شیخ نور الدین بہاری سے ملے یہ بزرگ مکہ معظمہ میں باب السلام پر کتب فروشی کرتے تھے، علامہ شیخ عبداللہ صالح سناری عدوی سائقی کے شاگرد تھے، ان سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت لی اور ان کے واسطہ سے ان کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے مسلسل بالاولیۃ و دیگر کتب حدیث و صحاح ستہ کی سند حاصل کرنے کے بعد سلسلہ شاذلیہ خالص اور سلسلہ قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ کی اجازت حاصل کی۔

**قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ:۔** پیر و مرشد کو علامہ شیخ عبداللہ صالح سناری سے، ان کو سید احمد بن ادریس سے، ان کو شیخ ابوالقاسم وزیر سے، ان کو شیخ علی بن عبداللہ سے، ان کو شیخ احمد بن یونس سے ان کو شیخ احمد بن عقبہ حضرمی سے، ان کو شیخ یحییٰ قادری سے، ان کو شیخ علی بن محمد وفا سے، ان کو اپنے والد محمد وفا سے ان کو شیخ داؤد باخلی سے، ان کو شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو شیخ ابوالحسن شاذلی سے، ان کو شیخ عبدالسلام بن مشیش یا بشیش سے، ان کو شیخ عبدالرحمٰن مدنی سے، ان کو شیخ

احمد مُتّبہؒ سے، ان کو قطب الاقطاب ابومدین شعیب مغربی سے اُن کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

**نسبت ثانیہ:۔** اسی سلسلہ کی اجازت پیر و مرشد قدس سرہٗ کو مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر محدث مدنی سے حاصل ہوئی، ان کو شیخ خلیل القاوقجی الطرابلسی سے، ان کو شیخ عابد سندی سے، ان کو احمد بن ادریس سے، آخر نسبت تک جو اُوپر گذری۔

**نسبت ثالثہ:۔** عابد سندی[1] کو یوسف مزجاجی سے، ان کو علاء الدین محمد مزجاجی سے، ان کو یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو ابوبکر بن علی البطاح الاہدل سے، ان کو اُنکے چچا سید یوسف بن محمد البطاح الاہدل سے، ان کو طاہر بن حسین الاہدل سے، ان کو حافظ عبدالرحمٰن الدیبع سے، ان کو شیخ زین الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی سے، ان کو شیخ حسین بن احمد مکی حنفی سے، ان کو عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی سے، ان کو شیخ نجم الدین اصفہانی سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو شیخ ابوالحسن شاذلی سے، ان کو شیخ عبدالسلام مشیش سے، آخر نسبت تک جو مذکور ہوئی۔

**نسبت رابعہ:۔** عابد سندی کو شیخ محمد صالح فلانی سے، ان کو سید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے، ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو اپنے والد محمد بن یونس ملقب بعبدالنبی سے، ان کو شیخ بدرالدین عمر عادلی سے، ان کو سید عبداللطیف سے، ان کو سید بدرالدین عادلی سے، ان کو ابوالعباس حریتی سے، ان کو علی بن جلیل المرصفی سے ان کو محمد بن شعیب المغربی سے، ان کو سید محمد بن عبدالدائم سے، ان کو سید حسن تستری سے، ان کو شیخ جمال الدین یوسف بن عبداللہ الکورانی سے، ان کو نجم الدین محمود اصفہانی سے، ان کو بدرالدین محمود طوسی سے، ان کو شیخ نورالدین عبدالصمد نطنزی سے، ان کو نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، ان کو ابونجیب عبدالقاہر سہروردی سے ان کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

**نسبت خامسہ:۔** صفی الدین احمد قشاشی کو امام ابوالمواہب احمد بن علی شناوی سے انکو سید صبغۃ اللہ سے، ان کو شیخ وجیہہ الدین گجراتی سے ان کو سید محمد غوث گوالیری سے، ان کو حاجی حضور سے ان کو شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ فیض اللہ محمد قاضن بن علاء الدین منیری بہاری شطاری سے، ان کو شیخ عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن جمال الدین صدیقی سے، ان کو شیخ عبدالرؤف بن علی بن عمر الشناوی

---

[1] عابد سندی حیات سندی کے بھتیجے تھے۔ (ابحر ذخار)

الحسنی القادری سے، ان کو شیخ محمود قادری سے، ان کو شیخ عبد الغفار صدیقی سے، ان کو شیخ محمد قادری سے، ان کو شیخ علی حسینی سے، ان کو شیخ جعفر بن احمد الحسینی سے، ان کو شیخ ابراہیم حسینی سے ان کو شیخ عبد القادر سے ان کو سید عبد الرزاق سے، ان کو غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

**نسبت سادسہ:۔** صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے والد شیخ محمد قشاشی مدنی سے، ان کو شیخ امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین عمر جبرئیل سے، ان کو عبد القادر بن جنید مشرع سے، ان کو جنید بن احمد بن موسیٰ مشرع سے، ان کو احمد بن موسیٰ مشرع یمنی سے، ان کو اسمٰعیل بن صدیق الیمنی البجرتی سے، ان کو شیخ محمد مرجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی یمنی سے، ان کو سراج الدین محمد سلامی سے، ان کو شیخ محی الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ بن یوسف الاسدی سے، ان کو شیخ فخر الدین ابوبکر محمد بن علی بن نعیم سے، ان کو شیخ احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ بن یوسف الاسدی سے، ان کو شیخ ابو محمد بن احمد بن احمد بن عبد اللہ الاسدی سے، ان کو شیخ عبد اللہ بن قاسم بن دربہ سے ان کو ابو محمد عبد اللہ بن علی الاسدی الیمنی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے

**نسبت سابعہ:۔** بواسطہ علامہ جلال الدین سیوطی و صاحب حصن حصین محمد جزری الشافعی و شیخ اکبر محی الدین بن عربی شیخ صفی الدین احمد قشاشی کو شیخ ابو المواہب احمد بن علی الشناوی سے، ان کو شیخ علی بن عبد القدوس سے انکو شیخ الامام عبد الوہاب شعرانی سے، ان کو حافظ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن ابو بکر سیوطی سے، انھوں نے مصر میں ۲ ربیع الاول ۱۹۱ھ میں شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن شافعی سے خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ شیخ کمال الدین امام الکلیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے شیخ محدث مشہور محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی صاحب حصن حصین سے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے سامنے شوال کے مہینے میں ۸۶۹ھ میں خرقہ پہنا اور اجازت لی، انھوں نے زین الدین ابو الحفص عمر بن الحسین بن یزید بن امیہ المراغی سے خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ انھوں نے شیخ امام محی الدین محمد بن علی بن محمد بن احمد بن العربی حاتمی طائی اندلس سے بیت اللہ کے سامنے رکن یمانی کے قریب ۵۹۹ھ میں خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ انھوں نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

**نسبت ثامنہ:۔** شیخ ابو طاہر کردی المدنی کو شیخ عبد اللہ بن سعد اللہ لاہوری سے۔ ان کو ایک معمر بزرگ سید عبد الشکور سے، ان کو سید منصور استقرائی سے، ان کو جعفر احمد حسینی سے، ان کو سید ابراہیم حسینی سے، ان کو سید عبد اللہ الحسینی سے، ان کو سید عبد الرزاق سے، ان کو سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

**نسبت دیگر:۔** ملا ابو طاہر مدنی کو ابراہیم حسن کردی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے۔

۲ ابو طاہر مدنی کو عبد اللہ سالم بصری سے، ان کو ابراہیم حسن کردی سے،

۳ ابو طاہر مدنی کو عبد اللہ سالم بصری سے، ان کو عبد اللہ بن سعد اللہ لاہوری سے،

۴ ابو طاہر مدنی کو احمد نخلی سے، ان کو تین شیوخ سے ابراہیم حسن کردی، اور عبد اللہ بن سعد اللہ لاہوری، اور سید محمد بن سید عمر بن سید یحییٰ رویسی شافعی سے ان کو صفی الدین احمد قشاسی سے آخر نسبت جو مذکور ہوئی۔

نسبت تاسعہ :۔ ابو طاہر مدنی کو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کی جملہ تصانیف بہت احادیث وسلاسل کی اجازت عبد اللہ لبیب سے پہنچی ہے، عبد اللہ لبیب کو عبد الحکیم سیالکوٹی سے ان کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے، اس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے رسالہ شیوخ حرمین میں کیا ہے۔

## قادریہ بواسطہ حضرت علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سید سلیمان جزولی مصنف دلائل الخیرات

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین کو شیخ الدلائل سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان سے، ان کو شیخ یوسف بن عثمان نحر تونی سے، ان کو شیخ فتح اللہ سمیدلسی سے، ان کو سید محمد بن محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شیخ شہاب الدین جوہری سے، ان کو قطب وقت مولیٰ طیب سے، ان کو ان کے والد قطب وقت مولیٰ عبد اللہ الشریف سے (قطبانیہ کے متولی ۳۲ برس تک رہے تھے) ان کو قطب وقت سید علی الجزازی سے، ان کو قطب وقت عیسیٰ بن سید حسن مصباحی سے، ان کو قطب وقت سید محمد طالب سے، ان کو قطب وقت کبیر سید عبد اللہ قرانی سے، ان کو قطب وقت سید عبد العزیز تباع سے، ان کو قطب وقت سید محمد امغار دفین بلاد آزمور سے، ان کو قطب وقت سید ابو عثمان سعید ہنتانی سے، ان کو قطب وقت سید عبد الرحمٰن رجراج سے، ان کو قطب وقت سید ابو الفضل ہندی سے، ان کو قطب وقت سید عنوس البدوی سے، ان کو قطب وقت قزانی سے، ان کو قطب وقت ابو عبد اللہ المغربی سے، ان کو قطب وقت سید ابو الحسن شاذلی سے، ان کو قطب وقت سید عبد السلام بن مشیش سے، ان کو قطب وقت عبد الرحمٰن سے، ان کو قطب وقت احمد بن مُنبّہ سے، ان کو قطب وقت شیخ ابو مدین شعیب المغربی سے، ان کو قطب الاقطاب غوث الاغواث سید نا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

شاذلیہ } اس سلسلہ کی اجازت پیر و مرشد قدس سرہ کو چھ شیوخ سے پہنچی ہے، شیخ عبد الرحمٰن ابو خضیر مدنی، شیخ عبد اللہ صالح سناری مکی، شیخ نور الدین نہاری مکی، شیخ محمد فالح ظاہری مہنوی، سید امین بن احمد بن رضوان مدنی، شیخ عبد الجلیل بن عبد السلام براده۔

شیخ عبد الرحمٰن ابو خضیر مدنی اور شیخ نور الدین نہاری اور عبد اللہ صالح سناری ان تینوں کو شیخ محمد بن خلیل قاقجی مشیشی الطرابلسی الاندلسی سے، ان کو شیخ عابد سندی محدث سے ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے، شیخ عبد اللہ

صالح سناری، سید احمد بن ادریس شافعی کے مرید و خلیفہ تھے، اسلئے بلا واسطہ نقلیل قاوقجی کے بھی یہ سلسلہ صالح سناری کو پہنچا ہے۔

**نسبت اولیٰ:-** پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو شیخ محمد فالح ظاہری سے، ان کو سید علی سنوسی خطابی سے، ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے اور شیخ ابو العباس عرائسی سے، ان دونوں کو شیخ ابو القاسم وزیر سے، ان کو احمد بن محمد بن عبد اللہ المعروف عبد الکبیر سے، ان کو شیخ یوسف فاسی سے، ان کو عبد الرحمٰن مجذوب سے، ان کو علی صنہاجی معروف بہ دوّار سے، ان کو شیخ ابراہیم افحام سے، ان کو شیخ المشائخ امام احمد رزوق سے۔

**نسبت ثانیہ:-** سید احمد بن ادریس شافعی کو شیخ معمر عبد الوہاب تازی سے، ان کو سید محمد بن [illegible] القندوسی سے، ان کو شیخ مبارک بن عدی غیلانی سے، ان کو محمد ناصر درعی سے، ان کو احمد بن الحاجی درعی سے، ان کو شیخ المشائخ ابو القاسم غازی سے، ان کو ابوالحسن علی بن عبد اللہ سے، ان کو ابو العباس احمد بن یوسف سے، ان کو شیخ المشائخ احمد رزوق سے ان کو شیخ ابو عبد اللہ غوری سے، ان کو عبد اللہ بن احمد سے، ان کو علی بن محمد وفا سے۔

**نسبت ثالثہ:-** شیخ المشائخ امام احمد رزوق کو شیخ احمد بن عقبہ حضرمی سے، ان کو شیخ یحییٰ قادری سے، ان کو علی بن محمد وفا سے، ان کو اپنے والد محمد وفا سے، ان کو شیخ داؤد باہلی سے، ان کو شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری سے، ان کو شیخ ابو العباس مرسی سے، ان کو قطب الوقت سیدی ابوالحسن شاذلی سے۔

**نسبت رابعہ:-** علامہ محدث شیخ عابد سناری کو شیخ یوسف مزجاجی سے، ان کو اپنے محمد علاء الدین مزجاجی سے، ان کو امام یحییٰ بن مقبول الاہدل سے، ان کو ابوبکر بن علی البطاح الاہدل سے، ان کو ان کے چچا یوسف بن محمد بن البطاح الاہدل سے، ان کو سید طاہر بن حسین الاہدل سے، ان کو حافظ عبد الرحمٰن دیبع سے، ان کو زین الدین احمد بن احمد بن عبد اللطیف شرجی سے، ان کو حسین بن احمد مکی حنفی سے، ان کو شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی سے ان کو نجم الدین محمود اصفہانی سے، ان کو ابو العباس مرسی سے، ان کو قطب وقت سیدی ابوالحسن شاذلی سے،

**نسبت خامسہ:-** پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو سید امین بن احمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ عثمان خربوتی سے، ان کو فتح اللہ سمیدیسی سے ان کو شیخ محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، سیدی ابوالحسن شاذلی تک وہی نسبت ہے جو قادریہ میں گذری۔

**نسبت سادسہ:-** حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کو شیخ عبد الجلیل بن عبد السلام برادہ مدنی سے ان کو شیخ اسمٰعیل بن سید زین العابدین برزنجی سے، ان کو شیخ محمد صالح فلانی سے، ان کو شیخ سعید سُفر سے،

ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم حسن کردی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو اپنے والد شیخ علی بن عبدالقدوس شناوی سے، ان کو شیخ امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو شیخ محمد مغربی متوفی ۹۱۱ھ سے، ان کو شیخ ابوالعباس سرسی سے، ان کو شیخ شمس الدین محمد حنفی الشاذلی المصری متوفی ۸۴۷ھ سے، ان کو شیخ ناصر الدین سبط بن المیلق سے، ان کو اپنے دادا شہاب الدین بن المیلق سے، انکو شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اور یاقوت قرستی سے، ان دونوں کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، انکو قطب وقت سید ابوالحسن شاذلی سے۔

**نسبت سابعہ:-** امام عبدالوہاب شعرانی کو امام جلال الدین سیوطی سے، ان کو شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو امام المحدیث محمد بن محمد بن محمد الجزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبدالصمد جبرتی الہاشمی العقیلی الزبیدی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صنحاعی زبیدی سے، ان کو برہان الدین ابراہیم بن عمر بن علی العلوی سے، ان کو امام جمال الدین عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن عبدالمجید کوہی الاشکاہی سے ان کو شیخ نجم الدین عبداللہ محمد الاصفہانی سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو سیدی ابوالحسن شاذلی سے۔

**نسبت ثامنہ:-** شیخ ابوالمواہب[۱] احمد شناوی کو شیخ محمد بن ابوالحسن بکری سے، متوفی ۹۵۰ھ جن کا یہ قول تھا کہ میں بھی مامور ہوگیا ہوں کہ یہ کہوں کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" ان کو اپنے والد شیخ ابوالحسن سے ان کو اپنے والد جلال الدین سے، ان کو اپنے والد عبدالرحمٰن سے، ان کو امام محمد وفا سے، ان کو تاج الدین بن عطاء اللہ سے ان کو ابوالعباس مرسی سے، ان کو سیدی ابوالحسن شاذلی سے۔

**نسبت تاسعہ:-** صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے والد محمد قشاشی المدنی سے، ان کو شیخ امین بن محمد صدیق سے، ان کو سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جنید المشرع سے، ان کو جنید بن احمد بن موسیٰ المشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق الیمنی الجبرتی سے، ان کو شیخ محمد المزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبدالصمد جبرتی الہاشمی العقیلی الزبیدی سے، آخر نسبت تک جو نسبت سابعہ میں مذکور ہوئی۔

**نسبت عاشرہ:-** شیخ ابوطاہر کردی المدنی کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو عیسیٰ ثعالبی المغربی سے، ان کو شیخ عثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے۔

---

[۱] شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو اس سلسلہ کی اجازت مختلف شیوخ سے پہنچی ہے، ازانجملہ شیخ احمد بن قاسم علامہ، شیخ خولی کبیر سیدی حسن مجتبیٰ، شیخ ابراہیم علقمی، سید محمد بن زین الدین ہیں، یہ تینوں ہی شیخ الاسلام کمال الدین طویل کے صحبت یافتہ تھے اور شیخ محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی کے اور انھوں نے دوسرے شیوخ کے علاوہ علامہ تاج الدین سبکی کی صحبت اٹھائی اور انھوں نے سیدی احمد بن عطاء اللہ اسکندری کی اور انھوں نے ابوالعباس مرسی کی اور انھوں نے سیدی

**نسبت دیگر:** شیخ ابوطاہر کردی المدنی کو اس سلسلہ کا خرقہ شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے بھی پہنچا ہے۔ اگرچہ دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی مکہ معظمہ تشریف لائے ہوئے تھے، شیخ ابوطاہر مدنی کے والد شیخ ابراہیم حسن کردی نے مدینہ طیبہ سے ایک شخص کو شیخ کی خدمت میں مکہ معظمہ روانہ کیا کہ شیخ سے ان کی اولاد کے لئے خرقہ اجازت حاصل کر کے لائے۔

شیخ نے ابراہیم کردی کی کل اولاد کے لئے اجازت نامہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی طرف سے خرقہ سلاسل کی اجازت ابراہیم حسن کردی کی کل اولاد کو ہے جس طرح کہ میں نے خرقہ پہنا اپنے شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے اور انھوں نے خرقہ پہنا ابوالعباس احمد دہراتی سے اور انہوں نے خرقہ پہنا ابوسالم سیدی ابراہیم تازی سے اور انھوں نے شیخ صالح بن موسیٰ رودادی سے، اور انہوں نے ابی عبداللہ محمد بن محمد بن مخلص طیبی سے، انھوں نے شیخ علاء الدین مغلطائی سے، انہوں نے سید زین الدین ابوبکر اور سید ابوعبداللہ بن سید ابوالحسن شاذلی سے، ان دونوں نے قطب وقت سیدی ابوالحسن شاذلی سے، انہوں نے اپنے شیخ سیدی عبدالسلام بن مشیش سے، انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن مدنی سے، انہوں نے شیخ تقی الدین فقیر سے، انہوں نے شیخ فخر الدین سے، انہوں نے شیخ نورالدین علی سے، انہوں نے شیخ تاج الدین محمد سے، انہوں نے شیخ شمس الدین محمد سے، انہوں نے زین الدین محمد سے، انہوں نے ابراہیم بصری سے، انہوں نے ابوالقاسم مروانی سے، انہوں نے فتح المسعود سے، انہوں نے سعید سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے امام حسن مجتبیٰ سے، انہوں نے امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف سے، انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ —— **نسبت دیگر:** شیخ عبدالرحمٰن مدنی کو شیخ احمد بن منبہ سے، ان کو قطب الوقت شیخ ابومدین شعیب مغربی سے، ان کو شیخ ابویعزی سے، ان کو شیخ حرزہم سے ان کو قاضی ابوبکر عربی سے، ان کو امام محمد بن محمد غزالی طوسی سے، ان کو امام الحرمین شیخ عبدالملک سے، ان کو ان کے والد عبداللہ بن یوسف الجوینی نے ان کو شیخ ابوطالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی مکی صاحب قوت القلوب سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو اپنے ماموں شیخ سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو سیدنا امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم سے۔

**خضریہ:** یہ سلسلہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ بزرگوں کی سیرتوں میں ایسے واقعات بہت ملتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے فیوضات حاصل ہوئے۔

**نسبت اولیٰ:** حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو اپنے شیخ الحدیث والطریقت عبد اللہ صالح سناری سے، ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے، ان کو شیخ عبد الوہاب تازی سے، ان کو شیخ عبد العزیز دباغ سے، ان کو سیدنا ابو العباس خضر علیہ السلام سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔ سید احمد بن ادریس شافعی کو ان شیوخ کے بلا واسطہ بھی حضرت خضر علیہ السلام سے فیض پہنچا ہے۔

**نسبت ثانیہ:** حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو سید حبیب حسین بن محمد بن الحسین حبشی سے، ان کو شریف محمد بن ناصر حسنی سے، ان کو شیخ محمد بن علی العمرانی سے، ان کو شیخ احمد بن محمد قاطس سے، ان کو شیخ محمد بن طیب مغربی سے، ان کو سیدی یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو عبد الخالق بن زین الدین مزجاجی سے، ان کو شیخ حسن بن علی عجیمی سے، ان کو شیخ احمد بن محمد النخلی سے، ان کو قطب الدین محمد بن احمد نہروالی سے، ان کو شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد النویری مالکی سے، ان کو ان کے نانا تقی الدین محمد بن محمد بن فہد المکی سے، ان کو شیخ شرف الدین عبد الرحیم بن عبد الکریم جرہی سے، ان کو شیخ علی بن مبارک شاہ امام الدین سے، ان کو شیخ الاسلام ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی بیابانکی سے، ان کو ابو العباس خضر علیہ السلام سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے بارے میں شیخ ابراہیم بن حسن کردی فرماتے ہیں: یہ مشہور ولی ہیں، عادل ہیں، ثقہ ہیں، اپنے زمانہ کے امام ہیں، ان کی شہرت اس وجہ سے بھی بہت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی بکثرت ملاقاتیں ہوئی ہیں اور ان سے اکثر روایت بھی کرتے ہیں۔

**رتنیہ:** یہ سلسلہ صحابی رسول اللہ حضرت ابو الرضا رتن بن نصر ہندی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ ان کا مزار علاقہ پنجاب میں بھٹنڈہ میں ہے، انہی کے احاطہ مزار میں شاہ چاند نائب نور دو زمداری کا بھی مزار ہے، ان کا انتقال دس ذی الحجہ کو ہوا، پانچسو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ (بحوالہ تذکرۃ المتقین)

پیر و مرشد قدس سرہ کو اس سلسلہ کی اجازت سید حبیب حسین بن محمد بن الحسین حبشی سے پہنچی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلسلہ خضریہ میں ہوا۔ ——— رکن الدین علاء الدولہ سمنانی بیابانکی کو شیخ ابو الفتح موسیٰ بن مجلی صوفی سے، ان کو صحابی رسول ابو الرضا رتن بن نصر ہندی سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**نقشبندیہ**: پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے شیخ حضرت نصر قدس سرہٗ اور اپنے خاندان کے دوسرے شیوخ کے علاوہ شیوخ حرمین کے واسطہ سے بھی پہنچی ہے۔

**نسبت اولیٰ**:- حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کو شیخ عبداللہ صالح سناری سے، ان کو محمد بن خلیل قاؤقجی سے، ان کو عابد سندی سے، ان کو صالح الفلانی العمری سے، ان کو شیخ محمد سعید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر مدنی ان کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ عبداللہ تاقشیر سے، ان کو شیخ تاج الدین نقشبندی الہندی المدنی سے متوفی ۱۰۵۰ھ مدفون بمکہ معظمہ، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو شیخ محمد امکنکی سے ان کو شیخ محمد درویش سے ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے،

**نسبت ثانیہ**:- (بواسطہ علامہ ابن یمین فارسی کے مشہور شاعر) ابوطاہر مدنی کو شیخ احمد بن محمد نخلی سے ان کو سید سعید معروف بہ میر کلاں سے، ان کو ملا محمد حرب بلخی سے، ان کو ملا اکہ چیر عانی متخلص بہ "ابن یمین" سے، ان کو ملا خورد عزیزان سے، ان کو ملا خواجگی کاشانی متوفی ۹۴۷ھ سے، ان کو مولانا محمد قاضی سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

**نسبت ثالثہ**:- (بواسطہ ملا عبدالرحمن جامی) شیخ ابوطاہر مدنی کو اپنے والد شیخ ابراہیم حسن کردی سے ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو اپنے شیخ اور خسر ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمن الخلی بہنسی سے عرف کو شیخ امین سے ان کو غیاث الدین احمد سے، ان کو علاء الدین محمد سے، ان کو ملا نورالدین عبدالرحمن جامی سے، ان کو مولانا سعدالدین کاشغری سے ان کو شیخ نظام الدین سے ان کو شیخ علاء الدین عطار سے ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے،

**نسبت دیگر**:- ملا عبدالرحمن جامی کو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے بھی یہ سلسلہ پہنچا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ؎

کتاب فقر را دیباچہ راست      سواد نوک کلک خواجۂ ماست

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد      زتدبیر عبید اللہٰی آمد

**نسبت رابعہ**:- (بواسطہ میر سید شریف جرجانی ؒ) شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو سید غضنفر بن جعفر حسینی نہروالی مدنی سے، ان کو شیخ تاج الدین عبدالرحمن بن مسعود بن محمد گاذرونی سے، ان کو حافظ نورالدین احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح بن ابوالخیر طاؤسی سے، انہوں نے کہا میں نے تبرکاً خرقہ پہنا ہے، جامع العلوم امام التحقیق زین الدین علی المعروف بسید شریف جرجانی سے اور انہوں نے خواجہ علاء الدین عطار سے اور انہوں نے خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

**نسبت خامسہ:** شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو سید صبغۃ اللہ سے، ان کو مولانا وجیہ الدین گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیری سے، ان کو شیخ ظہور حاجی حضور سے، ان کو ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ فیض اللہ محمد قاضن شطاری المنیری البہاری الاسمٰعیلی سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو شیخ یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

**نقشبندیہ مجددیہ:** پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو اپنے شیخ سید محمد امین بن سید احمد بن سید رضوان مدنی سے، ان کو سید عبد الغنی نقشبندی سے، ان کو اپنے والد ابو سعید نقشبندی سے، ان کو سید غلام علی عبد اللہ دہلوی سے، ان کو میرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی سے، ان کو شیخ نور محمد بدایونی سے، ان کو شیخ سیف الدین سے ان کو شیخ محمد معصوم سے، ان کو اپنے والد مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے ان کو خواجہ محمد امکنگی سے، ان کو شیخ محمد درویش سے، ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو یعقوب چرخی سے ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو خواجہ محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو محمود الخیر فغنوی سے ان کو خواجہ عارف ریوگری سے ان کو خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے، ان کو خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے، ان کو شیخ ابو علی فارمدی سے، ان کو ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو خواجہ ابوالحسن خرقانی سے، ان کو خواجہ ابو یزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد قاسم سے، ان کو حضرت سلمان فارسی سے، ان کو امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم سے،

**چشتیہ صابریہ:** اس سلسلہ کی اجازت مکہ معظمہ میں شیخ الحرم عارف باللہ الحاج شاہ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو عارف باللہ حاجی امداد اللہ چشتی صابری مہاجر مکی سے، ان کو شیخ نور محمد صابری سے، ان کو حاجی عبد الرحیم صابری سے، ان کو شیخ عبد الہادی صابری سے، ان کو شیخ عضد الدین صابری سے، ان کو شیخ حامد مکی سے، ان کو شیخ محمدی صابری سے، ان کو ملا محب اللہ الہ آبادی صابری سے، ان کو شیخ ابو سعید گنگوہی سے، ان کو شیخ نظام الدین صابری سے، ان کو مخدوم جلال الدین تھانیسری سے، ان کو شیخ عبد القدوس گنگوہی سے، ان کو شیخ محمد ردولوی سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ مخدوم عبد الحق ردولوی سے، ان کو مخدوم جلال الدین کبیر اولیا پانی پتی سے، ان کو مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی سے، ان کو مخدوم علاء الحق والدین علی احمد صابر کلیری سے، ان کو شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر سے، ان کو قطب الدین بختیار کاکی سے، ان کو سلطان الہند

الفاسی سے، ان کو شیخ شہاب الدین توریزی سے، ان کو شیخ حبیب عجمی سے، ان کو امام حسن بصری سے، ان کو عمران بن الحصین تابعی سے، ان کو خادم رسول اللہ انس بن مالک سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**عیدروسیہ:۔** پیرومرشد قدس سرہ کو اس سلسلہ کی اجازت شیخ عبدالرحمن ابوخضیر مدنی، شیخ عبدالحی کتانی، سید امین بن محمد بن رضوان سے پہونچی ہے۔

**نسبت اولی:۔** (ا) پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو شیخ عبدالرحمن ابوخضیر مدنی سے، ان کو شیخ صالح بخاری سے، ان کو رفیع الدین قندھاری دکنی سے، ان کو سید محمد بن محمد بن ادریس سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے۔

(ب) پیرومرشد قدس سرہٗ کو شیخ عبدالحی کتانی سے، ان کو معمر سعدیدی سے، ان کو سید محمد بن احمد عرایشی سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے۔

(ج) پیرومرشد قدس سرہٗ کو سید امین بن محمد بن رضوان سے، ان کو یوسف بن عثمان خربوتی سے، ان کو فتح اللہ سمیدسی سے، ان کو سید محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ عیسیٰ ثعالبی سے، ان کو شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے، ان کو شیخ سعید بن المصری سے، ان کو شیخ احمد محی الوہرانی سے، ان کو شیخ ابراہیم تازی سے، ان کو شیخ صالح بن موسیٰ روادی سے، ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص مغلطائے بن فلیح سے، ان کو ابی عبداللہ العریان سے، ان کو اپنے والد شیخ جماعۃ الطویل نامدی سے، ان کو شیخ شریف ابو محمد ناجوری سے، ان کو قطب الطریقہ شیخ ابو محمد مغربی سے۔

**نسبت ثانیہ:۔** پیرومرشد قدس سرہٗ کو سید محمد امین بن محمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ عبدالغنی نقشبندی سے، ان کو شیخ عابد سندی سے، ان کو شیخ صالح فلانی سے، ان کو شیخ سعید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، ان کو شیخ احمد نخلی سے، ان کو سید عبدالرحمن بن علی باعلوی سے، ان کو سید عبداللہ بن علوی حداد سے، ان کو سید محمد بن علوی مغربی سے، ان کو سید عبداللہ بن علوی صاحب الزمط سے، ان کو شیخ عیدروس (مدفون احمد آباد ہند) سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے، ان کو اپنے چچا سید ابوبکر عیدروس مقیم عدن سے، ان کو اپنے والد قطب وقت سید عفیف الدین عبداللہ عیدروس کبیر سے (سلسلۂ عیدروسیہ انہی کی طرف منسوب ہے) ان کو اپنے چچا عمر محفار سے، ان کو اپنے والد سید عبدالرحمن بن محمد شقاف سے، ان کو اپنے والد محمد بن علی مولی الدویلہ سے، ان کو ان کے والد علی بن علوی سے، ان کو اپنے والد علوی بن فقیہ سے، ان کو اپنے والد

محمد بن علی سے (یہی بزرگ سادات باعلویہ کے جدِ اعلیٰ ہیں) ان کو صالح مغربی اور شیخ عبدالرحمٰن مقعدی سے، ان دونوں کو حضرت ابو مدین شعیب مغربی سے، ان کو شیخ ابی یعزی سے، ان کو شیخ علی بن حرزہم سے، ان کو فقیہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد معافری معروف "ابوبکر عربی" سے، ان کو حجۃ الاسلام ابو حامد امام محمد غزالی سے، ان کو امام الحرمین عبدالملک سے ان کو ابو محمد عبداللہ بن یوسف جوینی سے، ان کو شیخ ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی سے، ان کو ابوبکر دلف بن جحدر الشبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے،

**نسبت ثالثہ:۔** شیخ ابو یعزی کو ابو شعیب ایوب سار یہ سے، ان کو سعید صنہاجی سے، ان کو شیخ عبدالجلیل سے ان کو شیخ ابو الفضل جوہری سے، ان کو اپنے والد ابو عبداللہ الحسین جوہری سے، ان کو شیخ ابوالحسن نور مشہور "ابن بغوی" سے ان کو سری سقطی سے۔

**نسبت رابعہ:۔** حجۃ الاسلام ابو حامد امام محمد غزالی کو ابو علی فارمدی سے، ان کو شیخ ابو القاسم قشیری سے ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابو القاسم نصیر آبادی سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے،

**نسبت خامسہ:۔** محمد بن علی جد سادات باعلویہ کو اپنے والد علی سے، ان کو اپنے والد سید محمد صاحب مرباط سے، ان کو اپنے والد قائع القسم سے، ان کو اپنے والد سید علوی سے ان کو اپنے والد سید محمد سے ان کو اپنے والد سید علوی سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے ان کو اپنے والد مہاجر فی اللہ سے، ان کو اپنے والد سید عیسیٰ سے ان کو اپنے والد سید محمد سے، ان کو اپنے والد سید علی العریضی سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہم السلام سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**نسبت سادسہ:۔** شیخ ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی مکی کو شیخ ابو الحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد سے، ان کو اپنے والد احمد بن سالم بصری سے، ان کو سہل تستری سے، ان کو ابو الفیض ذوالنون مصری سے، ان کو شیخ اسرافیل مغربی سے، ان کو حضرت حبشہ تابعی سے، ان کو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے، ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس نسبت کو امام عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے۔

رفاعیہ ـــــ نسبت اولیٰ :۔ پیر و مرشد قدس سرہ کو سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ یوسف بن عثمان الحربونی سے، ان کو شیخ فتح اللہ سمیلیسی سے، ان شیخ المحدثین محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شیخ شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز شیخ عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ ابراہیم بن حسن کردی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جذیب المشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق الیمنی سے، ان کو شیخ محمد مزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی الہاشمی العقیلی سے، ان کو جمال الدین محمد بن ابوبکر الصنجاعی سے، ان کو حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن عمر بن علی العلوی سے، ان کو ان کے والد ابراہیم سے، ان کو ان کے والد ابراہیم سے، ان کو ان کے والد عمر سے، ان کو شیخ ابوالعباس احمد بن ابی الحسن علی بن احمد الرفاعی سے۔

نسبت ثانیہ :۔ صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے خسر شیخ ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو اپنے والد شیخ علی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس سے، ان کو امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو ان دونوں کو شیخ الامام جلال الدین سیوطی سے، ان کو عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو علامہ محدث شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صنجاعی سے، ان کو شیخ برہان الدین سے ان کو اپنے والد ابراہیم سے، ان کو اپنے والد عمر سے، ان کو شیخ ابوالعباس احمد بن ابی الحسن علی بن احمد رفاعی سے، ان کو شیخ علی قادری اور شیخ احمد واسطی سے، ان دونوں کو شیخ ابوالفضل بن کارخ سے، ان کو شیخ علی بن غلام سے، ان کو علی بن بازیاری سے، ان کو شیخ علی عجمی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ علیہ السلام سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

قشیریہ :۔ اس سلسلہ کی اجازت پیر و مرشد کو اپنے جملہ شیوخ حدیث کی اجازت عامہ کے تحت میں جو انہوں نے اپنے اثبات شیوخ اور مسلسلات حدیث کی دی ہے پہنچی ہے، اُن تمام شیوخ کے جملہ سلاسل و روایات حدیث کو اگر تفصیلی طریقہ پر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب سلاسل کی اور ایک ضخیم کتاب رواۃ حدیث کی مرتب ہو سکتی ہے۔ خاص خاص سلاسل کی تصریح میں نے ان کے مخصوص شیوخ کے واسطہ سے کر دی ہے، اگرچہ ہر سلسلہ کی نسبت جملہ شیوخ حدیث کے واسطہ سے قائم ہو سکتی ہے، اس لئے سلسلہ قشیریہ کی نسبت کو یہاں پر حضرت حبیب

بن محمد بن حسین حبشی کے واسطہ سے لکھ رہا ہوں۔

**نسبت اولیٰ:-** پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو شیخ حبیب محمد بن حسین حبشی سے، ان کو شیخ شریف ناصر حسینی سے، ان کو شیخ حمد بن علی عمرانی سے، ان کو احمد بن محمد قاطن سے، ان کو شیخ یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو حسن بن علی عجیمی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو ان کے والد محمد قشاشی سے، ان کو شیخ محمد امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جنید المشرع سے، ان کو شیخ جنید بن احمد بن موسیٰ مشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق سے، ان کو شیخ محمد مزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی ہاشمی عقیلی الزبیدی سے۔

**نسبت ثانیہ:-** صفی الدین احمد قشاشی کو ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو شیخ علی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس اور امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان دونوں کو جلال الدین سیوطی سے، ان کو عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو شیخ العلامہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی ہاشمی عقیلی الزبیدی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صنعانی زبیدی سے، ان کو حافظ برہان الدین سے، ان کو شیخ تقی الدین شعیبی سے، ان کو شیخ احمد بن موسیٰ حموی سے، ان کو شیخ امین الدین ابی الیمن بن عساکر سے، ان کو شیخ تقی الدین ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن سہرزوری سے جو ابن الصلاح سے مشہور ہیں، ان کو شیخ ابوالحسن المؤید محمد طوسی سے، ان کو ابوالاسعد عبدالرحمٰن بن عبدالواحد بن ابی القاسم القشیری سے انہوں نے کہا میں نے اپنے دادا ابوالقاسم القشیری سے خرقہ پہنا۔

**نسبت ثالثہ:-** حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن عمر العلوی کو شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن موفق الدین منصور سماخی معدی سے، ان کو شیخ ابو احمد بن جعفر بن عبداللہ بن سید بونہ خزاعی سے، ان کو شیخ احمد بن ابوالحسن علی بن احمد رفاعی سے، ان کو قطب الکبیر شیخ ابومدین شعیب بن حسن مغربی اشبیلی نجانی سے، ان کو شیخ ابویعزیٰ مغربی سے، ان کو شیخ ابوالحسن علی بن حرزہم سے، ان کو فخر المغاربہ قاضی امام ابوبکر محمد بن عبداللہ العربی المعافری اندلسی سے، ان کو حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی سے، ان کو امام الحرمین عبدالملک بن رکن الاسلام ابومحمد عبداللہ بن یوسف الجوینی سے، ان کو جمال الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری سے، ان کو شیخ ابوعلی دقاق سے، ان کو ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن حمویہ نصیرآبادی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیہ السلام سے، ان کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**مدنیہ مغربیہ:۔** اس سلسلہ کی بھی اجازت جملہ شیوخ حدیث کی اجازت عامہ کے تحت میں پیرومرشد قدس سرہٗ کو پہنچی ہے۔

**نسبت اولیٰ:۔** پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کو شیخ عبدالحی کتانی سے، ان کو شیخ معمر سویدی سے، ان کو مرتضیٰ زبیدی سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز امام عبداللہ سالم بصری سے، ان کو سلیمان مغربی سے، ان کو شیخ ابوعثمان الجزائری معروف "قدورہ" سے، ان کو شیخ عثمان مغربی سے، ان کو ابوالعباس احمد بن حجی ابوہرانی سے، ان کو ابوسالم ابراہیم تازی سے، انہوں نے خرقہ پہنا ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین مراغی مدنی سے، انہوں نے ابی المعروف اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی سے، انہوں نے شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صجاعی سے، انہوں نے بدرالدین علوی سے، انہوں نے ابوالعباس احمد بن ابراہیم الجاس سے، انہوں نے ابوالفضل قاسم بن اسعد بن محمد عذری سے، ان کو حافظ ابوعبداللہ بن یوسف جلاسی سے، انہوں نے ابوبکر محمد بن یوسف بن محمدی الازدی سے، انہوں نے ابواحمد جعفر بن عبداللہ بن سید بونہ سے، ان کو شیخ احمد بن ابوالحسن علی بن احمد الرفاعی سے، ان کو شیخ ابومدین شعیب بن حسن مغربی اشبیلی نجانی سے۔

**نسبت ثانیہ:۔** ابوسالم ابراہیم تازی کو صالح محمد بن محمد بن موسیٰ زوادی سے، ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص سے ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص مغلطائے ابن فلیح سے، ان کو ابوعبداللہ عربان سے، ان کو اپنے والد شیخ جماعۃ الطویل ناعری سے الحجریف ابومحمد ناجوری سے، ان کو قطب وقت ابومحمد صالح سے، ان کو ابومدین شعیب مغربی المتوفی ۵۹۰ھ مغربی اشبیلی نجانی سے۔

**نسبت ثالثہ:۔** مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری کو شیخ ابراہیم بن حسن کردی مدنی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو اپنے والد علی سے، ان کو عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو شیخ علی گاذرونی سے، ان کو سید علی میمون مغربی اندلسی حسنی ادریسی سے۔

**نسبت دیگر:۔** صفی الدین احمد قشاشی کو شیخ ابوالفتح سے، ان کو اپنے والد شیخ صالح سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد شناوی سے، ان کو احمد دجانی سے، ان کو شیخ محمد بن علی المعروف "ابن عراق" سے، ان کو سید علی بن میمون مغربی اندلسی حسنی ادریسی سے، ان کو شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد تباسی توسی سے، ان کو احمد بن مخلوف شابی قیروانی سے، ان کو شیخ ادیب علی بن محجوب قیروانی سے، ان کو شیخ ابومدین شعیب بن حسن مغربی سے۔

**نسبت دیگر:۔** احمد بن مخلوف شابی کو شیخ عبدالوہاب ہندی سے، ان کو ابوموسیٰ سدرانی سے، ان کو ابومحمد عبداللہ

مروزی اور ابو یعقوب یوسف بن تخلف کومی قیسی سے، ان دونوں کو ابو مدین شعیب بن حسن مغربی سے،

**نسبت رابعہ**:۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی کو زین الدین زکریا انصاری سے، ان کو ابو العباس احمد فقیہ سے، ان کو شیخ محمد بن مخلص مغلطائے سے، ان کو شریف عادلی سے، ان کو ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی تلمسانی سے، ان کو محمد بن موسیٰ سے ان کو قطب ربانی عالم صمدانی امام برہان الدین ابراہیم بن ابی المجد دسوقی سے، ان کو سید عبدالسلام[1] بن مشیش سے، ان کو ابو مدین شعیب بن حسن مغربی سے، ان کو شیخ ابو الحسن بن علی حرزہم اور ابی یعزی[2] سے۔ شیخ ابو الحسن بن علی حرزہم کو ابو بکر بن العربی سے ان کو حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی سے، ان کو امام الحرمین عبدالملک یوسف جوینی سے، ان کو ابو طالب مکی سے، ان کو ابو القاسم قشیری سے، ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابو القاسم نصیر آبادی سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے۔

**نسبت دیگر**:۔ شیخ ابو مدین شعیب بن حسن مغربی کو شیخ ابو یعزیٰ سے، ان کو قطب وقت شیخ ابو شعیب ایوب سارریہ سے، ان کو صعید صنہاجی سے، ان کو شیخ عبدالجلیل سے، ان کو شیخ ابو الفضل جوہری سے، ان کو اپنے والد عبداللہ بن الحسین بن بشر سے، ان کو ابو الحسن احمد بن محمد البغوی النوری سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

**فن تجوید**:۔ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے یہ فن تین بزرگوں سے حاصل کیا۔ اپنے والد مولانا شاہ محمد شرف الدین اور اپنے پیر و مرشد حضرت نصر اور حضرت شاہ آل احمد مہاجر مدنی قدس اللہ اسرارہم۔ مولانا شرف الدین نے اپنے والد مولانا ہادی سے، انہوں نے اپنے والد مولانا احمدی سے، انہوں نے اپنے والد مولانا وحید الحق ابدال سے، انہوں نے اپنے والد ملا وجیہ الحق محدث سے، انہوں نے اپنے والد مولانا امان اللہ سے، انہوں نے اپنے والد شاہ محمد امین سے، انہوں نے اپنے والد مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے، انہوں نے بطریق اویسیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ یہ نسبت اویسی اس خاندان میں چلی آتی ہے۔

**سجادہ جنیدیہ**:۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے دادا مولانا ہادی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے

---

[1] طریقہ دسوقیہ میں شیخ عبدالسلام بن مشیش اور ابو مدین شعیب مغربی کے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے، مگر قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ اور شاذلیہ خالص میں عبدالرحمٰن مدنی اور شیخ احمد بن مُفَیۃ کا واسطہ ہے، اس طریقہ کا خرقہ یعنی قادریہ اور شاذلیہ کا عبدالسلام بن مشیش نے شیخ ابو مدین شعیب مغربی کے انتقال کے بعد شیخ عبدالرحمٰن مدنی سے پہنا ہوگا۔ اسی وجہ سے ان سلسلوں میں دو واسطے زائد ہیں۔

[2] شیخ ابو یعزیٰ نے ابو الحسن بن علی حرزہم سے بھی خرقہ پہنا ہے، لیکن ان کی ایک دوسری نسبت بھی ہے جو یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

صاحبزادہ مولوی شاہ فضل احمدی قدس سرہٗ جانشیں کئے گئے، مگر انہوں نے اپنے بڑے بھائیوں کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔ ان کو اولاد ذکور بھی نہ تھی۔ اس لئے ان کے بڑے بھائی شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ جانشیں کئے گئے، لیکن آپ کا قیام زیادہ تر وطن سے باہر رہتا تھا۔ اکثر مظفر پور اور بنارس وغیرہ میں مقیم رہتے تھے، اس لئے حضرت نصر قدس سرہٗ کو خانقاہ جنیدیہ کی تنہائی پسند نہ آئی۔ آپ نے شاہ فضل اللہ قدس سرہ سے فرمایا کہ "شرف الدین بھائی صاحب" کو پھلواری میں جانشیں کر دیجئے، تاکہ سجّادہ جنیدیہ کی مرکزیت قائم رہے، چنانچہ شاہ فضل اللہ قدس سرہ نے ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں اپنے منجھلے بھائی مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کو سجّادہ جنیدیہ پر جانشیں کر دیا۔

عجب اتفاق کہ شاہ شرف الدین قدس سرہٗ نے بھی اپنے بڑے بھائی شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کی موجودگی میں ۳ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں رحلت فرمائی۔ اب شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کو دوبارہ سجّادہ جنیدیہ کی خدمت اپنے ذمہ لینا پڑی، لیکن جن دشواریوں کی وجہ سے شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کو جانشیں کیا گیا تھا وہ دشواریاں اب بھی باقی تھیں، آئندہ اجرائے سلسلہ کے لئے کسی نہ کسی کو منتخب کر لینا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کو اولاد ذکور بھی نہ تھی، جس سے آئندہ اجرائے سلسلہ اور بقائے خانقاہ کی توقع ہوتی۔ اسلئے شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے حضرت نصر قدس سرہٗ کے مشورہ سے اپنے بھتیجے یعنی ہمارے پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو انکے والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کے فاتحۂ چہارم کے روز الباس خرقہ کر کے سجّادہ جنیدیہ پر جانشیں کر دیا اور اسی وقت سند واجازت لکھکر عنایت فرما دی۔

الباس خرقہ کے وقت تبرّکات خود حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے پہنائے تھے، اتفاقِ وقت ملبوسات کے خوانچہ میں نہ تسبیح تھی اور نہ کمر بند تھا، اسلئے حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنی تسبیح جو اس وقت ان کے ہاتھ میں تھی پیر ومرشد قدس سرہٗ کے ہاتھ میں دیدی اور اپنا کمر بند اپنی کمر سے کھولکر پیر ومرشد کی کمر میں یہ شعر پڑھتے ہوئے باندھ دیا۔

؎ درخدمتِ حق گر تو مردانہ کمر بندی　　　بخشند ترا ہر لحظہ تاج دگرے دیگر

سجّادہ مجیبیہ : مقصد یہ تھا کہ اب تمہاری ذات سے سجّادہ جنیدیہ اور سجّادہ مجیبیہ میں دوئی باقی نہ رہ گئی، اور دونوں چشمے ایک سوت سے پھوٹیں گے۔ سجّادہ مجیبیہ کا رشتۂ انصرام بھی تمہارے ہاتھ میں دیا جاتا ہے، اب اس کے لئے بھی تمہیں کمربستہ ہونا ہے۔

اس واقعہ سے بہت پہلے بعض اگلے بزرگوں کو بذریعہ خواب بھی یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ کچھ مدت کے بعد دو خانقاہیں الگ الگ نہیں رہیں گی بلکہ ایک ہو جائیں گی۔ ان خوابوں کو راقم سطور سے خود پیر ومرشد قدس سرہ نے

بیان فرمایا ہے اور بعض یادداشتوں میں میں نے خود بھی دیکھا ہے۔

**شیخ العالمین کا خواب** :- سب سے پہلے شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے ایک خواب دیکھا کہ

"ان کی خلوت کا چراغ گل ہوگیا ہے اور خلوت میں ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ خلوت سے باہر تشریف لائے کہ اگر خانقاہ میں کسی جگہ روشنی ہو تو چراغ جلالاؤں، لیکن خانقاہ میں بھی ہر طرف تاریکی نظر آئی۔ متردد تھے کہ کہاں سے جلاؤں، ہر جگہ تاریکی ہے، اسی اثنا میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے مسجد کے دروازہ پر ملاقات ہوئی۔ مولانا احمدی قدس سرہٗ نے عرض کیا "قبلہ گاہا اس وقت یہاں کس خیال سے تشریف لائے؟"

شیخ العالمین نے فرمایا خلوت کا چراغ گل ہوگیا ہے باہر آیا تھا کہ خانقاہ میں کہیں روشنی ہو تو چراغ جلاؤں، لیکن یہاں بھی ہر جگہ تاریکی ہے۔ اسی خیال میں کھڑا ہوں، کیا کروں کہاں سے جلاؤں کہ روشنی ہو۔

مولانا احمدی قدس سرہٗ نے عرض کیا اگر حکم ہو تو غلام اپنے گھر سے جلا لائے۔

شیخ العالمین نے چراغ دیدیا اور مولانا احمدی قدس سرہٗ اپنے گھر سے چراغ جلا لائے اور خلوت میں روشنی کی گئی۔"

شیخ العالمین قدس سرہٗ جب بیدار ہوئے سخت متردد تھے کہ میرے اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ نماز صبح کے بعد جب مولانا احمدی قدس سرہٗ خلوت میں حاضر ہوئے شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنا خواب بیان فرمایا۔

مولانا احمدی قدس سرہٗ نے اپنے خیال کے مطابق تعبیر کہی کہ "غلام کا خیال ہے کہ شاید ایک مدت کے بعد اس سجادہ پر کوئی اویسی النسبتہ بزرگ جانشیں ہونگے" لیکن شیخ العالمین قدس سرہٗ نے کوئی جواب نہ دیا۔ نہ اس تعبیر کی تائید کی نہ اپنا خیال ظاہر فرمایا، کیونکہ جو تعبیر مولانا احمدی قدس سرہٗ نے کہی تھی وہ تعبیر کا دوسرا جز تھا اور اپنی جگہ پر کئی اعتبار سے درست تھا۔

اصل تعبیر یہ تھی کہ "ایک مدت کے بعد مولانا احمدی کی نسل کا ایک فرد جانشیں ہوگا" چنانچہ پیر و مرشد قدس سرہٗ جب سجادہ مجیبیہ پر جانشیں کیے گئے تو اس خواب کی حرف بہ حرف تعبیر صادق آئی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ مولانا احمدی قدس سرہٗ کے پرپوتے تھے، اولاد کو چراغ ہی سے تشبیہ دیتے ہیں، اور مولانا احمدی قدس سرہٗ نے جو تعبیر کہی وہ بھی درست تھی کیونکہ پیر و مرشد قدس سرہٗ میں اویسیہ کی دو نسبتیں تھیں، ایک مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی اور دوسری مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کی۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت فرد جانشیں ہوئے۔ پھر مولانا نورالعین قدس سرہٗ، ان کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ جانشیں ہوئے۔ جانشینی کے وقت حضرت نصر خورد جوان تھے، سجادگی کے لیے علوم ظاہری و علوم باطنی کی

تکمیل کی تھی۔ شادی بھی سجادگی کے بعد ہی ہوئی تھی، صاحبزادگان اس وقت تک پیدا نہ ہوئے تھے، اس لئے ممکن ہے حضرت نصر کو بھی اپنے بعد جانشینی کے متعلق تردد رہتا ہو کہ مبادا اگر میرا وقت جلد پورا ہو گیا تو اس سجادہ کا کیا حشر ہوگا۔

**حضرت نصر کا خواب**:۔ ایک روز حضرت نصر قدس سرہٗ خواب میں شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد منیری البہاری قدس سرہٗ سے مشرف ہوئے، حضرت مخدوم الملک نے فرمایا:۔

"خلیفہ باید کرد چہ خبر ایں سلسلہ تا امیر الدین باقی ماند یا نہ"

صبح کے وقت حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے چچا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ سے خواب کا حال بیان فرمایا اور تعبیر پوچھی، شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ نے فرمایا "تعبیر کیا پوچھتی ہے؟ صاف حکم ہو رہا ہے کسی کو خلیفہ بنانا چاہئے۔ شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ نے ۱۲۷۶ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت نصر قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالحق قدس سرہٗ یکم شوال ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خواب صاحبزادوں کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔

شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ کی وفات کے وقت ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی عمر آٹھ سال کی تھی اور آپ نے پندرہ برس کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ سے بیعت کی جس کے سات ماہ کے بعد شوال ۱۲۸۳ھ میں شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی پیدائش ہوئی۔ پیرومرشد قدس سرہٗ بچپن ہی سے حضرت نصر قدس سرہٗ کی تربیت میں تھے، جب آپ نے بیعت کی تو حضرت نصر قدس سرہٗ کو اپنا خواب یاد آیا۔ اس کے بعد سے حضرت نصر قدس سرہٗ کی تمام تر توجہ ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ بدرالدین قدس سرہٗ کی طرف منعطف ہو گئی۔ اور نہایت انہماک سے آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہو گئے، تکمیل کے بعد اپنے مریدین و مسترشدین کو بھی مشق اذکار اور تلقین کے لئے آپکے پاس بھیجنے لگے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کا یہ خواب بھی حرف بحرف صادق آیا۔ حضرت نصر قدس سرہٗ نے مولانا شاہ امیر الدین فردوسی البہاری قدس سرہٗ (متوفی ۱۲۸۵ھ) جانشین خانقاہ مخدوم الملک قدس سرہٗ کے وصال کے سات برس کے بعد ۱۲۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اور اس وقت تک آپکے صاحبزادوں میں کوئی بھی اس لائق نہ ہوا تھا کہ جانشینی کے فرائض انجام دیتا، دونوں صاحبزادگان شاہ عبدالحق اور شاہ عین الحق علیہم الرحمۃ نہایت کم عمر تھے، بڑے صاحبزادے شاہ عبدالحق قدس سرہٗ جو جانشین کئے گئے جانشینی کے وقت کل بارہ سال کے تھے، ان کو اپنے والد سے نہ بیعت تھی اور نہ اجازت و خلافت ہی کا موقع ملا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

اگر حضرت مخدوم الملک کے حسب الحکم حضرت نصر قدس سرہٗ اپنا خلیفہ نہ بناتے تو یہ سلسلہ ایک حد تک مندرس ہو چکا تھا۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کے خلفاء اور بھی تھے، لیکن اس مرتبہ پر کون پہنچا ؟ جس نے حضرت نصر کے مشن کو زندہ کر دیا جو فقر و عرفان کے ساتھ فقیہہ وقت بھی ہوا جس نے قوم کی ہر طرح عرفانی و روحانی علمی و اخلاقی، سیاسی و معاشرتی رہنمائی بھی کی۔ حضرت مخدوم الملک کا خلیفہ بنانے سے یہی مفہوم تھا کہ ایسا خلیفہ بنایا جائے جو ہمہ صفت موصوف ہو۔

**پیرومرشد قدس سرہٗ کا خواب** :۔ ایک مدت کے بعد جبکہ پیرومرشد قدس سرہٗ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہو چکی تھی، پیرومرشد قدس سرہٗ نے خود ایک خواب دیکھا کہ "حضرت نصر قدس سرہٗ نے میرے سر پر ایک دستار باندھی پھر اس دستار پر دوسری دستار باندھی پھر اس پر ایک تیسری دستار بھی باندھ دی یہاں تک کہ میرے سر پر بہت بڑی دستار ہو گئی اور میں اس کے وزن سے دبنے لگا"۔

پیرومرشد قدس سرہٗ نے راقم سطور سے فرمایا کہ اس کے بعد میری نیند ٹوٹ گئی۔ صبح کی اذان ہو چکی تھی، میں فوراً بستر سے اٹھ گیا اور باہر جانے لگا، بیداری کے بعد میں نے اپنے سر پر بوجھ محسوس کیا۔ اس خواب کا اثر مجھ پر اتنا تھا کہ جب کمرے سے باہر ہونے لگا ہوں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اتنی بڑی دستار میرے سر پر بندھی ہے دروازے سے کیونکر نکل سکوں گا، مگر فوراً متنبہ ہوا کہ یہ تو میں نے خواب دیکھا ہے۔ سر پر دستار کہاں ہے ؟ میں نے اس خواب کی تعبیر سوچی، میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ پہلی دستار تو وہ تھی جو پیرومرشد (حضرت نصر) نے سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے وقت میرے سر پر باندھی تھی، اور دوسری وہ ہوئی کہ حضرت نے اپنی خانقاہ کی خدمتیں میرے سپرد کر دی تھیں، لیکن یہ تیسری دستار سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ کونسی ہے، اب سمجھتا ہوں کہ یہ تیسری دستار اس سجادہ مجیبیہ کے جاروب کشی کی تھی۔

الغرض سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے بیس برس کے بعد ۱۳۰۹ھ میں جب مولانا شاہ عین الحق بن حضرت نصر قدس سرہٗ نے مذہب اہل حدیث اختیار کر لیا اور ترک سجادگی کر کے اپنی صاہرہ حکیم آباد گھکھٹہ میں مقیم ہو گئے تو جانشینی کا وہ سلسلہ جو تاج العارفین قدس سرہٗ کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ چلا آ رہا تھا منقطع ہو گیا، اس وقت تمام اہل خاندان اور حضرت نصر قدس سرہ کے مریدین و مسترشدین نے ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو جانشینی کے لئے منتخب کیا۔

یہ انتخاب مجمع عام میں ہوا تھا جس میں علماء و مشائخ کے علاوہ تقریباً پانچ ہزار مسلمانوں کا اجتماع تھا۔

ہفتم ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں آپ سجادہ مجیبیہ پر جانشین ہوئے اور کامل تینتیس ۳۳ برس تک سجادہ نشین رہے، آپ کے عہد میمنت عہد میں اکثر و بیشتر مفید کام انجام پائے۔ علمی و عرفانی خدمات کے علاوہ بہتیری تعمیری خدمتیں بھی سرانجام ہوئیں۔

خانقاہ مجیبیہ کا قدیم سماع خانہ سنگی ستون پر پختہ بنایا گیا۔ مقبرہ مجیبیہ کی بلند و مکمل چہار دیواری ۱۳۳۲ھ میں بنائی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مقبرہ جنیدیہ کی چہار دیواری بھی کھچوائی گئی، خیال تھا کہ اکابر کے متبرک مزارات جن کے نشانات مٹ رہے ہیں ان کی مرمت کر دی جائے، مگر آپ کے زمانۂ حیات میں یہ کام انجام نہ پا سکا۔

مسجد مجیبیہ بہت تنگ تھی، گرمیوں میں معتکفین کو سخت تکلیفیں ہوتی تھیں، اسلئے آپنے اس مسجد میں تھوڑی اراضی کا اضافہ کر کے اسکو وسیع کر دیا۔

خانقاہ کے اندرونی و بیرونی مہمان خانے جو قدامت کی وجہ سے کہنہ و شکستہ ہو رہے تھے از سر نو تعمیر کئے گئے۔ بنارس میں حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ کے آستانہ کے ارد گرد زمین خرید کر خانقاہ تعمیر کرائی گئی جس میں اب مجلس سماع منعقد ہوتی ہے۔

سلسلہ مجیبیہ آپکے واسطہ سے شام و عراق عرب و حبش و افغانستان تک پہونچا۔ غزنین کے سینکڑوں باشندے آپکے مرید تھے۔ علامہ محدث ابو خضیر مدنی نے جو آپکے شیخ الحدیث والطریقہ بھی تھے، سلسلہ قادریہ وارثیہ کی آپ سے اجازت لی تھی، آپکے زمانہ میں خانقاہ مجیبیہ کو غیر معمولی ترقی ہوئی۔ حاجتمندوں کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا اور ہر شخص کی حاجت برآری فرماتے تھے۔ وسط عہد جانشینی سے آخر عہد تک یہ معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک روز درس قرآن کا جلسہ ہوا کرتا تھا، چونکہ اس جلسہ میں سرکاری دفاتر کے ملازمین اور عدالت و کچہری کے عمال و وکلا وغیرہ شریک ہوتے تھے اس لئے اتوار کا روز مقرر کیا گیا تھا اور جمعہ کے روز مکتوبات صدی حضرت مخدوم الملک کا درس ہوتا تھا، مگر کچھ دنوں کے بعد جمعہ کی تعین نہیں رہی تھی، درس لینے والوں کے منشا و سہولت پر موقوف تھا، اس لئے ہفتہ میں کئی درس بھی ہو جاتے تھے۔

خطاب شمس العلماء اور اسکی واپسی:۔ ۱۹۱۵ء میں حکومت برطانیہ کی طرف سے آپکو شمس العلماء کا خطاب عنایت ہوا، پیر و مرشد قدس سرہٗ نہ اس خطاب کو اپنے لئے مناسب سمجھتے تھے نہ اس کی آپکو تمنا تھی، جس وقت آپکو اطلاع ملی کہ شمس العلماء کا خطاب حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے، اسی وقت آپنے ارادہ کر

کہ اس خطاب کو واپس کر دوں، لیکن بعض مخلصین نے جن کا حکومت میں بہت زیادہ رسوخ تھا اس ارادہ سے آپ کو روکا۔ خصوصیت کے ساتھ خان بہادر مولوی فخر الدین مرحوم وزیر تعلیمات اور خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل اور مولوی نور الہدیٰ مرحوم سابق جج بہت مصر ہوئے جس کی وجہ سے اس وقت خطاب واپس نہ کر سکے، لیکن یہ چیز آپ کو انتہائی ناپسند تھی اور خیال تھا کسی مناسب موقع سے واپس کر دوں، آپ کی اس ناپسندیدگی کا اظہار اس مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے سر علی امام مرحوم کے نام تہنیت نامہ کے جواب میں لکھا ہے میں اس جگہ اس کو بجنسہٖ نقل کر دیتا ہوں۔

عزیز و معزز و محتشم دام عزکم و احتشامکم سلام مسنون اسلام۔ تہنیت نامہ مورخہ یکم جنوری دہلی سے موصول ہوا۔ سلطنت کی طرف سے مجھ جیسے گمنام کی عزت افزائی ایک بہت بڑے معزز اسلامی خطاب سے کی گئی ہے، اس پر مبارکباد آپ کا دینا بہت صحیح ہے، اور آپ کا شکریہ ہے، میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرے جیسا کہ اس کا حق ہے گو عاجز و قاصر ہوں لیکن اظہار شکر بھی ضروری اور لازم جانتا ہوں، بادشاہ سلامت سے لیکر سلطنت کے اعلیٰ اراکین تک کا شکر گزار ہوں، انہوں نے فقیروں میں میری عزت بڑھانے کو اس معزز خطاب سے مجھے ممتاز کیا ہے۔ تو ان اعلیٰ اراکین اور سلطنت کے لئے میری دعا ہے کہ سلطنت اور حکومت میں خدا ان کی عزت بڑھائے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

اب کچھ میری حالت بھی سن لیجئے۔ اوّل یہ کہ میں معمولی درجہ کا بھی عالم نہیں ہوں اور خطاب اس قدر ارفع و اعلیٰ درجہ کا ہے کہ سردار علماء و فضلاء زمانہ کو ہونا چاہئے نہ کہ مجھ جیسے ناکارہ کو؟ دوسرے یہ کہ میں جس راہ میں ہوں اس کے اندر خودی کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور خطاب یا ذی خودی کو بڑھانے والی ہے۔ تو چھوٹا یا بڑا کوئی خطاب ہو میری راہ میں سنگ راہ ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایسے خطابوں کا اقتضا ہے کہ خطاب یافتہ اعلیٰ حکام کے دربار میں حاضر ہوا کرے، اگر کبھی کوئی حاکم اس کی بستی میں تشریف لائے تو اس کی خدمت میں حاضر ہو اور ہو سکے تو ان کی تعظیم و تکریم بھی بجا لائے، میری حالت آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ پھلواری کے سجادہ کے قواعد کی پابندی میں قصبہ سے باہر کہیں جا نہیں سکتا ہوں حکام کو یہاں کے قواعد کی خبر نہیں کسی حاکم نے اپنی ناواقفیت سے مجھے طلب کیا اور میں ان کے حکم کی تعمیل میں مجبور رہا اور یہ ان کے مزاج کے خلاف ہوا تو مجھے اپنی ذلت کا خیال نہیں، البتہ بزرگوں کی خانقاہ اور سجادہ کی بیحرمتی کا خوف اور خیال ضرور ہے۔ اور میرے سبب سے اس سجادہ کی ذات آئے ایسا نہیں چاہتا ہوں۔ آئندہ اس قسم کے ابتلا میں پڑنے کے ڈر سے دل میں رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ کاش مجھے خطاب ملنے سے پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو آپ کے ذریعہ سے اس کے روکدینے کا بہت اچھا موقع تھا۔ اس کا وقت گذر گیا۔ اب میری دلی خواہش ہے کہ اس خطاب سے متعلق جو خلعت اور تمغہ اور سالانہ وظیفہ ملتا ہے میرے لئے سب روکدیا جائے اور مجھے کسی دربار میں طلب نہ کیا جائے۔ حکام کبھی مجھے طلب نہ فرمائیں اور اپنی ملاقات کے لئے مجبور نہ کریں۔ اس سلطنت کے امن و عافیت کے ساتھ جس گوشہ میں بچپن سے بڑھاپے تک پہونچ گیا ہوں باقی عمر بھی ایسی ہی عافیت میں بسر کرلوں ——— کاش خطاب کے متعلق خلعت و تمغہ و وظیفہ کے عوض مجھے حاضری عدالت سے بری کر دیا جائے جیسا کہ میرے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے لئے تھا۔ تو میری بڑی عزت افزائی ہو۔

آنریبل مولوی فخرالدین صاحب خان بہادر وکیل و ممبر کونسل اور جناب مولوی نورالہدیٰ صاحب سابق جج سے بھی میں نے اس بارہ میں کہا ہے اور ان حضرات نے اس کی تحریک کا وعدہ بھی کیا ہے۔ آپ سے بھی یہی درخواست ہے۔

میں دو ماہ سے بیمار ہوں، اب صحت آتی جاتی ہے۔ جواب میں امور کے باعث دو تین دن کا توقف ہو گیا ہے والسلام۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ حاضری عدالت سے بری کر دیئے گئے۔ لیکن خلعت و تمغہ جو تمام خطاب یافتگان کو ملا کرتا ہے آپ کو بھی عنایت ہوا، کمشنر ضلع خلعت و تمغہ لیکر خود آئے تھے۔

گرچہ وقتی طور پر بعض اسباب و وجوہات کی بناء پر آپ نے اس خطاب کو قبول فرما لیا تھا، لیکن واپسی کا خیال ہمیشہ دل میں جاگزیں تھا، سوچتے تھے کسی مناسب موقع سے واپس کر دوں، اسی اثناء میں انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ملتوی ہوئی اور شرائط صلح درپیش ہوئیں، اسی وقت آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ اگر ترکوں کے خاطر خواہ شرائط منظور نہ ہوئیں تو میں اظہار رنج و غم میں حکومت کے دیئے ہوئے اس اعزاز کو واپس کر دوں گا۔

انگریزوں نے نہایت سخت شرائط پر صلح کی جس سے تمام عالم اسلام کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اپنے ارادہ کے مطابق بتاریخ ۱۵ ذلقعدہ ۱۳۳۷ھ ماہ یکم اگست شنبہ ۱۹۱۹ء میں خلعت و تمغہ کمشنر ضلع کے پاس اس خط کے ساتھ واپس کر دیا۔[1]

جناب کمشنر صاحب۔ وزرائے سلطنت برطانیہ کی طرف سے ہم مسلمانوں کی مکرر عرض داشتوں کے خلاف اسلامی سلطنت ترک کے ساتھ جس قدر سخت سے سخت شرائط صلح مقرر کی گئیں اور ان شرائط کے منوانے کے لئے جتنے ناگوار خاطر طریقے اختیار کئے گئے اس سے ہم لوگوں کے دلوں کو بیحد رنج و صدمہ پہنچا ہے۔

میں اپنے دلی رنج اور غم کا اظہار اسی میں سمجھتا ہوں کہ اپنے خطاب شمس العلماء اور خلعت اور تمغہ عطیہ سلطنت برطانیہ کو واپس کر دوں، تاکہ ارکین سلطنت ہم لوگوں کے بے انتہا رنج و غم کا اس سے اندازہ کریں کہ بغیر سخت سے سخت رنج و غم سلطنت کی طرف سے پہنچے ہوئے جو عزت افزائی سلطنت نے پہلے کی ہو واپس نہیں ہو سکتی۔

آپ اس خطاب اور خلعت اور تمغہ کو میری اس رنج و غم والی عرضداشت کے ساتھ گورنمنٹ میں بھیجدیں۔

(محمد بدرالدین)

**امیر شریعت:**۔ اس دنیاوی اعزاز کی واپسی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد خدائے تعالیٰ نے قوم و ملت کی طرف سے آپکو امیر شریعت کا خطاب عطا فرمایا۔ تحریک ترک موالات کے زمانہ میں علماء صوبہ بہار واڑیسہ نے امارت شرعیہ کے قیام

---

[1] خلعت و تمغہ کی واپسی کے تمام واقعات کو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں جو مولوی ظفرالدین صاحب مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے نام بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ میں روانہ کیا تھا۔ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ لمعات بدریہ حصہ سوم کے صفحہ ۸۹ پر یہ مکتوب موجود ہے۔

ضرورت محسوس کی اور اس غرض سے ایک جلسہ ۱۹ رشوال ۱۳۳۹ھ میں بمقام پٹنہ محلہ سنگی مسجد میں منعقد ہوا اور باتفاق رائے تمام علمائے کرام نے آپکو امیر شریعت منتخب کیا اور کل حاضرین نے سمع و طاعت کی بیعت کی۔[1]

**تصانیف** :- کسی موضوع پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ مگر موضوعات علمیہ، تصوف و فقہ و دیگر مسائل جزئیہ فقہیہ و حدیثیہ و سیاسیہ کے متعلق جب کبھی کسی سائل کے جواب میں کوئی مقالہ سپرد قلم کیا گیا تو وسعت تحقیقات عقلیہ و نقلیہ کی وجہ سے ہر ایک جواب مستقل رسالہ کی صورت میں مدون ہوگیا۔ کاتب الحروف نے ان تمام اجوبہ کو جمع کرکے اس کا نام "لمعات بدریہ" رکھا۔ اس مجموعہ کے تقریباً بارہ سو صفحات ہوں گے۔ یہ مکاتیب کئی جلدوں میں تقسیم کر دیے گئے ہیں۔ از انجملہ ایک حصہ "آثار الرسول" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں تمام آثارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتب حدیث سے ملتقط کرکے جمع کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ طبع ہوگیا تھا مگر اب اس کی مطبوعہ جلدیں باقی نہیں ہیں۔

دوسرا حصہ "المکاتیب النادرہ فیما یتعلق بالمسائل الحاضرہ" ترک موالات و دیگر سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے، طبع ہوچکا ہے۔ تیسرا حصہ "مسئلہ گاؤکشی و قربانی" مطبوعہ ہے۔ چوتھا حصہ "اجوبہ اسئلۂ مشکلہ" مطبوعہ ہے۔ اس پر صوبۂ بہار کے مستند علماء و صوفیا کے دستخط ہیں۔ پانچواں حصہ "اجوبہ اسئلۂ خمسہ" غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے علاوہ "لمعات بدریہ" کا بقیہ حصہ جس میں تحقیقات علمیہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

"تبیان المعانی" تفسیر اردو ناتمام۔ "تذکرۂ انساب خاندان امیر عطاء اللہ" قلمی غیر مطبوعہ۔ "ردّ اعتراض عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب" مصنف عمدۃ الطالب نے غوث پاک رضی اللہ عنہ کے نسب سیادت پر ایک رکیک شبہہ کیا تھا۔ آپ نے اس کا مدلّل جواب لکھا مگر ناتمام ہے، آخری کچھ جزء باقی رہ گیا ہے۔ "رسالۂ طاعون" اس میں طاعون کی مذہبی حقیقت اور اس سے بچنے کی دعائیں مرقوم ہیں۔ "الوسیلہ" نام ہی موضوع کا پتہ دے رہا ہے۔ مطبوعہ ہے۔ مگر اب جلدیں نایاب ہیں۔ "رؤیت ہلال" اختلاف مطالع پر نہایت مدلّل بحث کی گئی ہے مطبوعہ ہے مگر نایاب۔ اس کے علاوہ اور بھی رسالے ہیں جن کو تطویل کلام کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔

**گل تراشی و طغرا نویسی** :- یہ فن آپ نے منشی ولی الحق بن شیخ حمید الدین عیسیٰ پوری سے سیکھا تھا۔ طغرا بہترین بناتے تھے۔ اسی طرح کاغذ پر قینچی سے تراش کر بہت خوشنما پھول بناتے تھے۔ گل تراشی کی یادگار تو اب شاید موجود نہ ہوگی۔ مگر آپ کے ہاتھ کے بنائے ہوئے بعض طغرے اب بھی موجود ہیں۔ آپ نسخ و نستعلیق دونوں ہی پاکیزہ اور دل

[1] اس انتخاب کی تفصیل کے لئے "تاریخ امارت" مصنفہ مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی مطبوعہ دارالاشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا مطالعہ کیجیے۔

لکھتے تھے، اس کا اندازہ ان سفینوں اور بیاض سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے دست خاص سے نقل کئے ہیں۔ خطِ نسخ میں
خطِ نیریز کی شان پائی جاتی ہے۔ مگر یہ خوشنویسی طبعی تھی۔ فنی خامیاں نکلیں گی۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔
ان سے حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین صاحب اور ایک صاحبزادے و دو صاحبزادیاں ہوئیں۔
(حضرت نصر قدس سرہٗ پیر و مرشد اور استاد ہونے کے علاوہ آپکے میرے چچا بھی تھے، یعنی حضرت پیر و مرشد کے
والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ حضرت نصر کی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے)

دوسری شادی مولوی سید محی الدین احمد رضوی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے تین صاحبزادگان مولوی
سید شاہ محمد قمر الدین و مولوی سید شاہ محمد نظام الدین و مولوی سید شاہ حافظ محمد شہاب الدین سلمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔
(مولوی سید محی الدین احمد رضوی پیر و مرشد قدس سرہٗ کے پھوپھیرے چچا تھے، یعنی مولوی سید محی الدین احمد
رضوی کی والدہ پیر و مرشد کے والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کی حقیقی پھوپھی تھیں)

**وفات** :- کامل ۴۲ سال سریر آرائے سجادہ رہنے کے بعد ۷۵ سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۱۶ صفر
۱۳۴۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور مقبرۂ مجیبیہ میں اپنے پیر و مرشد سے قریب مدفون ہوئے۔ آپکے مزار مبارک پر
ایک خوشنما بارہ دری ۱۳۴۹ھ میں تعمیر کی گئی۔

آپ کے خلفاء و مجازین کی فہرست طویل ہے۔ [1]

---

[1] (۱) حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحق خلف و جانشین حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہما بتاریخ سلخ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں جمیع سلاسل مجیبیہ کے مجاز کئے گئے۔ (۲) حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ خلف و خلیفہ و جانشین۔ ماہ شوال ۱۳۲۶ھ مجاز جملہ سلاسل طریقت و جمیع مرویات حدیث (۳) مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب (۴) مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب (۵) مولانا شاہ حافظ محمد شہاب الدین صاحب، فرزندان حضور پیر و مرشد قدس سرہٗ جملہ سلاسل طریقت و جمیع مرویات حدیث کے مجاز کئے گئے ۱۳۲۶ھ۔ (۶) مولوی حاجی سید عبد الرحمن بن مولوی رعایت علی جعفری پھلواروی، حضرت نصر سے چند سلاسل کے مجاز تھے، آپ سے جمیع سلاسل کی اجازت لی (۷) مولوی سید محی الدین احمد بن مولوی سید رضی الدین احمد پھلواروی، مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ و دیگر سلاسل مع سند حدیث ۱۳۰۷ھ (۸) مولوی شاہ محمد عبد اللہ بن مولانا شاہ محمد علی سجاد قادری قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل۔ ۹ر ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ (۹) مولوی محمد معشوق کشش بن حضرت مولانا علی سجاد قادری قدس سرہٗ جملہ سلاسل (۱۰) مولوی حمید الحق بن مولانا محمد عارف بن حضرت مولانا احمد حؒ مجاز جملہ سلاسل (۱۱) مولوی شاہ حکیم محمد اسد اللہ بن مولانا محمد عارف، مجاز جملہ سلاسل (۱۲) مولوی حکیم اویس رسول بن مولانا محمد عارف قدس سرہٗ، مجاز جملہ سلاسل (۱۳) مولوی شاہ محمد انس بن مولانا نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل (۱۴) مولوی غلام دستگیر (ساکن گھگھٹہ. حضرت نصر سے چند سلاسل کے مجاز۔ آپ سے جملہ سلاسل

وسند حدیث لی (۱۵) مولوی شاہ امین الدین احمد پھلواروی مجاز جملہ سلاسل ۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ (۱۶) شاہ عزیز الدین احمد بن شاہ امین الدین احمد
پھلواروی مجاز جملہ سلاسل (۱۷) شاہ فدا حسین جعفری پھلواروی کچھ سلسلوں میں مجاز ہوئے (۱۸) شاہ رضا مرزا علی خواہش مولانا فضل اللہ علیہ الرحمۃ مجاز جملہ
سلاسل (۱۹) مولوی محمد ایوب برادر حقیقی مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ مجاز جملہ سلاسل (۲۰) مولوی شاہ حسن میاں خلف کلاں مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب مجاز جملہ سلاسل مع
الباس خرقہ ۱۳۲۷ھ (۲۱) مولوی شاہ حسین میاں خلف دوئم مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب مجاز جملہ سلاسل (۲۲) مولوی محی الدین تمنا عمادی مجاز جملہ سلاسل۔
(۲۳) حافظ سید خلیل الدین احمد بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی مجاز جملہ سلاسل (۲۴) کاتب الحروف محمد شعیب بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی مجاز جملہ سلاسل وسند حدیث
۱۳۲۸ھ (۲۵) خواجہ سید حسین لکھنوی آروی مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل با خرقۂ خلافت (۲۶) مولوی حاجی اقبال علی تجر بہاری مرید حضرت نور قدس سرہ
مجاز جملہ سلاسل (۲۷) چودھری لطف احمد آروی مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۲۸) حاجی شاہ عبد الحفیظ آروی مرید و خلیفہ حضرت نور قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل
(۲۹) سید ابجد حسین بہاری حال مقام آروی مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۳۰) منشی انوار کریم صاحب (ساکن ڈیالواں) مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز
جملہ سلاسل (۳۱) مولوی علی احمد صاحب (دربھنگوی) مجاز جملہ سلاسل (۳۲) میر حافظ عبد الکریم (ساکن برفیع گنج) مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۳۳) میر عبد الحق صاحب
(ساکن بابھو) مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز چند سلاسل (۳۴) شیخ لطائف حسین (ساکن امرتی ضلع مظفر پور) مجاز سلسلہ قادریہ وارثیہ (۳۵) قاضی محمد امیر
معصوم پوری (ضلع بلیا) مرید حضرت نور قدس سرہ مجاز چند سلاسل (۳۶) شیخ علی سرور بن شیخ علی احمد چشتی (ساکن کبیر پور) چشتیہ سلسلہ میں کسی دوسرے
بزرگ کے مرید تھے۔ آپ جملہ سلاسل کی اجازت وسند لی۔ (۳۷) مولوی محمد بادشاہ بنگالی (ساکن نواکھالی) مدرسہ خانقاہ میں علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ فاتحہ فراغ
کے بعد نقشبندیہ سلسلہ میں مرید ہوئے اور جملہ سلاسل وسند حدیث کی اجازت لی۔ (۳۸) سید نجیب الحق صاحب (ساکن بشارت پور) مجاز جملہ سلاسل (۳۹) مولوی
محمد حسین خان صاحب ساکن متورا متصل کاکو ضلع گیا) مرید و مجاز جملہ سلاسل (۴۰) منشی خیر الدین صاحب ابوبی مرید حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۴۱) حاجی ظہور الحسن صاحب
ابو العلائی مرید منشی عنایت حسین صاحب مونگیری مرید مولانا عبد الغنی صاحب پھلواروی مجاز قادریہ وارثیہ (۴۲) مولوی محمد رضا صاحب آسہسرامی مرید جناب شاہ میاں جان صاحب قدس سرہٗ
مجاز طریقہ قادریہ شمسیہ (۴۳) مولوی شاہ شمس الحسن صاحب آگرہ مرید مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل مع اذکار (۴۴) شاہ عبد الحق صاحب آگرہ کھیوی مجاز
چند سلاسل (۴۵) علامہ شیخ عبد الرحمن ابو خضیر مدنی، حضرت پیر و مرشد کے شیخ الحدیث تھے اور طریقہ شاذلیہ کی اجازت آپ نے ان سے لی ہے مگر ممدوح نے طریقہ قادریہ
وارثیہ ادلیسیہ و ذکر قدسی کی اجازت آپ سے لی ۱۳۰۵ھ مدینہ طیبہ (۴۶) شاہ زاہد حسین بن شاہ راحت حسین (ساکن شکری چھپرہ) مجاز چند سلاسل (۴۷) خواجہ
حسن نظامی صاحب دہلوی نے جملہ سلاسل کی اجازت مع سند حدیث و اجازت حزب البحر آپ سے حاصل کی اور خرقۂ خلافت مع دستار نظامی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین
قدس سرہ سے پہنا (۴۸) حکیم سید شاہ محمد زہیر حسن بن حکیم سید شاہ امیر اکبر ساکن ہسوہ نے تعلیم و تربیت کل حضرت سے حاصل کرنے کے بعد جملہ سلاسل کی اجازت مع
سند حدیث حاصل کی۔ یہ بزرگ حضرت شاہ صلاح حسین قدس سرہ کے مرید تھے اور وہ حضرت شاہ غلام حسین دانا پوری کے اور وہ حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی
قدس سرہٗ کے مرید تھے (۴۹) مولانا سید شاہ عبد اللہ قادری سجادہ نشین خانقاہ سری نگر کشمیر نے بذریعہ خط تمامی سلاسل کی اجازت مع سند حدیث آپ سے لی۔
(۵۰) مولوی غلام محمد پنجابی مرید مولوی شاہ حفیظ الدین ابو العلائی (ساکن پورنیہ) مجاز جملہ سلاسل ۱۳۲۷ھ (۵۱) مولوی سید حکیم ابو الحسن صاحب
(ساکن دلینہ) والد مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرید حضرت شاہ ولایت علی اسلام پوری و مسترشد حضرت نور قدس سرہٗ۔ مجاز جملہ سلاسل (۵۲) شاہ
محمد یٰسین صاحب ساکن چوسہ ضلع آرہ) مرید مولانا شاہ فضل الرحمن قدس سرہٗ شاگرد حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کاکوروی علیہ الرحمۃ مجاز جملہ سلاسل (۵۳)
اخی مولوی شاہ مجیب الحق سجادہ نشین خانقاہ سملہ ضلع گیا (نواسہ حضرت مولانا شاہ محمد ہادی پھلواروی) مجاز چند سلاسل (۵۴) عزیز الوجود مولوی شاہ
محمد قاسم (پسر اخی مولوی شاہ مجیب الحق سملوی) مجاز جملہ سلاسل (۵۵) شاہ احسان احمد (ساکن شہر و سرگیا) اپنے بھائی شاہ سجاد حسین صاحب کے مرید
اور وہ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ مجاز جملہ سلاسل (۵۶) شاہ احسان احمد (ساکن ضلع گیا) مجاز سلسلہ قادریہ وارثیہ (۵۷) قاضی
عزیز الاسلام مرید حضرت شاہ ابو الحسین مارہروی، مجاز قادریہ جمالیہ جنیدیہ (۵۸) مولوی محمد اسحاق قادری (ساکن کٹک) مجاز قادریہ وارثیہ۔
(۵۹) حافظ عبد الغنی مدرس مدرسہ مسجد پٹنہ مرید مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ مجاز چند سلاسل (۶۰) مولوی وزیر احمد صاحب رحمانی مجاز سلسلہ قادریہ وارثیہ
و قادریہ عمادیہ (۶۱) مولوی شیخ سلیمان صاحب قادری مجاز چند سلاسل (۶۲) مولوی حافظ اعظم صاحب (ساکن اعظم گڑھ) مجاز چند سلاسل مع

# حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری امیر شریعت ثانی صوبہ بہار قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ - فن تجوید اور ابتدائی درسیات والد ماجد سے پڑھیں اور فارسی مولوی محمد کامل صاحب پھلواروی سے - بقیہ درسیات مولانا حمید الحق بن مولانا عارف پھلواروی علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد عبداللہ[1] نقشبندی رامپوری سے پڑھیں، اور فراغ تحصیل مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی (تلمیذ ارشد مولانا عبدالعزیز[2] امروہوی) سے ہوا، ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ بعد نماز ظہر فاتحہ فراغ ہوا جس میں دستار فضیلت باندھی گئی مولانا عبداللہ رام پوری، مولانا منیر الدین الہ آبادی، مولانا عبدالوہاب الہ آبادی، مولانا عبدالمجید عظیم آبادی، مولانا شاہ صفت اللہ پھلواروی، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے شرکت کی اور سند پر دستخط فرمایا۔

**سند حدیث و سلسلۂ طریقت :-** اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ اور اپنے استاد درس مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی سے ان کے جمیع مرویات حدیث کی سند لی - اور حضرت شیخ احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے اسانید حدیث حاصل کئے، بہت سے علماء حرمین شریفین نے بھی آپ کو سند حدیث عنایت فرمائی، جن میں سے بعض نے بطریق مکاتبہ عنایت فرمائی - اپنے والد ماجد کے بعض شیوخ سے بھی آپ کو حدیث کی سند ملی ہے جس کی تفصیل کتاب الاسناد میں موجود ہے - شیخ احمد مکی[3] علیہ الرحمۃ اور پیر و مرشد قدس سرہٗ فن حدیث و مسلسلات میں ایک ہی شیخ کے شاگرد ہیں - لیکن شیخ احمد مکیؒ نے ان شیوخ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی حدیثیں لی ہیں - نیز شیخ احمد مکیؒ کا بڑا کرم حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب پر یہ تھا کہ جب کبھی ہنگام سیاحت ممالک اسلامیہ میں کسی مستند شیخ سے کسی حدیث کی سند و اجازت لیتے تو حضرت ممدوح کے لئے بھی ان شیخ سے سند و اجازت لکھوا لیتے - اس طرح کثیر در کثیر احادیث کی سند آپ کو پہنچ گئی ہے -

بیعت آپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ سے کی، اور ایک طویل عرصہ تک مشق سلوک اور تکمیل طریقت میں مصروف رہے - باطنی تکمیل کے بعد ۱۳۲۸ھ میں پیر و مرشد نے آپکو تلقین صوفیا کی سند دی، اور اپنے تمام سلاسل کا مجاز مطلق بنایا - اپنے پیر و مرشد سے جملہ سلاسل کے مجاز ہونے کے علاوہ حضرت شیخ احمد مکیؒ

---

[1] مولانا عبداللہ صاحب، مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری کے شاگرد تھے۔ [2] مولانا عبدالعزیز امروہویؒ علوم درسیہ میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور علم حدیث میں مولانا عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی کے شاگرد تھے - یوں مولانا عبدالعزیز امروہوی رح کا علم دو آتشہ تھا جو ان کے تلمیذ رشید مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی کو پہونچا۔ [3] شیخ احمد مکی رح مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے اور حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت بھی آپ سے حاصل کی تھی۔

اور شیخ عباس رضوان سے بھی جملہ سلاسل طریقت کے مجاز ہوئے۔

تکمیل طریقہ کے بعد پیر و مرشد نے ارشاد و ہدایت اور مریدین و مسترشدین کی تعلیم و تلقین کا کام بھی آپ کے ذمہ کردیا تھا جس کو ان کی حیات میں بھی آپ انجام دیتے رہے۔

فراغ تحصیل کے بعد ایک مدت تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر تحریک خلافت کے زمانہ سے قومی و ملی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا جلسوں میں تقریریں بھی کیں، مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ و مدرسہ فیض الغربا آرہ کے جلسۂ دستار بندی میں اور انجمن حمایت اسلام مونگیر و انجمن محمدیہ پٹنہ کے تبلیغی جلسوں میں دینی و مذہبی تقریریں کیں اور جمعیت علما، و خلافت کمیٹی کے اجلاس عام میں پُرجوش سیاسی تقریریں کیں۔ انجمن محمدیہ پٹنہ کے آپ سرپرست تھے اور اس کے تبلیغی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

**جانشینی :-** ۱۹ صفر ۱۳۴۳ھ جمعہ کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے فاتحہ چہارم کے دن آپ جانشین کیے گئے اور سجادہ مجیبیہ و جنیدیہ کی زینت بنے۔

**امیر شریعت :-** حضرت پیر و مرشد کے وصال کے ۴۲ دنوں کے بعد جمعیت علما اور امارت شرعیہ کے ارکان نے ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں خانقاہ مجیبیہ کے اندر ایک عام جلسہ منعقد کر کے آپ کو امیر شریعت منتخب کیا اور چار ہزار افراد نے اس وقت سمع و طاعت کی بیعت کی۔

**سفر حج و زیارت اماکن مقدسہ :-** ۱۳ شعبان ۱۳۴۴ھ میں پھلواری سے حج و زیارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ وسط رمضان میں مکہ معظمہ پہنچے۔ رمضان مبارک کا نصف آخر مہینہ ارض حرم میں گزارا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی اور روضۂ نبوی کی حاضری کے بعد بیت المقدس، نجف اشرف، بغداد شریف اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ اور ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے بعد ۱۳ صفر ۱۳۴۵ھ میں وطن میں مراجعت فرمائی۔ اس سفر میں آپ کو بہت نعائم حاصل ہوئے۔ کثیر در کثیر شیوخ حدیث و شیوخ سلاسل سے ملاقات ہوئی جن سے حدیث و سلاسل کی اجازتیں لیں۔ شیخ عباس رضوان شیخ الدلائل سے سند حدیث اور دلائل الخیرات حاصل فرمائی۔

**علم طب :-** ہنگام تعلیم ہی میں آپ نے مولوی حکیم محمد وارث حسین منیری علیہ الرحمۃ سے علم طب کی تکمیل کی اور جناب ممدوح کے ساتھ مطب میں بیٹھے۔ اور نسخہ نویسی کے فن میں بھی مشق بہم پہونچائی۔ لیکن دینی و قومی مشغولیت کی وجہ سے باقاعدہ مطب کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں کی حیثیت سے آپ مسلمانان ہند کے مذہبی و روحانی مقتدا تھے۔ اور امیر شریعت کی حیثیت سے مسلمانان بہار کی دینی و دنیاوی تنظیم کے ذمہ دار۔ چنانچہ ۲۳ سال تک مسند سجادگی سے تصوف و طریقت کی

اشاعت کرتے رہے اور منصب امیر شریعت سے قوم و ملت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کی شخصیت فقر و عرفان اور ریاضات و مجاہدات میں اس دور میں بے مثل تھی۔

چونکہ آپ کی مفصل سوانح حیات شائع ہو چکی ہے، اس میں آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس لئے اس جگہ مختصر حالات لکھے جا رہے ہیں:۔

**تصانیف:۔** آپ نے عربی میں نہایت بلیغ و فصیح چار خطبے لکھے ہیں:۔

۱۔ خطبہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان ہے۔ (غیر مطبوعہ) ۲۔ خطبہ جس میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ (غیر مطبوعہ) ۳۔ خطبہ جس میں ماہ رمضان کا ذکر کر کے روزہ کی فضیلت کی آیات و احادیث لکھی گئی ہیں۔ (غیر مطبوعہ) ۴۔ خطبہ جس میں روزہ کے فضائل اور اس کے احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ (غیر مطبوعہ)

"احوال حضرت سید احمد بن ادریس اویسی شاذلی" آپ نے حضرت سید احمد بن ادریس اویسی شاذلی (مصنف مجلد خانیہ) کے حالات لکھے ہیں۔ جس میں ان کے علمی و عرفانی تذکرہ کے بعد ان کے تلامذہ و خلفاء کا بھی مختصر تذکرہ ہے۔ (مطبوعہ)

**تعمیرات:۔** آپ کے عہد میں خانقاہ میں تعمیری کام بھی ہوئے۔ خانقاہ کی بعض تعمیرات تو از سر نو ہوئیں اور بعض وہ کام جو پیر و مرشد قدس سرہٗ کے وقت میں ناتمام رہ گئے تھے، ان کو آپ نے مکمل فرمایا۔ ۱۳۵۲ھ میں مسجد جنیدیہ کی بنیاد سے مکمل نئی بنوا دی۔

۱۹۳۴ء کے زلزلہ سے خانقاہ کی عمارتوں کو شدید صدمہ پہنچا۔ چنانچہ موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد بھی ہر چہار طرف سے شق ہو گیا۔ جس کو آپ نے بہت مستعدی سے جلد سے جلد از سر نو تعمیر کرایا۔

مقبرہ جنیدیہ جس میں آپ کے خاندان کے اکابر مدفون ہیں۔ ان کے مزارات شکستہ ہو گئے تھے، ان کی مرمت کروا کر اکثر مزارات پر کتبے لگا دئے گئے۔

مسجد جنیدیہ سے متصل آپ کا آبائی مکان بھی ہے جس کو آپ نے اور آپ کے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائی حافظ شاہ شہاب الدین سلمہٗ کو بذریعہ رجسٹری ہبہ کر دیا ہے اور وہ مع اہل و عیال اسی مکان میں مقیم ہیں۔

مسجد سے متصل جو مکانات ہیں اس میں اعراس کے زمانہ میں مہمان فروکش ہوتے ہیں۔ مسجد جنیدیہ کی موجودہ تعمیر ۱۳۵۲ھ میں ہوئی ہے اور ۱۳۵۵ھ میں مکانات متعلقہ مدرسہ و مسجد تعمیر کئے گئے۔ تعمیر جدید کی بنیاد ۱۳۴۵ھ میں رکھی گئی تھی۔

**تحسّر:۔** ہماری یہ کتاب "اعیان وطن" حضرت کے ۔۔۔ پاک ہی میں مرتب ہو چکی تھی اور آپ کے ملاحظہ شریف میں

گزرنے کا شرف بھی اس کو حاصل ہو چکا ہے۔ مگر وائے حرماں نصیبی! کہ اس وقت تک یہ کتاب منظرِ عام پر نہ آسکی تھی کہ آپ کو یکایک سفرِ آخرت پیش آگیا۔

**وفات**:۔ ۲۹ رجمادی الاوّل روز سہ شنبہ ۱۳۶۶ھ (۲۲ر اپریل ۱۹۴۷ء) میں نمازِ اشراق و اوراد و وظیفہ سے فارغ ہوکر یکایک رحلت فرمائی۔ اگرچہ عرصہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا تھے اور اس کی صعوبتیں ایوبیہ وار برداشت کر رہے تھے، مگر رحلت کے وقت پہلے سے کوئی خطرناک صورت نہیں دکھائی دی۔ دو دن سے بخار کی تکلیف تھی مگر معمولی سی آخر شب کو تنفس کی کیفیت سے متاذّی ہوئے مگر صبح سے پہلے وہ تکلیف ہلکی ہوگئی، اوراد و نمازِ صبح میں مشغول رہے۔ اشراق تک معمولات انجام دیتے رہے۔ کاتب الحروف کو طلب فرمایا۔ حاضر ہوا، خیریت پوچھی، بظاہر کوئی بات تردّد کی نہ پائی۔ شب کو جو حالت گزری تھی وہ بیان فرمائی، میں نے نبض دیکھی تو غیر معمولی ضعف پایا۔ اس کی اصلاح کے خیال سے میں دوا لانے کے لئے مکان پہنچا ہی تھا کہ زبردست تنفّس کا دوسرا حملہ شروع ہوا۔ نورِ چشم محمد یوسف سلمہ خدمت میں حاضر تھے، سراسیمہ دوڑتے ہوئے آئے، تنفس کی تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے مجھکو ساتھ لے گئے۔ وہاں پہنچا تو حالت دگرگوں پائی۔ نظامِ نبض بگڑا ہوا۔ اور حرارتِ غریزی فنا ہوتی دیکھکر میرے ہوش جاتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مہیب ساعت پہنچ گئی جس کا دل کو شدید اندیشہ لگا ہوا تھا اور جس کا تخیل بھی اس سانحہ کے وقوع سے پہلے میرے لئے انتہائی المناک اور دردناک تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــــ چبوترۂ شیخ العالمینؒ پر قبر تیار کی گئی۔ عصر کے بعد اس مجسمۂ ولایت کو با چشمِ گریاں و دلِ بریاں سپردِ خاک کیا۔ اور غم و اندوہ کا ناقابلِ برداشت بار دل پر رکھکر واپس آیا۔

آپ کے حالاتِ زندگی میں ایک مبسوط کتاب نورِ چشم مولوی عون احمد سلمہٗ نے آپکے وصال کے ایک ماہ بعد ہی لکھنا شروع کی اور ایک سال کے اندر "محی الملۃ والدین" کے نام سے طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے۔ آپکے خلفاء و مجازین کے اسمأ اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اس لئے یہاں نہیں لکھے گئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ دوسری شادی اجمیر شریف میں قاضی مولوی سیّد تبارک حسین صاحب قادری کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی زوجہ مولوی عزالدین سلمہٗ بن مولانا محی الدین رضوی پھلواروی۔ دوسری زوجہ مولوی سیّد محمد بن مولانا سیّد شاہ عبید اللہ بن قاضی تبارک حسین مرحوم۔ تیسری زوجہ مولوی سیّد شاہ عون احمد سلمہٗ بن مولانا نظام الدین سلمہٗ اللہ۔ چوتھی زوجہ سیّد شاہ محمد سلیمان سلمہٗ بن سیّد شاہ ابو الحیات صاحب اجمیری اور ایک صاحبزادہ سیّد شاہ محمد امان اللہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ ہیں۔

# مولوی سید شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ علیٰ مسند الہدایۃ والارشاد

تاریخ ولادت ۸ محرم سنہ ۱۳۴۲ھ ۔ ابتدائی درسیات اپنے منجھلے چچا مولانا محمد نظام الدین سلمہ اللہ سے پڑھیں اس کے بعد آپکے والد ماجدؒ نے تعلیم کے لئے مولانا محمد شریف صاحب اعظم گڈھی (تلمیذ ارشد مولانا حکیم برکات احمد ٹونکیؒ) کے حوالہ کردیا۔ مولانا موصوف جب تک مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ میں صدر مدرس رہے آپ ان کے ساتھ وہاں رہکر تعلیم حاصل کرتے رہے اسی زمانہ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری محمد یونس صاحب سے تجوید پڑھنی شروع کی۔ جب مولانا محمد شریف صاحب دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے صدر مدرس ہوکر اجمیر شریف چلے گئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ گئے۔ وہاں پانچ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے اور مدرسہ کے امتحانات میں بھی شریک رہے۔ درسیات کی تکمیل کے بعد مدرسہ کے جلسۂ دستاربندی کے موقع پر ۵ رجب سنہ ۱۳۶۲ھ میں آپکی دستاربندی ہوئی اور سند فراغ پائی۔ فاتحۂ فراغ کے اس جلسہ میں اور علماء کے علاوہ فرنگی محل والہ آباد کے علماء کرام بھی شریک تھے۔ مدرسہ کی سند کے علاوہ مولانا شریف صاحب نے اپنی طرف سے بھی آپ کو سند دی ہے، اور اپنے مرویات حدیث کی سند علیحدہ دی ہے۔ فراغ تحصیل کے بعد کچھ دنوں اپنے اُستاد سے قدماء کی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۷ رمضان سنہ ۱۳۶۲ھ میں وطن واپس آئے۔ سنہ ۱۳۵۵ھ میں اپنے والد ماجدؒ سے بیعت کرچکے تھے اب مشق سلوک میں مشغول ہوئے۔

۲ر جمادی الاخریٰ جمعہ سنہ ۱۳۶۶ھ میں اپنے والد ماجدؒ کے فاتحہ چہارم کے روز جانشیں کئے گئے۔ والد ماجدؒ سے آپ نے جمیع مرویات حدیث اور سلاسل طریقت کی سند و اجازت پائی ہے اور اپنے منجھلے چچا مولانا شاہ محمد قمرالدین سلمہ اللہ کے زیر تربیت تکمیل باطن کی، مد ظلہ اللہ صاحب سجادۂ مجیبیہ کے دوسرے مشاغل کے ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ اور ان کی ذات سے خلق کو مستفیض کرے، اور ان سے سلسلۂ مجیبیہ کو جاری رکھے۔

آپ کی شادی مولوی شاہ محمد نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے دو بچے محمد رضوان اللہ و محمد امین اللہ نامی ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔ اور ایک بچی جویریہ سلمہا ہے۔

آپ بہ نیت حج و زیارت ۲۶ر ماہ رمضان شنبہ سنہ ۱۳۶۹ھ، مع اپنی بڑی ہمشیر (اہلیہ مولوی عزالدین سلمہ) اور اہلخانہ وصاحبزادہ محمد رضوان اللہ سلمہ اللہ، وطن سے روانہ ہوئے، اور تعلق رکھنے والوں کی ایک کثیر جماعت جس کی تعداد ۱۰ تھی معیت میں گئی۔ مناسک حج سے پہلے تمام رفقاء کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ پھر حج کے بعد آپکو دوبارہ مدینہ طیبہ کی حاضری کا موقع ملا۔ ارکان حج و مناسک و زیارت روضۂ انور سے بہرہ یاب ہوکر ۹ر صفر چہارشنبہ سنہ ۱۳۶۹ھ میں پھلواری واپس آئے۔

## مولانا سیّد شاہ محمد قمر الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

تاریخ ولادت ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ۔ ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ پھر چند سال تک مولانا عبدالعزیز انجہری علیہ الرحمۃ سے متوسطات پڑھتے رہے، اثنائے تعلیم ہی میں مولانا موصوف نے انتقال فرمایا۔ تب مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں قیام کرکے مولانا عبدالحمید علیہ الرحمۃ[1] (ساکن راجو ضلع دربھنگہ) اور مولانا مقبول احمد خاں صاحب[2] (ساکن گورا ضلع دربھنگہ) سے ۱۳۳۹ھ میں درسیات کی تکمیل کی۔ فاتحہ فراغ کے موقع پر مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری دونوں جگہ کثیر علماء کا اجتماع ہوا جس میں آپکی دستار بندی ہوئی۔

بیعت، تعلیم و تربیت باطنی، اجازت و خلافت جمیع سلاسل و سند مرویات حدیث اپنے والد قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ آپ نے دو حج کئے ہیں، پہلی مرتبہ ۱۳۴۵ھ میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۵۳ھ میں، اور دونوں ہی بار علماء و صوفیاء حرمین شریفین سے سند حدیث و اجازت سلاسل صوفیا حاصل کی، اور بطور مکاتبہ اپنے بھائیوں کے لئے بھی سندیں و اجازتیں لائے، مدینہ منورہ میں ثانیاً قصیدہ بردہ کی اجازت سیّد عبداللہ بن محمد غازی سے ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں حاصل کی۔

**شیوخ حدیث و سلاسل صوفیا:**۔ شیخ احمد مکّی سے، اور حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے بعض شیوخ سے سند و اجازت بطریق مکاتبہ پائی۔ قادریہ سلسلہ کی اجازت جس میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ تک چند واسطے ہیں، مدینہ طیبہ میں سیّد احمد شریف سنوسی سے حاصل کی۔ ان کو حضرت احمد ریفی سے اجازت ہے اور ان کو سیّد محمد بن علی سنوسی سے، اور ان کو ایک معمر بزرگ سید عبدالعزیز سے اجازت ہے۔ جن کی ولادت وادی فاطمہ میں ۱۰۵۰ھ میں ہوئی تھی۔ اور بلدہ قندھار میں ۱۲۷۶ھ میں انتقال کیا۔ تقریباً سات سو برس تک زندہ رہے۔ سید عبدالعزیز کو سیدنا عبدالرزاق قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اجازت ہے۔

سیّد احمد سنوسی نے آپکو اپنے تمام مرویات اور سلاسل کی اجازت ۹ محرم ۱۳۴۵ھ میں لکھکر عنایت فرمائی۔ خاندان فردوسیہ جگجوتیہ و چشتیہ آدم صوفیہ کی اجازت و دیگر سلاسل مجیبیہ کی اجازت اپنے نانا مولوی محی الدین احمد رضوی سے حاصل کی۔ نیز سند حدیث و دیگر سلاسل کی اجازت مولوی غلام دستگیر صاحب (ساکن گھگھٹہ) سے لی ہے۔ تحصیل علم کے بعد کچھ دنوں تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اب خدمت تصوّف میں مصروف ہیں۔ برکت کی

---

[1] و [2] مولوی عبدالحمید صاحب اور مولوی مقبول احمد خاں صاحب دونوں بزرگ مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔

زندگی بسر فرماتے ہیں۔ بڑی خدمت جو اپنے ذمّہ لی ہے (اللہ تعالیٰ اس کی جزا قبولیت و قرب خاص کی شکل میں آپ کو عطا کرے) وہ یہ ہے کہ اذکار سلاسل مجیبیہ کی فہرست کی مفصّل شرح لکھی ہے۔ جس سے طریق اکتساب اذکار میں بڑی مدد ملے گی اور آئندہ نسل میں جو سلاسل مجیبیہ کے اکتساب میں اس کو نصب العین رکھیں گے نہایت آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ اس کے علاوہ بہت سے مختلف مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل آپکی تصنیفات سے ہیں۔ آپ کی علمی بصیرت و فقاہت مسلّم ہے۔ فہم و تدبّر اور سوجھ بوجھ بے مثل ہے۔

ماہ شعبان ۱۳۶۶ھ میں بجائے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقدار، باتفاق آرا، امیر شریعت ثالث منتخب ہوئے۔ آپ کی قیادت میں امارت شرعیہ کے تمام امور حُسن و خوبی انجام پا رہے ہیں۔ جزاہ اللّٰہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء وتقبلہ اللّٰہ بقبول حسن، آمین۔

آپ کی شادی جناب خواجہ محمد خلیل صاحب ساکن سملہ ضلع گیا (جو مولانا شاہ ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہما کے نواسی داماد تھے) کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ان سے ایک صاحبزادہ عماد الدین سلمہٗ اور دو بچیاں ہیں۔

عماد الدین سلمہٗ:۔ تاریخ ولادت ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۴۲ھ ہے تحصیل علم میں مشغول ہیں، اپنے عم محترم مولانا محمد نظام الدین سلمہٗ اور برادر عمزاد مولوی شاہ محمد امان اللّٰہ سلمہ اللّٰہ و مولوی عون احمد سلمہٗ و مولوی مجیب عالم صاحب سے تحصیل علم کر رہے ہیں۔

۱۳۵۳ھ میں اپنے والدین کے ساتھ سفر حج میں شریک رہے اور تمام ارکان حج ادا کئے۔

## مولانا سید شاہ محمد نظام الدین صاحب سلمہ اللّٰہ تعالیٰ

تاریخ ولادت ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ۔ آپ نے درسیات اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد قمر الدین صاحب کے ساتھ مولانا عبد العزیز اچھری و مولانا عبد الحمید و مولانا مقبول احمد خاں صاحب سے تمام کیں۔ تکمیل درسیات کے بعد فاتحہ فراغ اپنے منجھلے بھائی کے ساتھ ۱۳۲۹ھ میں ہوا۔ اور مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ و خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں علما کے اجتماع میں دستار بندی ہوئی۔

بیعت و تعلیم و تربیت باطنی و اجازت جملہ سلاسل و سند مرویات حدیث سب کچھ اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ مولوی شاہ قمر الدین صاحب کے تمام شیوخ سے ان کو بھی تمام سلاسل و مرویات حدیث کی اجازت ہے۔

آپ نے فراغ تحصیل کے بعد اپنے آبائی مسند درس کو فروغ دیا۔ اور پورے انہماک سے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے پاس طلبہ کا اچھا مرجعہ ہوا۔ اور کثرت سے صوبہ و غیر صوبہ کے طلبہ شریک درس ہوئے جب

لوگوں کی توجہ سرکاری مدارس اور اس کے امتحانات کی طرف ہو گئی ہے، درس نظامی کے پڑھنے والے بہت کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب طلبہ کی کثرت تو نہیں ہے، تاہم آپ اس وقت بھی تدریس کا سلسلہ رکھتے ہیں اور آپ کی ذات سے آبائی مسند درس قائم ہے۔ قرابت و غیر قرابت کے بہت سے لوگ آپکے شاگرد ہیں۔

تدریس کے ساتھ اپنے علم و تحقیق کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کان پور کے ایک رسالہ نے عصمتِ انبیاءؑ کے خلاف کچھ مضامین شائع کئے، جس کا آپ نے نہایت مدلل جواب دیا جو اُسی پرچہ کے چند نمبروں میں شائع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے عصمت انبیاءؑ کے متعلق پُراز معلومات مضامین لکھے جو "الفقیہ" امرتسر کے پرچوں میں عرصہ تک شائع ہوتے رہے۔ ان سب کو مرتب کرکے جمع کر دیا جائے تو اس موضوع پر ایک مدلل رسالہ تیار ہو جائے گا۔

آپ اہم استفتاء کا جواب دلائل و تحقیق کے ساتھ لکھتے ہیں۔ بعض فتاویٰ آپ نے لکھے ہیں جن سے تحقیق اور دقت نظر کا پتہ ملتا ہے۔ احتیاط الظہر کے عدم جواز پر پوری تحقیق سے ایک بسیط فتویٰ لکھا ہے جو رسالہ کی شکل میں ہے۔

اپنے اوقات کے بڑے پابند ہیں۔ تدریس و کتب بینی اور اوراد و اشغال میں وقت گزارتے ہیں۔

پہلی مرتبہ ۱۳۵۴ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے بہرہ یاب ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۸۱ھ ہجری میں حج و زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ [۱]

آپ کی شادی موضع حکیم آباد گھگھٹہ (ضلع چھپرہ) میں جناب شیخ عبدالرشید صاحب فاروقی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے دو صاحبزادے مولوی شاہ عون احمد اور عین احمد سلمہما اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

**مولوی شاہ عون احمد سلمہ:۔** تاریخ ولادت ۲۰ ماہ رجب ۱۳۴۱ھ۔ ابتدائی درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ بقیہ درسیات کی تکمیل اپنے چچا زاد بھائی مولوی شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ کے ساتھ مولانا محمد شریف صاحب اعظم گڑھی سے کی۔ اور تکمیل کے بعد ۱۳۶۲ھ میں اجمیر شریف دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں فاتحہ فراغ ہوا اور سند پائی۔ بیعت و اجازت سلاسل و سند حدیث اپنے بڑے چچا حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ اب مشق سلوک میں مشغول ہیں اور خانقاہ کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی تیسری صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ یہ بھی اپنے برادر عمزاد مولانا شاہ محمد امان اللہ سلمہ کے ساتھ ۱۳۶۵ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

---

[۱] اس مرتبہ سفر حج میں آپکی اہلیہ اور چھوٹے لڑکے عین احمد سلمہ بھی ساتھ گئے۔ آپکی اہلیہ نے مکہ معظمہ پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد ہی انتقال کیا۔ حرم شریف میں کعبۃ اللہ کے سامنے نماز جنازہ ہوئی اور جنت المعلیٰ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احاطۂ مزار سے قریب مدفون ہوئیں۔

عینؔ احمد سلمہٗ :۔ تاریخ ولادت ۸ ؍ رمضان ۱۳۴۹؁ھ۔ تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ اپنے والد مولانا محمد نظام الدین سلمہٗ اور برادر عمزاد مولانا شاہ محمد امان اللہ اور برادر حقیقی مولوی عونؔ احمد سلمہٗ و مولوی محبوب عالم صاحب سے درسیات پڑھ رہے ہیں، اللہ جلد تکمیل کراوے۔ ۱۳۶۹؁ھ میں اپنے والد ماجد کی معیت میں حج و زیارت روضۂ انور سے متمتع ہوئے۔

## مولوی حافظ سید شاہ محمد شہابُ الدّینْ صاحب سلمہٗ اللہ

تاریخ ولادت ۳۰ ؍ ذی الحجہ ۱۳۱۶؁ھ۔ آپ نے ابتدا میں حافظ محمد نبی حسن مرحوم آروی سے سبقاً سبقاً قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر حافظ عبد القدوس صاحب آروی اور حافظ عبد الغنی صاحب عظیم آبادی سے دَور کر کے ۱۳۳۶؁ھ میں ختم سُنایا۔ درسیات اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد نظام الدین سلمہٗ سے پڑھیں۔ بیعت و اجازت جملہ سلاسل و عندِ مرویاتِ حدیث اپنے والد ماجدؒ سے حاصل کی۔ باطنی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پائی اور ان کے سلاسل و مرویات حدیث کے بھی مجاز ہوئے۔ شعر و سخن کا اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں۔ ثاقبؔ تخلّص ہے۔ کلام پاکیزہ ہوتا ہے۔ مولوی محمد قمر الدین سلمہٗ کے جملہ شیوخ کی طرف سے بھی ان کے سلاسل و مرویات حدیث کے مجاز ہیں۔ ماہ رمضان ۱۳۶۸؁ھ میں حج و زیارت کی نیت سے حرمین شریفین کا سفر کیا اور ارکان حج و مناسک و زیارت روضۂ انور کے بعد ماہ صفر ۱۳۶۹؁ھ میں وطن واپس آئے۔

تنبیہ :۔ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدّین قدس سرہٗ نے اپنے سفر حج کی روانگی سے ایک روز پیشتر ایک عام جلسہ کر کے اپنے تینوں بھائی مولوی شاہ محمد قمر الدین و مولوی شاہ محمد نظام الدین و حافظ شاہ محمد شہابُ الدین سلمہم اللہ تعالیٰ کو الباسِ خرقہ کر کے اپنی طرف سے تمام سلاسل کا مجاز کیا اور مولوی شاہ قمر الدین سلمہٗ کو اپنا نائب بنا کر حج کے لئے تشریف لیگئے۔

حافظ شہاب الدین سلمہٗ کی شادی کاتب الحروف کی بڑی لڑکی سے ہوئی ہے۔ اس سے تین ۳ بچے فرد الحسن ۱، شرف الحسن ۲، نعمت حسن ۳ ........ اور دو ۲ بچیاں ہیں۔ رشیدہ ۱، کلیمۃ الرسول ۲ موجود ہیں۔ سلمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا حاجی احمد علی ابراہیم بن حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ :۔ ولادت ۶ ؍ شعبان ۱۲۰۷؁ھ۔ وفات ۵ ؍ جمادی الاخریٰ چہارشنبہ ۱۲۹۰؁ھ۔ اپنے والد کے شاگرد اور فارغ التحصیل تھے۔ بیعت، اجازت و خلافت، تعلیم و تربیت کُل اپنے والد سے تھی۔ ۱۲۴۱؁ھ یکم ربیع الثانی میں جس وقت آپ سفر حج کے لئے تشریف لیجانے تھے، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی الباس خرقہ کر کے جملہ سلاسل کا مجاز بنا دیا تھا۔

آپ بہت بالغ الاستعداد اور صاحب تصرّف و کرامات بزرگ تھے۔ سلب امراض میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

ازدواج واولاد کا ذکر کتاب الانساب میں موجود ہے۔ ازانجملہ ایک بیٹے شاہ ولایت الحق مرحوم تھے۔ اپنے والد کے مرید ومجاز تھے، ۱۳۱۵ھ میں ترک وطن کرکے گورکھپور چلے گئے اور وہیں ۱۳۱۷ھ میں انتقال کیا۔ آپکے ایک بیٹے شاہ مودودالحق گورکھپور میں مقیم ہیں۔

شاہ محمد مہدی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ :۔ فارغ التحصیل نہ تھے مگر علمی استعداد بہت اچھی تھی۔ خوش بیان تھے، جس مجمع میں بیٹھتے اپنی خوش بیانی سے جلسہ کو مسحور کر لیتے۔ اپنے والد کے مرید تھے۔ تاریخ ولادت ۱۰ ارجمادی الاولیٰ ۱۲۲۳ھ، وفات ۲۹ رجب شب پنجشنبہ ۱۳۰۵ھ، آرہ محلہ ولی گنج میں مدفون ہیں۔

ازدواج واولاد کے لئے کتاب الانساب دیکھئے۔ اس وقت آپکی اولاد میں ایک بیٹے حافظ نظام الدین حسنا بقید حیات ہیں اور دوسرے بیٹے مولوی شرف الحق مرحوم کی اولاد میں جناب قمر الحق اور جناب نعیم الحق صاحبان اور ان کے نواسہ حافظ عبدالمنان مرحوم کی اولاد میں عزیزم عزیز الرحمٰن سلمہٗ ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد عارف بن مولانا احمدی قدس سرہٗ :۔ بڑے بے نفس اور منکسر مزاج بزرگ تھے، ہمیشہ متوکلانہ زندگی بسر کی، اپنی پوری زندگی میں کبھی چار آنہ سے زیادہ قرض نہ لیا۔ وعدہ کا اتنا پاس تھا کہ ادائیگی کا جو وقت متعین فرماتے اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا۔

مولوی شاہ ابوالحیٰوۃ ومولوی شاہ محمد حسین علیہما الرحمۃ کے فارغ التحصیل شاگردوں میں ہیں۔ اپنے والد کے مرید تھے۔ تعلیم وتربیت باطنی حاجی احمد ابراہیم علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی۔

تاریخ ولادت شب جمعہ ۱۱ رذی الحجہ ۱۲۳۲ھ وفات ۳ رذی الحجہ ۱۲۸۳ھ اپنی سسرال حکیم آباد گھگھٹہ میں مدفون ہیں۔

آپ کی شادی موضع کریم چک چھپرہ میں حکیم علی احمد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ان سے تین صاحبزادے، مولوی حمید الحق، وشاہ محمد اسد اللہ وحکیم محمد اویس رسول مرحوم تھے۔

مولوی حمید الحق بن مولانا شاہ محمد عارف :۔ ولادت ۲۹ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۲۶۹ھ تقریباً چار سال کی عمر میں چیچک کے شدید مرض میں مبتلا ہوئے۔ جس سے آنکھوں کی پتلیوں پر جالا چھا گیا اور بصارت جاتی رہی۔ صحتیاب ہونے کے بعد تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا، اور زبانی تعلیم حاصل کرنا شروع کی، حافظہ بہت قوی تھا، اُستاد جو کچھ بتاتے بعینہٖ یاد کر لیتے۔ اسی طرح ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر عربی کا شوق پیدا ہوا، چھپرہ میں مولوی حسینی مرحوم ایک جید عالم تھے، ان سے کُل درسیات پڑھی۔ کافیہ، شرح مُلّا، موطّا از برتھی، اور کتابیں بھی

اس قدر یاد تھیں کہ اگر کوئی اس کتاب کو آپکے سامنے پڑھتا تو غلطی پر فوراً ٹوک دیتے۔ تحصیل فراغ کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ چند سال پھلواری میں ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی تعلیم کے لئے آپکو بلا لیا تھا۔ ممدوح نے ابتدا کی صرف و نحو سے شرح جامی تک آپ ہی سے تعلیم پائی، اس کے بعد آپ پھلواری سے تشریف لے گئے۔

مولانا حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ کے مُرید تھے، تعلیم و تربیت، اجازت سلاسل ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ میں سکندرپور ضلع سارن میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی شادی نہیں ہوئی۔

**حکیم شاہ محمد اسد اللہ بن مولانا محمد عارف**:۔ تاریخ ولادت ۲۶ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۲۷۳ھ، وفات ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ، مدفون بمقام گورکھپور۔

طبیب تھے، ایک عرصہ تک طبابت کا مشغلہ رہا۔ آخر عمر میں ضیق النفس کے عارضہ کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ حضرت نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے۔ لیکن تعلیم و تربیت، اجازت و خلافت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے پائی تھی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ نے زیارت موئے مبارک کے موقع پر بستہ موئے مبارک لانے کی خدمت بھی آپ کو تفویض کی تھی۔ اس خدمت کو آخر عمر تک آپ انجام دیتے رہے۔ آپکی کئی شادیاں ہوئیں، لیکن آخری شادی جو خاندان تھہاواں میں ہوئی تھی اس سے اولادیں ہوئیں، ازانجملہ ایک صاحبزادے حبیب اللہ نامی کلکتہ میں مقیم ہیں۔

**مولوی حکیم اویس رسول بن مولانا محمد عارف**:۔ ولادت ۱۰ شوال ۱۲۸۳ھ، وفات ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ، مدفون بمقبرہ مجیبیہ پھلواری شریف۔ طب اور ڈاکٹری پڑھی تھی، مطب بھی کرتے تھے، بیعت حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے حاصل کی، اور جملہ سلاسل کی اجازت بھی آپ سے پائی تھی۔ تلقین و ہدایت میں زندگی بسر کی۔ آپکو مولانا عبد العلیم آسی رشیدی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ قادریہ رشیدیہ حنفیہ کی اجازت دی تھی، جو آپ کے سفینہ پر حضرت آسی کے دستِ خاص سے مرقوم ہے۔ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔

**حضرت مولانا سید شاہ محمد علی اکبر بن مولانا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ**:۔ سنہ ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔

کتب درسیہ تمام و کمال اپنے والد مولانا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھی، بیعت اجازت و خلافت بھی والد سے حاصل کی، والد کے انتقال کے بعد شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے رجوع کیا۔

اور بڑی بڑی ریاضتیں کیں، بہت جلد حالات و واردات حسب دلخواہ پیدا ہونے لگے، خود حضرت شیخ العالمین نے اپنے ایک مکتوب میں آپکے حالات و واردات کا ذکر فرمایا ہے۔

"از شب دوازدہم ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ نور چشم علی اکبر را ترقیات حسب دلخواہ" پیدا شدہ است۔ اللّٰھم زد فزد و لا تنقص بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ الحال مشق فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بازدیاد مشاہدہ ذات مستجمع صفات میدارد بفضل تعالیٰ و تصدقہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوجہ احسن است، و اکثار درود میدارند بجان میخوانند از سبحہ شمار نمی آیند، بعقار انامل میخوانند احوال خود کہ نوشتہ اند"

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا، بضرورت کفالت عیال امین صدر بہار مقرر ہوکر گیا تشریف لے گئے اور مدت متعینہ تک اس خدمت کو انجام دینے کے بعد مبلغ سو روپیہ پنشن پر خدمت مذکور سے علیحدہ ہوکر خانہ نشین ہوگئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی فرحتہ النساء بنت مولانا شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی قاضی علی اشرف علیہ الرحمۃ، دوسری شادی بی بی کنیز فاطمہ بنت شاہ غلام مخدوم بن شیخ فصیح الدین سے ہوئی، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

مولوی قاضی علی اشرف بن مولوی علی اکبر علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ اور وفات ۴ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۹۶ھ،

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھی تھیں مگر فاتحہ فراغ اپنے عم محترم مولانا احمدی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر ہوا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، کسب سلوک کے لئے حضرت قبلہ اور مولانا ابوالحسن قدس سرہما کی صحبت میں بیٹھے، اجازت و خلافت اپنے والد علیہ الرحمۃ کے علاوہ ان تینوں بزرگوں سے بھی پائی تھی۔ ایک مدت تک بہار میں منصف رہے، پھر قاضی شہر مقرر ہوئے، بہار ہی میں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت مخدوم سیستانی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

شادی قرابت ہی میں ہوئی تھی جن سے ایک بیٹی بی بی کنیز رسول تھیں جو لا ولد فوت ہوگئیں۔

## امیر محمد حسین (متوفی ۹۸۰ھ) بن امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہما

امیر محمد حسین کے چار لڑکے تھے۔ محمد فرید[۱]، رکن الدین[۲]، رستم[۳]، فتح اللہ[۴]۔ جن میں سے فتح اللہ لاولد گذرے اور محمد فرید و رکن الدین کی اولاد میں بکثرت علماء و فضلاء اور عارفین باللہ ہوئے۔ محمد فرید کے تین لڑکے تھے۔ بایزید[۱]، ابوالفضل[۲]، عبدالرشید[۳]۔ چونکہ ابوالفضل اور عبدالرشید کی اولاد بایزید کی اولاد میں ملی ہوئی ہے۔ اسلئے قابل ذکر یہی ہیں۔ بایزید علیہ الرحمۃ کی شادی بی بی بولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کرجوی کی صاحبزادی بی بی نورجہاں سے ہوئی جن سے چھ لڑکے ہوئے ان میں سے دو یہ ہیں:۔ ملا فصیح الدین[۱]، مخدوم شاہ برہان الدین[۲]۔

**ملا فصیح الدین جعفری نقشبندی قدس سرہٗ:۔** آپ ملا عوض وجیہہ دہلوی کے شاگرد بڑے عالم متبحر تھے۔ عہد عالمگیری میں برابر دہلی رہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے[۱]۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے آپکی علمی قابلیت اور جوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے مدد معاش میں ایک سو بیس[۱۲۰] بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ روزمرہ کے لیئے دیا تھا۔ ملا فصیح الدین کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۲۰ھ میں ملا فصیح الدین کے صاحبزادگان ملا صبیح الدین و ملا صریح الدین و ملا ملیح الدین و ملا سلیح الدین کے نام سے اس سند کی تجدید ہوئی۔ بیعت آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں کسی بزرگ سے تھی، جن کا نام نہیں معلوم ہے۔ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کی بناء کردہ مسجد سنگی سے متعلق جو مدرسہ تھا۔ اس میں سب سے پہلے مدرس ملا فصیح الدین جعفری تھے، مسجد و مدرسہ کی تولیت آپ ہی کے ذمہ تھی۔ مسجد کے شمال جانب مدرسہ میں جو خانقاہ کے نام سے بھی مشہور تھا، درس دیا کرتے تھے۔

**تلامذہ:۔** آپکے چاروں صاحبزادگان اور داماد قاضی حیات مزید و ملا غلام شرف الدین بن مولوی عبدالغفور بن مولوی ابوالفضل جعفری ارشد تلامذہ سے ہیں۔ بڑے بیٹے ملا صبیح الدین آپکے بعد مسند درس پر بیٹھے اور بہت لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔

مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کا یہ حصہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کی درسگاہ رہا ہے۔ ملا فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

---

[۱] ملا فصیح الدین کے صاحبزادے ملا صبیح الدین کے نام سلطان عالمگیر اورنگ زیب کی طرف سے جو فرمان ملا تھا اس میں اس کا تذکرہ موجود ہے، فرمان طویل ہے اس کا وہ حصہ یہ ہے:۔ "دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یک روپیہ یومیہ از خزانہ بلدہ عظیم آباد صوبہ بہار و یکصد و بست بیگھہ زمین از پرگنہ پھلواری مضافات صوبہ بہار در مدد معاش بصلائے تدوین فتاویٰ بنام ملا شیخ فصیح الدین مقرر بود، الحال بمتعلقان ملا مذکور متوفی بلا قید اسامی دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر شد۔"

اور اسی سنگی مسجد کے شرقی جانب مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی امان علی ترقی جعفری بن غلام علی بن ملّا صریح الدین بن ملّا فصیح الدین مذکور نے اپنی مثنوی میں ملا فصیح الدین کے تذکرہ میں اس مدرسہ کا بھی حال لکھا ہے۔ ع

فصیح الدین نامی عالمے بود | وجودِ اُو سراپا بود محمود
بعلم و با عمل مشہور آفاق | سر و سر حلقۂ مہرور آفاق
تبحر بسکہ او در علم می داشت | علم بر لامکاں از علم افراشت
عوض ابن وجیہہ استاد او بود | بدھلی اکتساب علم فرمود
مرید خاندان نقشبندی | مبرّا خاطر از چونی و چندی
براہِ فقر بس ثابت قدم بود | بکس دل را نہ بستہ غیر معبود
مقری داشت دیہے چند آباد | زرش را صرف کردے با دل شاد
ز انعامات عالمگیر عادل | فراغ خاطر او گشت حاصل
ز اسباب معیشت ہر چہ باید | قلم اندر حسابش در نیاید
بپھلواری کہ ہست از علم معدن | ز اجداد ش قدیمی بود مسکن
دراں جا مسجدے پاکیزہ بنیاد | بنا کرد ست جا بکدست اُستاد
ز سنگِ سُرخ گردیدہ مؤسس | تو گوئی ہست چوں بیت مقدس
چنیں مسجد کہ بر روئے زمین است | یقیں میداں کہ بیت اللہ ایں است
ز ہجرت نہ صد و پنجاہ و شش بود | کہ تعمیرش عطاء اللہ فرمود
بشرقی مسجد پاک است واقع | مزار عالیش ساطع و لامع
شمالش بود یک دالان خشتی | بہ پیش او خجل قصر بہشتی
برائے طالبانِ علم آنجا | مکانہائے دگر ہم بود زیبا
بسے از طالبانِ علم بودند | کہ کسبِ علم از وے می نمودند
ز ماکولات و مشروبات و پوشاک | نمودے خدمت شان عالم پاک
دراں دالان نشستے بہر تدریس | کتب بنہادہ با شاں بہر ادریس

**اولاد و احفاد:** ملا فصیح الدین قدس سرہٗ کی شادی شاہ محمد امین بن جنید ثانی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادے ملا صریح الدین، ملا صبیح الدین، ملا ملیح الدین ملا سلیح الدین اور چار صاحبزادیاں وجود میں آئیں

مولوی صبیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی، ان سے دو بیٹے مولوی سراج الدین لاولد اور مولوی نصیر الدین ہوئے۔ مولوی صبیح الدین اپنے والد کے بعد مسند درس پر بیٹھے اور بہت سے طالبین حق کو اپنے چشمہ علم سے سیراب فرمایا

مولوی نصیر الدین بن مولوی صبیح الدین کی شادی بی بی شاکرہ بنت شاہ غلام حسین بن شاہ غلام علی ساکن دیورہ سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادے مولوی محمد امین، مولوی محمد فرید، مولوی محمد عبید، مولوی محمد مجید ہوئے اور ہر ایک صاحب اولاد تھے تفصیل کتاب الانساب میں موجود ہے۔

آپ کی جزئیت موضع دیورہ ضلع گیا، موضع سملہ ضلع گیا، موضع پلاسی ضلع گیا، موضع احمد پور ردہائی ضلع گیا، پرگنہ اروال، بہار شریف، محلہ مراد پور کے حضرات کو پہونچی ہے۔

شاہ محمد امین کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی مبارک بنت شاہ کرامت علی ساکن پلاسی ضلع گیا سے ہوئی، ان سے بی بی قادرہ جو شاہ احمد علی بن شاہ خادم علی ساکن پلاسی سے منسوب ہوئیں، ان سے تین بیٹے شاہ محمد اکبر علی، شاہ فرحت حسین، شاہ مہدی حسین اور تین بیٹیاں بی بی حکیم النساء زوجہ شاہ محمد علی ساکن سملہ ضلع گیا، ان سے دو بیٹے شاہ عبد العلی اور سید شاہ ابو الحسن علیہما الرحمۃ۔

شاہ عبد العلی علیہ الرحمۃ کے دو بیٹے خواجہ محمد خلیل صاحب اور شاہ محمد شریف مرحوم، اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ صبیحہ اولیٰ زوجہ شاہ مجیب الحق بن شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ، صبیحہ ثانیہ زوجہ قاضی عبد اللطیف ساکن کونی بربرہٹ ضلع گیا، صبیحہ ثالثہ زوجہ خانبہادر مسٹر ابو صالح رئیس گیا، صبیحہ رابعہ زوجہ شاہ جلال الدین حیدر ساکن کہرہ ضلع گیا۔

قاضی عبد اللطیف مرحوم کے دو صاحبزادے قاضی احمد حسین داماد مولوی قاضی نور الحسن صاحب پھلواری، دوسرے بیٹے قاضی محمد حسین داماد شاہ محمد مجیب الحق بن شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ۔

شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ کے پانچ بیٹے، شاہ محمد مجیب الحق، شاہ محمد فدا حسین، شاہ محمد علی عظیم، شاہ محمد منظر سعید، شاہ محمد عبد الحق، اور ایک بیٹی جو خواجہ محمد خلیل صاحب سے بیاہی گئیں۔

شاہ فرحت حسین بن بی بی قادرہ کے بیٹے شاہ راحت حسین، ان کے دو بیٹے شاہ محمد نظیر، و شاہ محمد عبد الحی اور چند لڑکیاں جن کے اولاد کی تفصیل کتاب الانساب میں ہے۔ اور شاہ محمد مہدی بن بی بی قادرہ کے شاہ بشیر الحق عرف

---

ا؎ آپ کا تذکرہ نہایت مختصر صاحب سیر المتاخرین نے بھی کیا ہے۔

شاہ رمضانی و مولوی شاہ ولایت حسین۔

بی بی قادرہ بن شاہ محمد امین کی دوسری بیٹی کبیر النسا، ان کی شادی سید شاہ سرفراز حسین بن سید شاہ نثار حسین ساکن بہار محلہ مرار پور سے ہوئی، ان کے چار بیٹے سید شاہ بشارت حسین، سید شاہ لطافت حسین و سید شاہ لیاقت حسین و سید شاہ ہدایت حسین، ان چاروں بھائیوں کے اولاد کی تفصیل کتاب تذکرۂ انساب میں موجود ہے۔

سید شاہ ہدایت حسین حضرت شاہ ولایت علی اسلام پوری قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ انہوں نے پھلواری میں آکر قیام کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب مولوی کمال علی بن مولوی عبد العلی بن ملا مبین قدس سرہٗ کی نانہال کاکو ضلع گیا میں تھی اور کاکو کے تعلق سے اس خاندان کی قرابت مندی کرائے پرسرائے، موضع کو سیتا پھلیریا موضع مفتی گنج سے تھی، اسی قرابت کی وجہ سے مولوی کمال علی علیہ الرحمۃ کی شادی موضع کو سیتا پھلیریا میں بی بی مریم بنت جسین علی عرف میر پناتی مرحوم (متوفی ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۳ھ) بن میر قاسم علی سے ہوئی، مگر ان کو کوئی اولاد نہ ہوئی، خاندانی وجاہت کے ساتھ دولت و مال کی فراوانی تھی۔ انتقال کے بعد جائیداد عصبات میں تقسیم ہوئی اور بیوی کو بھی ترکہ ملا، بیوی مریم صاحبہ نے اپنی تنہائی کی وجہ سے اپنے دونوں بھائیوں کو پھلواری بلا لیا۔ ان کے دو بھائی تھے۔ میر یاور حسین اور میر عابد حسین، یہ دونوں حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کے مرید تھے، اور مع اہل و عیال پھلواری چلے آئے تھے۔

میر عابد حسین کی شادی بہار محلہ چھوٹی تکیہ میں ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادی بی بی عصمت نامیہ تھیں، ان کی شادی میر ہدایت حسین مذکور سے ہوئی، میر صاحب مرحوم کی یہ دوسری شادی تھی، پہلی شادی سے بھی اولاد تھی، مولوی کمال علی صاحب کی اہلیہ کے انتقال کے بعد ان کا متروکہ مع مکان ان کے دونوں بھائیوں کو پہونچا، اس وجہ سے مستقل قیام ان دونوں بزرگوں کا یہاں ہو گیا۔

چونکہ میر عابد حسین بن میر حسین علی مرحوم کی بھی ایک صاحبزادی تھیں اور اولاد ذکور نہ تھی، جو اس مکان کو آباد کرتی، اس لئے میر ہدایت حسین کو ان کی خاطر داری و دلدہی کے خیال سے پھلواری ہی میں قیام کرنا پڑا اور دوسری بیوی کی اولاد بھی یہیں آباد ہوئی۔

میر ہدایت حسین صاحب برابر پھلواری میں مقیم رہے اور بعارضۂ فالج ۸ رجب ۱۳۱۱ھ میں انتقال کیا، اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو اولاد ہوئی، ایک بیٹے جناب حافظ زاہد حسین صاحب اور ایک بیٹی بی بی رقیہ۔

جناب حافظ زاہد حسین صاحب کی شادی موضع کاکو ضلع گیا میں میر محمد یعقوب صاحب کی نواسی سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹے اختر حسین اور ایک بیٹی ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم نے آخر عمر میں ایک مکان قصبہ اورنگ آباد میں

بنوا لیا تھا اور وہیں مع اہل و عیال قیام پذیر تھے، انتقال بھی وہیں ہوا، اب ان کی اولاد پھلواری اور بہار سے بے تعلق موضع اورنگ آباد میں مقیم ہے۔

میر ہدایت حسین کی صاحبزادی بی بی رقیہ پروفیسر مولوی سید نور الحسن[1] صاحب ساکن ہتھیا واں و سگریا واں سے منسوب ہوئیں، اب انہی سے یہ مکان آباد ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے مولوی سید انوار اللہ اور مولوی سید مجتبیٰ اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔

مولوی سید انوار اللہ سلمہٗ نے جدید تعلیم حاصل کر کے لندن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ فی الحال سبلور ضلع بھاگلپور میں اگریکلچر کالج کے پرنسپل ہیں۔

مولوی مجتبیٰ سلمہٗ نے علی گڑھ کالج سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور وہیں پروفیسر تھے۔ اب پاکستان میں کسی اعلیٰ ملازمت پر ہیں۔

پروفیسر مولوی نور الحسن صاحب اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے مرید ہیں۔

سید یاور حسین بن میر حسین علی کی صاحبزادی کی شادی جناب سید ابراہیم حسین[2] مرحوم ساکن رزاق بیگھہ متصل مفتی گنج یکے از مریدان حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے ہوئی۔ ایک صاحبزادی ہوئیں جنکی شادی مولوی سید فضل امام ابو سعید بن مولوی سید لطافت حسین وکیل بن سید مونت حسین ساکن مفتی گنج سے ہوئی، ان سے برادرم مولوی سید حسن آرزو سلمہٗ ہیں جو ہمیشہ قومی خدمات میں اپنی عزیز زندگی صرف کرتے رہے۔ اب گورنمنٹ اردو لائبریری بانکی پور محلہ چوہٹہ کے انچارج ہیں، انکی شادی موضع پرنی میں جناب ابو سعید صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ماشاء اللہ ان سے اولاد ہے، برادر موصوف حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں اور اس خاندان کے اکثر بزرگوں سے سلاسل کی اجازت بھی پائی ہے۔ خوش اوقات ہیں، خیر سے زندگی بسر کرتے ہیں۔[3]

---

[1] مولوی سید نور الحسن صاحب، اولاد امجاد حضرت سید السادات سید محمد قادری الجھری سے ہیں، مولوی سید نور الحسن بن حکیم سید عابد حسین بن سید شاہ لطیف حسین بن سید شاہ دعاء اللہ بن سید شاہ عطاء اللہ بن سید شاہ کریم داد بن سید شاہ اولیا بن سید شاہ مظفر بن سید شاہ معین الدین بن حضرت سید السادات سید محمد قادری الجھری قدس سرہٗ۔

[2] میر ابراہیم حسین مرحوم کی شادی حضرت قدس سرہٗ کے آخر عہد میں ہوئی تھی، اُن کو بیعت کا موقع نہ ملا۔ مرض موت میں حضرت پیر و مرشد فیاض المسلمین حضرت مولانا محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے بہ نیابت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب قبلہ قدس سرہٗ مرید ہوئے۔

[3] ۷ار محرم ۱۳۷۱ھ ہجری میں انتقال کیا۔

مولوی سیّد لطافت حسین صاحب کو بیعت حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ سے تھی، اور آپکی شادی بی بی حکیمن بنت مولوی سیّد قاضی مخدوم عالم منہاجی پھلواروی قدس سرہٗ سے ہوئی تھی۔ ۳۰ر محرم ۱۳۰۴ھ انتقال کیا اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔ جناب سیّد معونت حسین صاحب مولوی کمال علی صاحب کے ہمزلف تھے۔

مولوی شاہ محمد امین بن مولوی نصیر الدین حضرت مولانا شاہ کمال علی دیوروی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ اور شاگرد تھے، اور مولانا کمال علی میر زاہد میرٹھی ثم عظیم آبادی و مولانا عبدالعلی بحر العلوم قدس سرہٗ کے شاگرد تھے،

شاہ محمد امین کی دوسری شادی سے حضرت شاہ انور علی دیوروی قدس سرہٗ تھے، آپ کی شادی میر آل علی کی صاحبزادی سے ہوئی مگر ان سے اولاد نہ ہوئی۔ کتب درسیہ پھلواری میں قیام کر کے حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عبدالغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، اور بیعت و اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ غلام امام سملوی قدس سرہٗ سے تھی۔ تکمیل طریقت کے بعد آپ کو آپکے پیر و مرشد نے حضرت شاہ کمال علی دیوروی کی جگہ پر جانشین کیا۔ آپ کی وفات ۲۵ر صفر ۱۲۶۹ھ میں ہوئی اور دیورہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپکے خلیفہ حضرت شاہ ابوالحسن دیوروی ثم سملوی قدس سرہٗ جانشین ہوئے۔ یہ بزرگ یعنی شاہ ابوالحسن فردوسی قدس سرہٗ دیورہ میں حضرت شاہ کمال علی اور سملہ میں شاہ غلام امام علیہما الرحمۃ کے جانشین تھے۔ آپکی شادی مولانا ہادی بن مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ۶ر رجب ۱۳۲۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے بعد خانقاہ دیورہ میں آپکے منجھلے صاحبزادے شاہ فدا حسین علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور ۱۳۵۳ھ میں رحلت فرمائی۔ اب آپکے چھوٹے صاحبزادے شاہ محمد ابراہیم سلمہٗ جانشین ہیں۔

خانقاہ سملہ میں شاہ ابوالحسن قدس سرہٗ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ محمد مجیب الحق علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور ۲۷ر ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اب آپکی جگہ پر آپ کے بڑے صاحبزادہ شاہ محمد قاسم سلمہٗ جانشین ہیں۔ ۲۹ر شعبان ۱۳۶۶ھ میں رحلت کیا۔

شاہ محمد قاسم علیہ الرحمۃ کو اپنا آبائی سلسلہ اپنے والد سے پہونچا ہے اور طریقہ مجیبیہ کی اجازت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ اور مولانا شاہ محی الدین قدس سرہٗ سے ہے۔

مولوی فریدالدین عرف محمد فرید بن نصیر الدین بن صبیح الدین بن ملا فصیح الدین کے دو بیٹے مولوی شاہ محمد یسین اور شاہ اکبر علی اور چند بیٹیاں وجود میں آئیں۔ ازانجملہ ایک بیٹی بی بی دلیہ میر واصل علی متوفی ۱۷ر ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ، ساکن احمد بوسوپالی سے بیاہی گئیں۔

میر واصل علی علوی النسب تھے۔ ان کے اجداد کا اصلی وطن موضع موتھ قریب جنید پورہ پرگنہ اروَل تھا۔ آپ کے پردادا شاہ امام الدین بن شاہ معین الدین کی شادی برنی پرگنہ ساندھا ضلع گیا میں ہوئی، اُن سے ایک بیٹے حضرت غلام مرتضیٰ ہوئے، مصاہرت نیز املاک و جائداد کی نگرانی کے خیال سے شاہ امام الدین مرحوم برنی میں مقیم رہے۔

حضرت شاہ غلام مرتضیٰ قادری متوفی ۱۵ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ، صاحب مزار برنی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید[۱] و خلیفہ ہیں۔ ۱۱۶۵ھ میں بطریقۂ قادریہ مرید ہوئے، کسب سلوک و ریاضات شاقہ کے بعد معارف کے مدارج علیا پر پہونچے۔ ان کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے، ترجمہ فارسی عوارف المعارف مرقومہ ۱۱۶۱ھ ان کے دست خاص کی لکھی ہوئی کتبخانہ مجیبیہ میں موجود ہے۔

میر واصل علی کی ننہال موضع احمد پور رہائی پرگنہ اروَل ضلع گیا میں تھی، انہوں نے اپنی ننہال ہی میں قیام کیا، میر صاحب موصوف کی پانچ بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک[۱] شاہ انور علی بن شاہ محمد امین بن شاہ نصیر الدین بن شاہ صبیح الدین رحمہم اللہ سے بیاہی گئیں۔ دوسری[۲] حاجی عبدالوارث بن نور اللہ بن احمد اللہ بن اسد اللہ ساکن عیسیٰ پور پھلواری سے بیاہی گئیں، ان سے صرف ایک بیٹی تھیں جو جمعدار قسیم الدین ساکن بھداسی ضلع گیا سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد بھداسی میں موجود ہے۔ تیسری[۳] بیٹی بی بی شمس النساء زوجۂ ثانیہ حضرت مولانا شاہ محمد ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہما ساکن پھلواری تھیں، ان کی اولاد موضع سملہ ضلع گیا اور موضع دلیورہ ضلع گیا میں موجود ہے۔ چوتھی[۴] شاہ امجد علی ساکن مکارم چک سے بیاہی گئیں، ان سے ایک بیٹی جن کی شادی حکیم عسکری ساکن چاکند پیر بیگھہ ضلع گیا سے ہوئی، ان سے حکیم عابد مرحوم تھے ان کی اولاد موجود ہے۔ پانچویں[۵] شیخ رحمٰن بخش عرف چھیدی ساکن احمد پور رہائی سے بیاہی گئیں، ان سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ ازانجملہ چھوٹی قاضی سید مظہر امین ساکن کندوئی سے بیاہی گئیں۔ ان سے چند اولاد ہوئی، ان میں سے ایک بیٹی شیخ محمد قمرالدین بن شیخ عبداللطیف فاروقی ساکن رہائی سے بیاہی گئیں۔ ان سے اولاد موجود ہے، مزید تفصیل تذکرۃ الانساب میں درج ہے۔

مولوی صبیح الدین بن ملا فصیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے شاہ غلام حیدر اور شاہ غلام علی علیہما الرحمۃ تھے۔ شاہ غلام حیدرؒ کے ایک صاحبزادہ شاہ غلام سرور قدس سرہٗ تھے،

---

[۱] حضرت شاہ غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ کے اجداد و آباء کل بطریقۂ سہروردیہ حضرت مخدوم آدم چرم پوش بہاری قدس سرہٗ کے خاندان میں مرید ہوا کرتے تھے، اور یہ قید آپکے خاندان میں تھی کہ کوئی فرد اس خاندان کا دوسرے خاندان میں مرید نہیں ہوتا تھا۔ مگر شاہ غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ کو آپ کی عقیدت نے مجبور کیا اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، ان کے بعد بھی لوگ اسی خاندان میں مرید ہوتے رہے۔

شاہ غلام سرور قدس سرہٗ نے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے سنہ ۱۱۶۷ھ ۳۰ ماہ ذی الحجہ میں بیعت حاصل کی اور باطنی تعلیم و تربیت بھی تاج العارفین ہی سے ہوئی، آپکی شادی ملا محمد مبین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادہ شاہ غلام حسن، شاہ غلام حسین، شاہ غلام امام پیدا ہوئے۔ یہ تینوں بھائی اپنے والد کے مرید و مجاز تھے۔ شاہ غلام حسن لاولد گئے۔ شاہ غلام حسین کی شادی بی بی عبیدہ بنت سید شاہ صفدر علی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے ایک صاحبزادہ مولوی تفضل حسین جو حضرت مولانا شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے عالم و فاضل جید الاستعداد تھے، شادی حکیم احمد اشرف رضوی ؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگر لاولد گئے۔

مولوی غلام امام بن شاہ غلام سرور کی شادی شاہ ولی اللہ بن شاہ عطاء اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی، شاہ ولی اللہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے داماد تھے، شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے غلام حق قاضی شہر تھے۔ شاہ غلام امام کے بیٹے مولوی ابو سعید تھے اور ایک بیٹی تھیں جو مولوی عنایت علی بن عبد الغنی بن ملا محمد مبین قدس سرہٗ سے بیاہی گئیں، ان سے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ تھے۔

شاہ غلام سرور قدس سرہٗ نے ۶ رجب سنہ ۱۱۸۴ھ میں وفات پائی اور مسجد سنگی کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے، مولوی ابو سعید بن شاہ غلام امام مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے اور اپنے جد امجد حضرت شاہ غلام سرور قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے، بمبردوان میں بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے، وہیں انتقال کیا۔ آپکی شادی سیورہ جندلا میں ہوئی تھی اُن سے ایک بیٹے مولوی خورشید علی اور ایک بیٹی زوجہ مولوی رعایت علی بن مولوی عنایت علی پھلواری سے ہوئی۔

شاہ غلام علی بن مولانا صریح الدین کی شادی حضرت شاہ محمد عبد الواسع بن حضرت شاہ محمد امان اللہ جنیدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے، مولوی امان علی و مولوی خادم علی متوفی ۲۰ رمضان سنہ ۱۲۳۰ھ۔

مولوی شاہ امان علی ترقی کی ولادت سنہ ۱۱۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۹ ذیقعدہ شب سہ شنبہ سنہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی، حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ کتب درسیہ مفتی غلام مخدوم اور حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہما سے تمام کیں، شاعری میں بھی ان ہی دونوں بزرگوں سے تلمذ تھا۔ ترقی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا دیوان مرتب ہے۔ اور ایک مثنوی جو "مثنوی ترقی" سے موسوم ہے "تاریخ پھلواری" کی بہترین یادداشت ہے، اس میں آپ نے اپنے پیر و مرشد اور دیگر اکابر خاندان کا تذکرہ نظم کیا ہے، مجھ کو ان اوراق کی ترتیب میں اس سے بہت مدد ملی۔ بیعت و اجازت و خلافت تعلیم و تربیت باطنی کل حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ سے تھی، آخر عمر میں بقیہ سلوک کی تکمیل حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے کی۔ اپنے رجوع کرنے کا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا ہے۔

جس کو میں نے شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کے تذکرہ میں درج کر دیا ہے۔

آپ کی شادی بی بی فاطمہ بنت شیخ محمد حسین بن شیخ کریم الدین بن شیخ دین اللہ بن قاضی فتح اللہ ساکن چک مجاہد ضلع مظفر پور پرگنہ بسارہ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولوی احسان علیؒ اور مولوی عبدالرحمٰن عرف رحمٰن علی (متوفی ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ) اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی زوجہ شیخ غلام امام عیسیٰ پوری، دوسری زوجہ قاضی ابراہیم حسین، سوم زوجہ ثالثہ مولانا احمدیؒ، چوتھی زوجہ سید ظہور الحسن ساکن حسینا متصل اسٹیشن بھگوان پور ضلع مظفر پور، جو کاتب الحروف کی نانی کے حقیقی بھائی تھے، مگر ان سے اولاد نہ ہوئی، البتہ دوسری تینوں بیٹیوں کی اولاد قصبہ پھلواری اور عیسیٰ پور میں موجود ہے۔

مولوی احسان علی بن امان علی ــــــ میں پیدا ہوئے، درسیات مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ سے پڑھی تھیں اور حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہ کے مرید تھے۔

آپ کی شادی موضع حسینا ضلع مظفر پور میں بی بی حمیدہ بنت سید لطف علی بن سید غلام جعفر سے ہوئی۔ ان سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹے مولوی عبدالسلام عرف بستان علی تھے، ایک بیٹی موضع حسینا میں شیخ واعظ علی بن شیخ حمید علی فاروقی (جو کاتب الحروف کے حقیقی ماموں تھے) سے بیاہی گئیں، ان سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹے شیخ غلام حید فاروقی تھے، ان کے دو صاحبزادے شیخ ظہیر حسن جو اپنی آبائی جائیداد کے نگراں ہیں۔ اور مولوی فضل الرحمٰن ہیڈ مولوی ایچ ای اسکول بھگوان پور حی القائم ہیں۔

مولوی احسان علی کی دوسری بیٹی حکیم یحییٰ بن حکیم واعظ الدین حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمۃ سے بیاہی گئیں، ان سے ایک بیٹے حکیم ادریس جو قاضی علی اشرف جعفری علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے بیاہے گئے مگر لاولد گئے۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۲۶۷ھ میں مولوی احسان علی علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی اور مقبرہ شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے ــــــ مولوی عبدالرحمٰن بن مولوی امان علی حضرت فرد الاولیاء کے مرید ذی علم تھے، ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا، لاولد گئے۔

مولوی ملیح الدین بن ملا فصیح الدین کی شادی قاضی قیام الدین بن قاضی عبدالمجید ساکن حاجی پور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے غلام غوث اور فقیر محی الدین تھے، جن کی اولاد کچھ عرصہ کے بعد منقطع ہوگئی۔ اب ان کی اولاد موجود نہیں ہے، جو موجود ہیں وہ دوسرے بھائیوں کی اولاد میں مل گئے ہیں۔ جن کی تفصیل کتاب الانساب دیکھنے سے معلوم ہوگی۔ مولوی ملیح الدین کی بیٹی بی بی مکرمۃ النساء ملا امین بن قاضی حیات محمد سے بیاہی گئیں ان کا تذکرہ آگے آئیگا۔

مولوی سلیح الدین بن مولوی فصیح الدین کی شادی بی بی رمضانی بنت مولوی مودود بن مولوی محمود جعفری سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹے غلام جیلانی سرشار تھے، یہ عالم فاضل درویش کامل تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کے مرید و شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے شاگرد تھے، ان کا مفصل تذکرہ "شعرائے پھلواری" میں کیا جائے گا۔ مولوی سلیح الدین کی دوسری شادی بی بی منو بنت شاہ محمد صلاح منیری سے ہوئی، ان سے مولوی افضل الدین پیدا ہوئے۔

مولوی افضل الدین نے درسیات مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ سے دہلی میں پڑھیں، بیعت طریقت ۱۳ رجب ۱۲۱۰ھ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ آپ کے صاحبزادے مولوی اکبر علی شیخ العالمین کے مرید تھے۔ ان کی شادی بی بی زمین بنت سید شاہ عترت علی شہباز پوری (شاہ آیت اللہ کی نواسی) سے ہوئی تھی۔ ان سے مولوی احمد عبداللہ ہوئے۔

مولوی احمد عبداللہ علیہ الرحمۃ نے ابتدائی کتابیں مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں اور تکمیل مولانا شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ سے کی، ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۳۵ھ میں شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، ۲۵ صفر ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی بی بی امت بنت شیخ فتح علی عرف شیخ ڈھومن بن شیخ محمد منعم سے ہوئی تھی۔ ان سے تین بیٹے مولوی شاہ رفیع الدین اور شاہ امین الدین احمد و حکیم وحید الدین اور ایک صاحبزادی اہلیہ ثالثہ مولوی شاہ وحید الحق رضوی منعمی قدس سرہٗ۔

مولوی شاہ رفیع الدین کی ولادت ۳ رجب ۱۲۶۱ھ میں ہوئی اور ۳ صفر ۱۳۱۳ھ میں رحلت فرمائی، محلہ پیر دمڑیا شہر پٹنہ میں مدفون ہوئے، مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے اور مولانا ممدوح ہی سے تربیت باطنی بھی حاصل کی تھی۔ آپ کی شادی سید شاہ منور علی ساکن محلہ پیر دمڑیا شہر پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، (یہ بزرگ حضرت پیر دمڑیا قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے) ان سے پانچ بیٹے عابد حسین، نعمت حسین، محمد حسیب الدین، محمد شرف الدین، محمد رضی الدین اور ایک بیٹی۔

آپ کے دو بیٹے شاہ محمد حسیب الدین و شاہ محمد رضی الدین صاحب اولاد ہوئے اور دو بیٹے نعمت حسین اور شرف الدین مفقود الخبر ہو گئے، کہاں چلے گئے پتہ نہیں۔ شاہ حسیب الدین صاحب بقید حیات ہیں (شہر پٹنہ محلہ ڈنکہ کی املی میں قیام پذیر ہیں صاحب اولاد ہیں) ان کے ایک بیٹے مولوی وجیہ الدین تھے جنہوں نے درسیات تمام و کمال مولانا شاہ حبیب الحق عمادی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، افسوس کہ عمر نے وفا نہ کیا اور عالم شباب میں انتقال کر گئے۔

شاہ حسیب الدین صاحب کو مولانا شاہ محمد رشید الحق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل ہے، مع اہل و عیال پٹنہ میں مقیم ہیں، پھلواری سے سکونت کا تعلق باقی نہیں ہے، بحیثیت تعلقات برادرانہ تشریف لاتے ہیں۔

**شاہ محمد امین الدین** بن مولوی احمد عبد اللہ کی ولادت ۲ رجمادی الاول ۱۲۶۷ھ میں ہوئی، مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہ کے مرید تھے، اجازت و خلافت مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ اور حضرت پیر مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ سے تھی۔ ہمیشہ رشد و ہدایت خلق میں زندگی بسر فرمائی، ۱۷ر صفر ۱۳۲۷ھ میں بعارضۂ استسقاء انتقال فرمایا، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو بیٹے شاہ عزیز الدین اور شاہ حنیف الدین صاحبان تھے، مولوی **شاہ عزیز الدین** علیہ الرحمۃ مولوی شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے پائی تھی، آپ کو پیر و مرشد قدس سرہ نے بھی اجازت دی تھی، کلکتہ میں آپکے مریدین بہت ہیں، ۱۳۴۴ھ میں بہ ایام حج مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو بیٹے **شاہ معز الدین** اور **عز الدین** کلکتہ میں قیام پذیر ہیں، شاہ معز الدین سلمہٗ اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کی نگرانی کے ساتھ "عزیزیہ پریس" کے مالک ہیں اور ایک اردو روزنامہ اخبار "الحق" کے ایڈیٹر ہیں؛ اور عز الدین سلمہٗ ہفتہ وار اخبار "الانصاف" کے ایڈیٹر ہیں۔ شاہ عزیز الدینؒ کی محل اولی سے ایک بیٹی ہیں جو صاحب اولاد ہیں، اور پھلواری ہی میں رہتی ہیں۔ دوسری لڑکی جو محل ثانی سے ہیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں۔

**شاہ حنیف الدین** صاحب مولوی شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے پائی، آپ بھوٹان میں ڈاکٹر اصدر علی مرحوم کے اسٹیٹ کے منیجر تھے۔ وہیں انتقال کیا۔ ایک لڑکا شمس الدین ان کی یادگار موجود تھا جس نے قضا کیا، دوسرا لڑکا حفیظ نامی موجود ہے۔

حکیم مولوی **وحید الدین** بن مولوی احمد عبد اللہ علیہ الرحمۃ ۹ رشعبان ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ مولانا شاہ علی امیر الحق اور مولانا رشید الحق علیہما الرحمۃ سے پڑھیں، بیعت مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہ سے تھی، فن طب میں حکیم گلزار علی عظیم آبادی کے شاگرد تھے، تمام عمر طبابت کا مشغلہ رہا۔ کوئی اولاد باقی نہ رہی۔

## حضرت برہان العارفین مخدوم شاہ برہان الدین قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۰۳۴ھ ہجری ——— وفات ۱۵ ر ذیقعدہ ۱۱۰۷ھ ہجری ہے،

ملا فصیح الدین کے حقیقی بھائی صاحب علم و عرفان تھے، میرزاہد بن اسلم الہروی کے شاگرد تھے، بیعت و اجازت و خلافت سب کچھ حضرت مخدوم شاہ شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ سے تھی۔ آپ کی شادی شاہ کبیر الدین

بن شاہ رکن الدین بن شاہ محمد حسین کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ اور حضرت شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ وجود میں آئے۔

## حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۰۶۵ھ اور وفات ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ ہے، درسیات دہلی و لاہور میں تمام کیں، حضرت شیر قلندر سید شاہ محمد فاضل سادھوری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ہیں، شیخ نے ۱۱۰۳ہجری میں الباس خرقہ کر کے وطن کی طرف رخصت فرمایا۔ حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہٗ تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے:۔

خواجہ عماد الدین قلندر، سید شاہ محمد فاضل سادھوری، شیخ عبد الرسول، شاہ محمد مجتبیٰ عرف محبا قلندر لاہرپوری، شیخ عبد القدوس جونپوری، شیخ عبد السلام عرف علن جونپوری، شیخ محمد قطب جونپوری، حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری، قدست اسرارہم، آپکو حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہٗ کے جملہ سلاسل پہنچے ہیں طریقہ جنیدیہ کا خرقہ خلافت آپکو اپنے والد برہان العارفین قدس سرہٗ کے واسطے سے پہونچا ہے۔

مزار مبارک اپنے والد کے بائیں میں ہے، وفات کی تاریخ میں مزار پر قل خوانی ہوتی ہے اور قصبہ کے زائرین کثیر سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپکی شادی بی بی نسیمہ بنت شاہ محمد مقیم بن محمود جعفری سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے حضرت شاہ غلام نقشبند اور حضرت شاہ انعام الدین قدس سرہما اور بی بی حفیظہ وجود میں آئیں۔

برہان العارفین قدس سرہٗ کے مقبرہ سے متصل ذرا نشیب میں ایک اور مقبرہ ہے جو پہلے شاہ .... قدس سرہٗ کا "گھیرہ" کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے بعد ایک وسیع چبوترہ ہے، جس پر حضرت خواجہ عماد الدین قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ اور داماد حضرت شمس العارفین شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کا مزار ہے، اس چبوترہ پر کثیر تعداد میں علماء، فضلاء و سجادہ نشینان سجادہ عمادیہ قدست اسرارہم مدفون ہیں۔

## حضرت شمس العارفین شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ

ولادت ۱۱۱۶ھ۔ تکمیل درسیات تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی کل حضرت تاج العارفین سے ہوئی، آٹھ سال کی عمر تھی کہ آپکے والد ماجد خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، تاج العارفین قدس سرہٗ نے مصلحت و ضرورت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ کو آپکی بیعت لیکر سجادہ نشین کر دیا، اور تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی کی طرف مشغول ہوئے، طبعی مناسبت اور ریاضات و مجاہدات کی وجہ سے

آپ نے بہت جلد ترقی کی اور عرفان کے مدارج علیا پر بہت جلد فائز ہوئے۔ آپ کا تفصیلی ذکر کتاب تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔ کتاب فضل النبی حضرت تاج العارفین کی اجازت سے آپ ہی نے ترتیب دی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں اوراد و نوافل حضرت تاج العارفین کو اور خود حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اور دیگر خلفائے تاج العارفین کو بزرگوں کی روحانیت سے بطریق اویسیت تلقین ہوتے تھے اُن کو اس مجموعہ میں آپ نے سن وار تلقین یافتہ کے نام کی صراحت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ اس کتاب کا دو حصہ ہے جس میں نوافل و اوراد ہیں اس کا نام فضل النبی ہے، اور جس میں مسائل ہیں اس مجموعہ کا نام فضل الرسول ہے۔ تصوف کی کتابوں پر آپ کے تعلیقات بھی ہیں، ایک مناجات جو نہایت بلیغ و فصیح ہے اور حضرت امام زین العابدین کے طرف منسوب ہے، اُس پر حل ولغات آپ نے بہت عمدگی سے کیا ہے۔

آپ کی شادی تاج العارفین قدس سرہ کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی، پہلی بیوی سے اولاد زندہ نہ رہی، دوسری محل سے اولاد ہوئی، از انجملہ دو صاحبزادیاں زندہ رہیں جن سے اولاد جاری ہوئی ۷، ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ میں وفات فرمائی۔

## حضرت مولوی شاہ انعام الدین بن خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ

۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں حضرت تاج العارفین قدس سرہ سے پڑھیں، تکمیل درسیات کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے اور فراغت علوم درسیہ کے بعد دہلی ہی میں انتقال کیا، مقبرہ مخدوم نور الدین ملک یار پراں میں مدفون ہوئے، بیعت اجازت خلافت ۱۱۳۷ھ میں تاج العارفین قدس سرہ سے حاصل ہوئی۔ آپکی شادی ہوئی تھی اور اولاد بھی ہوئی مگر باقی نہیں رہی۔ تاریخ وفات ۵ رجمادی الآخر ۱۱۴۷ھ ہے۔

حضرت شاہ محمد ابو تراب بن برہان العارفین شاہ محمد برہان الدین قدس سرہما۔ تاریخ ولادت ۱۱۳۰ھ وفات ہفتم رمضان ۱۱۹۵ھ ہے۔ آپ کا قیام آخر عمر میں دہلی میں رہا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار قدم شریف دہلی میں واقع ہے۔ آپکو بیعت اپنے والد ماجد قدس سرہ سے تھی، اجازت و خلافت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ سے آخر ماہ ربیع الاول ۱۱۴۹ھ میں حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا نور الحق تپاں قدس سرہٗ انوار اللطیفہ میں آپکی نسبت تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت ایشاں زندگی گرانمایہ خود را محض وارستہ و آزاد بسر می بردند و از مال و دولت و کروفر دنیاوی در دل ایشاں حبا نمی داشت لہذا ہر کسے جناب شاں را معتقد و بزرگ می دانست و در امانت داری مال، مثل اُو دیگر نبود لہذا ہر کسے جناب شاں را امین نماں می گفت۔

شاہ ابو تراب قدس سرہٗ کی شادی بی بی صفورہ بنت محمد مقیم جعفری سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے مولوی نظام الدین

اور دو بیٹیاں بی بی وحیدہ لاولد، و بی بی حمیدہ پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے چھ بیٹیاں اور دو بیٹے حضرت شاہ احمد عبد الحق و حضرت شاہ احمد عبد الحی قدس سرہما تھے، خواجہ عماد الدین قلندر اور ان کے بھائی شاہ ابو تراب قدس سرہما دونوں حقیقی بھائی اور حقیقی ہم زلف بھی تھے۔

بی بی حمیدہ بنت شاہ ابو تراب قدس سرہٗ کو خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ نے بیٹی کی بجائے پالا تھا اور بہت عزیز رکھتے تھے، بھتیجی کو بھی چچا سے غایت درجہ الفت تھی، بمنزلہ باپ کے سمجھتیں اور انہی سے مرید بھی تھیں۔ حضرت خواجہ کے وصال کے چند سال بعد بی بی حمیدہ نے انتقال کیا اور حضرت خواجہ کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ حضرت خواجہؒ کے پہلو میں بی بی حمیدہ زوجۂ اولیٰ تاج العارفین مدفون ہیں، زائرین کو شبہ نہ ہو۔ حضرت خواجہ کی اہلیہ بی بی نسیمہ بنت محمد مقیم بن محمود جعفری نے ۱۱۴۱ھ میں انتقال کیا اور بی بی حمیدہ رحمہا اللہ کے بائیں میں مدفون ہوئیں۔

**شاہ نظام الدین احمد بن شاہ ابو تراب قدس سرہٗ:** حضرت تاج العارفین کے شاگرد و مرید تھے ۱۱۲۶ھ میں عالم جوانی میں انتقال کر گئے، ابتدائی کتابیں حضرت تاج العارفین سے پڑھیں، لہٰذا کتب درسیہ کی تکمیل کے خیال سے الٰہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت شیخ محب اللہ میں مدفون ہوئے۔

مقبرہ حضرت برہان العارفین قدس سرہٗ سے پورب ایک اور مقبرہ ہے اس میں حضرت شاہ محمد اکرم خلیفہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ متوفی ۱۱۴۲ھ و حضرت شاہ لعل محمد[1] بن شیخ نور الدین متوفی ۱۱۶۹ھ و حضرت شاہ محمد مقیم مرید و خادم حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ و حضرت شاہ منظہر آدولیا رحمہم اللہ جیسے علما و صوفیا مدفون ہیں۔

یہ مقبرہ سنگی مسجد کے پورب سے شروع ہوا ہے اور اس کے اُتر بھی مقبرہ ہے اور پورب جانب مسلسل دکھن تک چلا گیا ہے، درحقیقت یہ مقبرہ حضرت امیر عطا اللہ قدس سرہٗ کے زمانۂ وفات سے قائم ہوا، اور جیسے جیسے جگہ کی تنگی ہوتی گئی، دکھن سمت بڑھتا چلا گیا اور ممتاز شخصیت کے جو اکابر گزرے ان کے نام سے مشہور رہا، اس مقبرہ کی کافی وسعت ہے۔ سنگی مسجد کی اراضی ۵۰ ڈسمل ہے جس میں مسجد و مدرسہ دونوں شریک ہیں۔

---

[1] شاہ لعل محمد بن شیخ نور الدین سالار پور پرگنہ نوبت پور ربلیا ضلع پٹنہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حاجی محمد یعقوب ہیں پنجم ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں مکہ معظمہ میں رحلت فرما گئے، آپکے دو بیٹے تھے۔ شیخ کاظم علی و شیخ غلام حسین۔ شیخ غلام حسین کے بیٹے شیخ یار علی تھے۔ شیخ کاظم علی حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید اور امور خانقاہ از قسم نذرانہ وغیرہ کے منتظم تھے۔

# حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس اللہ سرہ العزیز

نام ونسب :- محمد مجیب اللہ نام، تاج العارفین خطاب، امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کی اولاد امجاد میں ہیں۔ امیر رکن الدین (متوفی ۱۰۱۰ھ) بن امیر محمد حسین جعفری کی شادی بی بی بولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کرجوی (یکے از اجزائے مخدوم سید احمد چرم پوش بہاری قدس سرہٗ) سے ہوئی تھی، جن سے دو لڑکے امیر کبیر الدین، امیر فخر الدین۔ امیر کبیر الدین کے چار صاحبزادے ہوئے۔ کریم الدین، احسن اللہ، منیر اللہ، ظہور اللہ اور ایک صاحبزادی زوجہ حضرت مخدوم برہان الدین لعل میاں قدس سرہٗ، جن کے صاحبزادے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ محمد ابو تراب قدس سرہما تھے۔

شاہ محمد ظہور اللہ بن امیر کبیر الدین قدس سرہٗ ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸ ارشعبان ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ آپ حضرت مخدوم برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہٗ کے مُرید تھے، آپ کی شادی حضرت سید شاہ برہان الدین خضر پوری کی صاحبزادی بی بی خدیجہ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ اور حضرت شاہ محمد جبار اللہ قدس سرہٗ وجود میں آئے۔

خضر پور کھگول اسٹیشن سے پچھم ایک گاؤں تھا۔ جس میں زمانہ قدیم سے سادات آباد تھے، مگر اب یہ بستی ایسی ویران ہے کہ بجز اس کے کہ کتابوں میں اس کا نام موجود ہے، آبادی کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے نانا حضرت سید برہان الدین خضر پوری سادات کرام سے ہیں، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے :-

سید برہان الدین بن سید زین العابدین بن سید عبد العزیز بن سید قطب الدین عرف شاہ بھیکھ بن سید الہ داد بن سید محمد اسحٰق بن سید محمد یوسف بن سید محمد خواجہ بن سید نصیر الدین بن سید حسام الدین بن سید ابراہیم ابوالحسن بن سید عباس ثانی بن سید حسن بن سید حمزہ بن سید احمد ابوالحسین عباس بن سید علی بن سید حسین ابوالحسن بن سید علی بن سید محمد بن سید علی اکبر بن حضرت امام محمد جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام ہمام سیدنا حسین علی جدہ وعلیہم السلام۔

خاندان امیر عطاء اللہ اور خاندان سید برہان الدین خضر پوری قدس سرہما سے رشتہ مندی کے تعلقات زمانہ سابق سے چلے آتے تھے، اسی تعلق کی بنا پر سید برہان الدین خضر پوری قدس سرہٗ کی شادی بی بی بولن

بنت سید امیر شمس الدین بن امیر محمد اسحٰق بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی۔

**تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ** بن شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ :- تاریخ ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ اور بروایتے ۱۰۹۵ھ ہجری۔

**اکتساب علوم درسیہ** } ابتدائی کتابیں قاعدہ قرآن مجید اور فارسی کی چند ابتدائی کتابیں حضرت شاہ برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ پھر ۱۱۰۸ھ سے ۱۱۱۵ھ تک اپنے پھوپی زاد بھائی و پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے حلقۂ درس میں رہے، اس اثناء میں علوم صرف و نحو، بلاغت و معانی، فقہ و فرائض، کلام و منطق و فلسفہ کی متوسطات تمام کیں، مگر حضرت خواجہ کی کثرت مشاغل نیز اوراد و اشغال اور ارتعینات کی وجہ سے اسباق ناغہ ہونے لگے تو حضرت خواجہ کی اجازت سے حضرت شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ بن شاہ محمد امین بن شاہ شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ بنارس تشریف لے گئے، اور حضرت قطب الاقطاب صاحب نسبت اویسیہ نبویہ مولانا سید محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں زانوئے ادب تہ کیا۔ اور بقیہ درسیات کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

**اکتساب طریقت** } حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ جس طرح علوم ظاہریہ میں بے نظیر شخصیت رکھتے تھے، مرتبہ عرفان میں درجۂ قطب الاقطاب پر فائز تھے۔ اس کے ساتھ منصب رسولنمائی بھی بارگاہ نبویہ سے عطا ہوا تھا اور سلوک کا خاص طریقہ درودیہ بھی بارگاہ نبویہ سے آپکو تلقین فرمایا گیا تھا۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کو حصول زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے طریقہ درودیہ کے اکتساب کا شوق پیدا ہوا، حضرت خواجہ کی اجازت سے مولانا رسولنما قدس سرہٗ سے رجوع کیا، اور تعلیم علوم ظاہریہ کے ساتھ اشتی سلوک کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ پھر مولانا رسولنما قدس سرہٗ کے حسب الحکم تعطیل کے زمانہ میں جب وطن تشریف لاتے تو حضرت خواجہ سے سلوک طریقہ قلندریہ کی تعلیم حاصل فرماتے، اس طرح تکمیل درسیات کے ساتھ ساتھ طریقہ درودیہ اور طریقہ قلندریہ کے سلوک کی بھی تکمیل ہوگئی۔

(۱) ۸ رمضان ۱۱۲۲ھ میں بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ قادریہ مجیبیہ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی، حضرت خواجہ نے آپ کو کامل و مکمل پایا، اور دو نور کی روشنی آپ میں محسوس کی، اسی وقت اپنی طرف سے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت دیکر ارشاد و ہدایت خلق کیلئے مامور فرمایا۔ نیز مریدین و معتقدین کی تعلیم و تربیت اور بیعت لینے کی خدمت بھی آپ کے سپرد کر دی چنانچہ

جن مریدوں کی بیعت حضرت خواجہ کے سلسلہ میں ۱۲۲۲ھ میں آپ نے لی ہے، ان کے نام کتاب اسمائے مریداں میں اپنے دست خاص سے لکھے ہیں۔ اس عبارت کو بعینہ اس جگہ نقل کر دیتا ہوں۔

"اسامی اہل بیعت۔ سید علی مردان ۱۲۲۲ھ ضیاء اللہ عرف جین ۱۲۲۲ھ ہجری"

(۳) رمضان شریف گزارنے کے بعد تاج العارفین نے بنارس کا قصد کیا، اور حضرت مولانا سے بیعت و اجازت وخلافت کے تمام واقعات عرض کئے، حضرت مولانا قدس سرہ نے اپنے یاران کاملین کا مجمع کر کے اپنی طرف سے بھی الباس خرقہ کر کے جمیع سلاسل کا تحریری اجازت نامہ مہر ودستخط سے مزین فرما کر عطا فرمایا۔

۱۲۲۳ھ کے آخر سال میں یکایک حضرت خواجہ کا مکتوب تاج العارفین کے نام بنارس پہونچا جس میں لکھا تھا کہ "میرا وقت اخیر ہے تم بہت جلد چلے آؤ" اس خبر کے ملتے ہی فوراً حضرت مولانا قدس سرہ نے آپ کو وطن روانہ فرما دیا۔ چند مہینوں کے بعد ۲۰ رجمادی الاول ۱۲۲۴ھ میں حضرت خواجہ قدس سرہ نے رحلت فرمائی۔

اب حضرت تاج العارفین قدس سرہ کو اپنے وطن پھلواری میں مستقل اقامت اختیار کرنی پڑی۔ کیونکہ حضرت خواجہ کے گھر کا سارا نظم ونسق شاہ غلام نقشبند وشاہ انعام الدین قدس سرہما کی کم سنی کی وجہ سے آپ ہی کے ذمہ ہوگیا، ہر چند کہ حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت خواجہ کے صاحبزادہ شاہ غلام نقشبند قدس سرہ کو جانشیں بھی کر دیا تھا، مگر وہ عمر میں کُل آٹھ سال کے تھے، ان میں خانہ داری وامور خانقاہ داری کی صلاحیت نہ تھی، اس لئے گھر کی دیکھ بھال اور شاہ غلام نقشبند قدس سرہ کی تعلیم وتربیت کے خیال سے وطن کی اقامت ضروری تھی، ہاں حضرت مولانا قدس سرہ کی قدمبوسی کے خیال سے اکثر بنارس تشریف لیجاتے، مگر مولانا قدس سرہ کی وفات کے بعد بنارس کی آمدورفت بھی منقطع ہوگئی۔

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر وحضرت مولانا وارث رسولنما قدس سرہما کے علاوہ دیگر بزرگان سے بھی تاج العارفین قدس سرہ کو احادیث کی سند وسلاسل طریقت پہونچے ہیں، جن کا ذکر ان شیوخ کے تذکرہ کے ساتھ صفحات آئندہ میں آئے گا۔

## حضرت قطب الاقطاب صاحب نسبتہ اویسیہ نبویہ دائم الحضور سیدنا ومولانا شاہ محمد وارث رسولنما قدس سرہٗ

آپ کا اصل وطن نونہرہ بارہ ضلع غازی پور میں تھا۔ آپ کے والد قاضی سید عنایت اللہ عہد عالمگیر غازی بنارس میں قاضی تھے، مولانا قدس سرہ تحصیل علم کی غرض سے بنارس تشریف لائے، فراغت کے بعد درس وتدریس کی وجہ سے یہیں اقامت اختیار کر لی۔

**نسب نامہ** سید شاہ محمد وارث بن قاضی سید عنایت اللہ بن سید حبیب اللہ بن سید عبدالرقیب بن سید سالم بن سید لاڈلے بن سید محمد المعروف سید سلونی بن سید سعد اللہ بن سید خدا بخش شہید بن سید یحیٰی بن سید قطب الدین بن سید امیر مسعود ملک السادات غازی (یہ وہ سید سالار مسعود نہیں ہیں جن کا مزار بہرائچ میں ہے) بن سید جلال الدین بن سید عبدالوحید بن سید عبدالمجید بن سید حسن بن سید سلیمان الملقب بکفار شکن بن سید زید شہید بن سید احمد زاہد موانسی بن سید حمزہ بن سید ابو علی بن سید عمر بن سید محمد توختہ بن سید عارف جلیل توختہ مثال الرسول بن سید علی الکفکی بن سید حسن ثانی بن سید محمد المدنی بن سید حسن الحمیص معروف بشاہ ناصرالدین الترمذی بن سید موسیٰ الجمیص بن سید علی سجاد بن سید حسین الاصغر بن سید علی زین العابدین بن سیدنا امام حسین علیٰ جدّہم وعلیہ السلام۔

**ولادت ووفات** حضرت مولانا قدس سرہ ۱۰۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۱۶۶ھ میں بنارس میں وفات فرمائی بنارس محلہ "مولوی کا باڑہ" ایک سنگی چبوترہ پر آپ کا مزار زیارتگاہ عالم ہے۔

**تکمیل درسیات وسلسلہ تلمذ** درسیات کی تکمیل ملا محمد علی علیہ الرحمۃ سے کی، آپ اپنے عہد کے بہت بڑے جید عالم اور فاضل متبحر تھے۔ ملا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ تلمذ قاضی ناصرالدین[۱] ابوالخیر عبداللہ بن محمد بن علی البیضاوی التبریزی صاحب تفسیر انوار التنزیل مشہور بہ تفسیر بیضاوی تک منتہی ہوتا ہے۔

ملا محمد علی تلمیذ ملا ابراہیم تلمیذ میرزاہد[۲] بن قاضی اسلم الہروی تلمیذ ملا محمد فاضل تلمیذ علامہ یوسف کوسج قرا باغی تلمیذ مرزا جان باغنوی الشیرازی تلمیذ علامہ محمود شیرازی تلمیذ علامہ محقق جلال الملۃ والدین جلال الدین محقق دوانی۔

علامہ محقق دوانی اپنے والد اسعد بن عبدالرحیم، اور ملا مظہرالدین گازرونی کے شاگرد تھے اور یہ دونوں بزرگ سعدالدین تفتازانی اور ملا سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے، سید شریف جرجانی ملا قطب الدین رازی کے، قطب الدین رازی اور ملا سعدالدین تفتازانی یہ دونوں قاضی عضدالدین کے شاگرد تھے اور یہ ملا زین الدین تبریزی کے اور وہ قاضی ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن محمد بن علی البیضاوی کے شاگرد تھے۔ قاضی بیضاوی کی سند علم کلام میں

---

[۱] فارس میں قاضی تھے ۶۸۵ہجری میں وفات فرمائی اور تبریز میں مدفون ہوئے۔ [۲] انفاس العارفین ملفوظ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی یکے از تلمیذان میرزاہد ہروی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں پوشیدہ نہ رہے مرزا محمد زاہد قاضی اسلم کے بیٹے تھے جہانگیر کے زمانہ میں ہجرت سے ہندوستان تشریف لائے، بادشاہ نے ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا یہ شاگرد ملا محمد فاضل کے تھے، ملا محمد فاضل بدخشاں کے رہنے والے تھے، اوائل جوانی میں لاہور پہنچے اور ملا محمد صادق کے تلامذہ میں گئے پھر ملا مرزا جان الشیرازی تکمیل علوم کیا اور فنون حکمت ملا محمد یوسف سے جو ارشد تلامذہ سے ملا مرزا جان شیرازی کے تھے، بپایۂ تکمیل کو پہنچایا، تفسیر و اصول ملا جمال لاہوری سے پڑھی، تیرہ برس کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے۔

ابوالحسن اشعری تک منتہی ہوتی ہے۔

قطب الدین رازی مذکور عقلیات میں ملا قطب الدین محمود بن مسعود بن مصلح الدین شیرازی کے شاگرد تھے اور وہ ملا نصیر الدین طوسی کے، اور وہ فرید الدین داماد نیشاپوری کے، اور وہ صدر الدین سرخسی کے اور وہ افضل الدین غیلانی کے، اور وہ ابو العباس ملوکری کے اور وہ شیخ الرئیس ابو علی الحسین بن عبد اللہ بن سینا کے شاگرد تھے۔

ملا مظہر الدین گازرونی مذکور نے اپنے چچا علاء الدین فرطاسی سے عقلیات کی تعلیم پائی تھی، علاء الدین فرطاسی تاج الدین فرطاسی کے شاگرد تھے اور وہ ملا شہاب الدین ابوبکر گازرونی کے، اور وہ نصیر الدین طوسی مذکور کے، شیخ بوعلی سینا تک جو سند مذکور ہو چکی۔

علم حدیث } علم حدیث میں آپ حضرت حیات سندھی کے شاگرد تھے، اور وہ حضرت عبداللہ سالم بصری کے شاگرد تھے، حضرت سالم بصری کی سند مشہور ہے۔

تصنیفات } مولانا قدس سرہ کی تصنیفات سے حاشیہ میر زاہد، ملا جلال، و شرح تہذیب، و تفسیر، اوراد حدیثیہ، اور رسالہ فقہیہ ہیں۔

اکتساب طریقت } بچپن ہی سے جبکہ آپکی عمر سات سال کی تھی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ دل میں پیدا ہوا، اور رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ اُس وقت عارف کامل شیخ وقت مرجع طالبین مولانا سید شاہ رفیع الدین قدس سرہ نے جو مولانا قدس سرہ کے قرابت قریبہ میں دادا تھے، آپ کی اُمید افزا حالت دیکھکر کچھ شغل قلبی کی تعلیم فرمادی، اس سے غیر متوقعہ ترقیات ہونے لگیں، نیز علوم ظاہریہ کی تعلیم بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہی شغل قلبی کی مداومت کی وجہ سے سوزش عشق اس قدر بڑھ گیا کہ جذب کی حالت پیدا ہونے لگی، آپکے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ایک عارف کامل دوست حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہ نے اس حالت کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کے والد سے فرمایا کہ ان کی ترقیات تحمل سے زیادہ ہو رہی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں جذب نہ ہو جائے ورنہ ہمیشہ کیلئے کام ہاتھ سے جاتا رہے گا، سلوک طریقت میں ان کی ذات سے بہت نفع پہنچنے والا ہے، بس ان کو ایک درود بتا دیا جس سے حالت قابو میں آجائیگی، اور ترقیات بھی قابل تحمل و برداشت ہوتی رہیں گی، یہ کہہ کر آپ نے حضرت مولانا قدس سرہ کو درود طریقہ کی تعلیم دی، اس درود شریف کی برکت سے آپ درجہ دوام حضوری و مرتبہ رسولنمائی پر فائز ہوئے جس قدر طریقہ قادریہ قمیصیہ کے اذکار و اشغال کی تلقین آپکے پیر و مرشد مولانا سید شاہ رفیع الدین قدس سرہ کی تھی، اس سے کہیں زیادہ اذکار و اشغال بارگاہ نبویہ سے براہ راست آپ کو تلقین ہوئے۔

جن کو اذکار قادریہ فیضیہ کے ساتھ، کل تاج العارفین قدس سرہٗ کو تعلیم فرمانے کے بعد آپ نے لکھوا دیا تھا، جو "ملفوظ حضرت مولانا" کے نام سے اس خاندان میں موجود ہے، اور سلوک کی تعلیم خاندان میرمجیب قدس سرہٗ میں اسی کے مطابق ہوتی ہے۔

**بیعت و اجازت:** تکمیل سلوک کے بعد بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سید شاہ رفیع الدین قادری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اجازت و خرقۂ خلافت سے ممتاز ہوئے۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

لقن السید محی الدین عبد القادر الجیلانی ابنہ السید عبد الرزاق واستلقن منہ ابنہ السید ابو صالح نصر ومنہ ابنہ السید علی عبد اللہ القادری محمد ومنہ ابنہ السید داؤد ومنہ ابنہ السید جلال الدین ومنہ ابنہ السید بہاء الدین ومنہ ابنہ السید تاج الدین ومنہ ابنہ السید ابو الحیٰوۃ القادری ومنہ ابنہ السید قیس ومنہ الشیخ محمد رحمہ اللہ ومنہ ابنہ السید پیارے ومنہ السید الکریم السید محمد سلیم، والنسبۃ الثانیۃ الشیخ محمد القمیصی منہ الشیخ تاتار ومنہ الشاہ مصطفٰی المشہور بخابانی ومنہ السید سلیم ومنہ ابن ابن اخیہ السید رفیع الدین قدس سرہٗ ومنہ صاحب النسبۃ الاولیسیۃ النبویۃ مولانا السید محمد وارث رسولنما القادری البنارسی، قدس اسرارھم۔

**ممتاز خلفا و شاگرد:** آپ کے صاحبزادہ حضرت ولی میاں قدس سرہٗ خلیفہ بھی تھے، مگر مجذوب تھے، اسلئے اجرائے سلسلہ نہ ہوسکا، ۲۸ رجب سنہ میں وفات فرمائی اور حضرت مولانا کے پہلو میں بجانب شرق مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ لعل محمد منیری، وحضرت شاہ غلام غوث ہمشیرزادہ حضرت مولانا۔ متوفی ۹ رجب ۱۱۳۰ ہجری۔

وحضرت شاہ غلام محمد قدس سرہم۔

وحضرت شاہ غلام امام قدس سرہٗ، ان کا سلسلہ اب تک باقی ہے، سنگھانہ علاقہ شیخاواٹی ریاست جے پور میں اس سلسلہ کی خانقاہ ہے، جس کے سجادہ نشین شاہ کریم بخش صاحب ہیں، حضرت شاہ غلام شعیب ساکن کنگولی ضلع غازی پور حضرت مولانا شاہ محمد عصمت اللہ کھلیوری، ضلع سارن، قدس سرہٗ، متوفی ۱۱۸۱ھ۔

خلیفہ اعظم حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ، متوفی ۲۰ رجمادی الثانی ۱۱۹۱ ہجری آپ کے واسطے سے حضرت مولانا قدس سرہٗ کا سلسلہ تمام ہندوستان و دیگر ممالک اسلامیہ تک پہونچا۔

حضرت شاہ محمد مخدوم پھلواروی قدس سرہٗ۔ متوفی ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ۔ ایک عرصہ تک علٰحدہ یہ سلسلہ جاری رہا، مگر اب یہ سلسلہ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے سلسلہ میں منضم ہے۔

**خصوصیت خاصہ**:۔ صاحب تذکرۃ الکرام نے آپکی خصوصیت ذاتیہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر پوست دست کے نیچے بخطِ سبز اسمِ پاک قدرتی طور پر منقوش تھا۔

دہم در کفِ راست آں سر دبستان ولایت بخط سبز زیر پوست باریک اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں بود کہ ہر کس میخواند۔

صاحب کتاب "بحر ذخار" نے بھی آپ کے تذکرہ میں اس خصوصیت کو لکھا ہے مگر اس میں بجائے دستِ راست کے دستِ چپ لکھا ہے، لیکن میں نے اپنے اکابر سے دستِ راست ہی کے متعلق سُنا ہے۔ بحرِ ذخار کی عبارت یہ ہے:۔

حضرت مولوی محمد وارث ساکن بنارس، اصلش غازی پور است، و از اقامت و مرقد بنارسی مشہور شد، توسل بیعت بسلسلہ شاہ قمیص دارد، و بر سولنما ملقب بودہ، از سادات سوانہ است، و یک جدی شاہ عاشقاں بود، یکے از اجدادش قاضی بنارس بود، در احسن القصص آرد کہ ذات بابرکاتش نمونۂ ریاضت دستگاہان سلف دریں زمانہ، از علم و عملش داد تحسین یکدیگر میدہند، مجموعہ ایست از اعمال بزرگان پیشیں شانہ، شیخ معز الدین ردولوی از وے بیشتر فوائد گرد داشتہ، مولوی برکات اللہ خیر پوری گوید کہ او را در تصوف مرتبہ عالی بودہ۔ مدام بمجلس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودے، و ہر کہ جمال او دیدے بہ کمالِ ولایت او قائل شدے، و ہیچ فعل دینی و دنیوی بدون امر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نکردے، و اکثراں بوسیلۂ او صحبت نبوی دریافتند، و در کف چپ او در گہائے چناں نشست یافتہ بودند کہ اسم مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ می شد، و اکثر مغلوب الحال می شد، در آخر ماہ یکہزار و یکصد وفات یافت و در بنارس مدفون شد[1] انتہیٰ

پھر ۱۱۲۵ھ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو حضرت ملا محمد عتیق بن ملا عبد السمیع بن ملا عبد النبی بہاری قدس سرہٗ نے اپنے جملہ سلاسل خصوصاً طریقہ امامیہ عتیقیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ سلسلہ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کا آبائی سلسلہ ہے۔

---

[1] مؤلف بحر ذخار سے بھی بہت قبل کے ایک بزرگ جو حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ہمعصر ہیں اور مولانا کی رحلت سے گیارہ سال قبل ۱۱۵۵ھ میں رحلت فرما چکے تھے یعنی حضرت علامہ عارف شیخ عبد الباسط بن شیخ محمد صالح بن شیخ امام الدین بن شیخ محمد علیم بن شیخ عبد الحلیم بن حضرت بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہم اپنے کتاب احسن القصص قلمی میں جو مولانا ناصر میاں فرنگی محلی کے کتبخانہ میں موجود ہے، بارھویں صدی کے مشائخ کے ذکر میں جس کا نمبر ۲۲ ہے، مولانا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں "مولوی سید میر محمد وارث قادری بنارسی مشہور عوام بہ رسولنما و معروف خواص بعارف آشنا از قاضی زادگان بنارس است، قدضا تسلیمان حقائق رس ذات بابرکاتش نمونہ ریاضت دستگاہاں سلف است دریں زمانہ و در علم و عملش کہ داد تحسین یکدیگر می دہند مجموعہ ایست، از اعمال بزرگاں پیشیں نشانہ، نظر مرحمتے کہ بر ایں احقر مبذول داشتہ شرحش را پایاں نیست۔ ملازم شیخ معز الدین ردولوی در خدمت وے اکثر فوائد اخذ نمودہ"

نقل از خط نور چشم مولوی عون احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کہ بلفظہ علیٰ مدارج الکمال لکھنؤ رفتہ بودند و از کتاب "احسن القصص" نقل گرفتہ احقر را دادہ بودند۔

۲۰ رجب ۱۳۷۱ھ

(۳) **حضرت ملا محمد عتیق** بن ملا عبد السمیع بن ملا عبد النبی بہاری قدس سرہٗ۔ ولادت ۱۰۸۱ھ، وفات ۱۱۳۵ھ

حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ کے نواسے تھے، ملا محمد عتیق قدس سرہٗ کے جد امجد شاہ عبد النبی قدس سرہٗ کو جملہ سلاسل کی اجازت حضرت سید شبیر محمد قدس سرہٗ سے پہنچی ہے، یہ بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔

اسی ۱۱۲۵ھ کے آخر میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت تاج العارفین قدس سرہٗ کو حضرت شیخ سلطان قدس سرہٗ ساکن بلیا لکھمنیا ضلع مونگیر سے حاصل ہوئی۔

(۴) **حضرت شیخ سلطان** قدس سرہٗ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے، شیخ سلطان قدس سرہٗ نے ۲۷ رجب ۱۱۲۶ھ میں وفات فرمائی

(۵) ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۳۰ھ حضرت **شاہ معز الدین** چشتی کرجوی قدس سرہٗ نے اپنے تمامی سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ اگرچہ جامع الطرق تھے، مگر بیعتاً نظامی سراجی تھے، "تاج العارفین قدس سرہٗ کو سلسلہ نظامیہ سراجیہ آپ ہی کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ نیز تاج العارفین کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے بھی اپنے طریقہ نظامیہ سراجیہ کی اجازت بطریقہ روحانیت عطا فرمائی تھی، اس واقعہ کو تاج العارفین قدس سرہٗ نے ملفوظ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ایک ورق پر اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

در ۱۱۶۱ھ در حویلی وجوہ الدین شہر پٹنہ بعد نماز تہجد بست و دوم شہر ربیع الاول بخواب شدم کسے گفت کہ سید اشرف در خانقاہ شیخ صدر الدین آمدہ اند، فقیر مشتاق شدہ بخدمت شتافت و پابوس نمودہ، شفقت بسیار نمود و الطاف بیحد فرمودند، گفت اجازت سلسلہ چشتیہ خود عنایت فرمایند، فرمودہ اجازت سلسلہ از عبد اللہ بشما رسیدہ است من ہم اجازت دادم" برائے اسامی سلسلہ گفتم کہ از فرزندان عالی طلبیدہ شود، فرمودند دراں اسامی فلاں صوفی و فلاں صوفی نوشتہ خواہند گرفت، چراغ خانقاہ میخواست کہ گل شود، گفتند چراغ را روشن دار، من او را روشن کردم خوش شدند"

اس عبارت میں عبد اللہ سے حضرت شاہ عبد اللہ عارف فاروقی حسامی قدس سرہٗ مراد ہیں، کیونکہ حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ کا شجرہ چشتیہ اس طرح ہے۔

شاہ معز الدین چشتی، شاہ پیر محمد سلونی، شاہ عبد الکریم چشتی حسامی مانکپوری، شاہ عبد اللہ عارف اور سلسلہ قادریہ میں شاہ عبد الکریم چشتی کے بعد حضرت سید محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔

**حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ** :- آپ کا خاندان بہار شریف محلہ چشتیانہ میں آباد تھا، مگر آپ کے جد اعلیٰ بہار سے منتقل ہو کر کرجی علاقہ دیگھا گھاٹ متصل دانا پور کیمپ میں آکر آباد ہوئے۔

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز بہاری قدس سرہٗ کی صاحبزادی حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ کے صاحبزادہ سے بیاہی تھیں، شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ انہی کی اولاد میں ہیں۔

سید کمال الدین چشتی (جن کا ذکر تاج العارفین کے سلسلہ کا بانی میں آچکا ہے) کے دو بیٹے سید پیارے و سید ابراہیم تھے۔ اور ایک بیٹی بی بی جیبن زوجہ امیر محمد حسین جعفری پھلواروی۔

مخدوم سید پیارے کا مزار کرجی میں ابتک باقی ہے، مگر اس خاندان کی خانقاہ و مقابر سب دریا بُرد ہوئے، اور اکثر مقابر پر اینٹ کے پزلے بنے، اِنّا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

سید شاہ ابراہیم قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے، سید معین الدین، محمد یحییٰ، سید محی الدین۔ سید معین الدین کے صاحبزادے حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ تھے۔ سید معز الدین بن سید معین الدین بن سید ابراہیم بن سید کمال چشتی بن سید جمال الدین چشتی بن سید شاہ احمد بہاری یکے از اولاد مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ۔ سید ابراہیم حضرت مخدوم سید نصیر الدین قطبی بن سید محمود قطبی بن سید فضل اللہ گوشائیں قدس سرہٗ کے نواسے ہیں۔

اولاد:۔ حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے شاہ غلام محی الدین و شاہ امام الدین اور متعدد صاحبزادیاں تھیں۔ یہ دونوں ہی صاحبزادگان اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔

شاہ غلام محی الدین نے عربی زبان میں آپکے ملفوظات بھی جمع کئے تھے، جو کیڑوں کے حق لگے۔ بڑے عالم متبحر تھے، اس کے چند پارینہ اوراق میری نظر سے گزرے تھے، آپکے صاحبزادہ شاہ غلام محمد بہاری کے نام سے مشہور تھے، جن کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھیں اور بعض فنون کی کتابوں پر حواشی بھی لکھے تھے۔

شاہ امام الدین بن شاہ معز الدین کی شادی خاندان مخدوم تیم اللہ سفید باز میں حضرت شاہ عزیز اللہ بن شاہ حبیب اللہ بن مخدوم اسمٰعیل بن مخدوم غلام مصطفےٰ بن غلام رسول بن مخدوم فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز) کی صاحبزادی بی بی دولت سے ہوئی تھی، جن سے دو صاحبزادے سید قطب عالم، و سید بدر عالم تھے، سید قطب عالم کی بیٹی بی بی ماجدہ مخدوم شاہ کریم الدین جھلوی کی اہلیہ تھیں، جن کے صاحبزادہ مخدوم شاہ رحیم الدین جھلوی قدس سرہٗ تھے، شاہ رحیم الدین کی شادی شاہ احمد عبدالحق بن تاج العارفین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

الحاصل اس طریقہ سے خاندان مخدوم تیم اللہ سفید باز، و خاندان امیر عطاء اللہ، و خاندان شاہ معز الدین قدس اسرارہم سے تعلقات ازدواج دیرادرانہ قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔

**بیعت و اجازت:۔** شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ حضرت پیر محمد سلونی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے

جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔ حضرت سید فضل اللہ گوشائیں قدس سرہٗ کو جمیع سلاسل کی اجازت اپنے جدّ امجد سید ابراہیم قدس سرہٗ سے حاصل کی۔

سلسلہ چشتیہ نصیریہ حضرت شاہ مخدوم حفیظ اللہ ابدال چشتی جھجھاوی یکے از اولاد حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ کے واسطے سے آپ کو پہنچا ہے۔

**وفات**:- عمر شریف بہت طویل ہوئی، سو برس سے زیادہ زندہ رہے ۱۱۲۷ھ میں وصال فرمایا۔ اب آپکا سلسلہ تاج العارفین قدس سرہٗ کے سلاسل کے ساتھ قائم وباقی ہے

(۶) ۲۴ ماہ شوال ۱۱۵۲ھ میں تاج العارفین قدس سرہٗ کو طریقہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کی اجازت حضرت شاہ محمد قاسم ابوالعلائی مخصوص پوری علاقہ فیروزپور جھرکہ بہادر پور صوبہ پنجاب سے حاصل ہوئی۔ کسی نے معظم پوری بھی لکھا ہے۔

یہ بزرگ سفر بنگال کے موقع پر اپنے مریدین ومعتقدین کے ساتھ پھلواری تشریف لائے اور خانقاہ مجیبیہ میں مہمان ہوئے، تاج العارفین قدس سرہٗ کو اپنے طریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور قادریہ وارثیہ وامامیہ عتیقیہ وچشتیہ مغربیہ کی اجازت تاج العارفین سے حاصل کرکے تشریف لیگئے، یہ واقعہ مفصل تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

الغرض ان شیوخ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے تاج العارفین قدس سرہٗ کو جامع الطرق والسلاسل بنا دیا۔ اب اس آفتاب طریقت کی روشنی الحمدللہ علیٰ ذالک ہر طرف پھیل گئی ہے۔ ؎

اکنوں تو ئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازیں      آوازۂ جمال زکنعاں برآمدہ

**سلاسل مجیبیہ**:- تاج العارفین قدس سرہٗ کو اپنے شیوخ سے جن سلاسل کی اجازت اور ان کے اذکار واشغال پہنچے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:-

**قادریہ**:- اسی سلسلہ میں آپ کو بیعت بھی تھی یہ سلسلہ آپ کو کئی طرق سے پہنچا ہے۔

(الف) **قادریہ عمادیہ**:- تاج العارفین کو ان کے پیر ومرشد محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندرؒ ان کو حضرت شاہ محمد فاضل قلندر رسادھوری سے، ان کو حضرت شیخ عبدالرسول کچھوندوی راجگیری سے، ان کو سید العرفا حضرت شاہ مجتبیٰ عرف مجبا قلندر لاہرپوری سے، ان کو حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالسلام عرف علن جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد قطب جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین بینادل جونپوری سے ان کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت سید نظام الدین سے، ان کو سید حسن مبارک غزنوی سے، ان کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی سے،

(ب) قادریہ جمالیہ جنیدیہ :۔ تاج العارفین کو محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو اپنے والد حضرت برہان العارفین مخدوم برہان الدین جعفری جنیدی سے، ان کو اپنے پیر و مرشد مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے ان کو حضرت ملا جمال اولیا ساکن کوڑا جہان آبادی سے، ان کو قاضی ضیاء الدین عرف قاضی جیا سے، ان کو ملا نظام الدین عرف بھکاری سے، ان کو سید ابراہیم ایرچی دہلوی سے، ان کو شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ الانصاری سے، ان کو شیخ احمد حلبی شافعی سے، ان کو حضرت سید حسن سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ سے، ان کو اپنے والد سید علی سے، ان کو اپنے والد سید محی الدین ثانی سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین عبد الرزاق سے، ان کو اپنے والد ماجد سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے۔

**نسبت ثانیہ** :۔ یہ نسبت ملا جمال اولیا کو حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے واسطہ سے پہنچی ہے۔

ملا جمال اولیا کو حضرت شیخ قیام الدین سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو سید جلال الدین بن سید عبد القادر سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت سید صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے بڑے بھائی اور پیر و مرشد سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ محمد عبید الغیثی سے، ان کو شیخ شمس الدین عبید بن فاضل سے، ان کو شیخ ابو المکارم فاضل بن عبید الغیثی سے، ان کو قطب الیمن ابو الغیث بن جمیل سے، ان کو شیخ شمس علی بن الافلح سے، ان کو شیخ علی الحداد سے، ان کو حضرت غوث الثقلین سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

**نسبت ثالثہ** :۔ یہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی سلسلہ قادریہ میں دوسری نسبت ہے، مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے خرقہ پہنا حضرت شیخ معمر شرف الدین محمود شاہ بن حسین تستری شوکانی سے، انہوں نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، انہوں نے حضرت غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مخدوم جہانیاں کی سلسلہ قادریہ میں اور بھی نسبتیں ہیں جن کو میں نے بتفصیل اپنی کتاب الدر الفرید فی سلاسل اہل التوحید میں لکھ دیا ہے۔

(ج) قادریہ وارثیہ :۔ حضرت تاج العارفین کو حضرت صاحب نسبت نبویہ دائم الحضور مولانا سید شاہ محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہٗ سے، ان کو اپنے پیر و مرشد سید المجاہدین مولانا سید محمد رفیع الدین غازیپوری سے، ان کو حضرت محمد سلیم قادری سے، ان کو سید محمد پیارے سے، ان کو سید محمد قمیصی سے، ان کو سید محمد قمیص قادری سے، ان کو اپنے والد سید محمد ابو الحیات سے، ان کو اپنے والد تاج الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید بہاء الدین بن محمد سے، ان کو

اپنے والد سید جلال الدین احمد سے، ان کو اپنے والد سید داؤد ثانی سے، ان کو اپنے والد سید علی عبد اللہ سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

**نسبت ثانیہ:۔** یہ نسبت حضرت سید محمد سلیم قادری کی دوسری نسبت ہے۔ سید محمد سلیم قادری کو حضرت شاہ مصطفٰی خراباتی سے، ان کو حضرت شاہ تاتار سے، ان کو حضرت سید محمد قیمی سے۔

**نوٹ:۔** قادریہ وارثیہ کا یہ شجرہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہٗ کے واسطہ سے آباعن جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے، مولانا سعید لنبا بنارسی قدس سرہٗ نے تاج العارفین قدس سرہٗ کو یہی نسبت بابی لکھکر عنایت فرمایا تھا۔ حضرت غوث الثقلین کے شیوخ کی تفصیل میں اس کا ذکر آئے گا۔ عموماً جتنے شجرے پھلواری اور دیگر خاندان قادریہ میں رائج ہیں وہ حضرت غوث الثقلین کے دوسرے شیوخ کے واسطہ سے لکھے جاتے ہیں جو بواسطہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یا بواسطہ حضرت امام حسن بصری منتہی ہوتے ہیں، اگر پھلواری میں صرف قادریہ وارثیہ میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کی نسبت مقدم رکھی جاتی ہے۔

**(د) قادریہ معزیہ:۔** تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے ان کو اپنے جد امجد شاہ ابراہیم سے، ان کو نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو سید فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری سے۔ آخر نسبت تک جو قادریہ عمادیہ میں گذری۔

**نسبت ثانیہ:۔** حضرت معز الدین کرجوی کو حضرت پیر محمد سلونی سے، ان کو حضرت حاجی الحرمین مخدوم عبد الکریم حسام مانکپوری سے، ان کو سید محمد قادری سے، ان کو شیخ محمد فضل اللہ سے، ان کو حضرت شیخ ابو خضر سے، ان کو شیخ ابو علی متقی سے، انکو شیخ شہاب الدین سے، ان کو سید طاہر سے، ان کو شیخ احمد وراق سے، ان کو شیخ علی قادری سے، ان کو شیخ ابو محمد صالح سے، ان کو شیخ محمود بن محمد سے، ان کو شیخ شرف الدین سے، ان کو شیخ عبد اللہ شجاع سے، ان کو شیخ جمال الدین ابو یوسف سے، ان کو شیخ عبد اللہ محمد بن ابراہیم سے، ان کو حضرت سیدنا غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

**نسبت ثالثہ:۔** حضرت پیر محمد سلونی قدس سرہٗ کی دوسری نسبت ہے۔ پیر محمد سلونی کو اپنے والد شاہ عبد النبی سے ان کو اپنے والد شاہ ابو الخیر سے، ان کو اپنے والد علامہ الہداد جونپوری (محشی ہدایہ و دیگر کتب درسیہ) سے، ان کو اپنے والد شاہ منۃ اللہ عرف ادھن جونپوری سے، ان کو اپنے والد مخدوم شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو شیخ صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے بھائی مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، آخر نسبت تک جو قادریہ جلالیہ جنیدیہ میں گذر چکی ہے۔

## شیوخ حضرت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے پانچ شیوخ ہیں:۔ آپ کے والد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست، حضرت شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم بن ذروۃ الدباس، حضرت تاج العارفین ابو الوفا محمد بن محمد بن زید بن حسن المرتضیٰ العربلبقی، حضرت شیخ ابو یوسف ہمدانی حضرت قاضی ابو سعید مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی المخرمی

۱۔ حضرت ابو صالح موسیٰ:۔ حضرت غوث الثقلین کو ان کے والد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ جیلی سے، ان کو اپنے والد سید یحییٰ زاہد سے، ان کو اپنے والد سید محمد رومی سے، ان کو اپنے والد سید داؤد سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ ثانی سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ ثانی سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ الجون سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ محض سے، ان کو اپنے والد حضرت امام حسن مثنیٰ سے، ان کو انکے والد حضرت امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو اپنے والد حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الشریف سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

یہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی آبائی نسبت ہے جو سلسلہ قادریہ وارثیہ میں مقدم رکھی جاتی ہے۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کو ان کے سسر عبداللہ صومعی سے، ان کو امام جعفر ثانی سے، ان کو امام حسن عسکری سے، ان کو اپنے والد امام علی ہادی سے، ان کو اپنے والد امام محمد تقی جواد سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدین سے، ان کو اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے، ان کو سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۲۔ دوسرے شیخ ابوالخیر حماد بن فردۃ الدباس تھے۔ ان کے دو شیخ تھے ایک شیخ منصور بطائحی اور ابو سعید مغربی، منصور بطائحی کے تین شیخ تھے شیخ طلحہ ابو محمد انصاری شنبکی، دوسرے شیخ یحییٰ بخاری واسطی، تیسرے شیخ ابو منصور طیب۔

نسبت اولیٰ:۔ شیخ حماد بن مسلم بن فردۃ الدباس کو شیخ منصور بطائحی سے، ان کو شیخ طلحہ ابو محمد انصاری شنبکی سے، ان کو شیخ ابو بکر بن ہوازن بطائحی سے، ان کو سہل بن عبداللہ تستری سے، ان کو ذوالنون مصری سے، ان کو سفیان بن عیینہ سے، ان کو عمرو بن دینار الجمحی سے ان کو عبداللہ بن عباس سے اور امام حسن بصری سے اور ان دونوں کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے

نسبت ثانیہ:۔ حضرت ذوالنون المصری کو امام مالک سے، ان کو محمد ذوالنفس الزکیہ اور امام ابراہیم مشہد سے اور ان دونوں کو اپنے والد عبداللہ المحض سے، ان کو اپنے والد امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔

نسبت ثالثہ :۔ حماد بن مسلم بن ذروۃ الدباس کو اپنے شیخ منصور بطائحی سے انکو شیخ یحییٰ واسطی سے، ان کو شیخ موسیٰ ابو سعید انصاری سے ان کو شیخ کامل سے، ان کو شیخ یحییٰ کبیر واسطی سے، ان کو شیخ ابو بکر واسطی سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد زجاجی بغدادی سے۔

نسبت رابعہ ۔ حماد بن مسلم ذروۃ الدباس کو شیخ منصور بطائحی سے، ان کو شیخ منصور طیب سے، ان کو شیخ ابو سعید یحییٰ بخاری سے ان کو شیخ ابو علی محمد فرسزی سے، ان کو ابو القاسم سندوسی سے، ان کو محمد رویم[1] سے، ان کو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے۔

نسبت خامسہ ۔ حماد بن مسلم ذروۃ الدباس کو شیخ ابو سعید مغربی سے، ان کو شیخ ابو بکر احمد بن عثمان مغربی سے، ان کو شیخ ابو الفضل عبد الواحد سے ان کو شیخ احمد بن اسمٰعیل مکی سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے۔

۳ تیسرے شیخ تاج العارفین ابوالوفا محمد بن محمد بن زید بن حسن المرتضی العربیہی

تاج العارفین ابو الوفا کو شیخ ابو طلحہ محمد انصاری الشنبکی سے، ان کو شیخ ابو بکر ہوار البطائحی سے، ان کو سہل بن عبداللہ تستری سے ان کو حضرت ابو الفیض ثوبان بن ابراہیم المعروف بذی النون المصری سے ان کو شیخ اسرافیل مغربی سے، ان کو حبشیہ تابعی سے، ان کو سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری سے، ان کو امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

۴ چوتھے شیخ حضرت ابو یوسف ہمدانی :۔ ابو یوسف ہمدانی کو ابو عبداللہ یوسف الجوینی سے، ان کو شیخ ابو طالب مکی سے ان کو شیخ ابو بکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے،

نسبت ثانیہ :۔ شیخ ابو یوسف ہمدانی کو ابو علی فارمدی سے، ان کو ابو القاسم گرگانی سے ان کو ابو عثمان مغربی سے، ان کو ابو علی کاتب سے ان کو ابو علی رود باری سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے،

نسبت ثالثہ :۔ ابو علی فارمدی کو ابو القاسم قشیری سے، ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابو قاسم نصیر آبادی سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے۔

۵ پانچویں شیخ، حضرت قاضی ابو سعید مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی الخزرجی المخزومی المشہور مخزومی۔ حضرت ابو سعید مبارک مخزومی کو شیخ ابو الحسن علی الہنکاری سے، ان کو شیخ ابو الفرج یوسف طرطوسی سے، ان کو عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی سے، ان کو ابو بکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے، حضرت جنید بغدادی کی دو مشہور نسبتیں ہیں۔ جنیدیہ اور بصریہ۔

حضرت جنید بغدادی کو ان کے ماموں سری سقطی سے۔ ان کو معروف کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو

---

[1] محمد رویم بن زید بن رویم بہین۔

حبیب عجمی سے، ان کو امام حسن بصری سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**نسبت ثانیہ:۔** حضرت معروف کرخی کو امام علی رضا سے، ان کو اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدین سے، ان کو اپنے والد سیدنا امام حسین علیہ السلام سے، ان کو اپنے والد امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**نسبت عباسیہ:۔** حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو اپنے استاذ فی الحدیث حضرت ابوالقاسم ہبۃ اللہ قدس سرہٗ کے واسطہ سے ایک سلسلہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی پہونچا ہے، اس سلسلہ کی خصوصیت خاص یہ ہے کہ اس میں جملہ خلفائے راشدین اور ائمہ اربعہ مجتہدین کی مشترکہ نسبتیں موجود ہیں۔ ان نسبتوں کا تذکرہ صاحب اسنی المطالب میں علامہ شمس الدین جزری نے اپنے شجرہ حنبلیہ میں بھی کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین کو شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ سے، ان کو شیخ ابو علی حسن بن علی بن محمد تمیمی المعروف بابن مذہب سے، ان کو شیخ ابو بکر احمد قطیعی سے، ان کو امام احمد بن محمد حنبل سے، ان کو اپنے والد محمد حنبل سے، ان کو امیر المومنین فی الحدیث سفیان بن عیینہ سے، ان کو ابو محمد عمرو بن دینار الجمحی سے، ان کو مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے صحبت اٹھائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، ان کے بعد حضرت صدیق اکبر کی، ان کے بعد حضرت عمر فاروق کی، ان کے بعد حضرت عثمان غنی کی، ان کے بعد حضرت علی کی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

**نسبت ثانیہ:۔** امام احمد بن حنبل کو امام شافعی سے، ان کو امام مالک سے، ان کو حسن شیبانی سے، ان کو امام ابو حنیفہ سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**نسبت حنبلیہ اویسیہ:۔** حضرت غوث الثقلین کو ایک خرقہ حضرت امام احمد بن حنبل سے بطور اویسیہ بھی پہونچا ہے۔ اس خرقہ کی روایت شیخ علی بن الہیتی نے کی ہے۔ فرماتے ہیں ایک دن میں اور سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو امام احمد بن حنبل کی قبر پر گئے، میں نے دیکھا حضرت امام احمد بن حنبل قبر سے باہر نکل آئے اور شیخ عبدالقادر کو سینے سے لگایا اور خلعت پہنایا اور فرمایا کہ اے شیخ عبدالقادر علم شریعت و علم طریقت و علم حال کل آپکے محتاج ہو رہے ہیں۔ یہ واقعہ قلائد الجواہر شیخ محمد یحییٰ تادفی، بہجۃ الاسرار شیخ ابوالحسن نورالدین شطنوفی، زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی، غبطۃ الناظر وغیرہ میں مذکور ہے۔

**چشتیہ:۔** یہ طریقہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو دو شیوخ سے پہونچا ہے اول اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عمادالدین قلندر جعفری پھلواروی قدس سرہٗ سے اور دوسرے حضرت شاہ معزالدین کرجوی قدس سرہ سے۔

(۱) چشتیہ عمادیہ :- تاج العارفین کو اپنے شیخ حضرت خواجہ عمادالدین قلندر سے، ان کو حضرت سید محمد فاضل قلندر بن سید صالح بن سید ابوالمکارم بن سید قیص قادری ساڈھوری سے، ان کو شیخ عبدالرسول کچھوندوی راجگیری سے، ان کو شاہ مجتبیٰ عرف شاہ میا قلندر لاہرپوری سے، ان کو شیخ عبدالقدوس جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالسلام عرف علن جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد قطب جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین پیادل سے، ان کو شیخ نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی سے، ان کو شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر اجودھنی سے، ان کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلوی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز ہندالولی سید معین الدین بن سید غیاث الدین چشتی اجمیری سے۔ قدست اسرارہم و رحمہم اللہ تعالیٰ۔

نسبت دیگر :- حضرت نجم الدین غوث الدہر کو سید خضر رومی شعلہ قلندر سے، ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین چشتی سے۔

نسبت ثانیہ :- تاج العارفین کو اپنے شیخ خواجہ عمادالدین قلندر سے، ان کو اپنے والد برہان العارفین شاہ برہان الدین جعفری سے، ان کو مخدوم شمس الدین حنفیہ ثانی سے، ان کو حضرت ملا جمال اولیاء کڑوی سے، ان کو اپنے والد مخدوم جہانیاں سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاءالدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو اپنے شیخ بہاءالدین جونپوری سے، ان کو شیخ نظام الدین فتحپوری سے،

نسبت ثالثہ :- حضرت شیخ عیسیٰ تاج جونپوری کو حضرت شیخ فتح اللہ الحسینی سے، ان کو شیخ صدرالدین حکیم شہاب الدین ناگوری سے، ان کو شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی سے، ان کو حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے

نسبت رابعہ :- ملا جمال اولیا کو شیخ قیام الدین سے، ان کو اپنے والد قطب الدین سے، ان کو شیخ من اللہ عرف ادہن جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاءالدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاءالدین سے، ان کو شیخ صدرالدین راجو قتال سے، ان کو مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلوی سے، ان کو محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے، قدست اسرارہم۔

نسبت خامسہ :- یہ حضرت سید مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی ایک خاص نسبت ہے۔ جو بلا واسطہ حضرت خواجہ غریب نواز کے دو سرے شیخ کے واسطہ سے حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ تک منتہی ہوتی ہے، اس نسبت کو خزانہ جلالیہ میں لکھا ہے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو حضرت سید السادات ابوالوقت حمیدالدین محمود نجیب الحسنی السمرقندی سے، ان کو

حضرت قدوۃ الدین ابو محمد چشتی سے، ان کو اپنے والد قطب الدین محمد بن احمد چشتی سے، ان کو ان کے چچا شیخ محی الدین علی چشتی سے، ان کو حضرت سید رکن الدین چشتی سے، ان کو ان کے والد حضرت قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو ان کے والد سید ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے، ان کو اپنے والد احمد چشتی سے، ان کو شیخ شرف الدین ابو اسحٰق شامی چشتی سے، ان کو شیخ کریم الدین علو ممشاد دینوری سے، ان کو شیخ امین الدین خواجہ ہبیرہ بصری سے، ان کو خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی سے ان کو حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن ادھم بلخی سے، ان کو حضرت خواجہ فضیل عیاض کوفی سے، ان کو شیخ عبدالواحد بن زید سے ان کو خواجہ حسن بصری سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم سے،

(ب) **چشتیہ معزیہ**:- تاج العارفین کو ان کے شیخ حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی سے، ان کو حضرت ابراہیم چشتی سے، ان کو نصیر الدین خطبی سے، ان کو فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو قطب الدین بینا دل سے، ان کو نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو دو بزرگوں حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت خضر رومی شعلہ قلندر سے، آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

**نسبت ثانیہ**:- حضرت شاہ معز الدین کرجوی کو حضرت شیخ پیر محمد سلونی سے، ان کو حضرت مخدوم شاہ عبدالکریم چشتی حسامی مانکپوری سے، ان کو شیخ عبداللہ سے، ان کو سلطان شہ سے، ان کو شاہ قاسم سے، ان کو شاہ احمد سے، ان کو میران شہ سے، ان کو شیخ فیض اللہ عرف قاضی شہ سے، ان کو مخدوم شاہ حسام الدین چشتی مانکپوری سے ان کو حضرت نور قطب عالم پنڈوی سے، ان کو شیخ علاء الحق پنڈوی سے، ان کو حضرت اخی سراج الدین جونپوری سے (مدفون سراج گنج بنگال) ان کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا سے۔

(ج) **چشتیہ اشرفیہ**:- یہ سلسلہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی روحانیت سے پہونچا ہے۔

تاج العارفین کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی روحانیت سے، ان کو حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی سے، ان کو حضرت اخی سراج سے، ان کو سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے، ان کو حضرت فرید الدین گنج شکر سے، ان کو قطب الدین بختیار کاکی دہلوی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز سلطان معین الدین چشتی سنجری سے، ان کو حضرت ابو النور عثمان ہارونی سے، ان کو حضرت خواجہ سید شریف زندنی سے، ان کو قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے، ان کو اپنے چچا محمد چشتی سے، ان کو اپنے والد احمد ابدال

چشتی سے، ان کو شیخ شرف الدین ابو اسحٰق شامی سے، ان کو شیخ کریم الدین علو ممشاد دینوری سے، ان کو شیخ امین الدین خواجہ ہبیرہ بصری سے، ان کو خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی سے ان کو حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم بلخی سے، ان کو حضرت خواجہ فضیل عیاض کوفی مکی سے، ان کو شیخ عبد الواحد زید سے، ان کو خواجہ حسن بصری سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے ان کو سیدنا دنبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**سہروردیہ** :۔ یہ طریقہ تاج العارفین کو تین شیوخ سے پہنچا ہے، آپ کے پیر دمرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت معز الدین کرجوی اور حضرت شیخ ملا محمد عتیق محدث بہاری قدست اسرارہم سے۔

**(۱) سہروردیہ عمادیہ** :۔ تاج العارفین کو حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو سید محمد فاضل قلندر سے، ان کو حضرت عبد الرسول کچھوندوی سے، ان کو حضرت شاہ مجتبیٰ عرف مجا قلندر سے، ان کو حضرت عبد القدوس جونپوری سے، ان کو حضرت عبد السلام عرف علن سے، ان کو حضرت شیخ محمد قطب سے، ان کو قطب الدین بینا دل سے، ان کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت نظام الدین سے، ان کو حضرت حسن مبارک غزنوی سے، ان کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، ان کو حضرت ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے، ان کو ان کے چچا حضرت وجیہہ الدین ابو الحفص سے، ان کو حضرت محمد عمویہ سے، ان کو احمد اسود دینوری سے، ان کو ممشاد دینوری سے، ان کو جنید بغدادی سے، انکو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیہ السلام سے، ان کو سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**نسبت ثانیہ** :۔ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص کو حضرت شیخ فرح زنجانی سے، ان کو شیخ ابو العباس نہاوندی سے، ان کو شیخ ابو محمد عبد اللہ الخفیف سے، ان کو محمد رویم سے، ان کو جنید بغدادی سے، آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

**نسبت ثالثہ** :۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت شیخ شمس الدین سراج بن حسن ظفر آبادی سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الفرح مسکین سے، ان کو حضرت شیخ صدر الدین الحاج چراغ ہند ظفر آبادی سے، ان کو شیخ ابو الفتح رکن الدین قریشی سے، ان کو اپنے والد شیخ صدر الدین ابو الفضل قریشی سے، ان کو ان کے والد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔ اس سلسلہ میں بھی شیوخ کی کثیر نسبتیں ہیں جو میری کتاب المدد الفرید میں مذکور ہیں۔

**نسبت رابعہ** :۔ خواجہ عماد الدین قلندر کو اپنے والد مخدوم برہان الدین جعفری سے، ان کو حضرت مخدوم قمیص الدین جنید ثانی سے، ان کو حضرت ملا جمال اولیا سے، ان کو شیخ قیام الدین سے، ان کو ان کے والد شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ من اللہ

عرف ادھن جونپوری سے، ان کو ان کے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو شیخ صدر الدین راجو قتال سے ان کو مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، ان کو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

(ب) سہروردیہ معزیہ :۔ تاج العارفین کو حضرت معز الدین کرجوی سے، ان کو اپنے جد امجد شاہ ابراہیم سے، ان کو حضرت سید نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو سید فضل اللہ گوشائیں بہاری سے، ان کو قطب الدین بینادل سے آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

نسبت ثانیہ :۔ سید فضل اللہ گوشائیں کو اپنے والد سید نصیر الدین بزرگ گنج علم سے، ان کو شیخ فنا گوالیری سے ان کو حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو شیخ صدر الدین ابو الفضل سے ان کو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

نسبت ثالثہ :۔ حضرت نصیر الدین قطبی بن سید محمود بن سید فضل اللہ گوشائیں کو شیخ محمود بن شیخ منجھن سہروردی سے، ان کو شیخ علاء الدین المعروف شیخ بڈھ سہروردی سے، ان کو شیخ عبد الرحمٰن سہروردی سے، ان کو شیخ سراج الدین سہروردی سے، ان کو شیخ تاج الدین سہروردی سے، ان کو مخدوم احمد چرم پوش بہاری سے، ان کو شیخ علاء الدین سہروردی سے، ان کو شیخ سلیمان سہروردی سے، ان کو شیخ تقی الدین سہروردی دہسوی سے، ان کو شیخ احمد دمشقی سے، ان کو شیخ شہاب الدین سہروردی سے۔

(ج) سہروردیہ عتیقیہ :۔ تاج العارفین کو حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری سے، ان کو سید عبد المقتدر سے، ان کو سید عبد النبی سے، ان کو سید شبیر محمد سے، ان کو سید عزت اللہ سے، ان کو سید محمد زاہد سے، ان کو سید عالم محبوب اللہ سے ان کو سید برہان الدین عبد اللہ سے، ان کو سید ناصر بن محمود متوفی ۲۲ رمضان ۸۴۲ھ سے، ان کو اپنے والد مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت (متوفی ۸۵۵ھ) سے آخر نسبت تک جو اوپر بیان ہوئی۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اگرچہ سہروردیہ کی متعدد نسبتوں اور فیوضات کے حامل و جامع تھے، مگر اس سلسلہ کا وہی شجرہ اپنے سہروردی مریدوں کو عنایت فرماتے تھے، جو آپ کے پیر خواجہ عماد الدین قلندر کو حضرت قطب الدین بینادل کے واسطے سے پہنچا تھا جس کو ہم نے عمادی نسبت میں سب سے پہلے بیان کیا ہے۔

سہروردیہ کی متعدد شاخیں ہیں ان ہی میں خلوتیہ اور ہمدانیہ بھی ہے، جن کے اذکار و اشغال کی تلقین حضرت قطب الدین بینادل جونپوری قدس سرہٗ نے حضرت عبد اللہ شطار سے پائی تھی، اس سلسلہ کو صاحب نفحات العنبر یہ من انفاس

القلندریہ نے مراد المریدین سے اور انہوں نے مصباح العاشقین سے اس طرح نقل کیا ہے۔

**خلوتیہ** :۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت عبداللہ شطار سے، ان کو حضرت شیخ مظفر جرجانی سے، ان کو شیخ ابراہیم عشق آبادی سے، ان کو نظام الدین الحسنی الخلوتی سے، ان کو شیخ محمد خلوتی سے، ان کو شیخ ابراہیم زاہد سے، ان کو شیخ جمال الدین سے، ان کو شیخ اصیل الدین ابوالحسن بن محمد شیرازی سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الغنائم بن مفضل بن القاسم الخطیب السنجاسی الابہری سے، ان کو شیخ قطب الدین ابوالرشد احمد بن محمد الحفیفی الابہری سے، ان کو شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی سے۔

**ہمدانیہ** :۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت عبداللہ شطار سے، ان کو حضرت سید علی ہمدانی سے، ان کو شیخ زین الدین سے، ان کو شیخ عبدالرحمٰن قرشی سے، ان کو شیخ جمال الدین بن یوسف بن عبداللہ الکورانی العجمی سے، ان کو شیخ نورالدین عبدالصمد نطنزی سے، ان کو شیخ نجیب الدین علی بزغش الشیرازی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

**نسبت ثانیہ** :۔ سید علی ہمدانی کو دو بزرگوں سے، ایک حضرت ابو البرکات تقی الدین علی الدوستی السمنانی اور دوسرے حضرت شرف الدین محمود مزدقانی سے، اور ان دونوں بزرگوں کو حضرت ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی سے، ان کو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی الکسرفی سے، ان کو شیخ جمال الدین احمد جوزقانی سے، ان کو شیخ رضی الدین علی لالا بخاری الغزنوی سے، ان کو مجدالدین بغدادی سے، ان کو نجم الدین کبریٰ سے۔

**فردوسیہ** :۔ یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ معزالدین کرجیہی قدس سرہما سے پہنچا ہے۔ سلسلہ فردوسیہ عمادیہ میں خواجہ عماد الدین سے حضرت قطب الدین بینا دل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر دوسرے سلاسل میں ہوا ہے۔ اس لئے قطب الدین بینا دل قدس سرہٗ کے اوپر کا شجرہ لکھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) **فردوسیہ عمادیہ** :۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت حسینؒ بن معز بلخی سے، ان کو حضرت شیخ مظفر بلخی سے، ان کو حضرت شیخ الاسلام مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بہاری سے، ان کو حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی سے، ان کو رکن الدین فردوسی سے، ان کو بدرالدین سمرقندی سے، ان کو سیف الدین باخرزی سے، ان کو نجم الدین طامۃ الکبریٰ سے، ان کو عمار یاسر سے، ان کو شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے، ان کو وجیہہ الدین ابو حفص سے، ان کو محمد عمویہ سے، ان کو احمد اسود دینوری سے، ان کو ممشاد دینوری سے، ان کو جنید بغدادی سے،

لہ یہ حسین نوشہ توحید کے نام سے مشہور ہیں۔

ان کے اُوپر وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سہروردیہ میں ہوا۔

(ب) **فردوسیہ معزیہ:**۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے، ان کو شاہ ابراہیم سے، ان کو حضرت نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو حضرت سید فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو قطب الدین بیناد دل جونپوری سے، ان کو شمس الدین حاج بڈھن سے، ان کو شیخ ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو ابوالفیض محمد قاضن بن علاء الدین شطاری سے، ان کو ایوب کاہی سے، ان کو بہرام بہاری سے، ان کو حسن بن حسین بن معز بن شمس بلخی سے، ان کو اپنے والد حسین بن معز بن شمس بلخی سے، ان کو اپنے چچا شیخ مظفر بلخی بن شمس بلخی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین احمد بہاری سے۔

**نسبت ثانیہ:**۔ ابوالفیض محمد قاضن شطاری کو علی بدایونی سے، ان کو کریم الدین اودھی سے، ان کو جمال الدین اودھی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

**نسبت ثالثہ:**۔ ابوالفیض محمد قاضن شطاری کو ابو ابراہیم محمد منیری سے، ان کو ابراہیم علم منیری سے، ان کو شیخ حسین بن معز بلخی سے، ان کو شیخ مظفر بن شمس بلخی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

**نسبت رابعہ:**۔ ابراہیم علم منیری کو صدر الدین بلخی سے، ان کو شیخ عثمان سنامی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

یہ تمام نسبتیں جو مذکور ہوئیں حضرت قطب الدین بینا دل کے واسطہ سے حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کو بھی پہنچی ہے۔ مگر سلسلہ فردوسیہ کا شجرہ جو خاندان مجیبیہ میں دیا جاتا ہے، اس میں حضرت قطب الدین بینا دل کی اولین نسبت جو حضرت حسین نوشہ توحید بن معز بلخی سے ہے مقدم رکھی جاتی ہے اور وہی مروج ہے۔

**کبرویہ:**۔ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے پہنچا ہے۔ خواجہ عماد الدین قلندر سے، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلسلہ فردوسیہ میں آچکا ہے، اسلئے نجم الدین کبریٰ سے اُوپر کے شیوخ کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت نجم الدین کبریٰ کو شیخ اسمٰعیل قصری سے، ان کو شیخ محمد بن مالکیل سے، ان کو شیخ داؤد معروف بخادم الفقرا سے، ان کو شیخ ابوالعباس ادریس سے، ان کو شیخ ابوالقاسم بن رمضان سے، ان کو شیخ ابو یعقوب طبری سے، ان کو ابو عبداللہ عثمان مکی سے، ان کو شیخ ابو یعقوب نہرجوری سے، ان کو شیخ محمد یعقوب سوسی سے، ان کو شیخ عبدالواحد زید سے، ان کو شیخ کمیل بن زیاد سے، ان کو سیدنا امیر المؤمنین عثمان غنی اور سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے اور ان دونوں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**نقشبندیہ :۔** یہ سلسلہ جس عنوان سے تمام خاندان نقشبندیہ میں مروج ہے، اس میں چند شیوخ کو اپنے شیوخ سے لقاءِ صوری نہیں ہے۔ ان کی تربیت ان شیوخ کی روحانیت سے ہے، اس جگہ پر میں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا، میں نے بہت تفصیل سے اپنی کتاب "الدر الفرید" میں اس کی وضاحت کی ہے۔ یہاں پر صرف دو اویسی نسبتیں جو غیر متصل ہیں اور تمام خاندانوں میں رائج ہیں پہلے درج کر دیتا ہوں، اور پھر یہی نسبتیں جس طرح متصل ہو جاتی ہیں بعد میں درج کروں گا۔

نقشبندیہ کی دو شاخیں ہیں، نقشبندیہ مجددیہ اور نقشبندیہ ابوالعلائیہ۔ یہ دونوں ہی سلسلے دو بزرگوں سے تاج العارفین کو پہنچے ہیں۔ **نقشبندیہ مجددیہ** حضرت شاہ سلطان ساکن بلیا لکھنیا ضلع مونگیر سے، اور **نقشبندیہ ابوالعلائیہ** حضرت سید شاہ محمد قاسم ابوالعلائی مخصوص پوری علاقہ بہادر پور فیروز پور جھرکہ صوبہ پنجاب سے۔

**نقشبندیہ مجددیہ نسبت اویسیہ :۔** تاج العارفین کو حضرت شیخ سلطان نقشبندی مجددی سے، ان کو سید آدم بنوری سے، ان کو حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی سے، ان کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو شیخ محمد امکنگی سے، ان کو شیخ محمد درویش سے، ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو حضرت یعقوب چرخی سے، ان کو بہاء الدین نقشبندی سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو خواجہ محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو خواجہ محمود الخیر فغنوی سے، ان کو خواجہ عارف ریوگری سے، ان کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے، ان کو شیخ ابویوسف ہمدانی سے، ان کو شیخ ابو علی فارمدی سے، ان کو شیخ ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو شیخ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی سے، ان کو سلطان العارفین خواجہ ابویزید بسطامی کی روحانیت سے، ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے، ان کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو حضرت سلمان فارسی سے، ان کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔

**نقشبندیہ ابوالعلائیہ نسبت اویسیہ :۔** تاج العارفین کو شاہ ابوالقاسم سے، ان کو شاہ نور محمد سے، انکو سید عبدالرحمٰن سے، ان کو شاہ لعل محمد[1] عرف لاڈ خاں سے، ان کو حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبرآبادی سے، ان کو انکے چچا خواجہ عبداللہ سے

---

[1] حضرت لاڈ خاں قدس سرہٗ کو سلسلۂ خلوتیہ بھی پہنچا ہے، ان کو شاہ الیاس سے، ان کو شاہ یحییٰ سے، ان کو شاہ عیسیٰ سندی سے ان کو لشکر محمد عارف سے، ان کو غوث گوالیری سے، ان کو حاجی حضور سے، ان کو ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ قاضن شطاری ان کو عبداللہ شطار سے، ان کو مظفر جرجانی سے، ان کو ابراہیم عشق آبادی سے، ان کو نظام الدین حسنی خلوتی سے، ان کو شیخ محمد خلوتی سے ان کو ابراہیم زاہد خلوتی سے، ان کو شیخ جمال الدین سے، آخر نسبت حضرت ابوالنجیب سہروردی تک۔ محمد خلوتی کی دوسری نسبت ان کو نجم الدین کبریٰ سے ـــــ واضح ہو کہ حضرت شاہ محمد قاسم ابوالعلائی حضرت تاج العارفین کے دستار بدل شیخ تھے، یعنی انہوں نے تاج العارفین کو سلسلۂ ابوالعلائیہ کی اجازت دی اور تاج العارفین نے انکو دو[2] سلاسل چشتیہ معزیہ و امامیہ عنبقیہ کی اجازت دی ہے ممکن ہو کہ

(بقیہ حاشیہ)

ان کر ان کے ماموں خواجہ عبدالخالق سے، ان کو ان کے چچا خواجہ محمد یحیٰ سے، ان کو ان کے والد خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کو حضرت خواجہ یعقوب چرخی سے، ان کو حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے۔ آخر نسبت تک جو نقشبندیہ مجددیہ میں گزری۔

نقشبندیہ سلسلہ اسی ترتیب سے تمام خاندان میں مروج ہے۔ اس ترتیب سے تمام محققین نے بالاتفاق شجرہ کو منقطع اور اویسی تسلیم کیا ہے، ملا جامی نقشبندی کی "نفحات" ۔ ملا حسین واعظ الکاشفی کی "رشحات" ۔ سید آدم بنوری کی "خلاصۃ المعارف" ۔ احمد نخلی کی بغیۃ الطالبین، احمد قشاشی کی سمط المجید، عبداللہ سالم بصری کی امداد، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی انتباہ، ازیں قبل بہت سی کتابیں ہیں، اور سب متفق ہیں کہ شجرہ کی یہ ترتیب بر سبیل روحانیت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث قدس سرہ نے انتباہ میں اس نسبت صدیقیہ اویسیہ کو لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ نسبت بھی علویہ ہے اور اس کی متصل ترتیب جس میں کہیں انقطاع نہیں ہے، اس طرح ہے:-

ابوالقاسم گرگانی کو حضرت ابو عثمان مغربی سے، ان کو ابو علی کاتب سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی سے۔

مگر اس علوی نسبت میں ابوالحسن خرقانی اور بایزید بسطامی کی نسبت منقطع ہے جو سلسلہ کی اصل نسبت ہے، اسلئے میں یہاں پر حضرت بایزید بسطامی کی نسبت متصلہ جس میں ائمہ اہلبیت اطہار ہیں۔ لکھ دیتا ہوں۔

شجرہ ابو یزید بسطامی کے بعد امام جعفر صادق کا نام آتا ہے، اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو یزید بسطامی کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے فیض پہنچا ہے۔ مگر خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابو یزید بسطامی امام جعفر زکی کے مرید و صحبت یافتہ تھے، یہ غلط مشہور ہے کہ

(بقیہ صفحہ ۱۴۵) قادریہ وارثیہ کا مجاز بھی کیا ہے، مگر دو سلسلہ کا پتہ چلا ہے جسکی اجازت شاہ مشتاق احمد بلند شہری کو جو حضرت شاہ درویش بن محمد قاسم اودھی کے بھائی کی اولاد میں ہیں اور صاحب سلسلہ بقید حیات ہیں پہنچی ہے۔ شجرہ منظوم ان کا یہ ہے۔

اما سید عتیقیہ:-

| | |
|---|---|
| شہ جلال الدین بخاری ناصر الدین ولی | شاہ عبداللہ و شہ عالم سراج الدین ولی |
| زاہد و رہبان و مکرم شاہ و شیر نامور | خواجہ عبید النبی و خواجہ عبد المقتدر |
| شہ محمد یوسف اللہ محب اللہ و قاسم ڈھولکی | شہ معظم شاہ قطب الدین پیر متقی |
| حافظ احمد الدین شاہ محمد وہاب غنی | شہ مجید الدین ولی مشتاق احمد ناظری |

چشتیہ معزیہ:-

| | |
|---|---|
| نور حق و شاہ حسام الدین و شہ مانک پوری | شاہ فیض اللہ قاضی خواجہ میران ولی |
| شاہ احمد شاہ قاسم شاہ سلطان رہنما | عارف عبداللہ و شہ عبدالکریم پیشوا |
| خواجہ پیر محمد شاہ معز الدین ولی | شہ محب اللہ و شہ قاسم معظم پوری |
| قطب دین و اجر دیں اعظم حسین متقی | شہ مجید الدین ولی مشتاق احمد ناظری |

انہوں نے امام جعفر صادق کی صحبت اُٹھائی ہے بلکہ اشتراک اسمی سے اسطرح کا دھوکہ ہوا ہے اعلاوہ ازیں بایزید بسطامی نے حضرت امام علی رضا کی بھی صحبت اٹھائی ہے اور فیض پایا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے لقا کے متعلق ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے نہایت تحقیق سے عدم لقا ثابت کی ہے مگر تذکرہ ابوالنجیب میں مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ مولانا احسن میاں علیہ الرحمہ نے اثبات لقا کی کوشش کی ہے۔ دونوں مضامین پڑھنے کے بعد انسان صحیح نتیجے پر پہنچ سکتا ہے

حضرت خاتم المحدثین کی اس وضاحت کے بعد انقطاع نسبت کا جھگڑا ختم ہوجاتا ہے۔ اور جو شجرہ مرتب ہوتا ہے اُس میں دونوں ہی نسبتیں صدیقیہ اور علویہ متصل ہوجاتی ہیں۔ شجرہ کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی نے دو بزرگوں نے فیض پایا اور یہ دونوں بزرگ آپس میں سگے بھائی تھے۔ یعنی امام جعفر زکی اور امام علی رضا علیہما السلام اور دونوں بزرگوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے فیض پایا۔ انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر سے، انہوں نے سلمان فارسی سے، انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، یہ صدیقیہ نسبت ہوئی۔

نسبت ثانیہ :- امام جعفر صادق نے اپنے والد امام محمد باقر سے فیض پایا انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین سے، انہوں نے امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے۔ یہ علویہ نسبت ہوئی۔

اب شجرہ میں صرف ایک انقطاع رہ گیا ہے۔ یعنی ابوالحسن خرقانی اور سلطان بایزید بسطامی کے درمیان محققین نے اس کی تشریح کردی ہے۔ اور جو وسائط منقطع ہیں، ان کو اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی کو ابوالعباس قصاب سے، ان کو ابو محمد جریری سے، ان کو ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو ابوسعید خراز سے، ان کو ابوعبداللہ السوخی سے، ان کو ابوتراب عسکر بن الحسین نخشبی سے، ان کو سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر زکی اور امام علی رضا سے، آخر نسبت تک۔

اس طرح شجرہ کسی طرح بھی منقطع نہیں رہتا اور متصلاً مرتب ہوجاتا ہے، لیکن ان تمام تحقیقات کے باوجود صوفیہ کے ہاں وہی شجرہ مقبول و مروج ہے۔ جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور جو اویسیۃ النسابہ ہے۔

نقشبندیہ ابوالعلائیہ [illegible] الشیخ الصدیقیہ و تاج العارفین کو سید شاہ ابوالقاسم ابوالعلائی [illegible]

---

سلسلہ نقشبندیہ کی یہ شاخ حضرت امیر سید ابوالعلائی قدس سرہٗ سے چلی۔ امیر سید ابوالعلا بن سید ابوالوفا بن سید عبدالسلام بن سید عبدالملک بن سید عبدالباسط بن سید تقی الدین کرمانی بن سید شہاب الدین محمود بن سید عماد الدین امیر حاج بن سید علی بن نظام الدین بن سید اشرف بن سید فخر الدین بن سید شرف الدین بن سید مجتبیٰ بن سید گیلانی بن سید بادشاہ بن سید حسن بن حسین بن سید محمد بن سید عبداللہ

ان کو شاہ نور محمد سے، ان کو شاہ عبدالرحمٰن سے، ان کو شاہ لعل محمد عرف لاڈ خاں سے، ان کو سیدنا امیر ابوالعلاء اکبرآبادی سے، ان کو ان کے چچا خواجہ یحییٰ سے، ان کو ان کے والد خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کو شیخ یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو خواجہ محمود انجیر فغنوی سے، ان کو عارف ریوگری سے، ان کو شیخ عبدالخالق غجدوانی سے، ان کو شیخ ابو یوسف ہمدانی سے، ان کو ابو علی فارمدی سے، ان کو ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو ابوالحسن خرقانی سے، ان کو ابوالعباس قصاب سے، ان کو ابو محمد جریری سے، ان کو ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو ابو سعید خراز سے، ان کو ابو عبداللہ المسوحی سے، ان کو ابو تراب عسکر بن الحسین نخشبی سے، ان کو سلطان العارفین ابو یزید بسطامی سے، ان کو امام علی رضا اور امام محمد جعفر زکی سے، ان دونوں کو اپنے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے، ان کو سلمان فارسی سے، ان کو امیرالمومنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**نسبت ثانیہ:**۔ ابو علی فارمدی کو ابوالقاسم قشیریؒ سے، ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابوالقاسم نصیرآبادی سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو جنید بغدادی سے، ان کو ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو شیخ ابو رجا عطاردی سے، ان کو فضیل عیاض سے، ان کو حضرت منصور سلمی سے، ان کو شیخ محمد بن مسلم الزاہدی سے، ان کو حضرت محمد جبیر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو افضل البشر بعد الانبیا امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

**نسبت ثالثہ علویہ:**۔ حضرت امام جعفر صادق کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدین سے ان کو اپنے والد امام حسین علیٰ جدّہ وعلیہ السّلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

**نسبت رابعہ:**۔ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی کو حضرت حبیب عجمی سے، ان کو حضرت حسن بصری سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

**نسبت خامسہ:**۔ حضرت ابوالقاسم گرگانی کو ابو عثمان مغربی سے، ان کو ابو علی کاتب سے، ان کو ابو علی رودباری سے

---

(بقیہ صفحہ ۱۴۷) بن سید محمد بن سید علی بن سید عبداللہ بن سید حسین بن سید اسمٰعیل بن سید محمد بن سید عبداللہ باہر بن امام زین العابدین بن امام حسین علی جدہم وعلیہم السّلام ننہال آپ کی حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی قدس سرہ کی نسل میں ہے اس طرح کہ آپ نواسہ حضرت خواجہ محمد فیضی کے وہ بیٹے خواجہ ابوالفیض کے وہ بیٹے خواجہ محمد عبداللہ کے وہ بیٹے حضرت خواجہ عبیداللہ نقشبندی قدس سرہ کے۔ ولادت آپ کی ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ وفات نہم صفر ۱۰۶۱ھ۔ مزار مبارک آگرہ میں ہے۔

ان کو جنید بغدادی سے۔

(ب) **نقشبندیہ مجددیہ متصلۃ النسبۃ**:۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ سلطان نقشبندی سے، ان کو حضرت آدم بنوری سے، ان کو امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو خواجہ محمد امکنگی سے، ان کو خواجہ محمد درویش سے، ان کو حضرت محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو حضرت یعقوب چرخی سے، ان کو حضرت سید بہاء الدین نقشبند سے، تمام صدیقیہ اور علویہ نسبت کے ساتھ جن کا ذکر نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں ہوا۔

**طیفوریہ**:۔ یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر سے پہونچا ہے، تاج العارفین کو حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو شاہ محمد فاضل قلندر سے، ان کو شاہ عبد الرسول کچھوندوی سے، ان کو شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر سے، ان کو شیخ عبد القدوس جونپوری سے، ان کو شیخ عبد السلام عرف علن جونپوری سے، ان کو شیخ محمد قطب سے، ان کو شیخ قطب الدین بینا دل سے، ان کو نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو سید خضر رومی شمعد قلندر سے، ان کو جمال محمد[۱] دساؤجی سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر ثانی سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیہ السلام سے، ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

---

[۱] حضرت جمال مجرد ساؤجی قلندر نسباً سیدؔ ہیں، انھوں نے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی روحانیت سے فیض پایا، اور خرقۂ خلافت پہنا ہے، بہت مسن و معمر بزرگ تھے، اپنے عہد میں بہت مرتاض اور عالم متبحر تھے، لیکن ان کی مزید حالات دریافت نہ ہو سکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ قلندران جو انتہائی مقام تجرید و تفرید پر فائز ہوتے ہیں ان پر محویت و استغراق کی زبردست حالات و کیفیات اکثر طاری ہوتی رہتی ہیں اور برسہا برس اسی محو و استغراق میں گذر جاتے ہیں اور اکثر گمنام طریقہ پر خطرناک جنگلوں میں رہا کرتے ہیں اسلئے ایسے بزرگوں سے عوام کیا خواص تک لاعلم و بے خبر رہتے ہیں، کچھ اسی قسم کے اسباب کا یہ نتیجہ ہے کہ ان بزرگوں کے حالات بہت کم پائے جاتے ہیں اور ان کے فیض یافتوں کی تعداد بھی نسبتاً کم ہوتی ہے۔ چنانچہ تذکرہ پیران قلندر میں حضرت عبد العزیز عبد اللہ علمبردار کی نسبت لکھا ہے کہ عہد رسالت میں منصب علمبرداری پر فائز تھے، ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس ہو رہے تھے راہ میں ان پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ ایک مدت تک ان کو خبر نہ ہوئی کہ عہد رسالت کب گذر گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو ہوش آیا تو مدینہ آکر تخت خلافت پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متمکن پایا، پھر ان پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی اور وہ خلفاء کے عہد گذر گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے عہد میں ہوش میں آئے اور ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔

حضرت جمال مجرد ساؤجی کے مفصل حالات بھی کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے، اس کی اصلی وجہ یہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی، ایسے بزرگوں کے منتشر اور چیدہ چیدہ حالات اکثر بزرگوں کے تذکرہ و ملفوظات میں نظروں سے گذر جاتے ہیں جس سے کبھی ان کا نام یا صرف نسبت القادانی دانستہ ان مشہور یا غیر مشہور بزرگوں کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اخبار الاخیار میں حضرت حمید قلندر کے تذکرہ کے ماتحت ملا جمال مجرد ساؤجی کا مختصر حال بروایت حمید قلندر (جو انہوں نے اپنے شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ان ہی زبانی سُنکر بیان کیا ہے) اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

خواجہ نصیر الدین چشتی قدس سرہٗ نے فرمایا "وہ بزرگ جنہوں نے سکۂ قلندری چلایا وہ بہت بڑے مفتی مولانا جمال مجرد تھے، ان کو کتب خانۂ رواں کہتے تھے، یعنی چلتا پھرتا کتب خانہ، جب کسی کو فتوی کی حاجت ہوتی اور مشکل سے مشکل مسائل پیش آتے برملا برجستہ جواب دیتے تھے، تحقیق کے لئے کتاب کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ان کو نہ ہوتی تھی، حافظہ نہایت قوی تھا، تصفیۂ باطن نے ان پر علوم منکشف کر دئے تھے، اسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے (جن کا نام آپ نے نہ بتایا، غالباً وہ علماء ظواہر میں سے تھے جو ایسے خدارسیدہ بزرگوں سے حسن ظن نہیں رکھتے ہوں گے، اس لئے حضرت خواجہ نے ان کا نام نہ بتایا ہوگا) ان کے ہاں کچھ آہن پوش قلندر روش بزرگان تشریف لائے، آہن پوش سُوتی لباس نہیں پہنتے، صرف ستر پوشی کمبل کے ٹکڑوں سے کر لیتے ہیں، ان کو دُنیا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، چند ساعت کے بعد وہ لوگ ان بزرگ کے ہاں سے چلے گئے، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ کیسی قدر آزاد ہیں، حضرت مولانا جمال مجرد ساؤجی وہاں تشریف فرما تھے، فرمایا اس وقت تک مرد کہلانے کا مستحق نہ ہوں گا جب تک اس سے بھی بڑھکر سکۂ قلندری نہ پیدا کر دوں، مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں وہ کیسا مبارک وقت تھا جس وقت یہ بات ان کی زبان سے نکلی اور ہو کر رہی، جب وہاں سے اُٹھے تو اُن پر عجیب استغراق و محویت کا عالم طاری طاری ہو گیا اور تفرید و تجرید کی ایسی حالت ان پر طاری ہوئی کہ محاسن (داڑھی) بھی ان کو گراں معلوم ہوئے، اس کو کٹوا دیا، اور پلاس پہنکر ایک قبر میں قبلہ رُو حیرت و محویت کے عالم میں آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑے ٹکٹکی لگائے بیٹھ گئے ان بزرگ سے لوگوں نے جاکر کہا کہ مولانا جمال مجرد ساؤجی پر ایسی حالت طاری ہو گئی ہے کہ انہوں نے داڑھی کٹوا دی اور ایک قبر میں جاکر بیٹھ گئے ہیں، وہ بزرگ اپنی جماعت کے ساتھ تشریف لائے، ان کو دیکھا کہ ایک قبر میں مُنھ پھاڑے آسمان کی طرف چہرہ کئے ہوئے مبہوت بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا کہ رانگ پگھلا کر ان کے حلق میں ڈال دو، چنانچہ گرم گرم پگھلا ہوا رانگ ان کے حلق میں ڈال دیا گیا، لیکن وہ ان کے حلق میں سرد پانی کا کام کر گیا، اس سے ان کو کوئی اذیت نہ پہونچی، ایک عالم ان سے بحث کرنے لگے کہ خلاف شرع تم نے داڑھی کٹوا دی، اس وقت جمال مجرد ساؤجی فی الجملہ حالتِ سکر سے حالتِ صحو میں آرہے تھے، انہوں نے کہا داڑھی تلاش کرتے ہو؟ پھر تھوڑی دیر گریبان کی طرف گردن جھکائی اور گریبان سے سر باہر لائے، حمید قلندر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ذکرہٗ اللہ بالخیر نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے یہاں تک ان کی سفید داڑھی دیکھی، لوگ یہ حالت دیکھکر وہاں سے واپس آگئے اور وہاں صرف جمال مجرد ساؤجی قلندر رہ گئے"

"بوستان غوثیہ" تذکرہ حضرت غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ میں لکھا ہے کہ حضرت جمال الدین مجرد ساؤجی کا مزار "دمیاط" میں ہے، یہ بزرگ قلندر مشرب تھے، نہایت حسین و جمیل، اہلِ مصر آپ کو یوسف ثانی کہتے تھے، ایک دن ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ داڑھی مونچھ سب کٹوا دی اور "دمیاط" کے اس چٹیل میدان میں جو یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے ویران ہو گیا تھا اور کہیں بھی آبادی کا نام و نشان..... باقی نہ تھا مبہوت و مدہوش پڑ گئے، حالت

استغراق و محویت میں ان کو نماز کے اوقات کا بھی ہوش نہ تھا، اس لئے علمائے مصر آپ کو ملحد کہا کرتے، ایک دن حالت استغراق میں بعض علماء نے ان کے حلق میں رانگہ پگھلا کر ڈال دیا، جس سے ان کو کوئی تکلیف و ایذا نہ پہونچی، اُن کے غایت حسن وجمال پر ایک عورت فریفتہ ہوگئی، حضرت جمال مجرد ساوجی اس سے تنگ و پریشان ہوکر "دمیاط" چلے گئے وہ عورت بھی ان کا پیچھا کرنے سے باز نہ آئی اور وہاں بھی پہونچ گئی، جب یہ خبر حضرت جمال مجرد ساوجی کو پہونچی تو بہت پریشان ہوئے اور اللہ سے دعا کی کہ میرا یہ حسن جو باعث صد فتنہ ہے زائل کر دے، فوراً ریش و بروت اور ابرو کے سب بال گر گئے اور چہرہ کی وہ دلفریبی اور خوبصورتی جاتی رہی، اس حالت کو دیکھکر وہ عورت آپ سے متنفر ہوگئی اور آپ اس فتنہ سے بچ گئے اور "دمیاط" میں مقیم ہوگئے اور وہیں رحلت فرمائی، مزار "دمیاط" ہی میں ہے اور قلندروں کی بھیڑ وہاں رہتی ہے، لیکن تاریخ وفات اور سن کسی نے ذکر نہیں کیا۔ —— تذکرہ اور شجرہ سلسلۂ قلندریہ کے دیکھنے سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچی ہے کہ آپ بہت مسن اور معمر بزرگ تھے، آپ نے حضرت بایزید بسطامی کا زمانہ پایا تھا اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے عہد تک زندہ رہے، لیکن شجرہ کی ایک ترتیب سے انتہائی حیرت ہے وہ یہ کہ ایک شجرہ میں لکھا ہے کہ "حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کو فیض پہونچا حضرت عبدالعزیز علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو جمال مجرد ساوجی سے، ان کو بایزید بسطامی سے" یہ ترتیب سمجھ میں نہ آئی، اس لئے کہ پیرانِ قلندریہ کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ عبدالعزیز علمبردار صحابی تھے، اور انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی، پھر صدیق اکبر کی، پھر حضرت علیؓ کی، ان کو کیا حاجت تھی کہ اس فضل کے بعد وہ تبع تابعین سے بھی نیچے درجہ کے بزرگ کی صحبت سے مستفیض ہوتے، صحابی کی صحبت البتہ غیر صحابی کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے نہ کہ غیر صحابی کی صحبت صحابی کے لئے باعث فخر ہو، میرے خیال میں شجرہ کی ترتیب کتابت کی غلطی سے غالباً بدل گئی ہے، وہ اس طرح ہوگی :۔ حضرت خضر رومی نے صحبت اٹھائی جمال مجرد ساوجی کی، انھوں نے بایزید بسطامی کی، انہوں عبدالعزیز عبداللہ علمبردار کی، یا خود جمال مجرد ساوجی نے بھی ان معمر صحابی کی درازی عمر سے فائدہ اٹھایا ہو، جس طرح خضر رومی شعلہ قلندر نے بلا واسطہ ان کی درازی عمر سے فائدہ اٹھایا ہے، مگر درحقیقت شجرہ کی ترتیب میں قدیم کاتب کے تسامح سے ایسی غلطی واقع ہوئی ہے، حضرت عبدالعزیز مکیؒ نے جمال مجرد ساوجی کی صحبت نہیں اٹھائی ہے، جیسا کہ مولانا علاؤالدین باسطی سوکھری رابطۃ المشائخ میں سلسلۂ طیفوریہ کی نسبت لکھتے ہیں ؎

کاندریں سلسلہ کہ شکی نیست　　شیخ عبدالعزیز مکی نیست

بلکہ خضر از جمال یافتہ است　　واسطہ درمیاں نیافتہ است

معلوم ہوتا ہے کہ خضر رومی شعلہ قلندر کی دونوں نسبتوں کو کاتب اس طرح لکھنا چاہتا تھا کہ خضر رومی نے عبدالعزیز مکیؒ سے اور جمال مجرد سے خرقہ پایا، کاتب نے سمجھا کہ عبدالعزیز مکی کو جمال مجرد سے پہونچا اور ان دو ناموں کے درمیان "او" ، "از" کا لفظ بڑھا دیا جس سے غلط فہمی ہوگئی، درحقیقت سلسلۂ طیفوریہ میں بلا واسطہ خضر رومی کو جمال مجرد سے اجازت تھی۔

ساوجی کے تین مشاہیر مجھکو معلوم ہوئے، سلمان ساوجی شعراء کے طبقہ میں، جمال مجرد ساوجی صوفیائے قلندر روش کے طبقہ میں، اور علی ساوجی محدثین کے طبقہ میں، جن کا ذکر "الدرر الکامنہ" میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے، حضرت سید

نسبت ثانیہ:۔ حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کو حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

شطاریہ:۔ یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیرو مرشد خواجہ عمادالدین قلندر سے پہنچا ہے، حضرت خواجہ سے حضرت قطب الدین بینادل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلاسل ماسبق میں آچکا ہے، حضرت قطب الدین بینادل کو اس طریقے کے اذکار و اشغال حضرت عبداللہ شطار سے پہنچے ہیں۔

حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت عبداللہ شطار سے، ان کو شیخ محمد عارف عشقی سے، ان کو شیخ علاء قلی ماوراء النہری سے

---

جمال الدین مجرد ساؤجی کے حالات اسی قدر مجھے دستیاب ہو سکے ہیں (فصول مسعودی، بحر ذخار، نفحات العنبریہ، تذکرہ غوثیہ، ذکر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی) ـــــ حضرت جمال مجرد ساؤجی کو سلسلہ سہروردیہ بھی پہنچا ہے، ایک واسطہ سے حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی تک پہونچتے ہیں، جمال مجرد ساؤجی کو شاہ ابراہیم گرم سیل سے ان کو حضرت ابوالنجیب سہروردی سے
صدا سہاگ سلسلہ جس کو موسیٰ سہاگ سے منسوب کرتے ہیں اور سہروردیہ کی ایک شاخ ہے حضرت موسیٰ سہاگ کو آپ ہی کے واسطہ سے پہنچا ہے، موسیٰ سہاگ کو قلندر لودے سے ان کو شاہ جیو لال سے، ان کو جمال مجرد ساؤجی سے، ان کو ابراہیم گرم سیل سے، ان کو ابوالنجیب سہروردی سے ـــــ اس سلسلہ کے فقرا سرخ دوپٹا اوڑھتے ہیں، چوڑیاں پہنتے ہیں، رقص کرتے ہیں، ہر قدم پر لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ کہتے جاتے ہیں اور پیران سلسلہ کا نام لیکر استمداد طلب کرتے ہیں جس وقت اس شکل میں رقص کرتے ہیں ان پر کیفیت طاری رہتی ہے اور ان کی چشم تاثیر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے سلسلہ کے کسی کامل شیخ کا دست گرفتہ ہوتا ہے ورنہ اس رنگ میں بہتیرے نقال بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے کھانے کمانے کا ایک ذریعہ نکال لیا ہے، ان کے نعروں کی تاثیر نہیں پڑتی ہے، حضرت موسیٰ سہاگ نے دسویں رجب ۹۵۳ھ میں بمقام احمد آباد گجرات انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے ـــ یہ بزرگ زنانہ لباس میں رہتے، سرخ دوپٹا اور چوڑیاں ہاتھ میں، انگلیوں کے پوروں میں چھلے، ایک دن علماء نے ان سے کہا نماز پڑھو، وضو کر کے نماز ادا کرنے کو چلے علماء نے کہا سرخ لباس اتار دو، سفید لباس پہنو، کہ سرخ لباس میں نماز جائز نہیں، سرخ لباس اتارا، سفید لباس پہنا، جب تحریمہ باندھا سارا لباس سرخ ہو گیا، لوگوں کو حیرت ہوئی، سلام کے بعد فرمایا "میرا میاں کہتا ہے تو سہاگن رہ اور یہ موئے کہتے ہیں تو رانڈ ہو جا"۔
جمال مجرد نام کے ایک بزرگ اس سلسلہ میں بھی ہیں اور مقدم ہیں، معلوم نہیں یہ دونوں ایک ہی بزرگ ہیں یا یہ بزرگ دوسرے ہیں، میرا قیاس ہے کہ ایک ہی بزرگ ہیں، ان سے تین سلاسل جاری ہوئے، طیفوریہ اس سلسلہ کے پیران کے بایزید بسطامی ہیں، دوسرا قلندریہ اس سلسلہ کے شیخ الکل عبدالعزیز علمبردار ہیں، تیسرا سلسلہ صدا سہاگ ہے، اس سلسلہ کے شیخ ابراہیم گرم سیل ہیں جیسے سہروردیہ اور امامیہ جعفریہ پہنچا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی عمر بہت زیادہ ہوئی اور ان تمام سلاسل میں یقینی وہی ایک ذات ہے جو بطریق مرکز ہے اور اسی سلسلہ کے ایک بزرگ لعل شہباز بھی ہیں، صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ سادات کرام سے ہیں، لعل شہباز بن سید حسن کبیر الدین بن سید شمس الدین بن سید صلاح الدین بن سید شاہ بن سید خالد بن سید یحییٰ بن سید مشتاق بن سید نور العلی بن سید اسمٰعیل بن سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ـ آپ کا نام نامی سید عثمان ہے، لعل شہباز لقب ہے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے، آپ کی دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ بلا واسطہ جمال مجرد کے خلیفہ ہیں، وفات آپ کی ۶۷۳ھ میں ہوئی، مزار آپ کا سندھ سیوستان میں ہے، یہ بزرگ موسیٰ صدا سہاگ سے قبل کے ہیں۔"

---

(۱) ابراہیم گرم سیل کی ایک دوسری نسبت جس کو خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے، یہ ہے:۔ ابراہیم گرم سیل کو عاقل شہید سے ان کو مسکین شیبان کو مرتضیٰ سبحانی سے، ان کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

ان کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے، ان کو شیخ ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسی سے، ان کو ابویزید عشقی سے، ان کو شیخ محمد مغربی سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو امام محمد جعفر زکی سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہ السّلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے"

**قلندریہ**:۔ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر سے پہنچا ہے"

حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت خضر رومی شعاع قلندر سے، ان کو حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔"

**طبقاتیہ مداریہ**:۔ حضرت تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ معزالدین کرجوی قدس سرہما کے واسطہ سے پہنچا ہے، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے حضرت قطب الدین بینا دل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلاسل ماسبق میں آچکا ہے۔

یہ سلسلہ حضرت بدیع الدین مدار مکنپوری قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے حضرت بدیع الدین مدار کے شیوخ کی تعیین نہیں ہے۔ کہ کس کے مرید و خلیفہ تھے، انتہائی اختلاف کے بعد حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی سمنانی قدس سرہٗ نے آپ کو اویسی النسبۃ لکھا ہے یعنی آپ کی تعلیم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے ہوئی۔ اس حیثیت سے آپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی شیخ کا تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ اور خود آپ نے فرمایا بھی ہے اکتبوا اسمی بعد اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ لیکن حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہٗ کے ایک شجرہ میں حضرت بدیع الدین مدار کے جن شیوخ کا ذکر کیا ہے ان سے فی الجملہ ترتیب قائم ہوجاتی ہے۔

(۱) **مداریہ عمادیہ**:۔ "حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت جمال جنتی ہلسوی سے، ان کو حضرت مدار السموات والارض بدیع الدین مدار سے، ان کو امین الدین شامی سے، ان کو عین الدین شامی سے، ان کو رفیع الدین شامی سے، ان کو ربیع مقدسی سے، ان کو سیدنا امام حسین علیہ السّلام سے، ان کو حضرت امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے"

**نسبت ثانیہ**:۔ "حضرت قطب الدین بینا دل کو شیخ شمس الدین حاج بڈھن سے، ان کو شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو ابوالفیض قاضن شطار سے، ان کو شیخ حسام الدین سلامتی سے، ان کو حضرت مدار السموات والارض بدیع الدین مدار سے"

**نسبت ثالثہ**:۔ یہ خواجہ عماد الدین قلندر کی دوسری نسبت ہے، جو ان کو اپنے والد سے پہنچی ہے۔ خواجہ عماد الدین قلندر کو اپنے والد مخدوم برہان الدین سے، ان کو مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے، ان کو ملا جمال اولیا سے، ان کو شیخ قیام الدین سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ جلال الدین عبدالقادر بن المبارک سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت بدیع الدین مدار مکنپوری سے"

(ب) **مداریہ معزیہ** :۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے، ان کو اپنے دادا سید ابراہیم سے، ان کو نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، انکو سید فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو قطب الدین بینا دل سے، ان کو سید جمال جنتی سے، انکو بدیع الدین مدار مکنپوری سے۔

**امامیہ عتیقیہ** :۔ یہ سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کا آبائی سلسلہ ہے جو اباً عن جدٍ حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی اجازت تاج العارفین کو حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری قدس سرہ سے پہونچی ہے۔

"تاج العارفین کو ملا محمد عتیق محدث بہاری سے، ان کو ملا عبد المقتدر سے، ان کو سید عبد النبی سے، ان کو سید شیر محمد سے، ان کو ان کے والد سید عزۃ اللہ شاہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد زاہد سے، ان کو ان کے والد سید شاہ عالم[1] محبوب اللہ سے، ان کو انکے والد سید برہان الدین[2] عبد اللہ سے، ان کو ان کے والد سید ناصر الدین محمود[3] سے، ان کو ان کے والد سید جلال الدین[4] بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو ان کے والد احمد کبیر[5] مشتاق اللہ سے، ان کو ان کے والد سید جلال الدین اعظم سرخ بخاری سے، ان کو ان کے والد سید علی موید دین اللہ سے، ان کو ان کے والد سید جعفر حجۃ اللہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد صفی اللہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد مختار اللہ سے، ان کو ان کے والد سید احمد مقبول اللہ سے، ان کو ان کے والد سید عبد اللہ سے، ان کو ان کے والد سید علی اشقر سے، ان کو ان کے والد سید مرتضیٰ اعظم جعفر ثانی سے، ان کو ان کے والد امام علی نقی ہادی سے، ان کو ان کے والد امام محمد تقی جواد سے، ان کو ان کے والد امام علی رضا سے، ان کو ان کے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو ان کے والد امام جعفر صادق سے، ان کو ان کے والد امام محمد باقر سے، ان کو ان کے والد امام علی زین العابدین سے، انکو انکے والد امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے، انکو انکے والد امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، انکو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔"

---

[1] ابو البرکات سید شاہ عالم بن برہان الدین ولادت ۸۱۷ھ، وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۸۸۰ھ مزار احمد آباد گجرات۔ [2] برہان الدین عبد اللہ وفات ۸۵۷ھ مزار احمد آباد گجرات۔ [3] ناصر الدین محمود وفات ۲۲ رمضان ۷۸۴ھ مزار اوچ ملتان۔ [4] مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت ولادت ۷۰۷ھ وفات دہم ذی الحجہ ۷۸۵ھ مزار اوچ ملتان۔ [5] شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اخبار الاخیار میں تذکرہ سید عبد الوہاب بخاری میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین اعظم سرخ بخاری قدس سرہ کے دو بیٹے تھے، سید احمد بزرگ، دوسرے سید محمود، حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہ سید محمود کے بیٹے ہیں اور سید احمد بزرگ کے بیٹے سید عبد الوہاب بخاری ہیں۔ اور شجرہ امامیہ عتیقیہ جو اباً عن جدٍ حضرت مخدوم جہانیاں کو پہنچا ہے، اس میں حضرت مخدوم جہانیاں سے اوپر سید محمود کبیر مشتاق اللہ لکھا ہے حالانکہ یہ سلسلہ آپ کو اپنے والد سے پہنچا تھا۔ اگر یہ نام آپ سے پہلے صحیح ہے تو خلفائی ہوا آبائی نہ ہوا۔ کیونکہ بجائے والد کے چچا سے پہنچا۔ حالانکہ شجرہ میں آبائی نسبت قائم کی گئی ہے، اس لحاظ سے بجائے سید احمد کے سید محمود ہونا چاہیے۔ یا ممکن ہے کہ آپ کو یہ سلسلہ آبائی اپنے چچا سید احمد سے پہنچا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر ایسا ہے تو حضرت مخدوم جہانیاں سے اوپر بجائے لفظ والد کے چچا لکھنا چاہیے تھا۔ لیکن میرے نزدیک شیخ عبد الحق محدث کی یہ تحقیق محل نظر ہے، اسلئے کہ قدیم کتب انساب میں مخدوم جہانیاں کے والد کا نام احمد کبیر لکھا ہے۔

**زاہدیہ:** حضرت تاج العارفین کو حضرت شاہ معزالدین کرجوی قدس سرہٗ سے پہونچا ہے۔

"تاج العارفین کو حضرت شاہ معزالدین کرجوی سے، ان کو سید ابراہیم سے، ان کو سید نصیرالدین قطبی سے، ان کو احمد بڈھ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ بڈھ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ سلطان زاہدی سے، ان کو شیخ بدرالدین زاہدی سراج الدنیا والآخرۃ سے، ان کو شیخ شہاب الدین سے، ان کو شیخ فریدالدین بزرگ میرٹھی سے، ان کو شیخ شرف الدین بزرگ میرٹھی سے، ان کو شیخ صدرالدین سمرقندی سے، ان کو شیخ عبدالسلام سے، ان کو شیخ عبدالکریم سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ عبدالمجید سے، ان کو شیخ ابواسحٰق گازرونی سے، ان کو شیخ علی حسین اکار(؟) مارہروی سے، ان کو شیخ ابومحمد عبداللہ خفیف سے، ان کو ابومحمد رویم سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو حضرت امام حسن عسکری سے، ان کو امام نقی ہادی سے، ان کو امام تقی جواد سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت جنید بغدادی کو ایک خرقہ حضرت امام حسن عسکری سے بھی پہنچا ہے، اس کا ذکر حضرت شاہ ابوالحسین نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے النور والبہا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیا میں کیا ہے اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے، چونکہ اہلبیت کی نسبت سے امام حسن عسکری کی ذات بہت مہتم بالشان ہے، اس لئے میں نے یہاں پر یہی نسبت لکھدی ہے۔ ورنہ شجرہ زاہدیہ میں بھی حضرت جنید کی وہی نسبت مقبول ومروج ہے جو حضرت سری سقطی، معروف کرخی اور امام علی رضا کے واسطہ سے شایع ہے۔

**سلاسل خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین:** سلاسل خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے ذکر سے پہلے بعض ان حضرات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کردوں جن کی نظریں کتب سیر بزرگان وکتب تصوف واسانید صوفیہ پر نہیں پڑی ہیں اور انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ فیوضات باطنیہ صرف امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے واسطہ سے دنیا میں پھیلے، ان کا نشر وع خلفائے ثلاثہ سے نہ ہوا کیونکہ کوئی سلسلہ بھی ایسا دیکھا نہیں جاتا جو خلفائے ثلاثہ سے شایع ہوا ہو، یا ان کی طرف ابتدائی حیثیت سے منسوب ہو، کا یہ کہ سلسلہ نقشبندیہ جو امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، لیکن اس میں نسبت متصلہ کے ساتھ نسبت اویسیہ بھی شامل ہو گئی ہے، جس سے اتصال حقیقی باقی نہیں رہتا۔ اس لیے اس سلسلہ کو کبھی حقیقی طور پر حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب نہیں کرسکتے۔ حالانکہ کل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین فیوضات نبویہ کے یکساں حامل تھے اور ہر ایک نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی یکساں صحبت اٹھائی تھی اور ہر ایک کی صحبت سے فیض پانے والے بھی کثیر التعداد افراد تھے، مگر سوائے

حضرت علیؓ کے کسی نے بھی تعلیم باطن کا یہ طریقہ اختیار نہ فرمایا۔

خلفائے ثلاثہ نے صرف اجرائے احکام شریعت و انصرام امور خلافت و امارت ہی کا بار اپنے ذمہ کیوں لیا؛ اور امور باطنہ کی تعلیم کی طرف کیوں متوجہ نہ ہوئے؛ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو اس کی کوئی اصل ہی نہیں ہے اسی لئے ان کا مطمح نظر بھی صرف اجرائے امور شریعت و انصرام امور خلافت ہی رہا، اور اگر اس کی اصل ہے تو وہ اسرار مخفیہ دینیہ جن کی تعلیم حضرت علیؓ کو دی گئی ان خلفاء کو نہ دی گئی، اور اگر ان حضرات کو بھی اس کی تعلیم دی گئی تو انہوں نے دوسروں کیلئے اس کی تعلیم ضروری نہ سمجھی اور نہ دوسروں کو اس کی تعلیم دی جس سے ان کے بھی سلاسل قائم ہوتے۔

اسلئے یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باطن حضرت علیؓ کا محض اجتہادی فعل ہے جس کی طرف انہوں نے خلق کو طریقت کے نام سے دعوت دی تھی، اسی لئے تمام عالم اسلام میں جتنے بھی سلاسل پائے جاتے ہیں، انہی کی طرف منسوب و منتسب ہیں، خلفائے ثلاثہ کو اس شخصی اجتہاد سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور نہ امور باطنیہ سے ان کو کوئی سروکار تھا۔

یہ خیالات سراسر غلط، حقیقت سے کلیۃً ناآشنائی اور فرائض نبوت سے انتہائی لاعلمی و بیخبری پر مبنی ہیں۔ خلفائے راشدین کے فضائل خصوصی، ان کے پاک اخلاق، فطری جوہر، تہذیب اخلاق، تزکیہ نفوس، تبتل الی اللہ و توکل علی اللہ، انقطاع القلب عن غیر الحق، قناعت بقدر مایحتاج، اخلاص، عمل، استرضائے الٰہی جو تصوف کی روح ہے جو ارث صحابہ کی خصوصی شان تھی۔ اس سے قائل کی غایت لاعلمی ثابت ہوتی ہے۔

خلفائے راشدین میں تعلیم نبوی سے یہ خوبیاں جس کمال درجہ پر پیدا ہو گئی تھیں اس کا اندازہ فضائل و مناقب صحابہ کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ اوصاف حمیدہ جن پر تصوف کی بنیاد قائم کی گئی اور جو طریقت کی جان ہیں ان کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے، صفات رذیلہ ان سے محو ہو چکے تھے، وہ خلق محمدی کے مجسمہ اور تخلقوا باخلاق اللہ کے پیکر تھے۔

علاوہ ازیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کی دعوت دعوت عامہ تھی، آپ تمام انسانوں کیلئے رحمت اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے، آپکی کوئی دعوت بھی دعوت خصوصی نہ تھی جس میں قرابت و برادری اور عزیزداری کو دخل ہوتا۔ یا کسی ایک شخص کے لئے مخصوص ہوتی۔ ساری دنیا کو یکساں دعوت حق دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور ہر فرد کو آپ نے خدا کی راہ کی طرف بلایا، جس نے اطاعت قبول کرلی اس سے روح دین کا کوئی جزء مخفی نہیں رہا۔ دین کی کوئی بات آپ نے کسی خاص شخص یا ذات مخصوص کے لئے چھپا نہیں رکھی تھی۔ اللہ نے آپ کو دنیا سے کفر و شرک مٹانے، فسق و فجور، فتنہ و فساد کا کامل سدباب کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس، علم و حکمت کی تعلیم دیکر مبعوث فرمایا تھا تاکہ آپ خصائل حمیدہ کی خلق کو دعوت دیں، اور آپ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے فرائض کو پوری طرح انجام دیا۔ جو شخص بھی آپکے

دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوا وہ ان تمام اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ و خصائلِ مرضیہ کا مجسمہ بنا دیا گیا۔ اسلئے تعلیمی حیثیت سے سب ہی برابر تھے۔

اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی اپنے فیض یافتگان کو وہی تعلیم دی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی تھی اور ان کے فیض یافتگان میں بھی بحسب استعداد وہی محاسن پیدا ہو گئے جو خلفائے راشدین میں تھے۔

قدرت کا ایک نظم یہ بھی ہے کہ ہر شخص کو فضل و کمال اور کاموں کی صلاحیت یکساں نہیں دی جاتی ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء صحابہ میں بھی ان کے ذاتی جوہر فطری صلاحیت و استعداد کی بنا پر فضیلت و مفضولیت یقینی تھی، ان میں خلفائے راشدین کا مرتبہ ان کے قلبی استعداد و بعض خصوصی فضائل و محاسن کے اعتبار سے افضل و ممتاز تر تھا۔ یہ بزرگان تسنن و اتباع نبوی میں کمال محبت و والہیت کی شان رکھتے تھے، ذات رسالت کے ساتھ شبانہ یوم کے لحوق و لزوق کا فضل ان کو حاصل تھا۔ اور کم مدت ایسی گزری تھی جس وقت شرف معیت و فضل صحبت سے محروم رہتے ہوں، ہر لحظہ و ہر لمحہ انوار نبوت کے اقتباس کا موقع ان بزرگوں کو ملتا رہتا تھا۔ یہ شرف معیت و فضل علی العموم ہر صحابہ کو نصیب نہ تھا خصوصی فضائل میں بھی ہر ایک کی جداگانہ شان تھی، حضرت ابوبکر صدیق کی شان توکل و تبتل کو دیکھئے اللہ اور اس کے رسول پر اپنا تمام مال و متاع نثار کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ اے ابوبکر اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو عرض کرتے ہیں "اللہ اور اس کے رسول کو" حضرت عمرؓ کی شان حبِ رسول پر نظر ڈالئے، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، زبانِ رسالت سے جواب ملتا ہے "عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہیے" ابھی جملہ کی تکمیل نہیں ہوتی لیکن حضرت عمرؓ کی منزلِ عشق بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے، پستی کی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں، اور عروج کا انتہائی مقام سامنے آجاتا ہے، فوراً عرض کرتے ہیں "یا رسول اللہ انت احب الی من نفسی الذی ما بین جنبی" "آپ مجھ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔

حضرت عثمان غنی کی فنائیت رسول کا مطالعہ کرنا ہو تو حدیبیہ کے واقعات پڑھئے، حضرت عثمان سفیر بنا کر مکہ بھیجے جاتے ہیں تاکہ رسولِ خدا کا پیغام مکہ والوں کو پہنچا دیں، دشمنوں کی ایک جماعت بر سر پیکار ہونا چاہتی ہے۔ رسولِ خدا صحابہ سے بیعت لیتے ہیں، حضرت عثمان مکہ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ بائیں ہاتھ کی بیعت داہنے ہاتھ سے لی جاتی ہے۔ اس سے بڑھکر فنائیت رسول کی اور کیا سند مل سکتی ہے، خود زبان مبارک سے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ فرمایا جا رہا ہے۔

حضرت علی اپنی جان نثاری کا ثبوت ہجرت کی اس خطرناک شب میں دیتے ہیں جبکہ کاشانۂ نبوت دشمنوں سے گھرا ہے،

اور رسول کے خون کے پیاسے ننگی تلواریں لئے تاک میں بیٹھے ہیں، آپ بے تکلف بستر مبارک پر لیٹ جاتے ہیں اور ردائے مبارک اپنے اُوپر ڈال لیتے ہیں، تاکہ دشمن حقیقتِ حال سے ناواقف رہے، اگر جان جائے تو علی کی جائے مگر حضرت کو گزند نہ پہنچے۔

انہی فضائل و محاسن اخلاق کی وجہ سے اُمت کی سیادت و قیادت ان حضرات کی دیگئی خلافت نبویہ کا خلعت ان کو عطا کیا گیا، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی نیابت وجانشینی کی قابلیت بھی یہی رکھتے تھے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولِ خلافت کے متعلق مختلف اوقات میں اشارہ بھی فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو حکم ہوا، "مُروا ابا بکر فیصلِّ بالناس" حضرت عمر فاروق کے بارہ میں فرمایا گیا "لو کان نبی بعدی لکان عمرُ والحق ینطق علیٰ لسان عمر" حضرت عثمان غنی کو ہدایت ہوئی "لعل اللّٰہ یقمصك قمیصًا فان ارادوا علی خلعه فلا تخلعه لهم" اور حضرت علی کا کیا کہنا "من کنت مولاه فعلی مولاه، انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔ اسلئے دَورِ نبوت ختم ہوجانے کی وجہ سے نبی نہیں ہوسکتے تھے تو نیابت وخلافت کا استحقاق ان شہادات کی وجہ سے ضرور رکھتے تھے، درحقیقت نبی کا نائب وہی ہوسکتا ہے جس میں نبی کے اخلاقِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ موجود ہوں، اور متخلق باخلاق النبی ہو۔ خلفائے راشدین کے تمام حالات پر نظر ڈالیے اور ان کے مناقب کا مطالعہ کیجئے ہر ایک میں تعلیم نبوی سے وہی صفات حمیدہ پیدا ہوگئی تھیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے، دَورِ خلافت اور تبع تابعین سے لیکر آج تک صوفیائے کرام انہی اخلاق کے پرتو اور انہی خصائل کے آئینہ دار رہے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جانشیں ہوئے تو امورِ مملکت کے انصرام کے ساتھ تہذیب اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہے، اگر کسی جگہ کوئی امیر و والی بنا کر بھیجا گیا تو ایسی ہی ہستی منتخب کی گئی جو نظم مملکت کے ساتھ تہذیب اخلاق و تزکیۂ نفس کی خدمت بھی انجام دے سکے، کیونکہ اس دَور میں اشاعتِ اسلام کا کام ترقی پر تھا اور غزوات کی مہم اکثر درپیش رہتی تھی، اسلئے زیادہ تر تزکیۂ نفس کی خدمت انجام دینے والے مُلکی خدمات بھی انجام دیتے تھے، اس کا موقع نہ تھا کہ تمام امور سے منقطع ہوکر صرف تزکیۂ نفس ہی کی خدمت اپنے ذمہ لے لیں، پھر بھی کچھ افراد ایسے بھی تھے جنھوں نے صرف تزکیۂ نفس کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نظم مملکت کی دوسری خدمات سے دست بردار رہے جیسے سلمان فارسی، ابو محمد مطعم، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ علیہم اجمعین کہ یہ تمام حضرات صحابی رسول ہونے کے ساتھ صدیق اکبر کے بھی صحبت یافتگاں ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں بھی بہت زیادہ فتوحات اسلام ہوئے ہیں، اور آپ کا زمانہ بھی

غزوات و فتوحات میں بہت زیادہ مشغول رہا۔ آپ سے استفاضہ کرنے والے بھی وہی اصحاب ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر کی صحبت اُٹھائی تھی، مگر حضرت عمرؓ کو دو بزرگ حضرت اویس قرنی اور حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار اور بھی ملے، جنہوں نے حضرت عمر سے فیض پایا اور حضرت عمرؓ کی نسبت اصحابِ صدیق کے علاوہ ان دو بزرگوں سے بھی قائم ہو گئی۔

حضرت عثمان غنی کے فیض یافتگان بھی یہی اصحاب صدیق و عمر ہیں، لیکن ان کو ایک بزرگ کمیل بن زیاد بھی ملے جنہوں نے حضرت عثمان کی صحبت اُٹھائی اور مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ کمیل بن زیاد سے بھی حضرت عثمان کی نسبت قائم ہو گئی۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت امان سے بھی حضرت عثمان کا باطنی فیض حضرت زید کو اور اُن سے امام جعفر صادق کو پہنچا۔

حضرت علیؓ نے خود بھی ہر سہ خلفا کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت خلافت کی تھی اور صحبت اُٹھائی تھی جب آپ کا دور آیا تو تمام وہ صحاب جنہوں نے حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کی صحبت اٹھائی تھی سب حضرت علیؓ کی صحبت سے مستفیض ہوئے، لیکن ان کو چھ بزرگان اور بھی ملے، جنہوں نے آپ سے خاص استفاضہ کیا حضرت حسنین علیہما السلام حضرت کمیل بن زیاد، حضرت حسن بصری، حضرت اویس قرنی، قاضی ابوالمقدام شریح بن ہانی بن زید الحارثیؒ۔ اس طرح حضرت علیؓ کے فیض یافتگان کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہے۔

حضرت عبداللہ[1] بن عباس، حضرت عبداللہ[2] بن عمر، حضرت عبداللہ[3] بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن[4] بن عوف، حضرت جابر[5] بن عبداللہ، حضرت انس[6] بن مالک، حضرت ابوہریرہ[7]، حضرت محمد[8] بن ابوبکر، حضرت اویس[9] قرنی، حضرت امام حسن[10]، حضرت امام حسین[11]، حضرت حسن[12] بصری، حضرت کمیل[13] بن زیاد، قاضی ابوالمقدام شریح[14] بن ہانی بن زید الحارثیؒ۔

ان تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی تربیت میں بھی ایسی جماعت تھی جس نے اشاعت و تبلیغ کا کام تزکیہ نفوس کے ذریعہ کیا ہے۔ یہ جماعت حضرت علیؓ کی قائم کردہ جماعت نہ تھی، بلکہ اس کی بنیاد تو عہدِ رسالت ہی سے پڑ چکی تھی اور ایک جماعت ایسی بنائی جا چکی تھی جو دُنیاوی تعلقات سے دست بردار ہو کر محض عبادتِ الٰہی میں شبانہ یوم مصروف رہے۔ یہ جماعت "اصحابِ صفہ" کہی جاتی تھی، اس کا کام صرف یہ تھا کہ نماز پنجگانہ کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہو اور بقیہ اوقات صفہ میں اذکار خفیہ قلبیہ میں بسر کرے، دین کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے، اُس پر خود عامل ہو اور دوسروں کو عامل بنائے۔ یہ لوگ شبانہ یوم اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، فکر معیشت سے بے پروا تھے، کھانے کو ملجاتا کھا لیتے، پہننے کو ملجاتا پہن لیتے، کسی سے سوال نہیں کرتے تھے، رزق کا ذریعہ تلاش نہیں کرتے تھے، ان کی کفالت اُمتِ محمدیہ کے ذمہ تھی، انہی کی شان میں خدائے کریم نے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا

تمہارے صدقات ان فقراء کے لئے ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو فقط یادِ الٰہی کے لئے روک رکھا ہے (یادِ الٰہی کے سوا کوئی دوسرا کام اپنے ذمّہ نہیں لیا ہے اور اگر کوئی دوسرا کام اپنے ذمّہ لیا ہے تو وہ یہ کہ دوسروں کو یادِ الٰہی کی دعوت دیں) یہ لوگ مُلک میں چل پھر کر گداگری نہیں کرتے، ایک جگہ اللہ کی یاد میں تمام ظاہری ذرائع سے منقطع ہو کر بیٹھ گئے، اس بے پروائی اور غنائے قلبی کو دیکھکر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے غنی و مالدار ہیں، مگر ان کا فقر اور ان کی تنگ حالی ان کی صورتوں سے پہچانی جاتی ہے۔ کسی سے مُنہ پھوڑ کر سوال نہیں کرتے ہیں۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ پاک ہی میں ایک ایسی جماعت بنادی گئی تھی جو دُنیا کے دوسرے مشاغل سے کنارہ کش ہو کر صرف تزکیہ نفس کی تعلیم دے اور اس پر خود بھی عامل ہو۔ یہ سلسلہ خلافت راشدہ میں بھی قائم رہا۔ اور اسی اتباع میں آج تک دُنیائے اسلام میں جاری ہے۔ یہی لوگ صوفیہ کہے جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام نے بھی باصول محدثین سندِ اتصال کو ضروری سمجھا ہے اور اپنی سندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک منتہی کرنے کے خیال سے مختلف شعبے بنالئے ہیں، یہ شعبے سلاسل طریقت کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ عموماً جتنے سلسلے بھی اس وقت عالمِ اسلام میں موجود ہیں، خلفائے راشدین ہی کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتے ہیں، اسلئے انہی ناموں سے ہیں۔ مثلاً جو جماعت حضرت صدیق اکبر کی صحبت و تربیت میں قائم ہوئی "صدیقیہ" کہلائی، جو جماعت حضرت عمر فاروق کی تربیت میں بارآور ہوئی "فاروقیہ" کہلائی۔ جس نے حضرت عثمانؓ کی سرپرستی میں نشوونما پایا وہ "عثمانیہ" کہی گئی، اور جس نے حضرت علیؓ کا دامن پکڑا "علویہ" سے موسوم ہوئی۔ بحمد اللہ تمام خلفائے راشدین کے سلاسل اب تک دُنیا میں قائم ہیں اور ان کے فیوضات الیٰ یوم القیامۃ جاری رہیں گے، ان سلاسل کی تصریح آگے آئے گی ــــــ ان خلفا کے فیض یافتگان میں جو اہم شخصیت ہوئی اور اس سے سلسلہ کا شیوع بھی زیادہ ہوا تو سلسلہ کی وہ شاخ اسی شخصیت کی طرف منسوب ہو گئی۔ اس طرح سلاسل کے شعبے بھی بڑھتے گئے، یہانتک کہ اب تمام شعبوں کی گنتی بھی مشکل ہے۔

مگر اب سوال یہ ہے کہ جب جملہ خلفائے راشدین سے سلاسل جاری ہوئے تو ان کی اشاعت کیوں نہ ہوئی؟ ہر سلسلہ حضرت علیؓ ہی کی طرف کیوں منسوب ہے؟ اور جملہ سلاسل میں انہی کی نسبت کیوں قائم کی گئی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ خاتم الخلافت تھے، تمام صحابہ کی طرح آپ نے بھی خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کی تھی، ان کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دی تھیں، لقاء و صحبت و استفاضہ جو اصل نسبت ہے علی الترتیب خلفائے ثلاثہ سے آپ کو حاصل ہو گئی تھی، اس طرح خلفائے ثلاثہ کی نسبتیں از خود حضرت علی میں سمٹ

آئی تھیں، اسلئے حضرت علیؓ کی نسبت کے بعد خلفائے ثلثہ کے اظہار نسبت کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو تمام وہ حضرات جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے علیحدہ علیحدہ بھی فیض پایا تھا وہ سب حضرت علیؓ سے وابستہ ہوگئے، اب جو سلسلہ کی اشاعت ان سے ہوئی تو خلفائے ثلاثہ کی نسبت کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی بس حضرت علیؓ کی نسبت کا اظہار خلفائے ثلاثہ کے نسبت کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ تاہم خلفائے ثلاثہ کی نسبتیں ان کے فیض یافتگان سے باقی ہیں، جن کو میں علیحدہ علیحدہ بیان کروں گا۔ ان تصریحات سے یہ غلط فہمی کہ تعلیم باطن صرف حضرت علیؓ کا اجتہادی فعل ہے ختم ہو جاتی ہے اور جو شبہات پیدا ہو رہے تھے بحمد اللہ سب مٹ گئے۔

دورِ صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے بعد تیسری صدی کے اہم بزرگ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام نسبتوں کے جامع تھے، انہوں نے مختلف شیوخ کی صحبت سے اپنی ذات میں بہت سی نسبتیں جمع کرلی تھیں۔ آپکی ذات جامع الصفات کی نسبت سلاسلِ عالم میں سے کوئی سلسلہ ایسا نہیں ہے جس میں نہ پائی جاتی ہو کسی نہ کسی واسطہ سے حضرت جنید بغدادی کی نسبت تمام سلاسل عالم میں ضرور پائی جاتی ہے، اسی وجہ سے جتنے بھی سلسلے ہیں حضرت جنید بغدادی کے واسطہ سے چاروں نسبتیں صدیقیہ، فاروقیہ، عثمانیہ، علویہ کے فیوضات سے فیضیاب ہیں، بعض سلاسل تو ایسے بھی ہیں جن میں بلا واسطہ حضرت جنید کی چاروں نسبتیں پہنچی ہیں۔ خزینۃ الاصفیا، اسنی المطالب، طبقات الکبریٰ، نفحات الانس، رشحات و دیگر کتب سیر و ملفوظات بزرگان میں یہ نسبتیں بوضاحت موجود ہیں۔

حضرت جنیدؒ کی نسبت صدیقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو ابو رجا عطاردی سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو شیخ محمد مسلم زاہدی سے، ان کو شیخ محمد بن جابر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق سے، رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابو سعید خراز اور حضرت جنید بغدادی ایک ہی شیخ حضرت سری سقطی کے مرید تھے، مگر ان کی عظمت شان کو دیکھتے ہوئے حضرت جنید ان کو اپنے شیخ کا ہمپلہ تصور کرتے تھے اور وہ بھی حضرت جنید کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، چونکہ ابو سعید خراز کو اپنے شیخ سری سقطی کے علاوہ حضرت بشر حافی سے بھی سلسلہ پہنچا تھا اسلئے حضرت جنید نے اس سلسلہ کا خرقہ حضرت ابو سعید سے پہنا۔

حضرت جنیدؒ کی دوسری نسبت صدیقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو ابو حلیم حبیب بن سلیم الراعی سے، ان کو سلمان فارسی سے، ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنیدؒ کی نسبت فاروقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خراز سے، ان کو ابو عبداللہ

حسن مسوحی سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو محمد بن فارس بلخی سے، ان کو حاتم بن علوان الاصم بلخی سے، ان کو شقیق بلخی سے، ان کو ابراہیم بن ادھم تیمی العجلی متوفی ۱۶۱ھ سے، ان کو مالک بن دینار سے، ان کو ابو مسلم خولانی سے ان کو سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے۔

**حضرت جنید کی دوسری نسبت فاروقیہ:۔** حضرت جنید کو ابو جعفر محمد بن عبداللہ الحداد انبازی سے، ان کو شیخ ابو عمر اصطخری سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو ابو عبدالرحمٰن حاتم بن علوان الاصم سے، ان کو عبداللہ الخواص سے ان کو شیخ شقیق بلخی سے، ان کو ابراہیم سے، ان کو شیخ موسیٰ بن یزید الراعی سے، ان کو سیدنا اویس قرنی سے، ان کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے۔

**حضرت جنید کی نسبت عثمانیہ:۔** حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو شیخ عبداللہ المسوحی سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو ابو عبدالرحمٰن حاتم بن علوان الاصم سے، ان کو عبداللہ الخواص سے ان کو شقیق بلخی سے، انکو ابراہیم بن ادھم تیمی العجلی سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو شیخ عبدالواحد بن زید سے، ان کو کمیل بن زیاد النخعی سے، ان کو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کے نسبت علویہ کے تکرار کی ضرورت نہیں جملہ سلاسل حضرت علیؓ ہی کی نسبت سے رائج ہیں۔

**سلاسل ائمہ مجتہدین:۔** خلفائے راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی نسبت بھی یہ عام تخیل پیدا ہے کہ یہ بزرگان ائمہؒ دین محض مسائل شریعت کے استنباط کرنے والے تھے، ان کو سلسلۂ طریقت سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، حالانکہ یہ بزرگان طریقت کی مجسّم تصویر تھے، ان کی ہر ادا تصوّف کا سبق دیتی، اور طریقہ باطن کی تلقین کرتی تھی، یہ لوگ مرید بھی تھے، اور انہوں نے طریقت کی تعلیم اپنے شیوخ سے پائی تھی، اگرچہ ان کے کمال علم کے پیش نظر اس کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے تھی، لیکن روحانی تربیت کے لئے طبیب روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سب حضرات ائمہ اہل بیت کے دست گرفتہ تھے، اور انہی کے فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ ان کے علم میں جلا پیدا ہوا، تشرّع وتسنّن، زہد وطاعت میں مرتبہ احسان کو پہنچے۔ حدیث کی اصطلاح میں تصوّف کا نام احسان ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے "فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانہ یراک" جبریل امین نے پوچھا یا رسول اللہ مجھے احسان کی تعلیم دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

تصوف میں اسی کی تعلیم دی جاتی ہے یہ کیسے ممکن تھا کہ ائمہ مجتہدین اس حدیث کو جاننے کے باوجود اپنے آپ میں

اس صفت کے پیدا کرنے کی کوشش نہ کرتے، اور ایسے ہادی کی تلاش نہ کرتے جو ان کی اس منزل تک رہبری کر سکے۔

صاحب اسنی المطالب نے ان تمام حضرات کو صاحب سلسلہ لکھا ہے اور ان کی نسبتوں کی وضاحت کی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو خلفائے راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین کی نسبتیں بھی پہنچی ہیں۔

**حضرت جنید بغدادی کی نسبت نعمانیہ:۔** حضرت جنید بغدادی کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی سے، ان کو حضرت ابراہیم شہید سے، ان کو اپنے والد عبداللہ المحض سے ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

**حضرت امام اعظم کی دوسری نسبت:۔** حضرت امام اعظم کو امام زید شہید سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین سے، ان کو حضرت علیؓ سے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

**حضرت امام اعظم کی تیسری نسبت:۔** حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین سے، ان کو حضرت علیؓ سے علی نبینا وعلیہم السلام۔

**حضرت جنید بغدادی کی نسبت مالکیہ:۔** حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو ابو رجا عطاردی سے، ان کو شیخ فضیل عیاض کوفی سے، ان کو عبداللہ بن مبارک سے، ان کو امام مالک بن انس سے ان کو امام محمد ذوالنفس الذکیہ سے اور امام ابراہیم شہید سے، اور ان دونوں کو حضرت عبداللہ المحض سے، ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

**حضرت جنید بغدادی کی نسبت حنبلیہ و شافعیہ:۔** حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو امام احمد بن حنبل سے، ان کو امام محمد ادریس شافعی سے، ان کو محمد بن حسن شیبانی سے، ان کو امام اعظم ابو حنیفہ سے، ان کو ابراہیم شہید سے۔

**نسبت ثانیہ:۔** امام محمد ادریس شافعی کو امام مالک بن انس سے، ان کو امام محمد ذوالنفس الذکیہ اور امام ابراہیم شہید سے اور ان دونوں کو حضرت عبداللہ المحض سے، ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

بعض سلسلے ایسے بھی ہیں جن میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت کے بغیر خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین کی نسبتیں پہنچی ہیں، چنانچہ علامہ شمس الدین مصنف "اسنی المطالب" نے اپنا ایک حنبلیہ شجرہ نقل کیا ہے۔ جس میں یہ تمام نسبتیں دکھلائی ہیں۔ مصنف مذکور کو اپنے اس شجرہ پر انتہائی ناز بھی تھا جس کا انہوں نے بہت وقیع الفاظ میں

اظہار بھی کیا ہے۔ اس جگہ پر میں ان کی پوری عبارت کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں جو میرے دعویٰ کا مؤید ہے۔

علامہ جزری فرماتے ہیں:۔ میں نے صحبت اُٹھائی شیخ صلاح الدین ابو عبداللہ محمد بن الشیخ ابی عمر بن محمد بن احمد قدامہ بن نصر مقدسی حنبلی کی اور دس برس تک شبانہ یوم ان کے ساتھ رہا اور ان سے پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں سُنیں، اپنے وقت کے بڑے مستند بزرگ تھے، علو اسناد کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے یعنی ان کی حدیث کے وسائط بہت کم تھے، بہت خاشع وخاضع تھے، جب حدیث پڑھی جاتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ان کی آنکھیں جاری ہو جاتی تھیں، ۷۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی فخر الدین ابو الحسن علی بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن مقدسی حنبلی کی جو ابن البخاری سے ائمہ حدیث میں مشہور ہیں، اپنے وقت کے مستند محدث تھے، ان کے جیسا عالی الاسناد محدث ان کے دور میں کوئی نہ تھا، ان کا انتقال ۹۵ برس کی عمر میں ۶۹۰ھ میں ہوا، ان کے انتقال کی وجہ سے حدیث کی عالی نسبت ختم ہو گئی، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ ابو علی حنبل بن عبداللہ بن الفرج الرصافی المکبر بغدادی کی یہ اپنے زمانہ کے ثقہ تھے، ان کا انتقال ۹۰ سال کی عمر میں ۶۰۴ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی ابو القاسم ہبۃ اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عباس بن حصین شیبانی کی جو عادل خیر مشہور صالح تھے، ان کا انتقال ۹۴ برس کی عمر میں ۵۲۵ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام ابو علی حسن بن علی بن محمد تمیمی المعروف ابن المذہب کی، یہ بڑے عالم عابد و زاہد واعظ و مذکر مشہور صالح تھے، ان کا انتقال ۹۰ برس کی عمر میں ۴۴۴ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اُٹھائی شیخ عالم ثقہ ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک بن شبیب بن عبداللہ قطیعی کی، یہ بھی بڑے عالم محدث ثقہ تھے، ان کا انتقال ۳۶۸ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام حافظ ابو عبد الرحمٰن عبداللہ بن امام احمد بن محمد حنبل الشیبانی کی، یہ بڑے حافظ عالم نقاد حدیث عارف و زاہد و متورع تھے، ان کا انتقال ۷۰ برس کی عمر میں ۲۹۰ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی امام زمانہ جن کو اللہ نے اپنی راہ میں آزما کر دیکھ لیا تھا اور تمام ائمہ میں زاہد تر تھے، حضرت ابو عبداللہ احمد بن محمد حنبل بن ہلال شیبانی بن اسد الشیبانی کی، جن کی شان میں امام شافعی نے فرمایا۔ جب میں بغداد چھوڑ کر آیا تو امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر وہاں کسی کو فقیہ تر زاہد و متورع نہیں چھوڑا، اور ہلال نے آپ کے متعلق کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امام احمد بن حنبل جیسا انسان پیدا کر کے مخلوق پر بڑا احسان کیا ہے، ان پر جو مصیبتیں آئیں وہ لوگوں کی ناشکری سے آئیں، ان کا انتقال ۷۷ برس کی عمر میں ۲۴۱ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی امت کے مشہور تر بزرگ امیر المومنین فی الحدیث ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی کی جو مکہ میں مقیم تھے، جن کے علم و تفقہ زہد و ورع پر اتفاق تھا، وہ فرماتے تھے میں عرفات میں ٹھہرا

اور نشتر حج کئے اور ہر سال عرفات میں وقوف کرتا ہوں۔ میری اللہ سے دعا ہے میرا آخر زمانہ یہیں ختم ہو، مجھے اللہ سے مانگتے شرم آتی ہے۔ اس کے آئندہ سال رجب کی چاندرات ۱۹۸ھ میں انتقال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۹۱ برس کی تھی، انھوں نے صحبت اٹھائی امام جلیل القدر ابومحمد عمرو بن دینار جمحی کی، ان کی شان میں سعد نے کہا ان سے بہتر انسان میں نے نہیں دیکھا ۱۲۲ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے صحبت اُٹھائی حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی، جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وحکمت اور تفقہ فی الدین کی دعا کی تھی، انہوں نے حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت پندرہ سال کی عمر میں اٹھائی تھی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر کی صحبت اٹھائی، ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی صحبت سے مستفیض ہوئے، جب انھوں نے رحلت فرمائی تو حضرت عثمان غنی کی صحبت اٹھائی، جب انہوں نے وفات فرمائی تو اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کی صحبت مخصوص طور پر اختیار فرمائی اور ان کی صحبت فیض درجت سے مستفیض ہوئے، جب حضرت علیؓ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو یہ طائف چلے گئے اور وہیں ۸۲ برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کے جنازہ کی نماز آپکے بھتیجے ابوالقاسم محمد بن علی بن ابی طالب (جو محمد بن الحنفیہ کہلاتے تھے) نے پڑھائی۔

بس میری یہی نسبت صحبت ہے جس کے سوا اعلیٰ واضح نسبت نہیں ہوسکتی، اس نسبت میں میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کُل گیارہ آدمی ہیں، اور میری اس سے بھی زیادہ الطف نسبت صحبت جو عارفین کے نزدیک اسی مرتبہ کی ہے، یہ ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے صحبت اٹھائی امام محمد بن ادریس شافعی کی، انھوں نے صحبت اٹھائی امام عبداللہ مالک بن انس امام دار الہجرۃ کی اور امام کبیر فقیہ زمانہ محمد بن حسن الشیبانی کی، انہوں نے صحبت اٹھائی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی اور میرے نزدیک ثابت ہے کہ دونوں یعنی امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے صحبت اٹھائی امام ابوعبداللہ جعفر الصادق کی، جن کے حق میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ان سے بڑھکر فقیہہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی ہیبت وجلالت شان کا اثر میرے دل پر ایسا پڑا ہے کہ ویسی ہیبت تو میرے دل پر کبھی منصور خلیفہ بغداد کی بھی نہ ہوئی۔ انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام محمد باقر کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام زین العابدین کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام حسین کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی، رضوان اللہ علیہم اجمعین، اب دیکھئے اور غور کیجئے کہ ان اسناد شریفہ میں کتنے ائمہ مقتدیٰ بہم کا اجتماع ہے۔ اللہ تعالےٰ ان پر رحمت نازل کرے اور ان سب سے راضی وخوش رہے۔ (انتہی اسنی المطالب)

امام جزری کے اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ خلفائے ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین کی باطنی نسبت بھی ہے اور ان حضرات کے فیوضات باطنیہ اہلِ طریق کے اندر پائے جاتے ہیں۔

میں نے اس مقالہ کے ابتدائی جزو میں یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت جنید بغدادی کو یہ تمام فیوضات پہنچے ہیں اور کوئی سلسلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں حضرت جنید بغدادی کا واسطہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب سید الطائفہ ہے، پس جس سلاسل میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت پہنچ گئی ہے وہ سب خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین کے فیوضات سے مستفیض ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ سلسلہ چشتیہ حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی ہے تو یہ خیال غلط ہے، کیونکہ ممشاد علو دینوری جو سلسلہ چشتیہ میں ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں وہ کوئی دوسرے ممشاد نہیں ہیں بلکہ وہی ممشاد دینوری ہیں جو سلسلہ سہروردیہ میں حضرت جنید کے اجل خلفا میں ہیں۔

دونوں ہی سلسلہ یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں حضرت ممشاد کا نام آتا ہے، چشتیہ میں ممشاد علو دینوری ہے جو ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں اور سہروردیہ میں ممشاد دینوری ہے جو جنید بغدادی سے مستفیض ہیں، نام ونسب کے اختلاف نے بعض مورخین کو شبہ میں ڈال دیا، چنانچہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا، میں دو شخصیت قرار دی ہے، لیکن سن وفات اور مدفن ایک ہی لکھا ہے، دوسرے مورخین نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے، جیسے صاحب خزینۃ الاصفیاء وغیرہ۔ اور بھلا کبھی یہ بات قابلِ تسلیم ہوسکتی ہے کہ دو شخص ایک ہی نام کا ایک ہی تاریخ اور ایک ہی سنہ میں انتقال کرے اور اسی دن ایک ہی قبر میں دفن بھی ہو؟ اسلئے یہ ممکن ہے کہ انہوں نے ہبیرہ بصری اور حضرت جنید بغدادی دونوں بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو۔ چشتیہ سلسلہ میں ان کی نسبت ہبیرہ بصری سے مشہور ہوئی اور سہروردیہ میں جنید بغدادی سے، کیونکہ ہبیرہ بصری اور جنید بغدادی معاصر تھے، ۲۸۶ھ میں حضرت ہبیرہ بصری نے انتقال فرمایا اور اس کے دس برس کے بعد ۲۹۸ھ میں حضرت جنید بغدادی نے رحلت فرمائی۔ اسلئے قرین عقل ہے کہ ابتداءً حضرت ممشاد نے ہبیرہ بصری سے خرقہ پہنا پھر ان کی وفات کے بعد حضرت جنید کی صحبت میں بیٹھے، صاحب سمط المجید علامہ صفی الدین احمد القشاشی نے دونوں ہی سلسلہ یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں ممشاد علو دینوری لکھا ہے، یہ بہت بڑی سند ہے کہ دونوں ایک شخصیت ہے، اسلئے چشتیہ سلسلہ بھی حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی نہیں رہا اور جب حضرت جنید بغدادی کی نسبت اس سلسلہ میں بھی پہونچ گئی تو خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوضات باطنیہ سے یہ

سلسلہ بھی مستفیض ہے۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ حضرت جنید کی نسبت سلسلہ چشتیہ میں نہیں پہنچی ہے جب بھی دوسرے شیوخ کے واسطہ سے خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوض پہنچے ہیں۔

صدیقیہ:۔ فضیل عیاض کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو مسلم زاہدی سے، ان کو شیخ محمد بن تجبیر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

عثمانیہ:۔ فضیل عیاض کو شیخ عبدالواحد بن زید سے، ان کو کمیل بن زیاد سے، ان کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔

مالکیہ:۔ فضیل عیاض کو عبداللہ بن المبارک سے، ان کو امام مالک بن انس سے۔

نعمانیہ:۔ فضیل عیاض کو امام اعظم ابو حنیفہ سے؛ دوسری نسبت فضیل عیاض کو عبدالواحد زید سے ان کو امام ابو حنیفہ سے؛

## سرمایۂ دارین متاع کونین موئے مبارک حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ وہ دولتِ بیمثل ہے جس کی تمنا اکابر صحابہ سے لیکر اولیائے عظام اغوات واقطاب اور ہر صنف کے اولیاء اللہ نے کی ہے۔ ہزاروں صحابہ اور اولیاء کرام نے اس کے حصول کی تمنا کی اور اپنی خوش قسمتی اور بیدار بختی سے حاصل کیا، بہتوں نے اپنی جان کی قیمت دیکر خریدا، کچھ لوگ سرمایۂ آخرت جان کر اپنے ساتھ لیگئے، کسی نے اپنی حیات و زندگی میں اُس سے فیوضات و برکات حاصل کرنے کے بعد مخلوقِ خدا کے فلاح و بہبودی و نفع رسانی کے لئے اپنے جانشیں کے حوالہ کیا تاکہ اس کے برکات و فیوضات سے خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اور برکات و فیوضات حاصل کرنے کا موقع دیں، اسی لئے آج تک جن بزرگوں کی خانقاہوں میں زیارت موئے مبارک کی رسم جاری ہے اُس کی زیارت سے مخلوق منتفع و مستفیض ہو کر سعادت اخروی حاصل کرتی اور حاجاتِ دینی اور دنیاوی میں مدد طلب کرتی اور وسیلہ ٹھہراتی ہے۔

مُوئے مبارک کے لئے صحابہ کرام کی تمناؤں اور اس کے حصول کا واقعہ کتب رجال و مناقب صحابہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوگا۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے تمناؤں اور اس دولت کے حصول میں ان کی جانبازانہ سعی کا حال بھی کتب تذکرۂ بزرگان پڑھنے سے واضح ہوگا۔

نفحات الانس میں حضرت ابو العباس سیاری کی حکایت موجود ہے کہ آپنے ساری دولتِ دنیاوی اور

تمام مال ومتاع کو دو بار موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلہ میں دیکر اس دولت کو حاصل کیا۔

اخبار الاخیار میں حضرت حسین ناگوری قدس سرہٗ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اس کے حصول وزیارت کی تمنا میں مسافت بعیدہ کا سفر گوارا فرمایا اور اس کی مشقتوں کو برداشت کرکے اُس جگہ جہاں موئے مبارک تھے پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے، اس جانفشانی کے صلہ میں وہ دولت بھی اُن کو نصیب ہوئی۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ اپنے والد واستاذ وپیرومرشد مولانا شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہٗ کی انتہائی تمنا اور یہ کہ اُن کو یہ دولت کس طرح حاصل ہوئی ان کے ملفوظ کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد کی زبانی بیان فرماتے ہیں:۔

آپ نے فرمایا (مولانا عبدالرحیم) کہ ایک بار مجھے شدت کی تپ آگئی اس مرض نے ایسی شدت پکڑی کہ زیست کی اُمید جاتی رہی۔ ایک دن اسی حالت میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی (اپنے شیوخ میں ایک بزرگ) حضرت شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے، انہوں نے فرمایا اے فرزند تمہاری عیادت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور اسی سمت سے تشریف لائیں گے جس سمت تم اپنا پاؤں دراز کئے ہوئے ہو، پلنگ کو دوسرے سمت پھیر دو تاکہ تمہارا پاؤں اس سمت نہ رہے اور بے ادبی نہ ہو، فوراً بیدار ہوا، مگر ضعف اس قدر طاری تھا کہ قوت گویائی اصلا باقی نہ تھی، اشاروں سے عزیزوں کو پلنگ پھیر دینے کو کہا، پلنگ پھیر دیا گیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیف حالک یا بنی اے میرے لڑکے تیرا کیا حال ہے؟ اس ارشاد کی حلاوت کو بیان نہیں کرسکتا، سُنکر ایک وجدی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور رونے لگا، دل میں تڑپ پیدا ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا، اس طرح کہ ریش مبارک آپکی میرے سر پر سایہ گستر تھی، میرے آنسوؤں سے قمیص مبارک تر ہوگئی آہستہ آہستہ وہ کیفیت کم ہوئی، اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ زمانہ دراز سے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تمنا تھی کیا اچھا ہوتا کہ اس وقت مجھے یہ تبرک عنایت فرماتے، میرے اس خطرے پر مطلع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اپنے ریش مبارک پر پھیرا، دو موئے مبارک ہمارے ہاتھ میں عنایت فرمائے، میرے دل میں خیال آیا کہ یہ موئے مبارک عالم دُنیا میں باقی رہیں گے یا نہیں، اس خطرہ پر مطلع ہوکر فرمایا یہ موئے مبارک عالم دنیا میں بھی پاؤ گے اور باقی رہیں گے، اس کے بعد مجھکو صحت وشفا کی خوشخبری دیکر تشریف لیگئے، مجھے افاقہ ہوا اور فی الفور چراغ طلب کیا تاکہ دیکھوں کہ یہ عطیہ عظمیٰ میرے ہاتھ میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ دیکھا تو ہاتھ خالی تھا، بیحد قلق وصدمہ ہوا، پھر بارگاہ نبوی میں رجوع ہوکر التجا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالی متمثل ہوئی، ارشاد فرمایا خبردار ہو جاؤ

کہ ان دونوں موئے مبارک کو احتیاطاً تمہارے تکیہ کے نیچے رکھدیا ہے، میں نے تکیہ اٹھایا تو دونوں موئے مبارک حسب ارشاد تکیہ کے نیچے پائے، ان کو نہایت احترام کے ساتھ اُٹھا کر محفوظ اور پاک جگہ میں رکھدیا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں موئے مبارک کو باہم ملا ہوا پاؤگے، جب درود شریف پڑھنا شروع کروگے تو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی دیکھا کہ جب زیارت کے لئے نکالے گئے باہم ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے، جب درود شریف کا ورد شروع ہوا ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔

اس موئے مبارک کے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ تین آدمیوں نے اس کی صحت پر شبہ کیا اور معجزہ طلب کیا، میں نے ایسی بے ادبی گوارا نہ کی اور امتحان کے لئے برابر انکار کرتا رہا، گفتگو طول ہوئی، آخر عزیزوں نے اُن کے انکار پر شدت، دھوپ میں محترم جگہ پر لاکر رکھا، فوراً ابر کا ٹکڑہ نمودار ہوا اور موئے مبارک پر سایہ کرنے لگا۔ یہ معجزہ دیکھکر ایک نے فوراً توبہ کی، اسی طرح بقیہ ان دونوں نے بھی امتحان کے بعد توبہ کی۔

ایک بار مجمع کثیر زیارت کے لئے جمع ہوا، قلمدان جس میں وہ دونوں موئے مبارک محفوظ تھے لایا گیا، جب قفل کھولنے کا ارادہ کیا قفل نہ کُھلا، سخت حیرت ہوئی، مجھ پر یہ بات ظاہر کی گئی کہ اس مجمع میں ایک شخص مُجنِب یعنی اس کو غسل کی حاجت ہے۔ میں نے کہا سب لوگ غسل اور وضو کے بعد آئیں، مُجنِب فوراً اُٹھا اور غسل کر کے آیا، اسوقت میں نے قفل کھولنے کا ارادہ کیا، قفل کُھل گیا اور سب نے زیارت کی، آخر عمر میں آپ نے تبرکات تقسیم فرمائے، اُن دونوں مُوئے مبارک کو مجھے عنایت فرمایا (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کو) انتہی۔

اس مُوئے مبارک کا ذکر شاہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے مبشرات میں بھی کیا ہے۔

مُوئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت، صاحب نسبت اویسیہ نبویہ سیّاری مولانا سیّد محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے پاس بھی تھے، آپ ہر جمعہ کو اس کی زیارت کرتے تھے اور فیوضات و برکات موئے مبارک سے مستفیض ہوتے تھے، ترقیات باطنی میں اس دولت کا وجود نہایت موثر اور ممد و معاون ہے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو بھی اسی مقصد سے اس دولت کے حصول کی از حد تمنا تھی اور بارگاہ نبوی میں بہ تضرع و زاری ملتجی تھے کہ یہ دولت مجھکو بھی حاصل ہوتی، آخر یہ تمنا آپکی پوری ہوئی اور ایک سادات خاندان سے جہاں مسلسل نسلاً بعد نسلٍ یہ دولت صحت کے ساتھ موجود تھی، حضرت تاج العارفین کو عطا کی گئی، مگر یہ وہ دولت ہے جس کی قدر و منزلت اور عظمت و احتشام جس قدر بھی ملحوظ رکھا جائے فائدہ ہی فائدہ اور موجب نزول برکات و فیوضات ہے، اگر کچھ بھی اس کی احترام و تعظیم میں کمی کی گئی تو یہی باعثِ نکبت بھی ہے، چنانچہ جس خاندان سے یہ دولت منتزع کر کے تاج العارفین کو

عطا کی گئی ہے اس انتزاع کا سبب بھی بے ادبی ہوا ہے، جس کا واقعہ آگے پڑھیں گے، الحمدللہ کہ جب سے یہ دولت تاج العارفین کو حاصل ہوئی، ہر مہینہ کے یازدہم اور ربیع الاوّل کی دوازدہم کو کثیر مخلوقِ خدا اس کی زیارت سے بہرہ مند ہوتی ہے اور سعادت اخروی حاصل کر کے فائز المرام جاتی ہے۔

# ذکرِ تشریف آوری موئے مبارک نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

کتاب "فضل النبی" میں تاج العارفین قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس موئے مبارک کی تشریف آوری سے چار سال قبل جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ میں شاہ جمال محمد عرف شاہ حجن (خلیفہ تاج العارفین قدس سرہٗ) نے خواب دیکھا کہ کسی نے دو موئے مبارک تاج العارفین قدس سرہٗ کو لا کر دئے ہیں۔

اس کے چار سال کے بعد ۱۲۵۱ھ میں یہ نعمتِ عظمٰی و دولتِ کبریٰ سرمایۂ دین و دنیا یعنی موئے مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیّد غلام رسول سہاروی نے بعد نماز مغرب قبل عشاء، تاج العارفین قدس سرہٗ کو لا کر دیا ــــــ اس وقت تاج العارفین کے دوسرے خلیفہ شاہ لعل محمد قدس سرہٗ خانقاہ میں موجود نہ تھے، حسب معمول نماز مغرب و اوراد سے فرصت کرنے کے بعد اپنے مکان پر جا چکے تھے، اس شب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اب اپنے شیخ سے کبھی بے ادب نہ ملنا" شاہ لعل محمد رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے، علی الصباح تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا واقعہ بیان کیا اور عرض کی کہ غلام ہمیشہ حضور کا ادب و احترام ملحوظ رکھتا ہے، نہیں معلوم نادانستگی میں کیا سوئے ادبی ہو گئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ نے متبسم ہو کر فرمایا۔ تمہارے مکان چلے جانے کے بعد موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت مجھے نصیب ہوئی ہے، اس ادب سے اُسی موئے مبارک کے احترام کی طرف اشارہ ہے [1]

---

[1] اس واقعہ کو تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۲۶ میں اس طرح لکھا ہے "نقل است شاہ لعل محمد قدس سرہٗ کہ از خلفائے آں حضرت اند و عنقریب ذکر شان بضبط قلم آورد شود انشاء اللہ تعالٰے دراں روز کہ ایں عنایت مبذول احوال آنحضرت شدہ بود بعد نماز مغرب از خانقاہ شریف بر مکانِ خود رفتہ بودند ساعتے بر آں نگزشتہ باشد کہ ایں دولت بدست مفلساں آمد و ایشاں را ازیں خبر نہ شد، شب بخواب دیدند رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم را ارشاد فرمود فردا کہ بر شیخ خودی با دب تمام روی وبادب تمام برمے آئی ایشاں را خوفے و ترسے در گرفت و اندوہے رُو نمود کہ کدام سوئے ادب از ما بوقوع می آید کہ بر آں تحریص فرمودہ شد، مضطربانہ صبح کردند و ترساں و ہراساں بخانقاہ حاضر آمدند و بخلوت شریف آنحضرت رضی اللہ عنہ رفتہ با چشم گریاں و دل بریاں خواب را عرض کردند تا تعبیرش ارشاد شود و تلافی آں کوشند، آنحضرت فرمودند کہ شب بعد رخصت شما آثار شریف تشریف آوردہ و قصۂ آں مفصل بیان نمودہ، فرمود کہ ایں اشعار بادب آں ست۔ وہم اکثر سالکین و مجاذیب شہر عظیم آباد را بر صحبت وے اعتماد بود۔"

یہ مُوئے مبارک حضرت سید قطب جمال ہانسوی قدس سرہٗ متوفی سنہ ۶۵۹ھ کو کسی سید عرب نے یمن سے لاکر دیا تھا جو نسلاً بعد نسلٍ آپکے پرپوتے کے بیٹے حضرت صوفی ضیاء الدین[۱] چنڈھوسی متوفی سنہ ۸۲۸ھ قدس سرہٗ کو پہنچے، انہوں نے اپنے مرشد حضرت مخدوم یتیم اللہ سفید باز بہاری قدس سرہٗ متوفی سنہ ۷۹۰ھ کو ہدیہ دیا، انہوں نے اپنے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شمس الدین عرف سَمَّنْ ارولی قدس سرہٗ متوفی سنہ ۸۵۰ھ کو دیا۔ اس کے بعد سے برابر مُوئے مبارک ارول میں حضرت مخدوم سَمَّنْ قدس سرہٗ کے پاس رہے۔

**حضرت مخدوم شمس الدین عرف سَمَّنْ** قدس سرہٗ سادات کنتور سے ہیں، صوبہ بہار میں بغرض طلبِ حق تشریف لائے، حضرت مخدوم سید یتیم اللہ سفید باز چشتی بہاری قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اکتساب طریقت کے بعد خرقہ خلافت و اجازت سے مشرف ہوکر ارشاد و ہدایتِ خلق پر مامور ہوئے، آپ مجرد و غیر متاہل تھے، اس لئے آپ کی اولاد صلبی نہیں ہے، آپ کے حقیقی بھائی مخدوم خلیل الدین کی اولاد ہیں؟ صاحبان ارول ہیں حضرت مخدوم سَمَّنْ قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت حاجی میر سید حسین چشتی آپکے بعد جانشین ہوئے، ان کے بعد سے اب تک ارول میں سجادہ نشینی کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ باقی ہے، موجودہ صاحبِ سجادہ شاہ محمد قاسم بن شاہ شجاعت حسین صاحب تھے، چند سال ہوئے انتقال ہوگیا حاجی میر سید حسین چشتی ارولی علیہ الرحمۃ ممکن ہے کہ مخدوم شمس الدین قدس سرہٗ سے برادرانہ تعلقات بھی رکھتے ہوں، جس کی تحقیق مجھکو نہیں ہے اور موجودہ صاحبان ارول کو آپکی جزئیت بھی پہنچی ہو، بہرحال مخدوم سَمَّنْ قدس سرہٗ کے بھائی کی اولاد قصبۂ "ارول" میں آباد ہوئی اور موضع کیھرا، سہار، ولنبہ، پلاسی، دیورہ، مخدوم پور، کنڈوہ وغیرہ کے لوگوں کو بھی غالباً جزئیت پہنچی ہے، مگر صلبی حیثیت سے کیھرا، پلاسی، مخدوم پور کنڈوہ کے لوگ حضرت بی بی بارکہ بنت مخدوم ذکی الدین بن مخدوم الملک بہاری قدس سرہما کی اولاد سے ہیں۔

یہ مُوئے مبارک ارول سے منتقل ہوکر آپ کی ان اولاد کے پاس رہے جو سہار میں آباد ہوئی تھی، جب ان کے مورث اعلیٰ نے انتقال کیا اور اولاد میں آپس میں متروکات کی تقسیم ہونے لگی تو ایک بھائی نے اثاث البیت کے ساتھ مُوئے مبارک کی تقسیم بھی چاہی، بڑے بھائی نے اس کی تقسیم کو سوءِ ادبی سمجھ کر منع کیا، مگر دوسرے بھائی نہ مانے، اور قینچی اُٹھاکر اس کے ٹکڑے کر ڈالے اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

جن صاحب نے یہ گستاخانہ جرأت کی تھی وہ موضع لبنہ میں جاکر آباد ہوئے، یہ بستی دریائے سون کے کنارے موضع سہار سے قریب ہی آباد تھی، اس بےادبی کی نکبت سے خود بھی تباہ ہوئے اور موضع لبنہ بھی دریا بُرد

---

[۱] صوفی ضیاء الدین چنڈھوسی بن شیخ نور الدین نور جہاں بن قطب الدین منوّر بن برہان الدین صوفی بن قطب جمال الدین چشتی ہانسوی قدس سرہٗ۔

ہوگیا، اس بلا سے جو لوگ بچ رہے وہ دوسری جگہ آباد ہوئے۔

ان کے بڑے بھائی سید غلام رسول سہاری علیہ الرحمۃ جنہوں نے اپنے بھائی کو ایسی گستاخانہ جرأت سے منع کیا تھا، رات کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کو بھی موجود پایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی ناراضگی کے عالم میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں "تم لوگ اس تبرک کے رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہو" تاج العارفین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "مجیب اللہ کے حوالہ کردو"

شاہ غلام رسول صبح بیدار ہوئے اور تہیہ سفر کرکے دو دن کی مسافت سفر پیدل طے کرنے کے بعد نماز مغرب کے بعد خانقاہ پیر مجیب میں حاضر ہوکر تاج العارفین قدس سرہٗ سے ملے اور سارا ماجرا بیان کرنے کے بعد یہ نعمت غیر مترقبہ تاج العارفین قدس سرہٗ کو تفویض کی اور خود شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپکی بیعت کے متعلق تاج العارفین قدس سرہٗ نے کتاب اسمائے مریدان میں لکھا ہے، سید غلام رسول سہاری خادم موئے مبارک ۱۱۱۵ھ۔

اسی رات میں جس کے دوسرے دن شام کے وقت یہ سعادت اخروی حاصل ہوئی تاج العارفین قدس سرہٗ کے ایک اجل خلیفہ شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ ساکن ہرلا نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ زیر عرش ایک نہایت پُر تکلف اور خوشنما مکان ہے جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور تاج العارفین قدس سرہٗ بھی اس بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نقرئی ڈبیہ میں چند شیشیاں رکھی ہیں، جن میں موئے مبارک ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کراتے ہیں، فراغت کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نقرئی ڈبیہ موئے مبارک کے ساتھ تاج العارفین قدس سرہٗ کو عنایت فرمائی۔

سید غلام رسول کے دوسرے بھائی شاہ غلام غوث کو جب خبر ملی کہ بھائی نے اپنا حصہ تاج العارفین قدس سرہٗ کو دیدیا تو انہوں نے بھی اپنے حصہ کا دوسرا ٹکڑا سید غلام رسول کے حوالہ کر دیا کہ اس کو بھی تاج العارفین قدس سرہٗ تک پہنچا دیں۔ سید غلام رسول نے اس کو بھی لاکر تاج العارفین کے سپرد کر دیا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو موئے مبارک یہاں جلوہ افروز ہوئے۔

ہر دو زلفش کہ مد ظلہما ۔۔ بر سرم سایۂ حمایت اوست

مگر کسی وجہ سے سید غلام رسول کو اس کا موقع نہ مل سکا کہ اس کے پہنچانے کی اطلاع اپنے بھائی کو کر سکیں اس لئے شاہ غلام غوث مضطرب تھے کہ معلوم نہیں غلام رسول نے شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کو موئے مبارک دیا یا نہیں؟ اسی اضطراب میں پھلواری تاج العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے پہونچنے کی تصدیق کی، اس واقعہ کو بھی تاج العارفین قدس سرہٗ نے فضل النبی میں تحریر فرمایا ہے۔

"شاہ غلام غوث سہاری آمدہ گفتند کہ موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شخصے بزرگان مرا از یمن آوردہ دادہ بود در دالان داشتیم، شب دیدم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اینجا تشریف دارند، آں موئے حوالۂ غلام رسول کردہ ام کہ بخدمت شما گزرانند رسید یا نہ؟

اب اس بات کا پتہ کہ یہ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے کس حصہ کا ہے، بعض اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا ہے، "تاج العارفین قدس سرہٗ نے "فضل النبی" میں اس کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے:-

"۱۲۶۰ھ لعل محمد عرض نمودند کہ آں موئے حضرت است؟ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند۔ کہ موئے ہمیں جا است، اشارت بجانب پس سر قریب بناگوش کردہ شد کہ ایں موئے ہمیں جا است"

حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام کے موئے مبارک کو میر محمد شفیع سہاری نے دیا تھا، اس کی نسبت کتاب "فضل النبی" میں مذکور ہے:-

"محمد کریم را معلوم شد کہ میر محمد شفیع کہ گیسوئے امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام لغلام (یعنی تاج العارفین) فرستادہ اند صحیح است وآں عزیز یعنی میر محمد شفیع صحیح النسب است"

"ونیز شاہ عصمت دیدند کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودند کہ موئے گیسو صحیح است، شک نیست وشبے دیگر عصمت اللہ را معلوم شد کہ دیگر موئے گیسوئے امام حسن علیہ السلام است"

**تنبیہہ:-** موئے مبارک کی تشریف آوری کے واقعات "تذکرۃ الکرام" میں بھی موجود ہیں، مگر اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں۔ میرا ماخذ تذکرۃ الکرام، یادداشت بزرگان خاندان، وتذکرۃ الانساب خاندان سہارا، وفضل النبی ہے۔

نیز ناظرین کو یہ شبہ بھی پیدا نہ ہونا چاہئے کہ میں موئے مبارک کی تشریف آوری سہارا سے لکھ رہا ہوں اور تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ جو مجھ سے بہت قدیم بزرگ ہیں، ارزل سے لکھ رہے ہیں، بات ایک ہی ہے کیونکہ میں نے اوپر لکھ دیا ہے کہ یہ موئے مبارک ارزل سے تنہا آئے اور سہارا سے

پھلواری پہنچے، جن بزرگوں نے یہ نعمت لاکر دی ہے، دراصل وہ آروَل ہی کے باشندے تھے، جن کے بزرگان آروَل سے منتقل ہوکر سہار میں بس گئے تھے۔ علاوہ ازیں سہار اور آروَل کچھ دُور بھی نہیں ہے بلکہ سہار کو اروَل کا ایک محلّہ کہیں تو غلط نہیں، اس لئے کہ یہ دونوں بستیاں دریائے سون کی وجہ سے ایک دوسرے سے جُدا ہیں، دریائے سون کے مغربی کنارہ پر سہار آباد ہے، اور مشرقی کنارہ پر اروَل واقع ہے، موسم گرما میں جبکہ دریا پایاب ہوجاتا ہے، اروَل کے باشندے سہار، اور سہار کے باشندے اروَل دن رات آتے جاتے رہتے ہیں، سہار کی بازاری ضروریتیں بھی بہت حد تک اروَل سے پوری ہوتی ہیں، اروَل ہمیشہ سے مشہور قصبہ رہا ہے، اور آج بھی ڈاکخانہ اور پولیس اسٹیشن کی وجہ سے مشہور ہے، زیادہ سے زیادہ ان دونوں بستیوں میں میل ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہوگا۔

عوام و دیگر خاندان کے افراد جن کے دلوں میں اس مُوئے مبارک کی صحت کے متعلق اشتباہ و تردد تھا اللہ تعالےٰ نے اس کو بھی نہایت معتبر اور باوثوق طریقہ پر مٹا دیا۔

بہار کے قطب حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی قدس سرہٗ کے ایک ممتاز خلیفہ نے آپ سے دریافت کیا کہ جناب شاہ حبیب اللہ صاحب پھلواری کے ہاں جو مُوئے مبارک ہیں اور جس کی وہ زیارت کرتے ہیں اس کی سند کیا ہے؟ اس دن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، دوسرے دن فرمایا کہ کل مجھ سے موئے مبارک کی صحت کے متعلق تم نے سوال کیا تھا "وہ مُوئے مبارک صحیح ہیں، رات مجھکو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی صحت کی تصدیق ہوگئی جس کا دل چاہے اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہو"

**کاتب الحروف کہتا ہے:**۔ ہرچند کہ بقاعدۂ محدثین مُوئے مبارک کی سند متصل موجود نہیں جو کسی صحابی تک متصل کی جاسکے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو مُوئے مبارک تقسیم فرمانا، تمام کتب صحاح بخاری و مسلم و دیگر سُنن و مسانید کی کتابوں میں موجود ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابن سیرین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُوئے مبارک لیا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن موئے مبارک کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ فی صحیح مسلم من باب الحلق قال صلی اللہ علیہ وسلم للحلاق احلق فحلقہ فاعطاہ اباطلحۃ فقال قسمہ بین النّاس اے شعرہ الشریف۔ نیز مسند امام احمد بن حنبل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جانب یعنی جانب راست کے کُل موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو عنایت فرمائے اور دوسری جانب کے مُوئے مبارک صحابۂ کرام میں تقسیم فرمائے۔

یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوالیس ہزار (بروایتے چوبیس ہزار) صحابہ کرام شریک تھے، اور سب نے یہ نعمت پائی، ایک فرد بھی ایسا نہ تھا کہ جو اس نعمت سے محروم رہا ہو، مدارج النبوۃ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔ "مردماں ہمہ را یک تارۂ موئے یا دو تارۂ موئے نصیب شد"

ان ہی خوش بختوں میں یمن کے وہ کثیر در کثیر صحابۂ کرام بھی شریک تھے جو حضرت علیؓ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ہمراہ یمن سے تشریف لائے تھے، اس لئے یمن میں کثیر در کثیر تعداد میں موئے مبارک کا پہنچنا مذکورہ بالا احادیث و دیگر تاریخ و سیر سے ثابت ہوتا ہے[1]

غالباً اسی وجہ سے ہمارے اکابر متقدمین اس موئے مبارک کی سندیں تک ظاہر کر کے خموش ہیں۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دستور تھا کہ تمام تبرکات و آثارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نا اہلوں کے دست برد سے محفوظ رکھتے تھے، نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے:۔

حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی وہ کلاہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سلے ہوئے تھے ایک غزوہ میں باثنائے جنگ محاربین کے ہجوم میں گر پڑی، آپ نے دوبارہ ہجوم میں گھس کر اس کلاہ کو حاصل فرمایا، اس سلسلہ میں دو ایک ہمراہی شہید ہو گئے، بعض احباب نے یہ اعتراض کیا کہ ایک ادنیٰ کلاہ کے لئے آپ نے کئی آدمیوں کی جان لی۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلاہ کی کیا حقیقت ہے، مجھے موئے مبارک کا خیال تھا کہ کہیں کفار کے ہاتھ نہ لگ جائیں، الحمدللہ کہ کفار کے دست برد سے بچکر دوبارہ مجھکو حاصل ہو گئے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بعد تابعین، و تبع تابعین و دیگر اہلِ فضل و اکابر اسلام نے بھی تبرکات آثارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی و حفاظت میں نا اہلوں کے دست بُرد سے محفوظ رکھنے کی پوری رعایت رکھی ہے۔

اس مُوئے مبارک کے لانے والے عرب سید بھی اہلِ فضل ہی سے تھے، کیونکہ بجائے اس کے کہ وہ کسی رئیس بادشاہ کے ہاتھ فروخت کرکے مال و دولت جمع کرتے ایک ایسے فقیر و بینوا کو تفویض کر گئے جو نہ دنیاوی وجاہت رکھتا تھا اور نہ

---

[1] مولوی عبد الکریم بہاری بہا کن ڈمری ضلع پٹنہ کے ایک عالم تھے، اپنی کتاب شفاء القلوب بالتوسل الی المحبوب میں مُوئے مبارک کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہر گاہ اس کثرت سے موئے مبارک لوگوں کے پاس تھے تو کیا عجب ہے کہ کچھ اس میں سے کے بعد دیگرے مسلمانوں کے زمانۂ سلطنت میں ہندوستان میں بھی لوگوں کو پہنچے ہوں، جو مختلف جگہوں میں موجود ہیں، پس اگر کوئی شخص جس کے پاس موئے مبارک ہیں ایک روز معین کر کے اس کی زیارت کرائے تو ہر مسلمان کو جس کے دل میں اپنے پیغمبر کی محبت و عظمت ہو چاہیے کہ اسکی زیارت کرے۔"

مال و دولت کا اس کے پاس نام و نشان نتھا، بلکہ ہانسی کی غیر مشہور آبادی میں خدائے قدوس پر توکل کئے ہوئے شب و روز یادِ حق و ارشادِ خلق میں مشغول رہنے والی برگزیدۂ روزگار ہستی حضرت سید قطب جمال ہانسوی کی تھی جن کی عظمت و مرتبت پر کسکی جرأت ہے کہ حرف گیری کر سکے۔

اس وقت جبکہ ہندوستان میں تشریف لائے ہوئے بھی سات سو سال سے زیادہ کی مدت گذر چکی ہے، اولیائے کرام اور اہل اللہ ہی اس موئے مبارک کے خادم و متولی رہے ہیں، اور اہلِ بصیرت کے نزدیک یہی خدام و متولیین کی ثقاہت و عدالت صداقت کی اہم ترین دلیل ہے۔

پھر اکثر اولیاء اللہ کا بذریعہ مکاشفہ بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کرنا بھی قوی حجت ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت میں شیطان ممثل نہیں ہو سکتا۔

دوسرے اگر ایک امر کے متعلق مختلف اولیاء اللہ کا ایک ہی مکاشفہ ہو تو امور غیر احکامی میں دوسرے لوگوں کیلئے بھی حجت ہے، چنانچہ مبشرات میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے:۔

اخبرنی والدی انہ کان مریضاً فرای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا بنی؟ ثم بشرہ بالشفاء واعطاہ شعرتین من شعری لحیتہٖ، فتعافی من المرض فی الحال وبقیت الشعرتان عندہ فی الیقظۃ فاعطانی احدھما فھی عندی

حدیث ۱۵ صفحہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین مطبوعہ احمدی۔

والد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے، خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ پھر صحت کی بشارت دی اور ریش مبارک کے دو بال عطا فرمائے، فی الحال صحت ہوئی، بیداری کے بعد وہ دونوں بال انکے پاس موجود تھے، ان میں سے ایک مجھے عنایت فرمایا وہ میرے پاس موجود ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات خصوصاً موئے مبارک دنیا سے مفقود نہیں ہیں۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں اکثر اہلِ علم مختلف مقامات میں موئے مبارک کی زیارت کرنے کا ذکر اپنی کتابوں میں کرتے ہیں، چنانچہ آخری روایت جو اپنی نگاہ سے گذری ہے وہ علامہ قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ کی ہے:۔

وعن محمد بن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندی من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس قال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الی من الدنیا وما فیھا۔ (رواہ البخاری)

(صفحہ ۲۴۸ مواہب لدنیہ)

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبیدہ سے عرض کیا کہ میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے جو مجھکو حضرت انس یا ان کے خاندان والوں سے ملا، حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا میرے پاس ہونا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔

قد رأيت بمكة المشرّفة في ذيقعدة سنة ۸۹۷ھ سبع وتسعين وثمانية مأته شعرة عند الشيخ أبي الحامد المرشدي شاع وذاع انها من شعرة النبي صلى الله عليه وسلم زرتها صحبة المقام المقري خليل العباسي والى الله احسانه عليه ۔ انتهى ۔ (صفحہ ۲۷۸ جلد اوّل)

مکّہ معظمہ میں ابو حامد مرشدی کے پاس ذیقعدہ ۸۹۷ھ ہجری میں مَیں نے ایک مُوئے مبارک دیکھا جس کے متعلق بہت مشہور تھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُوئے مبارک ہے، مَیں نے حضرت محترم المقام خلیل عباسی کے ساتھ اُس کی زیارت کی، اللہ تعالیٰ کی پے در پے رحمت واحسان ان پر ہو۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ۸۹۷ھ تک محدثین نے مُوئے مبارک کی زیارت کی ہے اسی نویں صدی کے آخری دَور میں ہندوستان میں بھی موئے مبارک جلوہ افروز تھے، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں خواجہ حسین ناگوری رح متوفی ۹۰۱ھ کے تذکرہ کے ضمن میں ایک مُوئے مبارک کا ذِکر کیا ہے۔

نقل است، کہ ادرا سلطان غیاث الدین خلجی کہ بادشاہ دیار مَندو بود بسیاری طلبید و او اجابت نمی کرد، یکبار موئے مبارک سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پیش سلطان غیاث الدین آوردند، مردم گفتند کہ اگر این خبر بہ شیخ حسین برسد بے اختیار قصد این حدود میکند و توقف نمی نماید، سلطان غیاث الدین این خبر را بشیخ رسانید، او ہماں ساعت بے توقف سماع کناں و درود گویاں احرام دیار مندو بست، چوں قریب آں دیار رسید بادشاہ باستقبال او برآمد، مردے دید کہنہ پوش غبار آلود بر عرابہ نشستہ خیال کرد کہ مگر شیخ دیگرے خواہد بود، گفتند شیخ ہمیں است قصد دریافت اُو کرد، شیخ را از شوق زیارت مُوئے شریف فرصت آنکہ بوی بلکہ بخود بپردازد نبود گویند کہ بمجرد آنکہ نظر شیخ براں مُوئے افتاد، آں موئے بہ پرید و در دست اُو رسید۔

نقل ہے کہ اُن کو (خواجہ حسین ناگوری کو) سلطان غیاث الدین خلجی جو اطراف مندو کے بادشاہ تھے، بہت دفعہ بلایا اور ملاقات کی درخواست کی، ایک مرتبہ لوگ سلطان غیاث الدین کی خدمت میں سرورِ انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک لائے، کچھ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر یہ خبر (موئے مبارک کے یہاں موجودگی کی خبر) شیخ حسین کو ملے گی تو بے اختیار اس اطراف کا قصد فرمائیں گے اور تشریف لے آئیں گے ہرگز تاخیر نہ کریں گے، چنانچہ بادشاہ نے شیخ موصوف کو یہ خبر پہونچائی بس اسی وقت بلا تاخیر (مستی میں) اشعار پڑھتے ہوئے اور ورد و درود شریف کرتے ہوئے اطراف مندو کی جانب روانہ ہوئے جب قریب پہونچے بادشاہ استقبال کیلئے آئے، دیکھا کہ ایک آدمی پُرانا کپڑا پہنے ہوئے غبار آلودہ سواری پر بیٹھا ہے، بادشاہ کو خیال ہوا کہ شیخ کوئی دوسرے ہیں لوگوں نے عرض کی کہ شیخ یہی ہیں، شیخ کو موئے مبارک کے شوقِ زیارت میں بادشاہ تو بادشاہ خود اپنے وجود کی طرف توجّہ کی فرصت نہ تھی، لوگوں کا بیان ہے کہ جیسے ہی شیخ کی نظر اُن مُوئے مبارک پر پڑی موئے مبارک اُڑ کر اُنکے ہاتھ میں آ رہے۔"

الغرض جب اس موئے مبارک کی شہرت رفتہ رفتہ عام ہونے لگی اور اطراف و جوانب سے لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے تو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے اپنے خلفائے اہل حضور سے فرمایا کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت کرانے کے اوقات اور تاریخ دریافت کرلو۔ بارگاہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا کہ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو زیارت کراؤ، اگر شدید معذوری ہو تو بارہویں کو، مگر ربیع الاول کے لئے بارہویں تاریخ مقرر کرو، اور نماز ظہر کے بعد زیارت کراؤ۔ "آنحضرت رضی اللہ عنہ (تاج العارفین) بہ بعضے یاراں را ارشاد فرمود کہ فقصار دریافت روز و تاریخ زیارت باید کرد' چوں رجوع بہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کردند حکم عالی بداں نفاذ یافت کہ یازدہم ہر ماہ و بمجبوری دوازدہم اما در ماہ ربیع الاول دوازدہم وقت ظہر بعد نماز لازم گیرند" (تذکرۃ الکرام)

زیارت کرنے والوں کے لئے بھی بشارت فرمائی گئی۔

"دہم ماہ ربیع الاول ۱۲۰۶ھ میر عصمت اللہ صاحب را ملازمت حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم زیر عرش میسر شد' دیدند کہ بیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں حقہ موئے مبارک نہادہ است' پس فرمودند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کہ بتاریخ دوازدہم ربیع الاول ایں موئے مرا زیارت کند کہ دریں حقہ است و ناظر شود برآں ناجی شود بلاحساب، اگر کافرے یا مشرکے باشد اُو را ایمان نصیب شود" الحمد للہ علی ذالک۔

اس ارشاد کے بعد سے ماہ ربیع الاول میں زیارت کرانے کا اہتمام بہت بڑھ گیا اور نہایت خلوص کے ساتھ عرس و قل اور مہمانوں کی طعامداری ہونے لگی۔

اللہ اللہ حضرت تاج العارفین کے زور اویسیت کو تو غور کیجئے کہ تعلیم باطنی ہوئی تو اویسی بزرگ سے، پھر مرتبۂ اویسیت پر فائز ہوئے، مزید برآں موئے مبارک یمن سے تشریف لائے، جس میں اویسیت کی گہری نسبت ظاہر ہوتی ہے، سند تصدیق میں اسناد کے ساتھ اویسیت کا ذریعہ بھی موجود ہے، خود زبان مبارک سے تصدیق فرمائی گئی، جس میں کذب و افترا کی گنجائش ہی نہیں۔

# محفل سماع

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ چونکہ طریقۃً قادری تھے اور اس طریقہ میں سماع سُننا ضروری نہیں ہے، اس لئے آپ سماع کی طرف راغب نہ تھے، جب کبھی شورشِ عشق کا غلبہ ہوتا اپنے کسی خلیفہ سے محض تخلیہ میں سماع سُن لیتے، آپ کے خلفاء میں شاہ جمال محمد عرف شاہ جمن قدس سرہٗ بہت خوش گلو تھے، اکثر ایسے موقع سے آپ ان کو یاد فرماتے اور انہی کو بُلا کر کچھ دیر گانا سُن لیتے۔

مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ شیخ العالمین کی روایت سے تذکرۃ الکرام میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ خلوت شریف میں تشریف فرما تھے، مگر شورشِ عشق سے بے سماع وجد فرما رہے تھے، اور غایتِ جوش سے اسکی طاقت نہ تھی کہ کسی گانے والے کو بلالیں، محض آہستہ آواز میں آپ نے فرمایا "جمن جمن" تصرّف دیکھئے کہ شاہ جمن بہت دُور تقریباً بائیس قدم کے فاصلہ پر اپنے حجرہ میں سوئے ہوئے تھے، اُٹھ بیٹھے، اور وضو کر کے خلوت میں حاضر ہوئے، انھوں نے آپ کی ہلکی آواز سُن لی اور قریب کے سونے والوں کو خبر تک نہ ہوئی،

شاہ جمنؒ جب خلوت میں پہونچگئے تو آپ نے ایک پرچہ پر "اگر شوق داری ذوق کن" لکھکر ان کی طرف بڑھا دیا، شاہ جمنؒ گانے لگے، ذوق و شوق جوش و خروش اور بڑھ گیا، حضرت وجد و رقص کے ساتھ کھڑے ہوگئے، شیخ العالمین نے آواز سُنی، چاہا کہ خلوت میں حاضر ہوں مگر بہ پاسِ ادب اور یہ کہ شاید ناگوار خاطر ہو دروازہ پر کھڑے رہے، تاج العارفین کو بانکشافِ باطن معلوم ہوگیا کہ آپ اجازت کے منتظر دروازہ پر کھڑے ہیں، آواز دی نعمت اللہ، شیخ العالمین فرماتے ہیں میں نے حضرت کی آواز پہچان لی، شاہ جمنؒ نے دروازہ کھولدیا، میں بھی اللہ کا شکر ادا کر کے داخل ہوگیا اور خلوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت انتہائی جوش میں ہیں، آنکھیں خون کی طرح سُرخ ہو رہی ہیں، اور اس طرح سرجوش تھے کہ ایسی سرجوشی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

غرض آپ سماع اسی طرح سُنتے تھے، مگر آپ کے مُریدین وخلفاء ونیز آپکے صاحبزادہ شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کو سماع کا ذوق بہت زیادہ تھا اور اکثر آپ کی اجازت سے پٹنہ کے مشائخ کی خانقاہوں میں شرکت عرس اور سماع کی غرض سے تشریف لیجاتے تھے، جیسا کہ تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

مگر ایک واقعہ کے بعد سے تاج العارفین قدس سرہٗ کو ناچار مجلسِ سماع منعقد کرنی پڑی، مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے کسی مُرید یا خلیفہ کو سماع کا ذوق پیدا ہوا اور سماع سُننے کے لئے بہت بیچین ہوئے، حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ذوقِ سماع سے بیچین ہوں، اگر اجازت ہو تو

پٹنہ جاکر کسی خانقاہ میں سماع سُن آؤں، حضرت نے فرمایا کہ ہم قادریوں کو نہ سماع سے انکار ہے اور نہ اس کے سُننے کی ضرورت ہے، بالفرض اگر گاہ گاہ محفل سماع منعقد کی بھی جائے تو اس قصبہ میں قوال کم رہتے ہیں، پٹنہ کے اعراس میں ان کے آنے جانے کی وجہ سے ان کا قیام پھلواری میں نہیں رہتا ہے، اگر بار بار شرکت عرس کے لئے پٹنہ کی آمد و رفت اختیار کی جائے تو ہم متوکلوں کی استطاعت سے باہر ہے، اسلئے اس کی ضرورت نہیں۔

اسی شب میں عالم معاملات یا عالم خواب میں آپ حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی وحضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہما سے مشرف ہوئے، دیکھا کہ یہ دونوں بزرگ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور آپ کو محفلِ سماع کے انعقاد کا حکم دے رہے ہیں، پہلی مرتبہ آپ نے کچھ خیال نہ فرمایا، دوسری بار بھی ایسا ہی دیکھا مگر ارشاد نبوی کے منتظر رہے، تیسری بار آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سماع نہیں سُنتے تو ہمارے طریقہ میں بیعت کیوں لیتے ہو؟

اس ارشاد سے آپ کو سخت تردد ہوا اسلئے بارگاہ نبوی میں اس واقعہ کو عرض کرنے کے بعد انعقاد مجلس سماع کی اجازت حاصل کی۔۔۔ اس حکم و اجازت کے بعد تاج العارفین قدس سرہٗ نے سال میں چار عرس قائم کئے، ماہ محرم میں عاشورہ کے روز زوال آفتاب کے بعد فاتحہ بنام سیّدنا امام حسین علیٰ جدّہ وعلیہ السلام وجملہ شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس تقریب میں محفل سماع منعقد نہیں ہوتی، اس کے علاوہ تمام اعراس سماع کے ساتھ قائم کئے گئے عرس یازدہم و دوازدہم ربیع الاوّل و یازدہم ربیع الثانی و بست و یکم رمضان شریف، ان تمام عرسوں میں محفل سماع منعقد ہوتی اور طعام ادی کا بھی اہتمام ہوتا، مگر ان تمام اعراس میں ربیع الاوّل کا عرس بہت تکلّف سے کرتے تھے، دور دراز کے رہنے والے مریدین و معتقدین اس عرس میں ضرور شرکت کرتے تھے، بارہویں ربیع الاول کو ظہر کی نماز کے بعد موئے مبارک کی زیارت ہوتی، اور زیارت کے وقت موئے مبارک کو عرق گلاب سے غسل دیتے پھر شیشیوں میں رکھ دیتے تھے، اور یہ شیشیاں نقرئی ڈبیہ میں محفوظ کر دی جاتیں، یہ تمام کام آپ اپنے ہی ہاتھوں انجام دیتے تھے، پھر موئے مبارک کا غسالہ تمام زائرین وحاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا۔

الحمدللہ کہ اعراس و موئے مبارک کی زیارت کا سلسلہ تاج العارفین کے عہد پاک سے آج تک جبکہ دوسو بارہ برس گزر چکے ہیں اُسی شان و احترام سے بلکہ مزید ترقی کے ساتھ جاری ہے اور آپ کے فرزند و جانشین شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے تو اپنے عہد میں دوازدہم ربیع الاوّل کے عرس کی اہمیت بہت بڑھادی، مجمع اس کثرت سے ہونے لگا کہ زائرین کی عافیت رسانی کی غرض سے علاوہ سامان خورد و نوش کے جو خود شیخ العالمین کرتے تھے، دو کانیں بھی

آنے لگیں اور خاصہ میلہ سا ہو گیا جو اب مستقل پھلواری کے میلہ کے نام سے مشہور ہے۔

**آداب سماع:**۔ اکابر سلف کے ملفوظات و مکاتیب اور دیگر تصانیف میں آداب سماع کے متعلق بہت کچھ مذکور ہے، یہاں پر اس کا لکھنا بے ضرورت ہے، یہاں پر ہمیں صرف ان آداب سماع کا تذکرہ کرنا ہے جن کو حضرت تاج العارفین وحضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنی خانقاہ میں اختیار فرمایا اور تاعمر اس پر عمل پیرا رہے، اور آج تک جملہ سجادہ نشینان اپنے اپنے زمانہ میں انہی آداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے چلے آئے، جب مجلسِ سماع منعقد کی جاتی تو اس کے قبل مریدین و مسترشدین و مستفیضین و معتقدین و دیگر شرکائے مجلس پر باوضو شرکت کی تاکید کی جاتی تھی، اور ہر شخص باوضو شرکت کرتا تھا، سماع خانہ میں نشست کی ترکیب یہ تھی کہ ہر شخص نہایت قرینہ سے حلقہ باندھ کر دوزانو بیٹھ جاتا تھا اور نشست کے باقی اور درست رکھنے کے لئے ایک نگران ہوتا تھا جو دوزانو کے علاوہ دوسری نشست سے بیٹھنے اور حلقہ اور صف کو بگاڑ دینے پر روک دیتا اور نشست کی ترتیب درست کر دیتا تھا حلقہ کی ترتیب و درستگی اور نشست کی مخصوص وضع پر شدت سے کاربند رکھنے کی دو وجہ تھی اوّل تو یہ کہ حلقہ نشست کی ترتیب بگاڑ کر مجلس قائم کرنا ممتنع ہے، مراسیل ابوداؤد باب الادب میں حضرت حرث بن یزید حضرمی کی مرفوع حدیث ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے حلقہ نشست کو درست رکھو، ملائکہ جب اس حلقہ میں بیٹھنے کو آتے ہیں اور حلقہ میں کجی پاتے ہیں تو پلٹ جاتے ہیں۔"

اس کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ نشست کی خرابی سے جو جلسہ نزول ملائکہ رحمت سے متبرک ہونے والا ہوتا ہے وہ ملائکہ رحمت کے شرف نزول سے محروم ہو جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دوزانو نشست حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کو بہت مطبوع تھی اور آپ ہمیشہ اسی نشست سے بیٹھا کرتے تھے، انتہا یہ کہ اسی نشست پر نیند بھی پوری کرتے تھے، جس کی تفصیل کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ حضرت مولانا کی تمامی اداؤں کے دلدادہ تھے، اپنے جملہ عادات کو حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کی عادات کا نمونہ بنا رکھا تھا، اسی طرح حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے اپنی ذات کو نمونۂ تاج العارفین بنا دیا تھا، جس طرح اپنے جملہ عادات و معاشرت میں تاج العارفین کو حضرت مولانا کا تتبع اور پیروی ملحوظ تھی نشست کا طریقہ بھی ہمیشہ کے لئے دوزانو اختیار فرما لیا تھا، اور ہمیشہ اسی نشست سے بیٹھا کرتے تھے، ان کے تتبع میں پھلواری کے جملہ ساکنان اعزہ و اہل قرابت جو تقریباً کُل آپ کے مُرید و معتقد تھے، اسی نشست سے عادتاً بیٹھا کرتے تھے، بلکہ یہاں کا بچہ بچہ اپنے بزرگوں کی تبعیت میں اسی نشست سے بیٹھتا تھا، گویا یہ نشست افراد پھلواری کی مخصوص نمایاں نشست ہو گئی تھی، اگر کوئی دوسری جگہ کا آدمی اس نشست سے بیٹھا ہوا دیکھا جاتا تو لوگوں کو اس کی نسبت پھلواری کا آدمی سمجھنے میں شبہہ ہوتا تھا۔

الغرض سماع شروع ہونے سے پہلے لوگ سماع خانہ میں باوضو آکر ترتیب وار ایک دوسرے کے دوش بدوش دوزانو حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے اور تا تشریف آوری شیخِ مجلس مراقب ہوکر مشغول کرتے رہتے تھے، اس میں کوئی دوسری گفتگو آدابِ مجلس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نہیں کرتے تھے، اگر کوئی ضروری بات بروقت دوسرے کو کہنے کی خیال میں آجاتی اور اسی وقت اس کا کہنا ضروری ہوتا تو سرگوشیوں میں بات کرتے، جب شیخِ مجلس تشریف لاتے، سماع انہیں ترتیبوں کے ساتھ شروع ہوجاتا، جب تک شیخِ مجلس وجد میں نہ آتے حاضرین میں سے کوئی کتنا ہی پُرکیف ہوجاتا ضبط سے کام لیتا، تا آنکہ شیخِ مجلس خود ان کی قلبی حالات کا اندازہ کرکے باطنی طور پر یا بطریق تواجد ان کے طرف قصد نہ کرتے رقص میں نہیں اُٹھتے تھے، جب شیخ خود پُرکیف ہوکر وجد و رقص میں آجاتے تو اہلِ کیفیت پروانہ وار شیخ کے ارد گرد رقص کرتے، خدام آپس کے تصادم سے بچانے کے لئے جا بجا معین ہوجاتے اور اس خوبی سے ایک دوسرے کو باہمی تصادم سے بچا دیا کرتے کہ کسی کو کسی سے صدمہ نہ پہونچتا، غرض اسی آداب کے ساتھ مجلسِ سماع برخواست ہوتی اور قُل و فاتحہ پر مجلس ختم کردی جاتی، تقسیم شیرینی تک صاحبِ سجادہ موجود رہتے، جس کی وجہ سے تبرکات کی تقسیم نہایت سکون کے ساتھ انجام پاتی، پھر حضرت صاحبِ سجادہ خلوت میں تشریف لیجاتے اور مجمع وہاں سے پُرسکون منتشر ہوجاتا، اتنے مجمع کثیر کے باوجود سابق میں مجمع پرسکون رہتا تھا، الحمدللہ کہ اتنے امتدادِ زمانہ کے بعد بھی اگرچہ اگلوں میں سے کوئی بھی یہاں کی سابقہ آدابِ سماع کا جاننے والا باقی نہیں رہا ہے، پھر بھی یہاں کی مجلس تقریباً دوسری جگہوں سے پُرسکون اور سابقہ آداب کی عکسی تصویر ایک حد تک اب تک باقی ہے اور نشست کی سابقہ روش موجود ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ حاضرین میں سے اگر کوئی دوزانو نشست کے خلاف مجلس میں بیٹھنے کا قصد کرتا ہے تو خدام اس کو روک دیتے ہیں، اور اگر اس نشست بیٹھنے سے اس کو معذوری ہوتی ہے تو حلقہ سے الگ بیٹھنے کی ہدایت کرتے ہیں، حتی الامکان مجلس سماع کے سابقہ آداب کی روش کو برقرار رکھنے کی سعی کی جاتی ہے، مجلس سماع میں ہر حال میں شیخ کی اتباع ملحوظ رکھی جاتی ہے، جوش و خروش میں جب کسی مرید پر حالت طاری ہوتی ہے، حتی الامکان وہ اٹھکر رقص کرنے سے خود کو روکتا ہے جب وہ کیفیت اس کے قابو سے باہر ہوجاتی ہے، شیخ اٹھکر اس کو رقص میں لے آتا ہے اور مجلس کو گرم کردیتا ہے، غایت جوش و مستی میں اگر شیخ کی دستار گر جاتی ہے تو جملہ مریدان اپنی دستار و کلاہ اتباع شیخ میں سر سے اُتار دیتے ہیں، اس کی اصل سیدنا غوث پاک کا ایک واقعہ ہے جو نفحات الانس میں بھی مذکور ہے اور شیوخ طریقت کے یہاں یہ روایت مشہور ہے۔ نفحات الانس صفحہ ۵۶۹ میں امۃ اللہ اصفہانیہ رحمہا اللہ کے تذکرہ میں لکھا ہے، یکے از اصحاب شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است کہ روزے شیخ را بر بالائے منبر استغراقے واقع شد و یک گردانہ عمامۂ وے باز شد و وے نمی دانست

حاضراں ہمہ بر موافقتِ وے دستارہا وطاقیہا در پائے منبر انداختند، چوں شیخ بحالِ خود باز آمد وسخن آخر کرد، عمامۂ خود را راست کرد و مرا گفت دستارہا وطاقیہارا باصحاب آنہا باز گرداں، چناں کردم، یک عصابہ باقی ماند کہ صاحب آں پیدا نبود، شیخ گفت آں را بمن دہ بوے دادم بر دوش خود انداخت وفی الحال ناپیدا شد، من حیران ماندم، چوں شیخ از منبر فرود آمد بامن گفت، چوں اہل مجلس عمامہا بنہادند مارا خواہر لیست باصفہان وے ہم عصابہ خود را بنہاد وچوں من آنرا بر دوش انداختم وے از اصفہان دستِ خود دراز کرد وآں را بر داشت" ــــ مجلس سماع میں اتباعِ شیخ میں دستا وطاقیہ سر سے اُتارنے کا جو دستور خانقاہ پیر مجیب میں ہے اس کی یہی اصل ہے۔

حضرت تاج العارفین کے عہدِ میمنت مہد میں جس شان واحترام سے مُوئے مبارک کی زیارت ہوتی تھی اور سال میں جتنے اعراس ہوتے تھے ان کے واقعات حضرت مولانا امان علی ترتی قدس سرہٗ نے اپنی مثنوی میں لکھے ہیں۔

یہ بزرگ تاج العارفین کے ہمجد اور قریبی قرابتمند تھے، تاج العارفین کے وصال کے وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی، برابر اعراس وقُل وزیارت موئے مبارک میں شریک رہا کرتے اور اکثر اوقات خانقاہ میں حاضر باش رہا کرتے تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے مفصّل حالات تحصیل علم وعرفان، بیعت، اجازت وخلافت کے تفصیلی حالات انعقاد مجلس سماع، طعامداری، جوش وخروش، افاضہ سب بالتفصیل لکھے ہیں، میں اس جگہ مثنوی کے اشعار نقل کئے دیتا ہوں :۔

## ذکرِ مناقب حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رح

کُشائے دل در گنجِ معانی — چو عالی ہمتاں باکامرانی
درست نزد امان بیاں ریز — جہانے لعل وگوہر دہ جہاں ریز
یک عالم ساز مالا مال اُس گنج — مکن پوشیدہ چوں گنج رواں گنج
مجیب آں آفتاب اوجِ عرفاں — محیط مایہ دارِ موجِ عرفاں
علوم فقر را چوں کرد تحصیل — مرخص شد ز مرشد بعد تکمیل
بہ پھلواری پر از نعمت رسیدہ — چو مرداں گوشۂ عزلت گزیدہ
دراں دوراں عماد الدین تھا مدر — ز نعمتہائے حق ہد فیض گستر
بر ستش کرد بیعت مردِ کامل — ہمہ تن بستہ اندر خدمتش دل

| | |
|---|---|
| ازو گشته مجاز امرِ بیعت | سراسر کارساز امرِ بیعت |
| زمرشد ہم مجاز سلسلہ بود | در فیضانِ حق برخلق بکشود |
| زدیگر خانداں ہم داشت نعمت | گرفت از کاملان آں اجازت |
| طریقِ خاندانِ قادری داشت | کہ برہر خاندانہا برتری داشت |
| پُراز نورِ معارف دیدہ شانش | یک عالم شدہ مرید خاندانش |
| بریدہ خسروِ مُلکِ ولایت | سرِ گمراہی از تیغِ ہدایت |
| بعالم بس ہدایت کرد جاری | کہ در گوشہ خریدہ ذِل وخواری |
| زفیضِ او ہزاراں کامیاباں | زخود رفتند سوئے حق شناساں |
| ہر آنکس را کہ دید از لطف یکبار | شدہ از بادۂ توحید سرشار |
| خداوندیکہ خلاق جہان است | زنعمایش دو عالم کامران است |
| چو کردہ دولتِ باطن کرامت | بظاہر نیز دادہ جاہ وثروت |
| رسیدے پیشش از فیض توکّل | نذورات فراواں بے تعطّل |
| بکارِ خیر امصرفش بود | نمودے خرچ اندر راہ معبود |
| بحسب مدّعا دادے بمسکیں | کہ از پیشش گزشتے فرحت آگیں |
| باحدی عشر واثنا عشر ہر ماہ | نمودے فاتحہ مرد حق آگاہ |
| بتاریخ وفاتِ شاہِ مرداں | پزانیدے خورش ہر مہ فراواں |
| معلّیٰ خانقاہے کرد بنیاد | برائے طالبانِ فیضِ ارشاد |
| ہم آنجا مسجدے عالی بنا کرد | عبادت خانۂ خلقِ خدا کرد |
| چہ زیبا خانقاہ رشک فردوس | خمیدہ سربسر محراب چوں قوس |
| ستونہایش الف محراب چوں مد | طلب کردندے مردان مجرّد |
| جدارش آئینہ آسا مصفّا | عیاں دروے رُخِ مقصودِ دلہا |
| صفائے سقف آں چوں دلِ پاکاں | معطّر ہر طرف از بوئے پاکاں |
| بہر سوئے درِ خلوت گزیناں | ز روئے معرفت روشن جبیناں |

بزیبائی چہ قصرِ دلنشیں است | مگر گوئی کہ فردوس بریں است
بصحن آں ثمر نخلیست زیبا | بباہش سایہ افگن ہمچو طوبیٰ
بہم ہر شاخ شاخ آں موافق | چو اہلِ وجد در حالت معانق
بچشمانِ حقیقت بینِ مرداں | بود ہر برگ دفترہائے عرفاں
بشاخش طوطیان سبز پوشاں | بیادِ حق زدردِ دل خروشاں
نشستہ پیشِ مسجد حلقہ بستہ | شدے واصل بحق از خویش رفتہ
فنا بودے بذاتِ ایزدِ پاک | نماندے از وجودش ہیچ ادراک
حباب کشتیِ ہستی شکستے | بیکدم از حجاب بحر رستے
گرفتے فیض از وے مستفیضاں | شدے سرمست جامِ وصلِ یزداں
زفیضش پختہ مغزانِ حقیقت | عیاں کردے بخود شانِ حقیقت

اس کے بعد عرس ربیع الاوّل کے شان و اہتمام کے حالات نظم فرمائے ہیں :-

بہر ماہِ ربیع الاوّل آں شاہ | بتاریخِ پیمبر حسبِ دلخواہ
پزانیدے پلاؤ و قلیہ و ناں | بخاص و عام کردے بخششِ یکساں
بصد آداب و آئیں مردِ کامل | شبِ تاریخ می آراست محفل
فرود آویختے پُر نور قندیل | کہ کردے مہر را در برج تحویل
زقسمِ دائرہ کاں بود رخشاں | تو میگوئی کہ ہست ایں ماہ تاباں
بہر سوئے چراغاں می نمودے | کواکب گوئی رخشاں می نمودے
کنول وہ ہر طرف می کرد روشن | عیاں گشتے بسطِ باد گلشن
بہر قندیل کاں روشن چو خور بود | کنول بشگفتہ را با وے نظر بود
بخوبی روشنی کردے جہانے | زمیں از نور گشتے آسمانے
میان جمع خواں شیرینی پاں | نہالے ہم بجمسر عود و لوباں
ہم از اقسام شیرینی فراواں | بخواں پر کردہ بنہالے بساماں
سبد پر کردہ از گلہائے خوشبو | نہالے نزدِ ہر خوانہائے یکسو

فروزاں شمع کافوری نہادے | کہ باآداب تاباں رو ستادے
منور ساختے مجلس رُخ شمع | کہ تا چرخ بریں رفتے از و لمع
وزاں پس قاریاں راامر میداد | کہ قل خوانید مرداں بادل شاد
خوش الحان حافظان خوش قرأت | اداکردندے قرأت با فصاحت
دل سامع زخوش الحانی شاں | شدے از عشق حق در سینہ جوشاں
چو فارغ قاریاں گشتندے از قل | بقاسم گفتے آں مرد توکل
کہ شیرینی و پان تقسیم سازد | ہمہ کس را ازیں نعمت نوازد
تبرک بر ہمہ تقسیم می شد | سرآں کار باتعظیم می شد
بطرز اہل چشت آں مرد کامل | سماع صوفیہ را بود مائل
بمجلس مطربان نغمہ پرداز | سرودندے غزل باساز دلساز
زمرغوبش "نگیسار" شک بردے | سرودش "باربد" را دل فشردے
بجوش آئیں ہمیز د تار مضراب | کہ از صوتش دل سنگیں شدے آب
اداکردے اصول ہر مقامے | کہ میداد از مقام فقر گامے
صدائے ساز و چنگ عود شالنگ | ہمہ تن ساختے از رنگ بیرنگ
خوش آواز رباب و بربط و نے | بسوئے حق کشیدے خاطرِ وے
دراں حالیکہ اندر وجد ماندے | دو دست از روئے عالم برفشاندے
کشیدے نعرہ گراز سرجوشش | دل سامع شدے از عشق مدہوش
کشیدے گر ز دل ذکر ہوالحق | فنا گشتے یقیں در ذات مطلق
گراز دل برکشیدے آہ یا ہو | نگنجیدے بہستی یکسرِ مو
ز سرمستیش عرفاں دستگاہاں | زخود رفتندے الا اللہ گویاں

اس کے بعد دوازدہم ربیع الاول کو جس حسن وعنوان وشان واحترام سے موئے مبارک کی زیارت ہوتی تھی اسکے حالات نظم فرمائے ہیں:۔

دراں تاریخ در وقت ظہر باز | شدے آں مرد کامل انجمن ساز

بخانہ داشت ز آثارِ پیمبر　　دو موئے رشکِ شب نارِ پیمبر

بگوشم آمد از پیرانِ باہوش　　کہ ہر دو بود از موئے بناگوش

دگر یک موئے از زلفِ حسن داشت　　کہ از وے رشکِ صحرائے ختن داشت

نہادے باادب آں مردِ حق بیں　　بظرفِ شیشہ اندر درج سیمیں

کشیدے صد غلافِ عنبریں بوئے　　براں درجِ مکلل تو بہ توئے

غلافِ قیمتی از خز و دیبا　　ہم از قسمِ حریر و لبیہ زیبا

نمازِ وقت خواندہ باجماعت　　زورد و دِ فتیہ کردہ فراغت

بمحفل ایستادہ باصد آداب　　درود از صدقِ دل خواناں باحباب

مغلف درج فرزندانِ درویش　　بیاوردے نہادہ بر سرِ خویش

صلوٰۃ از شوق خواناں باخوش آواز　　مگس راں بر سرش جنباں باعزاز

نہادندے بکرسیِ معطر　　ستادے گرد گرد آں جمع یکسر

بآئینِ خوش آنجا مدح خواناں　　بخواندے مدحِ پیغمبر بالحاں

بآہنگے کہ ہر کس را شدے جوش　　دل از عشقِ نبی میگشت مدہوش

بیادِ ذاتِ پاکِ شاہِ لولاک　　برآوردندے آہ از سینۂ چاک

کشادندے غلاف از درجِ پُر نور　　دو مردِ باصفا از شوق مسرور

چو از شیشہ برآوردندے آں مو　　کہ بود از مسک اذفر بسکہ خوشبو

بجامِ پُر گلابش غسل دادے　　عیاں بر پرچۂ خوشبو نہادے

بصد آداب ہر کس باطہارت　　زشوق و صدقِ دل کردے زیارت

گلاب آمیختہ در آب بسیار　　تبرک بخشش کردندے بحضار

کشیدے ہر کسے در چشم و خوردے　　ثوابِ اخروی با خویشتن بردے

الحمد للہ کہ اسی عنوان و شان، آداب و احترام کے ساتھ ہر مہینہ کی یازدہم اور ماہ ربیع الاوّل کی دوازدہم کو زیارت ہوتی ہے، البتہ غسل کا سلسلہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کے عہد سے موقوف ہے، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں ایک مرتبہ غسل دیا، اسی دور کا غسالہ موجود ہے، جس سے ہر یازدہم کو

بقدر تبرک لینے کے بعد اسی قدر عرق گلاب کا اضافہ کر دیا جاتا ہے اور یہی تبرک ذاکرین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔
موئے مبارک کے تذکرہ کے بعد مثنوی ترقی میں عرس ربیع الثانی اور وفات کا سن نظم کیا ہے:-

بثانی ربیع آں جان پاکاں | بتاریخ وفات شاہ جیلاں
بایں آئیں ہمیں آراست محفل | نمودے سربسر ایں کار خوشدل
چو زیں دار فنا رخت سفر بست | ہمہ تن جان او با حق بہ پیوست
جمادی الآخرہ تاریخ بستم | شد از ہستی خود در ذات حق گم
سن ترحیل آں ہادی خاصاں | ہزار و یکصد و نود و یکے داں

کاتب الحروف نے اکابر ثقات سے سنا ہے اور شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت تاج العارفین کے عہد میں آپ کے صاحبزادہ شیخ العالمین قدس سرہٗ نے خانقاہ مجیبیہ سے دکھن کچھ اراضی خرید کر ایک خوشنما باغ آراستہ کیا تھا حضرت تاج العارفین کے وصال کے بعد آپ کو شیخ العالمین نے وہیں دفن کیا۔
اس باغ کی تعریف میں مولانا ترقی نظم فرماتے ہیں:-

جنوبیِ خانقاہ اوست گلشن | دراں با احترامش ہست مدفن
چہ گلشن بر زمیں گلزار جنت | عیاں در روے ہمہ آثار جنت
خیاباں تختہ گاہ جلوۂ یار | گل و سنبل بہم چوں زلف و رخسار
ستادہ سرو چوں بالائے خوباں | بسان عاشقاں قمری خروشاں
بچشم خود کشیدہ سرمۂ ناز | ستادہ در چمن نرگس باعزاز
گل و سنبل بہم آں ساں نمودہ | کہ باشد مشک با شنجرف سودہ
رواں در سبزہ سیراب آں آب | تو گوئی ہست بازنگار سیماب
بگرد آں مزار فیض آثار | بسان سبزہ پوشان است اشجار
باطراف چمن با عزت و شاں | چنار آنجاست گویا فاتحہ خواں
بفرمان است نافرماں ستادہ | زباں در مدحتش سوسن کشادہ
وضو از آب شبنم کردہ نسریں | بخواند مصحف گل را بہ تمکیں
گل آنجا زر بکف بہر نثار است | ہمیشہ کار نار و زشمار است

عصا در کف چو حاجب ہست شبو　　کہ ناید نادر و نا اہل بد خو

مزارِ او مطاف کاملان است　　پئے حاجت روائے انس و جان است

# تاج العارفین کی عظمت معاصرین نگاہ میں

تاج العارفین قدس سرہٗ اہم اور مقبول شخصیت کے بزرگ تھے، آپکے تقدس ذاتی اور بزرگی کا اعتراف اس زمانہ کے قدر شناس و صاحب حصول و مقامات بزرگان نہایت قیمتی الفاظ میں کرتے تھے اور آپ کو بڑی قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

قطب الاقطاب مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ باوجودیکہ آپ سے عمر میں بڑے تھے، مگر نہایت وقیع الفاظ سے یاد فرمایا کرتے، تاج العارفین بھی آپکی ملاقات کو اکثر پٹنہ تشریف لیجاتے اور اپنے اعزہ کو بغرض حصول برکت صحبت حضرت مخدوم سے ملنے کی تاکید فرماتے تھے، تاج العارفین کے صاحبزادے شیخ العالمین جب کبھی پٹنہ تشریف لیجاتے تو حضرت منعم پاک قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ضرور حاضر ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم کے کسی مریدنے مخدوم کے روبرو ان کے توکل، و فقر و تجرید و تفرید کی تعریف کی، آپنے ارشاد فرمایا کہ تعریف کے مستحق شاہ مجیب اللہ پھلواروی ہیں جو اہل و عیال کی کثرت اور بے سرو سامانی کے باوجود اپنے اہل و عیال کے کفیل ہیں، مسافرین، واردین و صادرین کی خدمت اپنے حوصلہ کے مطابق بلا جبرواکراہ کرتے ہیں، اتنے تعلقات کے ساتھ بھی اُن کی جمعیت خاطر میں فرق نہیں آتا، تمام اسباب ظاہری سے اپنا دل منقطع کر رکھا ہے۔ مَیں تو مجرّد ہوں اہل و عیال کا تعلق نہیں، خانقاہداری کے جھگڑوں سے بھی پاک ہوں، خوبی اس کی ہے کہ بظاہری سب تعلقات ہوں مگر دل میں صرف ایک خدا کا تعلق ہو، اور یہ بات بدرجۂ کمال شاہ مجیب اللہ صاحب کو حاصل ہے۔

حضرت مخدوم کے اس ارشاد کو شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں لکھا ہے، اور راقم سطور نے مستنداً اکابر طریقہ ابوالعلائیہ کی زبانی بھی سُنا ہے ——— تاج العارفین کے یارِ غار قریبی قرابتمند ہمدم و ہمدرس شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ آپکی بڑی وقعت کرتے تھے اور مرتبۂ عرفان میں آپ کو حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ کا ہم پلہ سمجھتے تھے، اکثر فرماتے کہ اگر مولانا رسولنما قدس سرہٗ کا متوسل شاہ مجیب اللہ صاحب کی شان میں گستاخی کرے یا سُوئے ادبی سے پیش آئے تو مجھے اس کے حسن خاتمہ میں اندیشہ ہے عجب نہیں کہ دنیا سے بے ایمان اُٹھے۔

صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے ایک مرید مفتی غلام مخدوم ثروت اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھے، اپنے شیخ کا فقر و توکّل دیکھ کر ان کے دل میں یہ وسوسہ ہوا کہ درحقیقت حضرت رسولنا قدس سرہٗ کے خلفا میں توکّل کی سچی تصویر ہمارے پیر و مرشد شاہ محمد مخدوم ہی ہیں۔ شاہ مجیب اللہ صاحب کو ہوس دُنیاداری نے گھیر لیا ہے، ظاہری وجاہت، نشوونما اور حصولِ زر کی غرض سے عرس و قل اور خانقاہداری کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ (نعوذ باللہ من ہٰذہ الہفوات)

مفتی صاحب کا خطرہ اسی وقت حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے دل پر منکشف ہو گیا، حضرت محمد مخدوم قدس سرہٗ نے فرمایا۔ غلام مخدوم تمہارے دل میں شاہ مجیب اللہ صاحب کی طرف سے کیسی مخرب ایمان بدظنی پیدا ہوئی، تم ان کی شخصیت و رُتبہ سے ناواقف ہو، مولانا رسولنا قدس سرہٗ ان کو شیخ الزّماں، آفتاب طریقت لکھتے، ان کے کمالات باطنیہ کا اعتراف کرتے، ان کو اپنا ہمپلہ فرماتے تھے، میں اُمید نہیں کر سکتا کہ ان کے کمال کا منکر دنیا سے با ایمان اُوٹھے، تم اپنے وسوسہ سے توبہ کرو، آئندہ سے ایسا وسوسہ شاہ مجیب اللہ صاحب کے متعلق اپنے دل میں نہ پیدا کرنا۔

سیّد غلام حسین غازی پوری صاحب تذکرۂ انساب خاندان مولانا رسولنا" تاج العارفین قدس سرہٗ کے متعلق لکھتے ہیں:۔ ـــــ "از جملہ خلفائے اوشان فضیلت دستگاہ شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی جعفری زینبی در قصبۂ پھلواری متصل بلدہ عظیم آباد از مشاہیر عہد بود"

مصنّف "بحرِ ذخار" نے آپکے فضائل و کمالات مسطور الذیل وقیع و بلیغ الفاظ میں لکھے ہیں:۔

"شاہ مجیب اللہ ساکن پھلواری است، از پٹنہ چہار کروہ سمت مغرب، بیعت بسلسلۂ قادریہ داشت، میر جانعلی فرزند سید عبدالواحد بلگرامی برگذارد کہ من بخدمت آنحضرت رسیدہ ام از غایت ریاضت **وجودش تودۂ نور بود و از نہایت صفائی قلب آئینۂ جہاں نما در بغل داشت**، اظہار محامد آنش زائد از امکان تحریر و بیان کمالاتش بری از احاطۂ تقریر، نقلے از خرق عاداتش برائے دفع محرومی ایں اوراق بحکم آنکہ جائیکہ کس ست حرفے بس است نوشتہ می شود، وقت جاں سپری او حافظے را طلبیدہ بخواندن سورۂ یٰسین اجازت نمود، چوں حافظ بہ بالینش رسید فرمود سورۂ "قیامہ" بخواں، او بخواندن آغاز کرد، آں حضرت را وجد رو داد، برخواستہ نشست، در عین تواجد جاں بجاناں سپرد، چوں برائے غسل پائیں آوردند، پائے مبارکش بروضع نشستہ سخت گشتہ بودند، ناگزیر غسل دادہ بکفن کردند و نماز خواندہ بمرقد گذاشتند، یکے از فرزندانش گفت با ہادی ایں مقام ریاضت نیست، بلکہ استراحت است، پائے مبارک شما کشیدہ اید دراز فرمایند، برفور ایں التماس ہر دو پائے خود دراز کرد" ـــــ یہ عبارت بحرِ ذخار کی ہے، تذکرہ الکرام کی عبارت یہ ہے:۔

چوں بوفات یافت پائے مبارکش ایستادہ سخت شد، ہر کسے را از مریدان و فرزندانش حیرتے دست داد کہ پائے مبارک سخت شدہ است، امکان درازی و راستی ندارد، غسل و کفن چساں باید کرد، دریں میاں شاہ محمد کریم یکے از مریدان ایشاں گریہ کناں بآواز بلند گفتند، یا ولی اللہ پا را دراز کن کہ غسل دہیم، فی الفور دراز کردند، و غسل بے تامل دادہ شد۔ (تذکرۃ الکرام)

مولوی محمد علی خاں ولد ہدایت اللہ خاں بن شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق تہور جنگ مغلپورہ منحلات عظیم آباد پٹنہ نے "تالیف محمدی" کے نام سے ایک تذکرہ تصنیف کیا ہے، اس تذکرہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے لیکر اپنے زمانہ تک کے علماء ومشائخ کا مختصر حال لکھا ہے، پھلواری کے بھی تین بزرگان تاج العارفین اور ان کے چھوٹے صاحبزادہ شیخ العالمین اور تاج العارفین کے پوتے حضرت تپاں قدس سرہم کا مختصر حال لکھا ہے۔

ممدوح نے تاج العارفین قدس سرہٗ کے پدری اور مادری نسب، بیعت وارشاد کا بھی صحیح پتہ دیا ہے، شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ذکر میں اپنی حاضری وشرف ملازمت اور ارادت قلبی بھی ظاہر کی ہے۔

"راقم بجناب ایں بزرگاں ارادت دلی دارد و در مجلس عرس اکثر حاضر گردید فیضہا برداشتہ"

کتاب کی مکمل عبارت درج ذیل ہے:۔

**حضرت شاہ محمد مجیب اللہ** قدس سرہٗ:۔ وطن ومسکن آنجناب قصبۂ پھلواری از توابع صوبۂ بہار بودہ، نام والد ماجد آنجناب سید ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ و آں بزرگوار از فرزندان محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار ابن ابی طالب است، و مادر علی بن عبداللہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بودہ۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ محمد مجیب اللہ خدیجہ بنت سید برہان الدین الحسینی است، و بیعت در سلسلہ قادریہ بجناب شاہ عماد الدین متوطن قصبہ مذبورہ نمودہ و باجازت پیر خود تربیت بحسب ظاہر و باطن از خدمت مولوی محمد وارث کہ وطن شاں در محمد آباد بنارس است برداشتہ، غرضیکہ آنحضرت را از مشائخ عظام صوبہ بہار می شمارند، و آنجناب از خوان نعمت سلسلہ عالیہ صوفیہ حلاوتہا برداشتہ وبسیارے از صغیر وکبیر معتقد و مرید آنجناب اند، در عمر نود و سہ سالگی بتاریخ بستم، شہر جمادی الاخریٰ در ۱۱۹۱؁ھ بہ بہشت بریں شتافت۔ و در وطن خود مدفون گشت ـــــ سہ فرزند ارجمند گذاشت اولیں مسمّٰی بشاہ عبدالحق و دومیں بشاہ عبدالحیٔ و سومیں بشاہ نعمت اللہ و ایشاں سر رشتہ بیعت بجناب والد ماجد خود دارند و بکمالات صوری ومعنوی آراستہ و پیراستہ، غرضیکہ بعد رحلت آنحضرت شاہ نعمت اللہ دام افضالہ بر سجادۂ خلافت نشست و بدستور پدر عالیقدر بارشاد خلائق مشغول است و از مشائخ ذیشان و صاحب حال و مقام علیہ، راقم بجناب ایں بزرگاں ارادت دلی دارد و در مجالس عرس اکثر حاضر گردید، فیضہا برداشتہ شاہ نور الحق دام افضالہ، خلف الصدق شاہ عبدالحق است، مرید جد بزرگوار خود شاہ مجیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

در عنفوان شباب تحصیل علوم نمودہ از کمالات صوری و معنوی بہرۂ وافی و نصیبۂ کافی برداشتہ و فکر شعر ہم بخوبی میسر مایۂ راقم در خدمت آں بزرگوار نیاز دیریں دارد، فی الحقیقت ذات مجمع الحسنات ایشاں فخر روزگار است۔"

**توکّل وقناعت:** تاج العارفینؒ نے اپنی تمام زندگی متوکلانہ بسر کی، کبھی حصول معاش کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ صاحب تذکرۃ الکرام شیخ العالمین کی روایت سے لکھتے ہیں کہ نواب قاسم علی خاں صوبہ دار نے اپنے عروج و ترقی کے زمانہ میں بعض ارکان دولت کی تحریک اور اپنی عقیدتمندی کی بنا پر یومیہ رقم خرچ خانقاہ کے لئے مقرر کی اور ایک پروانہ سنہ ۱۱۶۹ھ مطابق سنہ ۱۷۵۵ء میں بایں عبارت لکھ بھیجا۔

"برائے خدمت وارد و صادر کفاف ضرور است، پروانہ یومیہ مع مبلغ سی صد روپیہ متضمن بر آنکہ مبلغ پنج روپیہ یومیہ جہت خرچ خانقاہ آں ولی متوکل مقرر کردہ شد۔"

تاج العارفینؒ نے اس پروانہ کے پشت پر یہ عبارت لکھکر پروانہ واپس کردیا۔

"بر در کریمیکہ نشستہ ایم الی الآن مقرر و معیّن مارا بند نکردہ و کاسۂ رزق مارا نہ شکستہ کہ بر در دیگر رویم۔"

والسّلام — فقیر محمد مجیب اللہ ۱۱۷۱ھ

اس جواب کے بعد میر قاسم علی خاں خود آئے، تاج العارفین سے ملاقات کی اور آپ کی بزرگی و تقدس کا اعتراف کرکے واپس گئے۔

شاہ عالم بادشاہ غازی پٹنہ آئے، حضرت کی تعریف سُنکر بغرض حصول دعا، فتح و ظفر ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، دل میں یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر تاج العارفین مجھے شمشیر عطا فرمائینگے تو مجھے فتح ضرور نصیب ہوگی، مگر عجیب اتفاق کہ خلاف موسم اس وقت کسی شخص نے گلاب کے پھولوں کا ایک دونہ لاکر حضرت کو نذر دیا تھا حضرت نے گلاب کے پھولوں کا وہی دونہ بادشاہ کی طرف پیش کردیا، بادشاہ نے اس سے تفاؤل کیا، مجھے فتح نصیب نہ ہوگی بلکہ اولاد کی کثرت ہوگی، چنانچہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا، بادشاہ نے خرچ خانقاہ کے لئے کچھ جاگیر دینی چاہی مگر حضرت نے انکار فرمایا۔

تاج العارفین کے منجھلے صاحبزادہ شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ سے بھی شاہ عالم ملے تھے، ان کی صحبت وہمنشینی سے بادشاہ کو ان سے غیر معمولی اُنس پیدا ہوگیا، عندالتذکرہ کہنے لگے اس خانقاہ میں واردین و صادرین کی کثرت ہے اور خرچ روزینہ کے لئے بجز توکل کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، مَیں چاہتا تھا کہ کچھ جاگیر خرچ خانقاہ کے لئے دیدوں، مگر حضرت قبول نہیں فرماتے ہیں، آپ بھی کثیر الاولاد ہیں بہتر ہے کہ

آپ قبول فرمالیں، حضرت شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت کا منشا نہیں پاتا ہوں، اس لئے جرأت نہیں ہوتی، مگر بادشاہ اصرار کرتے رہے، پھر رخصت ہو کر پٹنہ تشریف لیگئے۔

پھر کچھ مدت کے بعد شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ نے تاج العارفین سے استمزاج لیکر بتاریخ پنجم شوال ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں مدد معاش کا ایک پروانہ اپنے صاحبزادہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہ کے نام سے لکھوا دیا۔

جب بادشاہ پھلواری سے رخصت ہو کر الہ آباد اور دہلی کے ارادہ سے پٹنہ روانہ ہونے لگے تو شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ سے دہلی تشریف لانے کا وعدہ لیتے گئے تھے، شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ کو اپنے وعدہ کا بہت پاس تھا، چاہتے تھے کہ دہلی جاکر بادشاہ سے اپنا وعدہ وفا کریں، لیکن اس پُرآشوب دور میں اس کا موقع نہ مل سکا بالآخر کئی سال کی مدت کے بعد ۱۱۹۱ھ مطابق ۱۷۷۷ء میں جبکہ تاج العارفین کا وصال بھی ہو چکا تھا، آپ نے بماہ شوال ۱۲ر نومبر ۱۷۷۷ء میں بذریعہ پروانہ راہداری دہلی کا قصد کیا اور دوسری دسمبر ۱۷۷۷ء کو دہلی روانہ ہوگئے۔

پروانہ راہداری کی عبارت یہ ہے :۔

عملہ وفعلہ متعلقہ راہگزار از بلدہ عظیم آباد تا کرم ناسہ بدانند کہ شاہ عبدالحی مع لوازمات خورد و نوش و مردمان ہمراہی خود بموجب تفصیل ذیل از بلدۂ مذبور بشاہجہاں آباد میرود باید کہ احدے بعلت اخذ ابواب راہداری وغیرہ مانع و مزاحم نشدہ واگزارند کہ بخاطر جمع بمنزل مقصود برسد و دریں باب تاکید اکید دانند، کما فصلت۔

رتھ سواری ــــ یکمنزل ــــ چھکڑہ باربرداری ــــ یکمنزل ــــ اسپ سواری وغیرہ ۱۴ رأس ــــ مردماں ہمراہی ۱۵ نفر

بتاریخ سی ویکم ماہ نومبر ۱۷۷۷ء انگریزی شہر شوال۔

شاہ عالم بادشاہ غازی
مدار المہام وسالار کمپنی انگریزی
دیوان صوبہ بنگالہ
ضلع عظیم آباد
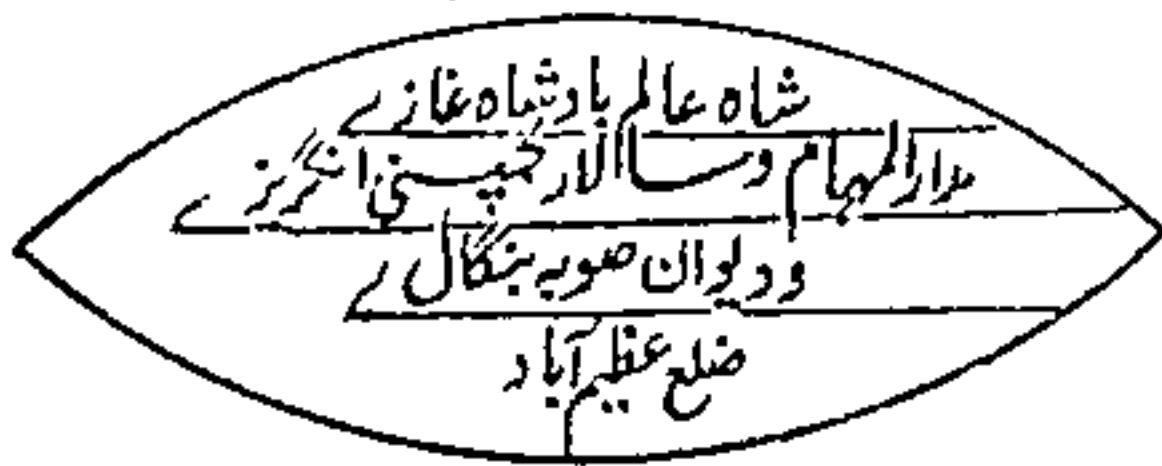
**تنبیہہ** :۔ تاج العارفین کا زمانہ چونکہ سیاسی اعتبار سے بہت پُرفتن تھا، ایک طرف شاہ عالم اپنی حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں تھے، دوسری طرف بہار و بنگال میں کمپنی کی حکومت قائم ہو رہی تھی، مرہٹے قتل و غارت گری میں مصروف تھے، اس لئے فوجی نقل و حرکت بہت بڑھی ہوئی تھی اور چونکہ شیر شاہی سڑک پر سہسرام پہونچنے کے لئے راہ پھلواری ہی کی طرف سے تھی، اس لئے اکثر اس قصبہ کے اطراف میں فوجی پڑاؤ ہوتا، اور حکام بالا دست جن کو علماء و صوفیہ سے

ملنے کا شوق ہوتا اکثر اس خانقاہ میں تاج العارفین اور قصبہ کے دوسرے علمأ و مشائخ سے ملنے آیا کرتے تھے، چنانچہ ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ یا ۱۷۶۳ء میں نواب شجاع الدولہ و عالیجاہ بھی اپنی فوج کے ساتھ پٹنہ جاتے ہوئے پھلواری میں مقیم ہوئے ہیں، جن کا تذکرہ سیر المتاخرین نے بھی کیا ہے، مگر شجاع الدولہ بھی شہر کے علمأ و مشائخ سے ملے یا نہیں، اس کے متعلق نہ صاحب سیر المتاخرین کچھ لکھتے ہیں اور نہ کہیں اور یہ چیز دیکھنے میں آئی، ہاں پھلواری میں شجاع الدولہ کے ایک کنواں کھدوانے کا حال سیر المتاخرین نے لکھا ہے، لیکن تعجب ہے کہ شجاع الدولہ کے کنواں کھدوانے کا تذکرہ نہ کسی یادداشت میں ملا اور نہ کسی اکابر پھلواری سے سننے میں آیا، اور نہ یہاں اس نام کا کوئی کنواں ہے، البتہ میر جعفر کا بنوایا ہوا ایک کنواں یہاں موجود ہے جو جعفر خاں کا کنواں کہا جاتا تھا، مگر اس دور میں اس کے جاننے والے بھی کم ہیں۔

سیر المتاخرین مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۷۲۳ پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"شجاع الدولہ از سیا آباد بنا بر مراعات افراط آب برائے لشکر کنارہ دریائے سوہن گرفتہ و راہ راست عظیم آباد را گزاشتہ بطرف قصبۂ منیر میل نمودہ، در منیر بندہ ہم بالشکر ملحق گشتہ بصحبت احباب کامیاب گردیدہ آخر بضرورت از آنجا کوچ کردہ باز بطرف پھلواری چہار کروہ از عظیم آباد منزل گردید، گرچہ دریں منزل چاہہا بسیار بود، اما باز ہم قلتے در آب زودداد، چاہہا دیگر حفر گردیدہ ظاہرا یکروز در آنجا ماندہ صبح بروز دیگر بارادۂ جنگ وزیر مع عالیجاہ و کل سپاہ سوار گردید۔"

# خانقاہ حضرت پیر مجیب قدس سرہٗ

مسجد حنفیہ سے بجانب مغرب چند قدم کے فاصلہ پر حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کی خانقاہ ہے، بلکہ اس خانقاہ کا مشرقی دروازہ مسجد حنفیہ سے متصل ہی ہے، صرف ایک گلی دیوار مسجد اور دیوار خانقاہ کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔

اس خانقاہ کی عمارت نہایت وسیع ہر چہار جانب پختہ دو منزلہ مکانات سے آراستہ ہے، پچھم اور اُتر جانب مسجد مجیبیہ اور سماع خانہ ہے، مسجد اور سماع خانہ سے اُتر ایک پتلی گلی ہے جو پچھم جا کر اُتر گھوم گئی ہے یہاں زنانہ خانہ کا پھاٹک ہے۔

**گنبد موئے مبارک** اسی پھاٹک سے متصل موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا جلوہ گاہ گنبد ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد پاک میں یہ موئے مبارک حجرۂ اربعین کے کوٹھے پر رکھے جاتے تھے،

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے حجرۂ اربعین سے پورب بالاخانہ تعمیر کرا کے وہاں منتقل کر دیا، اس بالاخانہ پر حضرت فردؔ قدس سرہٗ کے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ نے مزید حفاظت کے خیال سے تانبے کے پتروں کو لکڑی کے چوکھٹے میں جڑوا کر ۱۲۶۳ھ میں ایک چھوٹا حجرہ بنوا دیا تھا، مولانا ابو تراب قدس سرہٗ نے اس کی نہایت پاکیزہ تاریخ لکھی ہے، ؎ زمین آراستند ایں حجرۂ قدس ؛ تجلیگاہ آثار محمد

چونکہ حجرۂ اربعین کی عمارت خام تھی اور بالاخانہ کھپرہ پوش تھا، علاوہ ازیں کہنگی و شکستگی کی وجہ سے ہمیشہ مرمت کی ضرورت پیش آتی، اس لئے حضرت فرد قدس سرہٗ نے ایک نئے گنبد کی بنا ڈالی جو ۱۲۶۸ھ میں بسال وصال حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ تکمیل کو پہونچا، مولانا ابو تراب آشنا قدس سرہٗ نے اس کی بھی خوب تاریخ کہی ہے۔ ؎ مژدہ اے زائرانِ موئے رسول ؛ بہر تشریف موئے آں سرور

شد بہ اقبہ کہ تاریخش ؛ آشنا گفت روضۂ انور

پھر تانبے کا وہ حجرہ بھی اسی گنبد کے وسط میں لا کر جڑ دیا گیا، اس حجرہ میں ایک صندل کی الماری میں موئے مبارک رکھے جاتے ہیں، اس کی تعمیر میں ہمہ تن سعی مولانا محمد علی سجاد قدس سرہٗ کی تھی۔

مگر ۲۸ر رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ر جنوری ۱۹۳۴ء کے عظیم ترین زلزلہ سے یہ یادگار قدیم گنبد پاش پاش ہوگیا، تو حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۵۳ھ میں از سرِ نو بنیاد سے تعمیر کرا دیا اور گنبد پر سبز شیشوں سے مینا کاری کی گئی۔

اس تعمیر ثانی کی تاریخ بھی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نظم فرمائی ہے جو دو عدد سنگ مرمر پر کندہ کر کے گنبد کے جنوبی دیوار پر چسپاں کر دی گئی ہے، یہ دونوں تاریخی قطعے ہیں اور دونوں ہی بہت خوب ہیں۔

گنبدے بود در بلندی شان ؛ داشت بر سر ز مہر چرخ کلاہ

جائے تشریف موئے ختم رسل ؛ حرم گیسوئے رسول الٰہ

سال اُو بود روضۂ انور ؛ دلنشیں دلپسند وہم دلخواہ

شد چو ناگاہ زلزلہ بزمیں ؛ زلزلہ بود یا کہ قہر الٰہ

بست و ہشتم ز ماہ رمضاں بود ؛ از ہزار و سہ صد دو و پنجاہ

پارہ پارہ شد از چہار طرف ؛ بخز اں شد بدل بہارش آہ

محیؔ کو تکیہ بر خدا دارد ؛ در ہمہ کار ہا کفاہ اللہ

کرد عزم بنا چو از سر بُن | آمدہ عون حق دلیل راہ
رہنما شد عنایت نبوی | دستگیری شد از حبیب اللہ
کار تا حسن اختتام رسید | شد چہ خوش منظرش تعالی اللہ
سالِ او خواستم ز عالم غیب | از دلم آمد این صدا ناگاہ
شدہ اِلقا مرا ز بابِ حبیب | روضۂ انور حبیب اللہ

۲۷ — ۲۶، ۱۳
۲۷
۵۳ ھ ۱۳

## قطعۂ ثانی

فرازاں ساخت محی لقبۂ نور | کہ روشن شد ز انوارِ محمد
چہ تابِ موجود صفتش کرد روپیت | دو تارِ زلف خمدارِ محمد
یکے موئے حسن ابن علی نیز | کہ ذاتش بود نذ کارِ محمد
سن تعمیر می جستم کہ ناگاہ | سروش آمد ز دربارِ محمد
بگفتا آنچہ جوئی بشنو از من | تجلیگاہ آثارِ محمد

۹۰ — ۶۳، ۱۲
۹۰
۵۳ ۱۳

کاتب الحروف محمد شعیب نے بھی اپنی سعادتِ اخروی سمجھ کر سن عیسوی میں تاریخ کہی ہے ؎

درسن عیسوی نیّر بگو | روضۂ پاک رسول خدا

۱۹ ۶ ۳۵

اور چونکہ گنبد کی میناکاری سبز شیشوں سے کی گئی ہے جو روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ رنگ سے مشابہ ہے، اسلئے عیسوی سن کا یہ دوسرا مادہ بھی بہت مناسب و حسبِ حال ہے۔

گنبد مطہرہ خضرا
۱۹ ۶ ۳۵

**خلوت مجیبی**:- مسجد و سماع خانہ سے شمال مشرقی گوشہ پر خلوت مجیبی ہے جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہدِ پاک سے آج تک حضرات صاحب سجّادہ کی قیام گاہ و ریاضت گاہ ہے۔

سابق میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا آبائی مکان وسط آبادی میں واقع تھا، مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ کو دوسرا مکان تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی، آپ نے اپنا آبائی مکان اپنے بنی اعمام کے ہاتھ فروخت کرکے اب جس جگہ خلوت و سماع خانہ اور مسجد ہے، اراضی خرید کر مکان تعمیر کرایا، آپ کے وصال کے بعد یہ اراضی

آپ کے دو صاجزادوں تاج العارفین شاہ مجیب اللہ و حضرت شاہ جاراللہ قدس سرہما پر تقسیم ہوئی، خلوت والی اراضی حضرت تاج العارفین کو ملی اور اب جہاں مسجد ہے یہ شاہ جاراللہ قدس سرہٗ کو ملی تھی، حضرت شاہ جاراللہ قدس سرہٗ نے اپنی اس زمین میں مسجد تعمیر کرادی جو ابتک موجود ہے، خلوت کا یہ مکان سابق میں سفال پوش تھا، تاج العارفین کو پختہ مکان اپنے لئے بنوانا پسند نہ تھا اس لئے آپ نے زندگی میں پختہ مکان تعمیر نہ کیا، حضرت شیخ العالمین چاہتے تھے مکانات پختہ بنائے جائیں تاکہ ہر سال کی مرمت کے بکھیڑوں سے ایک عرصہ تک فراغت مل جائے، اس کی استدعا تاج العارفین سے کی، آپ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت ہے تو میرے بعد پختہ تعمیر کرالینا، میری زندگی کو سفال پوش مکان میں بسر ہونے دو، حضرت تاج العارفین کی وفات کے بعد یہ خلوت کہنہ اور لائق مرمت ہو چکی تھی شیخ العالمینؒ اس کو از سر نو پختہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور قطعات کو اپنی سابق حیثیت پر باقی رکھکر پختہ تعمیر کرایا اور اس کا لحاظ رکھا کہ خلوت کا جو جزو حضرت تاج العارفین کے عہد پاک کا ابتک مستحکم ہے وہ باقی رکھکر اور اسی دیوار و بُنیاد پر پختہ تعمیر کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ملحوظ رکھا گیا، تاج العارفین کے عہد پاک کی ایک دیوار، دکھن جانب کے سائبان میں پچھم اور اُتر سمت جس جگہ اسباب کی الماری پچھم جانب رکھی ہے، ابتک موجود ہے، سابق میں صرف سائبان ہی تھا، اس کے دکھن جو حجرہ ہے وہ اس سے خارج تھا، جس کا دروازہ صحن خانقاہ کی طرف سابق سے ہے یہ حجرہ حضرت شاہ محمدیؒ قدس سرہٗ مؤذن مسجد کے رہنے کی جگہ تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد میں داخل خلوت کر لیا گیا حضرت شیخ العالمین کے انتقال کے بہت عرصہ بعد حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد پاک میں سابق کی چھت بے مرمت ہو گئی تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے چھت کو از سر نو تعمیر کرایا اور سابقہ خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی کڑیاں اور تختوں پر نشان دیکر چھت سے علیحدہ کیا تاکہ بچھانے کے وقت ہر کڑی اپنی سابق جگہ پر بچھائی جاسکے اور اگلی ترتیب میں فرق نہ آئے، اُتر والے سائبان میں جہاں پر سجادہ ہے اور صاحب سجادہ کی نشست رہتی ہے اس کے پچھم ایک حجرہ ہے جو اسباب خانہ تھا، مگر تاج العارفین کی وفات کے بعد اسی حجرہ میں آپ کو غسل دیا گیا، اس وقت سے اب تبرکات و غسل صاحب سجادگان کے لئے مخصوص ہے، صاحب سجادگان اسی حجرہ میں بعد وفات غسل دیئے جاتے ہیں، اور تاج العارفین قدس سرہٗ کا تختۂ غسل اب تک موجود ہے، جس سے یہی مصرف لیا جاتا ہے۔

**کتب خانۂ مجیبیہ** اسی خلوت کے بالاخانہ پر بجانب جنوب قدیم کتب خانہ ہے، جس میں حضرت تاج العارفین کے عہد پاک سے حضرت نصر قدس سرہٗ عہد تک کی کتابیں محفوظ ہیں اور بجانب شمال جدید کتب خانہ ہے، اس میں کئی ہزار کتابیں ہونگی، یہ سب ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی خریدکردہ ہیں

یا بطور نذر و ہدیہ آئی ہوئی ہیں۔ اس بالاخانہ کی چھت حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ نے ۱۳۴۱ھ میں از سر نو برادرم فرید الحق عیسیٰ پوری کے زیر نگرانی تعمیر کروائی تھی، وصال کے چند سال پیشتر تمام الماریاں قرینہ سے رکھوا کر کتابیں مولوی شاہ قمر الدین اور مولوی شاہ نظام الدین سلمہما کے ذریعہ فن وار تقسیم کراکے الماریوں میں درست کرادی تھیں، مگر اب اس میں مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خرید کردہ اور نور چشم مولوی حافظ شہاب الدین سلمہٗ کی حاصل کردہ کتابیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ کتبخانہ مجیبیہ کا انتظام مولوی شاہ حافظ شہاب الدین سلمہ کے سپرد ہے، انھوں نے اپنی سعی و محنت سے اس کو بہت فروغ دیا ہے۔

**حجرۂ اربعین** } گنبد آثار شریف سے پچھم جانب زنانخانہ کے دروازے سے متصل ایک حجرہ ہے، جو حجرۂ اربعین کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ہر سال اسی حجرہ میں چلّہ کش ہوتے تھے، ایک مٹھی "چنا" افطار کے لئے ساتھ لیجاتے، چند دانوں سے افطار کرتے پھر بھی جب چلّہ تمام کر کے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو کچھ دانے بچ رہتے تھے، جس کو مریدین تبرّکاً آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

اس حجرہ میں تاج العارفین قدس سرہٗ برائی العین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے مشرف ہوئے، مصافحہ کیا اور دست مبارک کی گرمی محسوس کی، یہ جگہ حجرہ کے مغربی جانب اُتر گوشہ میں دیوار سے ملحق ہے، تعین جگہ کی غرض سے ایک پتھر بطور مصلّےٰ نصب کر دیا گیا ہے، حضرت پیرومرشد اپنے والد مولانا شرف الدین و پیرومرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ سے اور وہ اپنے عم محترم و مرشد مولانا ابو تراب قدس سرہٗ سے اور وہ اپنے والد حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت تاج العارفین تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی العین چشم عنصری سے مشرف ہوئے اور مصافحہ کیا، دستِ مبارک کی گرمی محسوس کی، اس پر بوسہ دیا، یہ مصافحہ نبویہ مجیبیہ ہے مصافحہ نبویہ اویسیہ مجیبیہ کی سند حضرت تاج العارفین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا، ان کے دستِ حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری نے، ان کے ہاتھ پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد اور ان کے بھائی مولانا ابو تراب اور ان کے دیگر جملہ اخوان نے، حضرت مولانا ابوالحسن فرد و مولانا ابو تراب کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر و مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہما نے اور ان دونوں بزرگوں کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا حضرت پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ نے، اور ان کے دستِ حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا نمونۂ سلف فخر الخلف مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ اور ان کے اخوان مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولانا شاہ محمد نظام الدین و حافظ محمد شہاب الدین

و ننگ خاندان محمد شعیب و فخر الاخوان حکیم محمد ظہیر احسن ھلسوی رحمۃ اللہ علیہ نے، یہ سنارہ مصافحہ نبویہ اولیسیہ مجیبیہ کی ہے:

## مسجد مجیبیہ

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب تاج العارفین قدس سرہٗ خانہ نشین ہوئے تو ہر پنجگانہ نماز باجماعت باوجود بعد مسافت مسجد سنگی میں جا کر ادا کرتے تھے، مگر یہ پابندی ہر موسم خصوصًا برسات میں جب مسلسل بارش ہوتی تھی باقی نہیں رہتی تھی، اس لئے اکثر جماعت فوت ہو جاتی تھی، کچھ دنوں کے بعد انہی معذوریوں کے پیش نظر باجماعت نماز کے خیال سے آپ نے اپنی قریب تر مسجد مسجد جنیدیہ کو اختیار فرمایا، پنجگانہ نماز باجماعت مسجد جنیدیہ میں اور جمعہ و عیدین مسجد سنگی میں ادا فرمانے لگے۔

ایک سال موسم برسات میں مسلسل بارش کی وجہ سے نماز عیدین کے لئے بھی سنگی مسجد نہ جاسکے تو اس زمانہ سے جمعہ و اعیاد بھی مسجد جنیدیہ میں ادا کرنی شروع کی، مگر چونکہ ریاضات و مجاہدات کے بھی پابند تھے، چلہ ہفت روزہ دار لعینات بھی سال میں چند بار کرتے تھے اور چلہ کشی و ہفت روزہ میں چلہ گاہ سے باہر نہ جانا چاہئے، اس لئے بمشکل پابندی جماعت کے خیال سے نقاب پوش ہو کر مسجد تشریف لیجاتے تھے، اور جماعت کے بعد فورًا حجرۂ اربعین میں واپس چلے جاتے تھے، لیکن مسجد کا پیچیدہ اور گلی در گلی راستہ، مکانات کی نالیوں اور موریوں کی وجہ سے عمومًا گندہ رہتا تھا، اور جس ہیئت سے نقاب پوش ہو کر باہر تشریف لاتے تھے، اس سے ہمیشہ احتمال رہتا تھا کہ نعلین اور کپڑے نجس پانی اور ناپاک کیچڑوں سے آلودہ نہ ہو جائیں، خانقاہ کی وسعت جیسی اب ہے تاج العارفین کے عہد میں نہ تھی، بلکہ آپ کی خلوت خاص سے مسجد جنیدیہ تک چھوٹے چھوٹے بہت سے آباد مکانات تھے، جن کی گلیوں سے ہو کر مسجد جنیدیہ تک جانا ہوتا تھا۔

زمانہ اربعین کی انہی دشواریوں کی وجہ سے تاج العارفین کے چھوٹے بھائی شاہ محمد جار اللہ قدس سرہٗ نے اپنی مملوکہ خاص اراضی کو جو حجرۂ اربعین و خلوت کے وسط میں تھی وقف کر کے ۱۳۰ھ میں ایک سفال پوش مسجد تعمیر کرادی، جس سے ہر زمانہ میں جماعت پنجگانہ ادا کرنے کی سہولت ہو گئی، مگر جمعہ اور عیدین مسجد جنیدیہ میں ادا کرتے رہے، پھر ۱۱ھ سے ضعف قویٰ کی وجہ سے جمعہ اور عیدین بھی اسی مسجد میں قائم کی گئی، اس مسجد کی امامت حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کے ذمہ تھی۔

اکثر حضرات نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ایک مسجد کی موجودگی میں اس سے اس قدر قریب دوسری مسجد کس مصلحت سے

تعمیر کی گئی، جبکہ ایک ہی مسجد سے جماعت کی ضرورتیں پوری ہو سکتی تھیں ؟

سائل نے یہ سوال شاید سمجھکر کیا ہے کہ کسی قریہ یا قصبہ میں جہاں کثیر آبادی ہو اور وہاں لوگ مختلف محلّوں اور قبیلوں میں منقسم ہو کر بھی آباد ہوں جب بھی وہاں کے لوگوں کو ایک ہی مسجد پر وحدت جماعت باقی رکھنے کی غرض سے اکتفا کر لینا چاہیے اور متعدد مسجدوں کی تعمیر محلہ والوں کی حاجت اور سہولت کی بناء پر کرنی نہ چاہیئے کیونکہ اس میں جماعت کی تفریق اور ٹولہ بندی پیدا ہو جاتی ہے، اور تفریق جماعت و ٹولہ بندی اسلام میں ممنوع ہے، جیسا کہ انہوں نے اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ پھلواری جیسے چھوٹے قصبہ میں تو صرف ایک مسجد سنگی ہی کافی تھی، پھر متعدد مسجدوں کے تعمیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، تمام اہلِ قصبہ کے لئے یہی ایک مسجد کافی ہے۔

میرے خیال میں متعدد مسجدوں کی تعمیر اور ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ جماعت قائم ہو جانے سے تفریق جماعت اور ٹولہ بندی سمجھ لینا سائل کا ذاتی اجتہاد ہے، اور کسی قصبہ یا قریہ میں ایک مسجد پر قناعت کر لینے کی رائے دینی انتہائی تنگ نظری اور احکام فقہیہ و اقوال محدثین سے حد درجہ لاعلمی کی دلیل ہے، اسی طرح قصبہ پھلواری کی کثیر آبادی کے لئے مسجد سنگی کو کافی سمجھ لینا پھلواری کے اسلامی مردم شماری سے حد درجہ ناواقفیت پر مبنی ہے، پھلواری کی موجودہ اسلامی مردم شماری آبادی کی کمی اور قصبہ کی نمایاں ویرانگی کے باوجود اتنی زیادہ ہے کہ مسجد سنگی کیا اگر اس جیسی اور بھی چند مسجدیں ہوں تو یہاں کے مسلمان اس میں نہیں سما سکتے ہیں، اور ہر ایک کو اس ایک مسجد سے جماعت کی سہولت حاصل بھی نہیں ہو سکتی ہے، اسلئے یہ اعتراض بالکل غلط اور بے اصول ہے، شاید معترض کو معلوم نہیں کہ خود عہد رسالت میں مدینہ طیبہ میں کتنی مسجدیں مسجد نبوی کے علاوہ موجود تھیں، جن میں علیحدہ علیحدہ مختلف ائمہ کی اقتدا میں جماعت سے نمازیں ہوتی تھیں، اگر اس طرح کرنے سے ٹولہ بندی و تفریق جماعت ہوتی تھی، تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روا کیوں رکھا، منع کیوں نہیں کیا ؟

خلفائے راشدین نے اپنے اپنے عہد خلافت میں تعمیر مسجد کے اجر و ثواب کے خیال سے مسجدیں تعمیر کرائیں جو اب تک مدینہ طیبہ میں مسجد ابو بکر، مسجد عمر، مسجد عثمان، مسجد علی، کے نام سے موجود ہیں، اور ان خلفاء راشدین کی یادگار ہیں، ہر مسجد دوسری مسجد سے قریب بنی ہوئی ہے، بلکہ بعض مسجد تو اس قدر ایک دوسرے سے قریب ہے کہ درمیانی فاصلہ بہت مختصر گلیارہ رہ گیا ہے، اور اس قدر تنگ کہ اُس سے ایک آدمی سے زیادہ گزر نہیں سکتا ہے، وہیں پر ایک مسجد حضرت سلمان فارسیؓ کی بھی تعمیر کردہ ہے۔

ان مہتم بالشان شخصیتوں نے خاص مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے باوجود جو افضل المساجد ہے اس قدر

مسجدیں کیوں تعمیر کروائیں، اور ہر مسجد میں جماعت قائم کرنیکا حکم کیوں دیا؟ اور ہر مسجد کی امامت کے لئے مختلف ائمہ کیوں مقرر کئے گئے، ان بزرگوں کو جو اساطین اسلام اور مؤیدین دین تھے تفریق جماعت اور ٹولی بندی کا اندیشہ کیوں پیدا نہ ہوا؟ درانحالیکہ ٹولی بندی ممنوع ہے۔

اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ متعدد مسجد بنوانے اور ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ جماعت قائم کرنے سے ٹولی بندی یا تفریق جماعت نہیں ہوتی، تفریق جماعت کا مفہوم ہی دوسرا ہے، جس کو میں یہاں پر چھیڑنا نہیں چاہتا، یہ میرے مبحث سے باہر ہے، مقصد تو صرف متعدد مساجد کی تعمیر اور ہر مسجد میں جماعت قائم کرنے کے جواز کا ثبوت دینا ہے۔

لیکن قبل اس کے کہ میں محلّہ محلّہ میں مسجدوں کی جواز تعمیر کا ثبوت دوں، یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ عہد رسالت میں خاص مدینہ طیبہ میں کتنی مسجدیں موجود تھیں جن میں علیحدہ علیحدہ جماعتیں قائم تھیں، مراسیل ابی داؤد میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ طیبہ میں نو مسجدیں تھیں یعنی مسجد نبوی دسویں مسجد تھی۔

وعن ابن لھیعۃ بن بکیر ابن الاشج حدثہٗ انہ کان بالمدینۃ تسعۃ مساجد مع مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسمع اھلھا تاذین بلالٍ علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیصلوا فی مساجدھم اقربھا مسجد بنی عمرو بن مبذول من بنی النجار ومسجد بنی ساعدۃ ومسجد بنی عبید ومسجد بنی سلمہ ومسجد بنی رابح من بنی عبد الاشھل ومسجد بنی زریق ومسجد بنی غفار ومسجد اسلم ومسجد جھینہ ویشک فی التاسعۃ۔ (مراسیل ابی داؤد)

ابن لہیعہ بن بکیر بن الاشج سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مسجدیں موجود تھیں، جہاں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت بلالؓ کی اذان سنکر اپنی اپنی مسجدوں میں نمازیں پڑھتے تھے ان میں قریب تر مسجد عمرو بن مبذول کی تھی جو قبیلہ بنی نجار سے تھے، دوسری مسجد بنی ساعدہ کی، تیسری مسجد بنی عبید کی، چوتھی مسجد سلمہ کی، پانچویں مسجد بنی رابح کی تھی جو بنی عبد الاشہل سے تھے، چھٹی مسجد بنی رزیق کی، ساتویں مسجد بنی غفار کی آٹھویں مسجد اسلم کی، نویں مسجد جہینہ کی اور مسجد نبوی اس کے بعد تھی۔ (مراسیل ابی داؤد)

اس حدیث میں "اقربہا" لفظ ہے جو مسجد نبوی سے قریب تر ہونے کے متعلق ہے۔

اس کے علاوہ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد سب سے پہلی مسجد، مسجد قبا تھی، جس کی فضیلت کو خدا پاک نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ سے بتا دیا تھا، یہ مسجد اگرچہ اپنی فضیلت میں مسجد الحرام، مسجد نبوی، وبیت المقدس کے بعد ہے، لیکن اس کو دنیا کی تمام مساجد پر فوقیت وفضیلت ہے۔

اسلئے کہ یہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد ہی جب آپ شہر سے باہر عمر بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اُسی محلہ میں صحابہ نے بنائی تھی، جس کی بنیاد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، اور برابر اسی مسجد میں نمازیں ادا فرماتے تھے، اور آج تک مسجد قبا کے نام سے مشہور و موجود ہے، پھر بھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا تو اپنی قیام گاہ سے قریب تر ایک مسجد تعمیر کرائی جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پنجگانہ اسی مسجد میں ادا کرنے لگے اور ہفتہ میں ایک دن مسجد قبا میں تشریف لیجا کر نماز ادا کر لیتے تھے، جیساکہ مفسرین نے احادیث سے تخریج کر کے لکھا ہے۔

اس حقیقت کو معلوم کر کے سوچنا چاہئے کہ ایک مسجد بنا لینے اور عرصہ تک اس میں باجماعت نماز ادا کر لینے کے بعد اپنی قیام گاہ سے متصل ایک جدید مسجد ایسی مقدس و محترم مسجد کو چھوڑ کر جس کی تاسیس علی التقویٰ کی شہادت خود کلام پاک نے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں تعمیر کرائی، تمام اہل مدینہ کے لئے اُسی ایک مسجد کو کافی کیوں نہ سمجھا؟ برخلاف اس کے خود بھی ایک جدید مسجد تعمیر فرمائی اور ہر ہر محلہ اور ہر ہر قبیلہ کے لئے متعدد مسجدوں کے تعمیر کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اگر اس میں کوئی شرعی قباحت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے، آپ کے اس فعل سے ظاہر ہوگیا کہ متعدد مسجدوں کی تعمیر اور ہر مسجد میں علٰحدہ علٰحدہ جماعت قائم کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اسی لئے متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ہر مسجد میں علٰحدہ جماعت قائم کی گئی جس کی وجہ سے نمازیوں کو بسہولت فضل جماعت حاصل کرنے کا ذریعہ ہاتھ آگیا۔

کتب حدیث و شراح کے اقوال اور فقہا کے تصریحات سے محلہ محلہ اور قبیلہ قبیلہ میں اُن کی سہولت کے خیال سے تاکہ اہل محلہ باجماعت نماز ادا کر سکیں، متعدد مسجدیں تعمیر کر لینے کے جواز کا ثبوت اور بھی ملتا ہے۔

مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں ہے:- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجد تعمیر کر لینے کا اور یہ کہ اس کو پاک و صاف رکھو اور معطر رکھو، اس کو ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

قولہ الدور جمع دار وھو اسم جامع للبناء والعرصہ والمحلۃ والمراد المحلات

فانهم کانوا یسمون المحلة التی اجتمعت فیها قبیلة دارا و محمول علی اتخاذ بیت فی الدار للصلوٰة کالمسجد یصلے فیه اهل البیت قال ابن مالك والاول هوالمعول وعلیه العمل ثم رایت ابن حجر ذکر ان المراد به ههنا المحلات والقبائل وحکمة امره لاهل کل محلة ببناء المسجد فیها انه قد یتعذر او یشق علے اهل المحلة الذهاب للاخری فیحرمون اجر المسجد وفضل اقامة الجماعة فیه فامر وابذلك لیتیسر لاهل کل محلة العبادة فی مسجدهم من غیر مشقة تلحقهم وقال البغوی قال عطاء لما فتح الله تعالیٰ علی عمر رضی الله عنه الامصار امر المسلمین ببناء المسجد وامرهم ان لا یبنوا مسجد من یضارهم الاخر ومن المضارة فعل تفریق الجماعة اذا کان هنا مسجد یسعهم وان ضاق سن توسعته او اتخاذ مسجد یسعهم (انتہی)

ترجمہ:- "دور" دار کی جمع ہے اور یہ جامع نام ہے، مکانات اور صحن ومحلّہ کا (یہاں پر) مراد (دار سے) محلے ہیں، اس لئے کہ قبیلہ کے لوگ جس جگہ مجمع ہو کر آباد ہوتے تھے اس کو دار ہی کہا کرتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ دار سے مراد گھر کی وہ جگہ ہو جو نماز کے لئے مقرر کرلی جاتی ہے، مالک نے کہا کہ معنی اول (یعنے محلّہ کے معنی ہیں) صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے، پھر میں نے ابن حجر کو دیکھا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے یہاں پر (دور) سے مراد محلات اور قبائل ہی ہیں اور ہر محلہ کے لوگوں کو مسجد بنانے کا حکم ان کی معذوری ومشقت دُور کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے جو دوسری جگہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے نہیں جا سکتے ہوں اور وہ اجر مسجد اور فضیلِ جماعت سے محروم ہوتے ہیں، ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے محلہ میں مسجد بنالیں تاکہ اہلِ محلہ کو اپنی مسجدوں میں بغیر مشقت کے جو ان کو لاحق ہو جایا کرتی ہے، عبادت کرنے میں سہولت ہو۔ بغوی نے کہا کہ عطا نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند شہر فتح کر چکے تو وہاں کے سلمانو کو مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا، مگر کسی رغم ومضرت رسانی کی نیت سے مسجد تعمیر کرنے کو منع کیا، کیونکہ مضرت پہنچانا جماعت میں فرق ڈالنا ہے، یہ اس وقت جبکہ وہاں پر ایسی مسجد ہو جو سب لوگوں کے لئے کافی ہو اور اگر مسجد چھوٹی ہو وسعت کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو وسیع کرنا مسنون ہے، یا ایسی دوسری مسجد بنانا جو سب لوگوں کے لئے کافی ہو جائے۔"

اسی مضمون کو بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد مطبوعہ میرٹھ صد ۲۶۲ میں اور عون المعبود شرح سنن ابی داؤد مطبوعہ انصاری دہلی صد ۱۷۱ میں مرقاۃ سے نقل کیا ہے، اس میں "دار" محلہ کے معنی میں ہے، "قرآن کی اس آیت

ساوسایکمر دار الفاسقین کو پیش کر کے اس کی وہی توجیہ لکھی ہے جس کو میں نے اُوپر مرقاۃ کی عبارت سے نقل کر کے بتادیا۔

تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۳۵۵ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "گفت عائشہؓ امر کرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآوردن مسجد در سراہا نہ محلّہ ہا وقبیلہ ہا اگر بقصد ضرر نباشد تاہر قومے در محلۂ خود جماعت کردہ باشد۔"

مسک الختام شرح بلوغ المرام مصنفہ نواب مولوی سید صدیق حسن خانصاحب مرحوم والی بھوپال مطبوعہ نظامی صفحہ ۱۸۵ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں باب المساجد مساجد جمع مسجد بکسر جیم وبفتح آں نیز جائز است ونزد فقہا بکسر جیم نام خانۂ خاص کہ برائے نماز کردن بنا کنند وبفتح سجدگاہ وجبہت نیز آمدہ ومساجد عضو ہفتگانہ کہ برآں سجدہ کنند، ودر فضائل مسجد احادیث واسعہ است ووے احب بقاع است بسوئے خدا وہرکہ بنا کرد مسجدے از مال حلال بنا کند خدا برائے وے خانہ در بہشت واحادیث فضائل وے در مجمع الزواہد وغیرہا است "عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور" امر کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآوردن مسجد در سراہا ومحلہا وقبیلہا اگر بقصد ضرر نباشد تاہر قومے بمحلت خود جماعت میکردہ باشند وبخط سیدی والدی رحمۃ اللہ یافتہ شد کہ مراد بدور محلات اند زیرا کہ ایشاں محلہ را کہ دراں قبیلہ فراہم می شد دار می نامیدند ودر قاموس است المحل یجمع البناء والدار والعرصۃ والبلد ومدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والموضع والقبیلۃ۔ انتہی۔ ویحتمل کہ مراد بآں محال باشد کہ دراں خانہا میکنند یا بیوت باشند، یعنی منازل زیرا کہ لفظ دور برآنہا نیز اطلاق می یابد وحکمت در امر بہ بنائے مسجد دراں آنست کہ گاہے متعذر وشاق می شود براہل محلہ رفتن بسوئے دار دیگر پس محروم می مانند از اجر وثواب مسجد وفضل جماعت اندراں پس امر کردن ایشاں را بساختن آں برائے حصول آں بہ تیسر وسہولت بایشاں۔"

"ودر مصفی گفتہ مسجد البیت دیگر ومسجد دار دیگر است وہر یکے مسبّل نیست یعنی وقف نیست لیکن مسجد البیت را حکم مسجد نیست۔ در فضیلت جماعت وحرمت جماع ومسجد الدار را حکم مسجد است در فضیلت جماعت۔"

ان دلائل منقولہ سے محلہ محلہ اور قبیلہ قبیلہ مسجدوں کی تعمیر کر لینے کا حکم معلوم ہو گیا، اور عہد رسالت کا

متعدد مساجد جو قبائل اہل مدینہ میں موجود تھیں اور خلفائے راشدین کی تعمیر کردہ مسجدیں جو اب تک موجود ہیں ان سے قریب تر مسجدوں کی تعمیر کا جواز ثابت ہوگیا۔

فقہا نے قریب تر دو مسجدیں بنا لینے کا جواز جس عنوان سے بنایا ہے اس سے قریب تر مسجد کی تعمیر تو تصور میں بھی نہیں آسکتی ہے۔

صاحب قنیہ لکھتے ہیں اگر کوئی وسیع مسجد ہو اور اس کو اہل محلہ دو بنا لینا چاہیں تو درمیان سے ایک دیوار کھینچ کر دو بنالیں اور بیک وقت دونوں مسجدوں میں دو امام کی اقتدا میں جماعت ایک مؤذن کی اذان سے قائم کرلیں تو جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس مسجد کا مؤذن بھی دوسرا ہو۔ اسی طرح اگر قریب میں دو مسجدیں ہوں اور توسیع مسجد کے خیال سے دو مسجد کو ایک بنا دیں تو جائز ہے، لیکن یہ توسیع نماز با جماعت کی توسیع کے نیت سے جائز ہے، تذکیر و تدریس کی نیت سے نہیں، کیونکہ مسجد نماز و عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے، تذکیر و تدریس کے لئے نہیں بنائی جاتی، اگرچہ نماز و عبادت کے علاوہ تذکیر و تدریس بھی مسجد میں جائز ہے مگر یہ علت غائی نہیں ہے۔

اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطاً ولكل منهم امام على حدة ومؤذن واحد لاباس والاولى ان يكون لكل طائفة مؤذن (كمص) كما يجوز لاهل المحلة ان يجعلوا المسجد الواحد مسجدين فلهم ان يجعلوا المسجدين واحداً لاقامة الجماعة اما للتذكير اوللتدريس فلا لانه ما بنى له وان جاز فيه۔ (قنیہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۵) ایسا ہی دیگر کتب فقہ میں مذکور ہے۔

اب غور کیجئے کہ ایسی دو مسجدیں جن میں صرف ایک دیوار کا فاصلہ ہو بضرورت بنا لینا جائز ہے اور دو جماعت قائم کرلینا فقہا جائز لکھتے ہیں تو ایسی دو مسجدیں جن کے درمیان سینکڑوں قدم کا فاصلہ ہو، درمیان میں شاہراہ ہو، چند مکانات حائل ہوں بنانا اور اس میں دو مؤذن اور علیحدہ امام کی اقتدا میں جماعت قائم کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا۔ اور ایک قدیم مسجد کے بعد جدید مسجد پر احکام مسجد کا نفاذ کیونکر صحیح نہ ہوگا، ہر ایک محلہ کی مسجد مسجد ہے اور اس پر احکام مسجد کا نفاذ یکساں ہے، مسجد جنیدی کی موجودگی میں مسجد مجیبی کی تعمیر پر جتنے بھی شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان نصریحات سے سب مٹ گئے، مسجد مجیبی مستقل مسجد ہے، جس کو بانی نے اپنی مملوکہ زمین میں تعمیر کرایا تھا، جس پر مسجد کے تمام احکام نافذ ہیں، یہ وہ مسجد ہے جو بحمد اللہ اپنی اول بنیاد سے آج تک جس کو دو سو اٹھائیس برس کی مدت گزر چکی اور گزر رہی ہے، کبھی نہیں کسی وقت کی جماعت و اذان سے محروم نہ ہوئی اور ہمیشہ نمازیوں اور ذاکرین و شاغلین سے آباد رہی اور ابتک اسی شان سے آباد ہے، خدا اس کو اپنی انہی خصوصیات کے ساتھ تا قیامت باقی رکھے۔

الحاصل پھر سو برس کے بعد ۱۲۳۸ھ میں بعہد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ اس کے پختہ تعمیر کرنے کی بُنیاد رکھی گئی اور ۱۲۳۹ھ میں پختہ مرتب ہو گئی، یہ مسجد بخیال استحکام لکڑیوں کے واسہ مجوسے پر قائم کی گئی اور شہتیر اور کڑیوں سے پاٹی گئی، تیاری کے بعد سفید روغنی رنگ سے چھت کی کڑیاں اور دیوار کے واسے مجوسے رنگے گئے تھے، جو حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک باقی تھے، جب دیوار شور خوردہ ہو گئی تو ۱۲۸۶ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے گچکاری از سرِ نو شروع کی اور گچکاری کے بعد لکڑیوں کو سبز اور سرخ رنگ سے رنگوا دیا جو ۱۳۳۱ھ تک اُسی حال میں باقی رہا، مگر حضرت پیر و مرشد کے عہد میں پھر تیسری مرتبہ اسی شور خوردگی کی وجہ سے گچکاری مرتب کروائی گئی اور لکڑیاں صرف سبز رنگ سے رنگوا کر اپنی سابقہ ہیئت پر باقی رکھی گئیں، حضرت شیخ العالمین کے عہد میں جب کہ پختہ تعمیر کی گئی تھی، اس کی تاریخ حضرت فرد قدس سرہٗ نے لکھی تھی۔

بعد صد سال گشت چوں پختہ    مسجد خانقاہ بایں ترتیب

سالِ اُو گفت ہاتفے از حق    مسجد خانقاہ پیر مجیب

| ۱۱ | ۳۱ |
|---|---|
| ۱ | ۰۸ |
| ۱۲ ھ | ۳۹ |

(از حق: ۱۰۸)

اس تاریخ کو حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں سنگ مرمر کے تختہ پر نواب منشی یوسف حسین خاں صاحب خوشنویس و رئیس پٹنہ سے لکھوا کر اور کندہ کرا کر مسجد کے درمیانی در میں نصب کرا دیا تھا جو بحمد اللہ اب تک موجود ہے۔

سابق خام مسجد کی تعمیر کی تاریخ حرم فیض سے نکلتی ہے، مگر کاتب الحروف محمد شعیب نے جب حضرت فرد کے تاریخی مصرعہ کو بطریق جمل حساب کیا تو اس کا سن ۱۱۳۱ھ نکلتا ہے، اگر اس میں سات عدد کا تعمیہ کر دیا جائے تو تعمیر اول کا سن بھی نکل آتا ہے۔

سالِ اُو گفت از سرِ زہد    مسجد خانقاہ پیر مجیب

| ۱۱ | ۳۱ |
|---|---|
|  | ۷ |
| ۱۱ | ۳۸ |

پھر ۱۳۱۸ھ میں حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے عہد میں سماع خانہ سنگی کی تعمیر کے سلسلہ میں سابق مسجد کے دکھن حصہ کی اراضی میں ایک دالان تعمیر کر کے مسجد کی توسیع کی گئی، جس سے اعیاد و اعراس کے ہجوم کے وقت وسعت اور سہولت نمازیوں کو ہو جاتی ہے۔

**مسجد میں نماز کے لئے جگہ کی تعیین** } حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو آخر عمر میں ثقل سماعت کی شکایت پیدا ہو گئی تھی، اس لئے قرأتِ امام و خطبہ کی سماعت و نیز صفِ اوّل میں امام سے داہنے رہنے کی فضیلت کے خیال سے

امام سے قریب تر ممبر مسجد کے مقابلہ میں اپنے لئے نماز کی ایسی جگہ متعین کرلی تھی یہ فضیلت میں میمنۂ امام کے کل مقتدیوں کے حق میں برابر تھی، اس لئے کہ سب سے افضل جگہ امام کے پیچھے کی ہے، اس کے بعد امام کے پیچھے داہنی طرف جو مقتدی کی جگہ ہے، اس کے بعد میمنہ کی کل جگہ میمنہ کے مقتدیوں کے لئے برابر ہے۔

تاج العارفین نے امام کے پیچھے کی جگہ یا میمنہ کے اوّل مقتدی کی جگہ کو اختیار نہ فرمایا، اس کو ایثاراً ہر شخص کے لئے چھوڑ دیا اور میمنہ کی وہ جگہ جو امام کے داہنے دو آدمی کے بعد پڑتی تھی، اور اس کی فضیلت میمنہ کے ہر مقتدی کے لئے یکساں تھی، یعنی ممبر کے مقابل میں انہی مجبوریوں کے پیشِ نظر اختیار کرلی تھی، تاکہ قرأت امام وخطبہ کی سماعت بآسانی ہوسکے، نیز اس خیال سے کہ وہ جگہ آپ ہی کے لئے مخصوص رہے دوسرا کوئی اس جگہ نہ آجائے، معتقدین ومریدین نے ایک نرم مصلیٰ بھی بچھادیا تاکہ ناواقف مسجد میں داخل ہونے کے بعد بخوبی سمجھ لے کہ یہ جگہ آپ کی معذوریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے مخصوص کردی گئی ہے، نہ آپکی رفعت شان واحترام وعظمت کو ظاہر کرنے کے لئے مقصود صرف اتنا تھا کہ کوئی دوسرا وہاں پر بیٹھنے کا ارادہ نہ کرے، جس سے تاج العارفین کا مقصد فوت ہوجائے، ورنہ ان معذوریوں سے پہلے آپ کے لئے مسجد میں کوئی جگہ مخصوص نہ تھی، مسجد میں جس جگہ چاہا نماز ادا فرمائی۔

آپ کی وفات کے بعد تبعاً للشیخ حضرت شیخ العالمین نے چونکہ تاج العارفین کا یہ آخری فعل تھا اپنی نماز وعبادات کے لئے استمراراً اسی جگہ کو اختیار فرمایا، جس کی اتباع میں اور بقائے سنت پیران کی نیت سے جملہ سجادہ نشینان اپنی نمازیں ودیگر عبادات اسی جگہ کرتے چلے آئے اور آج تک یہی تعامل جاری ہے، اور اسی طرح مسجد کے علاوہ بھی وہ جگہیں جہاں پر تاج العارفین بغرض افاضۂ مریدان اپنی حیات میں بیٹھا کرتے تھے، جیسے عصر کے بعد مسجد سے باہر مسجد کی شرقی دیوار سے ٹیک کر یا عرصولی میں ستون سے ٹیک کر اُتر رُخ بیٹھا کرتے تھے، آپ نے بھی ان ہی جگہوں میں نشست اختیار فرمائی، جس کی اتباع آج تک جاری ہے، یہ شیخ العالمین کی انتہائی اتباع اور تسنن پیران کی دلیل ہے، جس پر سالک کو کاربند رہنا ضروری ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسجد میں نماز کے لئے کسی ایک جگہ کا مخصوص کرنا جس کو "ایطان" کہتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

فقہا نے "ایطان" کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ مسجد بحیثیت مجموعی تمام اماکن غیر مسجد سے خود مقدس ومحترم ہے، اس کے کسی حصۂ زمین کو کسی دوسرے حصہ پر فضیلت نہیں ہے، مسجد میں جس جگہ بھی نماز ادا کی جائیگی فضیلت یکساں حاصل ہوگی، ہاں اگر کسی عذر کی بناء پر مسجد میں کوئی جگہ نماز کے لئے متعین کرلی جائے جہاں پر نماز ادا کرنے میں سہولت اور دلجمعی ہو یا اس جگہ پر کوئی فضیلت سابقہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے، ترفعاً اور تورعاً اور ہمیشہ

البتہ حرام ہے، مگر کسی عذر سے جگہ کا متعین کر لینا جائز ہے، اس جگہ کو مخصوص کر لینے کے بعد اپنی مملوکہ کوئی چیز جیسے رومال یا مصلّٰے یا عصا رکھ دے تاکہ دوسرے لوگ اس جگہ پر قابض نہ ہو جائیں جس سے نماز میں اس کی سہولت و دلجمعی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

خصوصاً ازدحام کے موقع پر لوگ اپنی اپنی جگہ بنا لینے کی غرض سے بہت پہلے سے مسجدوں میں جاتے اور جگہ مخصوص کر لیتے ہیں، ایسا کرنا بھی جائز ہے ناجائز نہیں ہے، بشرطیکہ نماز میں دلجمعی و یکسوئی حاصل کرنے کی نیت خیر ہو تو ایسا شخص جو قرأت امام اور سماعت خطبہ کی نیت سے وہ بھی اپنی کسی خاص مجبوری کی بناء پر کسی جگہ کو اپنے لئے متعین کرے تو ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے ؟ ایسا کرنا تو مستحسن اور جائز ہے۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں اس کی بنیاد انہی مجبوریوں کے پیش نظر پڑی تھی، لیکن شیخ العالمین نے اس جگہ کو اپنی سجادگی کے بعد استبراکاً اختیار کیا۔ اور وہ مقصد بھی پیش نظر تھا جس کے لئے تاج العارفین نے اس جگہ کو اختیار کیا تھا، یعنی سماعت قرأت و خطبہ و فضیلت میمنہ۔ اب رہا نماز و عبادات میں مقام صالحین سے استبراک حاصل کرنا تو یہ بھی جائز ہے، اس کی سند آیۃ "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰے" سے لیگئی ہے، اگرچہ مفسرین مقام ابراہیم سے تمام حرم کعبہ، میلین اخضرین، منا، عرفات، مزدلفہ سب ہی مراد لیتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ مقام ابراہیم ایک مخصوص جگہ ہے جیسا کہ تفسیر خازن نے اس آیۃ کی تفسیر کی ہے۔

واتخذوا من مقام مصلّٰے "قیل الحرم کلہ مقام ابراھیم وقیل اراد بمقام ابراھیم جمیع مشاھد الحج مثل مزدلفہ وعرفۃ والرمی وسائر المشاھد والصحیح ان مقام ابراھیم ھو الحجر الذی یصلی عندہ الائمۃ وذالک الحجر ھو الذی قام ابراھیم علیہ عند بناء البیت وقیل کان اثر اصابع رجلی ابراھیم فیہ فاندرست بکثرۃ المسح بالایدی وقیل انما امروا بالصلوٰۃ عندہٗ ولم یومروا بمسحہ وتقبیلہ"

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو، بعض نے کہا تمام حرم مقام ابراہیم ہے اور بعض کے نزدیک حج کی تمام زیارتگاہیں مثلاً مزدلفہ، عرفات، مقام رمی جمار مقام ابراہیم ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس جگہ تمام اکابرین نماز پڑھتے آئے اور یہ وہی پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوئے تھے، بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دونوں پائے مبارک کی انگلیوں کے نشانات بھی تھے جو لوگوں کے بہت زیادہ چھونے کی وجہ سے مٹگئے، لیکن اس جگہ پر صرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے، مسح کرنے اور چھونے کی اجازت نہیں ہے۔"

غرض مقام ابراہیم ایک مخصوص جگہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جو حجر اسود کے قریب واقع ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا یہ جگہ ہم لوگوں کے دادا ابراہیم علیہ السلام کی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہم لوگ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ نہ بنائیں؟ اسی وقت یہ آیۃ نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی" "تم لوگ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ" چنانچہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں پر استبراکا نماز ادا فرمائی اور جملہ صحابہ نے ادا کی، اس زمانہ سے آج تک یادگار ابراہیم و سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا کی نیت سے ہر حاجی دو رکعت نماز استبراکا اس مقام پر ضرور ادا کرتے ہیں، اس جگہ پر نماز ادا کرنے کا حکم محض استبراکا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار باقی رکھنے کی غرض سے دیا گیا ہے اور اسی استبراک کی نیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں پر نماز ادا کرنے کی تمنا بھی کی تھی، جس کو خدائے تعالیٰ نے حکم دیکر پورا کر دیا، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول میں ذکر کیا ہے :-

قولہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی

روی البخاری وغیرہ عن عمر قال وافقت ربی فی ثلث فقلت یا رسول اللہ لو اتخذت من مقام ابراھیم مصلّٰی فنزلت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ وقلت یا رسول اللہ ان نساءک یدخل علیھن البر والفاجر فلو امرتھن ان یحتجبن فنزلت آیۃ الحجاب۔ واجتمع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ فی الغیرۃ فقلت لھن عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجًا خیرًا منکن فنزلت کذالک لہ طرق کثیرۃ منھا ما اخرجہ

"مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ" بخاری اور دیگر کتب صحاح نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری رائے پروردگار کے حکم کے موافق ہوگئی تین موقع پر، ایک جبکہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ بنالیتے مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ، تو یہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی"، دوسرے جبکہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ازواج کے سامنے اچھے اور برے سب آتے ہیں، کاش آپ حکم دیتے ان کو کہ وہ پردہ کریں، تو پردہ کی آیت نازل ہوئی، تیسرے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے پاس جمع ہوئیں آپس کی غیرت و رشک (یعنی ایلا) کے وقت تو میں نے کہا کہ اگر حضرت نے تم سب کو طلاق دیا تو عنقریب ان کا پروردگار تم سے بہتر ازواج ان کو عطا فرمائے گا،

ابن ابی حاتم وابن مردویه عن جابر قال
لما طاف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال له عمر
هٰذا مقام ابینا ابراهیم قال نعم قال افلا
نتخذه مصلّٰی فانزل اللّٰه واتخذوا من مقام
ابراهیم مصلّٰی واخرج مردویه من طریق
عمرو ابن میمون عن عمر بن الخطاب انّه مرّ من
مقام ابراهیم فقال یا رسول اللّٰه الیس نقوم
مقام خلیل ربنا قال بلٰی قال افلا نتخذه
مصلّٰی فلم نلبث الا یسیرًا حتی نزلت
واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی "

تو اسی طرح کی آیت نازل ہوئی۔ متعدد طرق سے یہ مروی ہے انھی میں
ایک وہ ہے جس کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر سے
روایت کیا ہے کہ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف
کیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یہ ہمارے باپ ابراہیم کا مقام ہے حضرتؐ نے فرمایا
ہاں، انہوں نے کہا ہم کیوں نہ اس کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے
یہ آیت نازل فرمائی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی" اور روایت کیا ہے حضرت
عمرؓ سے کہ وہ گذرے مقام ابراہیم کی طرف سے تو کہا یا رسول اللہ کیا نہیں کھڑے
ہونگے آپ خلیل اللہ کے مقام کے پاس حضرت نے فرمایا کیوں نہیں؟ تو انہوں نے
کہا کہ کیا ہم نہ بنائیں اس کو نماز پڑھنے کی جگہ، اس کے بعد زیادہ دیر
نہ ہونے پائی کہ یہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی"

علاوہ ازیں اسی آیة کی تفسیر میں حضرت علامہ مفسر امام ابوجعفر محمد طبری تفسیر جامع البیان میں لکھتے ہیں۔

کان ابراهیم یقوم بها مداعی تدعونی
عندها تأتمون بابراهیم خلیلی علیه السلام
فیها قال جعلته لمن بعده من اولیائی
واهل طاعتی اماماً یقتدون به وبآثاره
فاقتدوا به ۔ واما تأویل القول الآخر فانه
اتخذوا ایها الناس من مقام ابراهیم مصلّی
یصلون عنده صلاة منکم ومکرمة منی
لابراهیم وهٰذا القول اولی بالصواب۔

ابراہیم وہاں پر دعا کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور دعا کرتے تھے
تم لوگ بھی ابراہیم خلیل کے واسطے سے اس جگہ میں برکت
چاہو، خدا نے فرمایا ابراہیم کو ان کے بعد آنے والے اولیاء
اور اہل طاعت کا ہم نے امام بنایا ہے تاکہ وہ لوگ ان کی اور
ان کے آثار کی اقتدا کریں تو تم اقتدا کرو، اور اس قول کی
دوسری تاویل یہ ہے کہ لوگو! مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ،
لوگ یہاں پر نمازیں پڑھیں، تم لوگوں میں سے اور اس بزرگی کی وجہ سے
جو ہم نے ابراہیم کو دی ہے ۔ یہ قول اقرب الی الصواب ہے۔

اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خاص جگہوں سے استبراک نماز میں حاصل کرنا
خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل سے ثابت ہے۔

حدثنا المکی قال حدثنا یزید بن ابی عبیدة

حدیث بیان کی ہم سے مکی نے اور کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یزید بن عبید نے

قال كنت آتي مع سلمة بن الأكوع فيصلي عند الاسطوانة التي عند المصحف فقلت يا ابا مسلم أراك تتحرى الصلوة عند هذه الاسطوانة قال فاني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى الصلوة عندها۔ (بخاری باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ)

اور کہا کہ میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ آیا تھا وہ اس اسطوانہ کے پاس جو مصحف کے قریب ہے نماز پڑھتے تھے، میں نے کہا اے ابو مسلم اس اسطوانہ کے پاس کیوں نماز پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطوانہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ عینی اس کے لطائف اسناد میں لکھتے ہیں "انہ من ثلاثیات البخاری" یہ ثلاثیات بخاری سے ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

اخرجه مسلم في الصلوة ايضا عن ابي موسى عن مكي به وعن اسحق بن ابراهيم وعن محمد بن المثنى واخرجه ابن ماجه فيه عن يعقوب بن حميد۔

تخریج کی مسلم نے باب الصلوٰۃ میں بھی ابو موسیٰ سے اور وہ مکی سے اور اسحٰق بن ابراہیم سے اور محمد بن مثنیٰ سے، اور تخریج کی ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں یعقوب بن حمید سے۔

اسی کی شرح میں آگے چل کر جو بات علامہ عینی نے لکھی ہے اس سے تو اور بھی صریح طریقہ پر مسجد میں نماز کیلئے جگہ متعین کر لینے کا جواز نکلتا ہے۔

قوله كنت آتي بصيغة المتكلم قوله التي عند المصحف هذا يدل على انه كان في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم موضع خاص للمصحف الذي كان ثمه من عهد عثمان ووقع عند مسلم بلفظ يصلي وراء الصندوق وكانه كان للمصحف صندوق يوضع فيه والاسطوانة المذكورة فيه معروفة باسطوانة المهاجرين۔

اُنکا قول کنت آتي متکلم کے صیغہ سے ہے اور ان کا یہ کہنا کہ التي عند المصحف یہ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ مسجد میں ایک خاص جگہ تھی جہاں پر عہد عثمانی سے مصحف رکھا جاتا تھا۔

اور مسلم میں يصلي وراء الصندوق کا لفظ گویا مصحف کے لئے کوئی صندوق تھا جس میں مصحف رکھا جاتا تھا اور اسطوانہ مذکورہ وہیں پر واقع تھا جو اسطوانہ مہاجرین سے مشہور ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع نے مسجد نبوی میں نماز کے لئے اُسی جگہ کو مقرر کر لیا تھا، اس سے بھی زیادہ وضاحت و تصریح کے ساتھ صحیح مسلم صفحہ ۱۹۷ پر یہی سلمہ بن اکوع کی حدیث نقل کی ہے:۔

حدثنا اسحق بن ابراهيم ومحمد بن المثنى

اسحق بن ابراہیم اور محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے حدیث بیان کی

وحدثنا ابن مثنى قال اسحق نا وقال ابن مثنى نا حماد بن مسعدة عن يزيد يعنى ابن ابى عبيد عن سلمة وهو ابن الاكوع انه كان يتحرى موضع مكان المصحف يسبح فيه وذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتحرى ذلك المكان وكان ذلك بين المنبر والقبلة قدر ممر الشاة حدثنا محمد بن المثنى قال نا مكى قال يزيد اخبرنا قال كان سلمة يتحرى الصلوة عند الاسطوانة التى عند المصحف فقلت له يا ابا مسلم اراك تتحرى الصلوة عند هذه الاسطوانة قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يتحرى الصلوة عندها۔

اور ابن مثنی کے لفظ ہیں اسحاق نے کہا خبر دی مجھ کو اور ابن مثنی نے کہا حدیث بیان کی حماد بن مسعدہ نے یزید یعنی ابو عبید سے انہوں نے سلمہ بن اکوع سے کہ وہ مصحف کی جگہ پر نماز ادا کرنے کا قصد کرتے تھے اور یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پر نماز کا قصد کرتے تھے۔

اور یہ جگہ ممبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے اندازے تھی۔ محمد بن مثنی نے مجھ سے حدیث بیان کی کہا خبر دی مجھ کو مکی نے کہا خبر دی یزید نے کہا سلمہ بن اکوع نماز ادا کرنے کا قصد کرتے تھے اس ستون کے پاس جو مصحف کے قریب واقع ہے۔ پس میں نے ان سے کہا کہ اے ابا مسلم میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اس ستون کے نزدیک نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:-

قوله كان يتحرى موضع مكان المصحف يسبح المراد بالتسبيح صلاة النافلة والسبحة الصَّلوٰة النافلة فى المصحف ثلاث لغات ضم الميم وفتحها وكسرها وفى هذا انه لا بأس بادامة الصَّلوٰة فى موضع واحد اذا كان فيه فضل واما النهى عن ايطان الرجل موضعاً من المسجد يلازمه فهو فيما لا فضل فيه ولا حاجة اليه واما فيه فضل فقد ذكرنا واما من يحتاج اليه لتدريس علم او للافتاء او سماع الحديث ونحو ذلك فلا كراهة فيه بل هو مستحب لانه

اُن کا قول "کان یتحری موضع مکان المصحف یسبح" تسبیح سے مراد صلوٰۃ نافلہ ہے، مصحف کی نسبت تین لغات ہیں۔ میم کے ضمہ کے ساتھ اور اس کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ تینوں اعراب درست ہیں۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی جگہ ہمیشہ نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس جگہ میں کوئی فضیلت ہو اور جو ممانعت مسجد میں ایک جگہ مقرر کر کے نماز ادا کرنے کے بارے میں آئی ہے یہ اس جگہ کے لئے جو فضیلت سے خالی ہو ایسی جگہ کی تعیین بلا وجہ ہے اور جو مقدس جگہ ہے اس کا حکم میں نے لکھ دیا اور کسی حاجت کی وجہ سے جگہ کا متعین کرنا جیسے تدریس علم، افتا اور سماع حدیث تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔

من تسهيل طرق الخير وقد نقل القاضي خلاف السلف في كراهة الايطان بغير حاجة والاتفاق عليه لحاجة نحو ماذكرنا۔

وقوله كان يتحرى الصلوٰة عند الاسطوانة فيه ما سبق انه لا باس بادامة الصلوٰة في مكان واحد "

بلکہ وہ مستحب ہے کیونکہ خیر حاصل کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے۔ اور یہ جو قاضی نے نقل کیا ہے کہ خلاف سلف ہے وہ بغیر حاجت کے ہر جگہ مقرر کرنے کے بارے میں ہے لیکن کسی خاص حاجت کی وجہ سے ہو تو سب نے اتفاق کیا ہے۔ اس کے جواز پر جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اس کے متعلق وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے ایک جگہ متعین کر کے ہمیشہ نماز ادا کرنے میں بشرطیکہ اس جگہ پر کوئی فضیلت ہو۔

علامہ ابو عبید اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ اپنی کتاب اکمال الاکمال میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

قوله يسبح فيه اے يصلي فيه سبحة من النافلة ويحزيه ذالك لصلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه لا لكون المصحف فيه وفيه جواز الصلاة الى المصحف لما لم يوضع للصلوٰة اليه وفيه ايطان الرجل موضعا من المسجد يصلي فيه اختلف فيه السلف وخفف ذالك للعالم والمفتي لتيسير وجودهما والنهي عن ايطان الرجل موضعا من المسجد انما هو اذا لم يكن للموضع فضل وليس الرجل يحتاج اليه "

(اکمال الاکمال مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲)

ان کا قول "یسبح فیہ" یعنی اس جگہ نماز ادا کرتے تھے نماز نافلہ اور اس جگہ نماز پڑھنے کا قصد کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ قرآن شریف رکھنے کی جگہ تھی اور اس کا جواز بھی نکلتا ہے کہ اگر سامنے قرآن شریف رکھی ہو تو وہاں پر نماز ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس نیت سے نہ رکھا گیا ہو کہ اسی کے سامنے نماز ادا کی جائے، اگرچہ اس سے مسجد میں جگہ متعین کر کے نماز ادا کرنے کی صورت جس میں سلف نے اختلاف کیا ہے نکلتی ہے مگر علماء اور مفتی کے لئے تخفیف کی گئی ہے تاکہ ان کی مفید شخصیت سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور ممانعت لوگوں کو مسجد میں جگہ متعین کرنے کی اس بناء پر ہے کہ اس جگہ پر کوئی فضیلت نہ ہو اور لوگوں کو جگہ متعین کرنے کی حاجت نہ ہو۔

علی العموم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی والہیت اتباع و تسنن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام امت پر ممتاز تھے اور اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، مگر ان میں سب سے زیادہ اتباع و تسنن کے والہ و شیدا اجل و مقتدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے، جن کی والہیت و شیدائیت حتیٰ لیقولوا مجنون کی حد تک پہونچی ہوئی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاقی و احیانی فعل کو بھی انتہائی شیفتگی اور تسنن کے

جذبہ اور ذوق و شوق کی وجہ سے ترک کرنا جرم سمجھتے تھے، اسی لئے جن جن مساجد میں جن جن جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی تھیں اور جہاں پر نشست فرمائی تھی وہ بھی ان جگہ پر نماز ادا کرتے اور تسنناً بیٹھا کرتے تھے۔

امام بخاری نے باب المساجد التی فی طرق المدینۃ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتہائی تسنن و تتبع کے ذکر میں متعدد طرق سے حدیثیں بیان کی ہیں، جس سے ان کا جذبۂ تسنن اور استبراک بآثار الرسول ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں صفحہ ۴۶۹ پر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

"الوجہ الثانی فی بیان تتبع عبد اللہ بن عمر المواضع التی صلے فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو انہ کان یستحب التتبع لآثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بہا ولم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصالحین۔"

دوسری وجہ حضرت عبداللہ بن عمر کا تتبع اُن جگہوں کے ساتھ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی یہ ہے کہ وہ آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تتبع اور اس سے استبراک مستحب جانتے تھے اور اسی سند کی بنا پر لوگ مواضع صالحین سے برابر استبراک کرتے آئے ہیں۔

(عینی شرح بخاری صفحہ ۴۶۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی شرح فتح الباری میں باب المساجد التی فی طرق المدینۃ ان روایات کے ذکر سے قبل اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

ویحصل ذلک ان ابن عمر کان یتبرک بتلک الاماکن وتشددہ فی الاتباع مشھورۃ ولا یعارض ذلک ما ثبت عن ابیہ انہ رأی الناس فی سفر یتبادرون الی مکان فسأل عن ذلک فقالوا قد صلے فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من عرضت لہ الصلوٰۃ فلیصل فانما ھلک اھل الکتاب لانھم تتبعوا آثار انبیائھم

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر ان جگہوں سے استبراک کرتے تھے اور ان کا تشدد اتباع سنت میں مشہور ہے اور اس سے اس چیز میں معارضہ نہیں پڑتا جو ان کے والد (حضرت عمرؓ) سے ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ کسی جگہ کی طرف دوڑ رہے ہیں اور پہونچنے میں جلدی کر رہے ہیں تو انہوں نے وجہ پوچھی لوگوں نے کہا کہ یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی ہیں، آپ نے فرمایا جنہیں نماز ادا کرنی ہو وہ اپنی جگہ پر نماز ادا کریں، اہلِ کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ

فاتخذوها كنائس وبيعا لان ذلك من عمر محمول على انه كره زيارتهم لمثل ذلك بغير صلوٰة او خشي ان يشكل ذلك على من لا يعرف حقيقة الامر فيظنه واجبا وكلا الامرين مامون من ابن عمر وقد تقدم حديث عتبان عن سواله النبي صلى الله عليه وسلم ان يصلي في بيته فليتخذ مصلے واجابه النبي صلى الله عليه واله وسلم الى ذلك فهو حجة في التبرك باثار الصالحين۔

(شرح فتح الباری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۱۹)

کہ انہوں نے اپنے انبیا کے آثارات پر گرجے اور عبادت گاہیں بنا لیں حضرت عمر کا ارشاد اس بات پر محمول ہے کہ آپ ایسی جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانتے تھے، بغیر نماز کے اور ڈرتے تھے کہ اس قسم کی پابندی سے ایسے لوگوں پر جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہوگا اور لوگ آئندہ ان چیزوں کو بھی واجب سمجھنے لگیں گے حالانکہ حضرت ابن عمر کی ذات ان دونوں خدشات سے مامون تھی اور اس کے قبل ایک حدیث حضرت عتبان کی گزر چکی ہے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ ان کے مکان میں تشریف لیجاکر نماز ادا فرمادیں تاکہ اس جگہ کو اپنی نماز کیلئے جگہ بنالوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی درخواست قبول کی پس یہ دلیل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ استبراک بآثار الانبیا کا ثبوت ان حدیثوں سے ملتا ہے نہ کہ عامہ صالحین کے آثارات سے، تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ بخاری میں اسی "باب المساجد التی فی طرق المدینہ" میں حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے ان جگہوں کو متعین کرتے تھے جہاں پر ان کے والد عبداللہ بن عمر نے نمازیں ادا کی تھیں اور کہتے تھے کہ ان جگہوں پر والد نے نمازیں پڑھی ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں پر نمازیں ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدثنا موسیٰ بن عقبة قال رأيت سالم بن عبد الله يتحرى اماكن من الطريق فيصلي فيها وتحدث ان اباه كان يصلي فيها وانه راى النبي صلى الله عليه وسلم يصلے في تلك الاماكن۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت میں ایک حدیث حضرت عتبان صحابی کی مذکور ہے:۔

انّ عتبان بن مالك وهو من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ممن شهد بدرًا من الانصار انه اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله

عتبان بن مالک انصاری جو صحابی رسول ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مفقود البصر ہوں اور اپنی قوم میں امامت کرتا ہوں، جب بارش ہوتی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم قال انکرت بصری وانا اصلی لقومی واذا کانت الامطار سال الوادی بینی وبینھم لم استطع ان اٰتی مسجدھم فاصلی بھم ووددت یا رسول اللہ انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلی قال فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ

راستے بہنے لگتے ہیں اور مسجد تک نہیں پہونچ سکتا ہوں، اسلئے میری خواہش ہے کہ حضور غریب خانہ پر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں تاکہ اُسی جگہ کو اپنی نماز کے لئے مصلّٰی بنالوں، پھر انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میں ایسا کروں گا۔

انشاء اللہ تعالےٰ

مؤطا باب "استحباب اتخاذ المساجد فی البیت" میں اس واقعہ کو فی الجملہ تفصیل سے لکھا ہے، اور مکان کے کس گوشہ میں ان کی استدعا پر نماز ادا فرمائی، جس جگہ کو انہوں نے اپنی نماز کے لئے متعین کرلیا تھا اس کو بھی بیان کیا ہے۔

مالک عن ابن شہاب عن محمود بن لبید الانصاری ان عتبان بن مالک کان یؤم قومہ وھو اعمی وانہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھا تکون الظلمۃ والمطر والسیل وانا رجل ضریر البصر فصل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی مکانًا اتخذہ مصلی قال فجاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال این تحب ان اصلی فاشار لہ الی مکان من البیت فصلی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

علامہ زکریا انصاری کتاب "تحفۃ الباری شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔
"اس حدیث سے بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آثار و مواضع صالحین سے استبراک جائز ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لئے گھر میں ایک جگہ متعین کرلینا جائز ہے، اور یہ بھی نکلتا ہے کہ نابینا کا امامت کرنا جائز ہے"

اسی طرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ "اس حدیث سے بہت سے فوائد معلوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ نابینا کی امامت جائز ہے، دوسرے یہ کہ انسان اپنی مشکلات کو دوسرے کے سامنے بضرورت پیش کرے جس میں شکایت نہ ہو یہ بھی جائز ہے، تیسرے یہ کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے علاوہ بہت سی مسجدیں جماعت کے خیال سے تھیں، اور یہ کہ اگر مسجدوں میں جماعت کی شرکت مسلسل بارش یا تاریکی یا اس کے سوا کسی اور معذوری سے

نہ کر سکے اور مکان ہی میں جماعت قائم کر کے نماز ادا کرے تو جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ نماز کے لئے ایک جگہ مقرر کر لینا بھی جائز ہے۔ مسجد میں تعین جگہ کی ممانعت جس کو ایطان کہتے ہیں وہ اس صورت میں ہے جبکہ جگہ کا تعین ترفعاً و ریاءً و سمعۃً کیا گیا ہو۔ اور اگر ان جگہوں سے برکت حاصل کرنی مقصود ہے جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے یا وہاں پر آپ کا قدم مبارک پہنچا ہے تو جائز ہے۔"

علامہ عینی تمام ان مسائل کو ذکر کرنے کے بعد جس کو صاحب تحفۃ الباری و فتح الباری نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| ومنها اتخاذ موضع معین للصلوٰۃ فان قلت روی ابو داؤد فی سننہ النھی عن ایطان موضع معین من المسجد قلت ھو محمول علی ما استلزم ریاء ونحوہ۔ | اسی سے نماز کے لئے ایک جگہ متعین کر لینے کا جواز بھی نکلتا ہے اگر تم یہ کہو کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس کو منع کیا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جبکہ ریا کو مستلزم ہو۔ |

پھر دیگر مسائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| وفیہ التبرک بمصلے الصالحین و مساجد الفاضلین۔ | اس سے مصلّائے صالحین اور سجدہ گاہ فاضلین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت نکلتا ہے۔ |

احادیث سے بقدر ضرورت مسجد میں استبراکاً جگہ متعین کر لینے کا جواز لکھنے کے بعد صوفیائے کرام اور مشائخین عظام رحمہم اللہ تعالےٰ کے اقوال و افعال بھی پیش کر دینا مناسب ہے۔

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ حضرت رکن الدین ابو الفتح بن حضرت صدر الدین بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی ملاقات کے بارے میں جو روایت سیر الاقطاب کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں فرماتے ہیں:۔

"بعد ازاں ملاقات میان ایں ہر دو در مسجد جامع واقع شد اوّل شیخ نظام الدین از جائیکہ برائے نماز متعین داشت برخواست و پیش شیخ رکن الدین رفت۔"

اس سے معلوم ہوا کہ سلطان المشائخ نے بھی مسجد میں اپنی نماز کے لئے جگہ متعین کر لی تھی۔

اب رہا مسجد میں جگہ کے تعین کے لئے مصلّے بچھانا یا مصلّے پر مصلّے بچھانا تو یہ بھی جائز ہے اور اکابر کا ایسا دستور بھی رہا ہے، مسجد نبوی میں جمعہ کے روز لوگ ایسا کرتے تھے کہ مسجد میں ایک جگہ متعین کر کے اپنا اپنا مصلّے

جگہ گھیرنے کی نیت سے بچھا دیا کرتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"و عادات در مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الآن آن است کہ می آیند و احراز امکنہ شریفہ میکنند و سجادہا می گسترانند، و می روند، و نمی نشستند، و بعض علماء درین فصل تکلم کردہ اند و گفتہ اند کہ این تنگ گردانیدن جائیست بر مردم نعم اگر بنشینند و بذکر مشغول شوند خوب والا مجرد احراز مکان کہ مستلزم تضئیق است غیر مستحسن است"

اس سے مسجد میں نماز کے لئے جگہ کا تعین اور مصلیٰ بچھانا احراز مکان کی نیت سے جائز ٹھہرا، البتہ مجرد احراز مکان کر لینا جس سے جگہ تنگ ہو اور اس پر تا انتظار جماعت عبادت کے لئے بیٹھے نہ رہنا اور مدت تک جگہ خالی چھوڑ دینا جس سے دوسروں کی جگہ تنگ ہو جائے جیسا کہ متعدد اشخاص کے ایسا کر لینے سے ہوتا ہے، اس کو غیر مستحسن بتاتے ہیں، مصلیٰ بچھانا اور احراز مکان جس میں جگہ کا تعین لازمی ہے، اس کو غیر مستحسن نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بیٹھے رہیں اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔

ملفوظات شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ موسوم بہ "خوان پر نعمت" میں مذکور ہے :-

"مجلس ششم حضرت مخدوم کی ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، مولانا کریم الدین نے عرض کیا اگر صف پر مصلیٰ بچھایا جائے تو کیسا ہے؟ ترغیب الصلوٰۃ میں مکروہ لکھا ہے، کراہت کی کیا وجہ ہے؟

بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے، ترغیب الصلوٰۃ میں مکروہ ہی لکھا ہے، لیکن کراہت کی وجہ نہیں لکھی حالانکہ "جواہر" میں "ھدایہ" سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کوفہ کا رہنے والا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، اُس وقت آپ صف پر مصلیٰ بچھائے ہوئے تھے اور اسی پر نماز ادا کر رہے تھے، اس نے کہا کہ آپ کے شہر میں لوگ مصلیٰ پر نماز ادا کرتے ہیں؟ امام اعظمؓ نے فرمایا تمہارے شہر میں لوگ کس چیز پر نماز ادا کرتے ہیں؟ اس نے کہا بوریا پر، امام اعظمؓ نے فرمایا وہ بھی مصلیٰ ہے، اس سے زیادہ نہیں کہ بوریا کا بنا ہوا ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (ترجمہ از خوان پر نعمت)

اس سے ظاہر ہے کہ مصلیٰ پر مصلیٰ بچھانا جائز ہے، ہاں اگر اپنے اظہار شان اور ترفع و ریاء کی نیت سے ہو تو ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام ہے اور عصیان ہے، اور اگر کوئی کمزور ہو کہ مسجد کی سخت زمین سے اس کے جسم کو اذیت پہونچتی ہو اور نماز میں یکجہتی نہ پیدا ہوتی ہو تو اس نیت سے مصلیٰ بچھا لینا اس کے لئے نہایت ضروری ہے۔

اخبار الاخیار میں حضرت نظام الدین امیٹھوی قدس سرہٗ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "وہ جامع صادق ہیں

نماز ادا کرتے تھے، ایک دن ان کو دیکھا کہ بطریق معہود مسجد کے اندر مصلیٰ بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں"۔

ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش کر دینے کے بعد مسجد جنیدیہ سے بہت قریب مسجد مجیبیہ کی تعمیر، جو مسلسل بارش اور دیگر مجبوریوں کی وجہ سے کرنی پڑی، اور تاج العارفین کا ثقل سماعت کے باعث خطبہ و قرأتِ امام سننے اور صفِ اوّل و میمنۂ امام کی فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد میں جگہ کی تعیین کرنی اور اسی جگہ پر سجادہ نشین ہونے کے بعد شیخ العالمین کے استمراراً نماز ادا کرنے کا جواز محدثین کے قول فیصل "وفیہ التبرک بمصلی الصالحین ومساجد الفاضلین" سے پوری طرح ثابت ہو گیا، اور کل شبہات کا ازالہ ہو گیا، جس کی تائید عینی، تحفۃ الباری وقسطلانی، و فتح الباری وغیرہم نے کی ہے۔

## خطبہ کی اذان سے پہلے اُسْکُتُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہ کہنے کا دستور

مسجد مجیبیہ میں جمعہ کے روز اذان خطبہ سے پہلے مؤذن دائیں اور بائیں طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے اُسْکُتُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہ کہتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ "خاموش رہو خدا تم پر رحم کرے"، اسلئے کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر جاتا ہے تو بعض حاضرینِ مسجد اپنی لاعلمی کی وجہ سے خطبہ سننا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ آپس میں کبھی آہستہ کبھی بلند آواز سے گفتگو کرنے لگتے ہیں اور یہ بے ادبی تقریباً ہندوستان کے تمام مساجد میں پھیلی ہوئی ہے، حالانکہ ایسا کرنا ممنوع اور حرام ہے، شرح وقایہ میں ہے "اذا خرج الامام حرم الصلوٰۃ والکلام" جب امام خطبہ کے لئے نکلے مصلیوں پر نماز اور گفتگو حرام ہے" اس پر متنبہ کرنے کے لئے مؤذن دائیں اور بائیں متوجہ ہو کر گفتگو اور دیگر امور منافیٔ خطبہ میں مبتلا ہونے سے روک دیتا ہے، یہ چیز اگرچہ بدعت ہے مگر چونکہ اس کی بنیاد خیر پر ہے اور شر سے بچنے کے لئے ہے اسلئے سیئہ نہیں ہے بلکہ حسنہ ہے۔

یہ سابق میں یہاں رائج نہ تھا، حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ کے عہد میں جبکہ آپکی سجادگی کا پہلا سال تھا، ایک سیاح ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان آ گئے تھے، اور پھلواری میں یہاں کی علمی و عرفانی شہرت سنکر پہنچے، جمعہ کے دن اتفاق سے خطبہ کے وقت مؤذن موجود نہ تھے، سیاح صاحب اذان دینے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور اذان دینے سے پہلے انہوں نے دائیں بائیں متوجہ ہو کر بلند آواز سے اُسْکُتُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہ کہنے کے بعد اذان شروع کی، اس وقت خود حضرت فردؔ اور مولانا احمدی قدس سرہما جو اُس وقت خطیب تھے و نیز دیگر اکابر اہلِ علم جو مسجد میں موجود تھے سب یہ سنکر متحیر ہوئے مگر خاموش رہے،

نماز کے بعد جب سہ درہ میں حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ و دیگر علماء کی نشست ہوئی تو ان بزرگوں نے سیاح صاحب سے اس کے متعلق سوالات کئے انہوں نے اطراف عرب کے ایک مقام کی مسجد کا یہ دستور بیان کیا کہ میں وہاں پہنچا تھا خطبہ کے قبل جو اذان مؤذن نے دی چونکہ وہاں سب کے سب عرب تھے، اور عربی زبان ان کی مادری زبان تھی، مؤذن نے ادب و سکون سے خطبہ سننے کے لئے متنبہ کرتے ہوئے اس جملہ سے اذان کی ابتدا کی تھی، مجھے بہت پسند آیا اور میں جب وہاں سے وطن واپس آیا تو اپنے ہاں کی مسجدوں میں اس کو رواج دیا، اب میرے وطن کی تمام مسجدوں میں اذانِ خطبہ سے پہلے اس کے کہنے کا دستور ہو گیا ہے اس کا میں عادی تھا اس وجہ سے یہاں بھی اذان کی ابتدا سے پہلے میں نے یہ جملہ کہا۔

اکابر اہلِ علم نے یہ سنکر غور کیا تو اس کے رواج دینے میں کوئی قباحت نہ دیکھی، علماء کا یہ وفد خلوت میں حضرت افرؔد کے پاس گیا اور بحث و تمحیص کے بعد یہ بات طے پائی کہ مسجد مجیبیہ میں بھی جمعہ کے دن اذانِ خطبہ کے قبل اس کا کہنا معمول بنالیا جائے، اسی دن سے یہ معمول ہو گیا ہے کہ اذانِ خطبہ سے قبل یہاں مؤذن اس جملہ کو کہہ لیتا ہے تب اذان شروع ہوتی ہے، یہ روایت اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کی زبان مبارک سے میں نے سنی ہے۔

## جمعہ کی شب میں عشاء کے وقت سات اذان دینے کا معمول

اکابر کا یہ معمول رہا ہے کہ مفاد عامہ و دفع بلیات کے لئے ایسے اعمال و ادعیہ اپنی خانقاہوں میں جاری کر دیتے ہیں جن سے عامۂ انسان خصوصاً عام مومنین بلاؤں اور آفات میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں، ظاہر ہے کہ اذان کی آواز جس جگہ پہنچتی ہے شیطان اس جگہ سے دُور بھاگتا ہے، کیونکہ یہ ذات خبیث جہاں پر بھی ہو باعث صد آفات و بلیات ہے، دُنیا کا سارا کاروبار اور انتظام اسی کی وجہ سے درہم و برہم رہتا ہے اور جہاں سے یہ دُور بھاگ جاتا ہے وہاں کے لئے امن و امان لازمی ہے، حدیث شریف میں دفع بلا و شیاطین کے لئے اذان دینے کی تعلیم فرمائی گئی ہے، حصن حصین میں ہے۔

"اذا تغولت الغیلان نادی بالاذان" ، مُر - بِر - مص - یعنی جب خبائث و شیاطین پریشان کریں تو بلند آواز سے اذان دی جائے، (باب ما یدعو عند الخوف من الشیاطین وغیرہ)

نادی اے رفع صوتہ (بلند آواز سے) بالاذان اے بکلماتہ المعروفۃ فان الجن والشیاطین یفرون من الاذان،

یعنی انہی معروف الفاظ کے ساتھ جن لفظوں میں اذان پکاری جاتی ہے، م۔س۔ مص۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرہ والبزار عن ابن سعد بن وقاص وابن ابی شیبہ عن جابر۔۔ روایت کی مسلم نے ابوہریرہ سے اور بزار نے ابن سعد بن وقاص سے اور ابن ابی شیبہ نے جابر سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔"

اسی لئے اکثر اکابر کی خانقاہوں کی مسجدوں میں شب جمعہ کو علاوہ اذان معمولہ عشاء کے چھ اذانیں فاضل کہنے کا معمول ہوگیا۔ حضرت تاج العارفین پیر مجیب اللہ قدس سرہٗ کی معمورہ مسجد میں بھی اس کا رواج دفع بلیات و آفات کی نیت سے دیا گیا، اگرچہ ایسے معمولات اس خاندان میں بزرگوں کے صحیح مکاشفات ہی کے ذریعہ رواج پائے، مگر میری تحقیق میں اس دستور کو رواج دینے میں تاج العارفین کی ذات منفرد نہیں تھی بلکہ دیگر خاندان کے مستند اہل علم مشائخ کی خانقاہوں میں بھی یہ معمول رہا ہے۔

گنج ارشدی میں مذکور ہے کہ حضرت نظام الدین[1] امیٹھوی قدس سرہٗ متوفی ۹۸۱ھ کی خانقاہ میں شب جمعہ کو سات اذانیں دیجاتی تھیں۔

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ متوفی ۸۳۷ھ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ ایک سفر کے موقع پر کسی مقام پر پہنچے جہاں جمعہ کی شب میں سات اذانیں دی جاتی تھیں، شیخ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا دفع بلا کے لئے اذان دی جاتی ہے، لیکن شیخ نے اذان نہیں دی۔

گنج ارشدی میں ہے کہ حضرت دیوان شاہ عبدالرشید جونپوری قدس سرہٗ متوفی ۱۰۸۳ھ کی خانقاہ میں شب جمعہ کو سات اذانیں دیجاتی تھیں، سات آدمی یکے بعد دیگرے اذان دیتے تھے، اس میں دو شب کی اذان کا تاریخ وار واقعہ بھی لکھا ہے۔

"شب ہشتم رمضان ۱۰۷۷ھ شب جمعہ کو عشاء کے وقت آپ نے کہا کہ سات مرتبہ اذان کہو، سات آدمیوں نے اذان کہی، شب ۲۳ رمضان شب جمعہ ۱۰۷۷ھ کو سات آدمیوں نے اذان کہی۔"

---

[1] حضرت شیخ نظام الدین امیٹھوی حضرت معروف جونپوری کے شاگرد و خلیفہ تھے اور حضرت راجہ سید نور کے مجاز و خلیفہ تھے اور حضرت شیخ معروف شیخ الہ داد محشی "ہدایہ" و "کافیہ" متوفی ۹۲۳ھ کے مرید تھے اور وہ حضرت حامد شاہ متوفی ۹۰۱ھ کے اور وہ مرید مخدوم حسام الدین مانکپوری متوفی ۸۵۲ھ کے اور وہ مرید حضرت نور قطب عالم پنڈوی متوفی ۸۵۱ھ کے اور وہ مرید اپنے والد حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی متوفی ۸۰۰ھ کے تھے، حضرت قطب الاقطاب شیخ نظام الدین امیٹھوی کو دو نسبت شیخ حسام الدین مانکپوری کی پہنچی ہے، بلکہ راجہ سید نور سے تو تین واسطہ ہو جاتا ہے کیونکہ راجہ سید نور نے علاوہ اپنے والد سے خرقہ حاصل کرنے کے حضرت شیخ فیض اللہ قانی شاہ بن حسام الدین مانکپوری سے بھی خرقہ پہنا ہے۔"

اسی گنج ارشدی میں حضرت نور محمد مداری جونپوری قدس سرہٗ کی خانقاہ کا بھی ایسا ہی معمول لکھا ہے۔
سراج الہدایہ ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جمع کردہ حضرت سید احمد بن معین نبیرۂ
حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی دہلی قدس سرہٗ (قلمی صفحہ ۱۹) میں ہے:۔
" فائدہ فرمودند در شب جمعہ ہفت جانب بانگِ نماز بگوید آہستہ چنانکہ ہمہ نشنوند تا شب جمعۂ دیگر از بلاہا
ایمن باشد اما بلند آواز گفتن نیامدہ است "

## آداب مسجد

قال اللّٰہ تعالیٰ وَاَنَّ المساجد لِلّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا (سورۃ الجن)

فرمایا اللہ تعالٰے نے " مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہذا (مسجد میں) خدا کے ساتھ دوسرے کو نہ پکارو"
مسجد کی بنیاد محض خدا کی عبادت کے لئے ہے، یہاں بجز نماز اور ذکر اللہ کے چاہے وہ بدنی ہو یا قلبی
کُل دنیاوی کام ممتنع وحرام ہے، اس حکم کے بعد مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسجدوں میں بجز عبادت الٰہی نماز
واذکار، تلاوت قرآن، درود و تسبیح وتہلیل کوئی دوسرا دنیاوی کام نہ کریں۔
اکثر حضرات جماعت کے انتظار میں مسجد میں آکر بیٹھتے ہیں، حالانکہ انتظار صلوٰۃ خود عبادت ہے
مگر اس کو بھی دنیاوی باتوں میں مشغول ہو کر برباد کر دیتے ہیں، ان کو چاہئے تھا کہ تا قیام جماعت انتظار کی
گھڑی درود اور تسبیح وتہلیل میں گزارتے تاکہ انتظار جماعت کا ثواب حاصل ہوتا۔ ابو داؤد کی روایت ہے:۔
"حدثنا القعنبی عن مالک بن انس عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی
ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الملٰئکۃ تصلی علٰی احدکم مادام
فی مصلاہ الذی یصلی فیہ مالم یحدث او یقوم اللّٰھم اغفر لہ اللّٰھم ارحمہ
وحدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل ثنا حماد عن ثابت عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ
ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایزال العبد فی صلوٰۃ ما کان فی مصلاہ
ینتظر الصلوٰۃ یقول الملٰئکۃ اللّٰھم ارحمہ حتی ینصرف او یحدث فصل ما یحدث
قال یفسا او یضرط"۔۔۔۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تک تم اپنی نماز کی جگہ پر نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہو تم پر ملائکہ رحمت بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
اے اللہ ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم کر، ملائکہ کی یہ دعا اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک تم وہاں سے

جدا نہ ہو جاؤ، حدث کی وجہ سے یا کسی ایسی بات سے جو منافی انتظار ہو۔"

لیکن لوگ فضول باتوں میں مشغول ہو کر مفید وقت برباد کر دیتے ہیں مسجد میں دنیاوی باتیں کرنی سخت منع ہیں اور اس کی سخت وعید آئی ہے، مشکوٰۃ میں ہے:۔

عن الحسن مرسلاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دُنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔

حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنی مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کریں گے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھا نہ کرو، اللہ کو ایسے شخص سے کوئی غرض نہیں ہے۔

اس آخر کے ٹکڑے فلیس للہ فیھم حاجۃ کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں "مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی بیزاری اور رنجیدگی ہے"، غور کیجئے! اس فعل کے ارتکاب سے جب خدا ہی بیزار ہو گیا تو کہاں کے رہے، مشکوٰۃ ہی کی دوسری حدیث ہے جس میں بلند آواز سے مسجد میں گفتگو کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی خفگی کا ذکر کیا گیا ہے۔

عن السائب بن یزید قال کنت نائماً فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا ھو عمر بن الخطاب فقال اذھب فائتنی بھذین فجئتہ بھما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اھل الطائف قال لو کنتما من اھل المدینۃ لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ البخاری)

سائب بن یزید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سو رہا تھا کسی نے مجھ پر کنکری پھینکی، میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب ہیں، انہوں نے کہا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، میں دونوں کو بلا لایا تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا، تم دونوں کس قبیلہ کے ہو، یا تم دونوں کہاں کے رہنے والے ہو؟ ان دونوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم لوگ مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو تکلیف دہ سزا دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کرتے ہو۔" اس کو بخاری نے روایت کیا۔

اس ممانعت اور تنبیہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کمال احتیاط اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملاحظہ کیجئے کہ آپ نے سائب بن یزید کو آواز دیکر بیدار نہیں کیا بلکہ کنکری پھینک کر بیدار کیا، کیونکہ بلند آواز سے گفتگو کرنا مسجد نبوی کے احترام کے خلاف تھا، اور جب اہل طائف آپ کے پاس آ گئے تو مسجد سے باہر

علیحدہ لے جا کر ان کی تنبیہ کی۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے گفتگو کرنے کی ممانعت صرف مسجد نبوی کے احترام کی وجہ سے تھی، مگر ایسا نہیں ہے، یہ حکم تمام دنیا کی مساجد کے لئے یکساں ہے، مسائل کسی اصل ہی سے متفرع ہوتے ہیں، مسجد نبوی اگرچہ سب سے افضل مسجد ہے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرف منسوب ہونے کا شرف ضرور حاصل ہے، مگر بحیثیت خانۂ خدا احترام وادب ملحوظ رکھنے کے حق میں تمام مساجد عالم کا یکساں حکم ہے۔

مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی انتہائی تاکید تھی کہ آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں ناحیہ مسجد میں ایک علیحدہ جگہ ہی بنوا دی تھی، اور لوگوں کو گفتگو کرنے کے لئے وہیں چلے جانے کی ہدایت فرماتے تھے، کیونکہ کتنی بھی احتیاط کی جائے پھر حاضری مسجد کے وقت کسی نہ کسی کو ایسی ضرورت پیش ہی آجاتی ہے جس میں دُنیاوی باتیں ناگزیر ہو جاتی ہیں۔ اس جگہ کو رحبہ، اور بطیحا کہتے ہیں۔

عن مالک قال بنی عمر رحبة فی ناحیة المسجد یسمی البطیحاء وقال من کان یرید ان یلغط او ینشد شعرا او یرفع صوتا فلیخرج الی ھذہ الناحیة رواہ فی المؤطا۔

امام مالک نے مؤطاء میں روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے کنارے ایک رحبہ بنوا دیا تھا، جس کو بطیحا بھی کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو کوئی شور وغوغا کرے یا آپس میں بلند آواز سے بات چیت کرے یا شعر خوانی کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس رحبہ میں چلا جائے۔

مصفی شرح مؤطا میں رحبہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ ایک کشادہ جگہ بغیر چھت کے تھی، اور بطیحا کا ترجمہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں "زمین سنگریزہ" کیا ہے۔

اتنے اقتناع و وعید کے باوجود لوگ مسجد کا ادب و احترام ملحوظ نہیں رکھتے اور مسجد میں ہر قسم کی رطب و یابس باتیں، غیبت، حکایت وشکایت سب ہی بولا کرتے ہیں اور مصلّیوں کی دلجمعی کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی خاموش نہیں ہوتے جبکہ دوسرا آدمی مسجد میں اپنے نوافل و اوراد کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے، بلند آواز سے گفتگو کر کے اُس کی جمعیت و یکسوئی کو منتشر کرتے رہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علی العموم مسلمان مسجد میں اُدب و احترام سے بالکل بے پرواہ ہو گئے ہیں اور تقریباً ہر جگہ کی مسجد کا یہی حال ہے، اس عصیان میں لوگ خصوصیت سے اس وقت زیادہ مبتلا ہو جاتے ہیں جبکہ ان کا کوئی پردیسی ملاقاتی، یا اُسی شہر کا کسی دوسرے محلّہ کا رہنے والا اتفاقاً اگر اس مسجد میں نماز کیلئے پہنچ جائے۔

تو اس ملاقات کو غنیمت سمجھکر مسجد ہی میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں اور ادب واحترام مسجد اور اس کے ترک کی وعید کل ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے ان کو متنبہ ہونا چاہئے اگر ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو مسجد سے علیحدہ ہٹ کر ضروری باتیں کرلیں

تاج العارفین پیر مجیب اللہ قدس سرہٗ کی مسجد میں ابتدا سے اس کی احتیاط برتی گئی اور شدت سے لوگ دنیاوی امور اور لاطائل باتیں مسجد میں کرنے سے روکے گئے، یہ احتیاط میں نے خود اپنے بچپن سے کہولت کے سن تک یکساں ملحوظ رکھتے دیکھی ہے۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے اس ادب واحترام کی عملی صورت یہ قائم ہوئی کہ اذان کے بعد تمام باشندگان خانقاہ جو زیادہ تر ذاکرین وشاغلین ہی تھے اور مسجد سے علاوہ وقت اُن کا اپنی نشست گاہوں اور حجروں میں طاعت وعبادت میں بسر ہوتا تھا، استنجا وطہارت سے فارغ ہو کر مسجد میں حاضر ہوجاتے اور سنن ونوافل ادا کرنے کے بعد تسبیح لیکر ورد درود میں مشغول ہوجاتے تھے، جب تمام لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے تاج العارفین اپنی خلوت سے باہر تشریف لاتے اور ان کے مسجد میں داخل ہونے کے بعد امام محراب میں چلا جاتا اور تکبیر شروع ہوجاتی تھی، البتہ یہ بات ضرور ہوتی تھی کہ حضرت تاج العارفین کے خلوت سے برآمد ہوتے وقت مطابق حکم قوموا الی سیدکم معتقدین ومریدین سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے، وہی سنت ابتک صاحبِ سجادہ کے ساتھ باقی ہے۔

نماز تمام ہونے کے بعد ہر شخص سنن ونوافل واوراد معمولہ بعد نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں مشغول ہوجاتا تھا بیشتر لوگ اپنے معمولہ وظائف سے فارغ ہونے کے بعد انفرادی طریقہ پر انتہائی خاموشی کے ساتھ مسجد سے باہر چلے جاتے تھے اور بیشتر لوگ مسجد ہی میں رہتے، جب حضرت تاج العارفین اوراد وقتیہ سے فراغت کرکے خلوت میں تشریف لیجاتے وہ لوگ بھی مسجد سے نکل کر اپنے اپنے حجروں اور فرودگاہوں میں چلے جاتے تھے۔

وہ زمانہ انتہائی خیر وبرکت کا تھا، اسلئے خانقاہ کے رہنے والے چونکہ طلب حق واذکار واشغال کی مشق ودرس تصوف کے لئے آتے تھے ان کو بجز ذکر وشغل واوراد ووظائف کے دوسرا دنیاوی کام کب زیبا تھا جو فضول کی بکواس میں اپنا وقت ضائع کرتے، ساکنین خانقاہ کی ان بہترین پابندیوں نے تمام فضائے خانقاہ ومسجد کو پرسکون اور خانقاہ کے گوشہ گوشہ کو متبرک بنا رکھا تھا جس کے اثر سے ہر کارندۂ خانقاہ ووار دین وصادرین پر احترام وادب ملحوظ رکھنے کی کیفیت از خود پیدا ہوجاتی تھی، اس کے سکون وادب سے صرف احاطۂ خانقاہ ہی متاثر نہ تھا بلکہ آس پاس اور ارد گرد کے تقریباً کل مکانات اس سے متاثر تھے، کسی مکان سے

شور و غوغا کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔

مسجد مجیبیہ کی بنیاد جس وقت رکھی گئی اس وقت لوگوں کے دیگر ضروریات مشروعۂ دُنیاوی کی انجام دہی کے خیال سے سنتِ عمریؓ کے مطابق ناحیہ مسجد میں ایک سائبان بھی بنوادیا گیا تھا تاکہ تنگی مکان کی وجہ سے درس وتدریس و افاضۂ و استفاضہ و دیگر امور مشروعۂ دنیاوی اس میں انجام دیے جاسکیں اور کثرت جماعت کے وقت مسجد کی تنگی توسیع جماعت کو مانع نہ ہو بلکہ وہ توسیع جماعت اور صفوف کے اضافہ میں مسجد کا کام دے، لیکن دیگر امور دُنیاوی کے انجام دینے کے لئے خارج مسجد کے حکم میں ہو، چنانچہ اسی سائبان میں درس و تدریس و قُل و اعراس انجام دیے جاتے تھے جو آج تک اُسی سائبان میں جو خارج مسجد ہے مگر ناحیہ مسجد میں واقع ہے۔ انجام دیے جاتے ہیں اس طرح کا مکان ناحیہ مسجد میں بنا لینے کو فقہا جائز لکھتے ہیں، جس کی تفصیل اوراق ماسبق میں آچکی ہے۔

درمختار میں ہے کہ نماز عیدین کے موقع پر اضافۂ صف یا صلوٰۃ جنازہ یا درس و تدریس یا دیگر امور مشروعۂ دُنیاوی کی غرض سے مسجد سے متصل کوئی جگہ بنا لینی جائز ہے، ایسی جگہ جواز اقتدا میں تو مسجد کا فائدہ دیتی ہے، لیکن اس کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے مسجد کے احکام اس پر مرتب نہیں ہوتے، درمختار کی عبارت یہ ہے:۔ "اما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ او عید فی حق جواز الاقتداء ان تفصل الصفوف رفقا للناس لا باس فی حق غیرہ به یفتی نهایة فحل دخوله لجنب والحائض کفناء المسجد ورباط ومساجد حیاض واسواق لا قوارع۔"

علامہ ابن عابدین شامی "ردالمحتار" میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی جگہ جو مسجد سے اتنی متصل ہو کہ مسجد اور اس کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو تو اس پر بھی مسجد کے احکام مرتب نہ ہوں گے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا۔

قوله کفناء المسجد هو المکان المتصل به لیس بینه وبینه طریق فهو کالمتخذ لصلوٰۃ جنازۃ وعید فیما ذکر من جواز الاقتداء وحل دخوله الجنب ونحوه کما فی اختر المنیة قوله ورباط

اُس کا قول "کناسۂ مسجد" یہ وہ مکان ہے جس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو جیسا کہ نماز جنازہ اور عیدین کے لئے بنا لیتے ہیں، اس میں نماز کی اقتدا جائز ہے اور مجنب اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اور "رباط" یہ وہ مکان ہے جو فقرا کے

| هو ما ينبني لسكنى فقراء الصوفية وتسمى الخانقاه والتكية۔ | صوفیہ کے لئے بنایا جاتا ہے، جس کو خانقاہ یا تکیہ کہتے ہیں۔ |
| --- | --- |

مقصد یہ ہے کہ مسجد سے متصل ایسا مکان جو نماز جنازہ یا عیدین میں صفوں کی تنگی دُور کرنے کی وجہ سے بنایا گیا ہو، یا وہ مکان جس میں فقرائے صوفیہ رہتے ہوں جس کو خانقاہ یا تکیہ کہتے ہیں، ان سب کا حکم وہی ہے جو اُوپر بیان کیا گیا، یعنی اجتماع و ہجوم کے وقت اگر اس میں صف قائم کرلی جائے تو اقتدا صحیح ہوگی لیکن اس پر مسجد کے احکام صادر نہ ہوں گے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ان دونوں ہی قسم کے مکانات ہیں جو مسجد سے قریب تر واقع ہوں قرب مسجد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ان باتوں سے جن سے مسجد کے اندر نماز پڑھنے والوں کی یکسوئی خراب ہوتی ہو احتیاط کرنا ضروری ہے، ایسے مکانات میں بلند آواز سے گفتگو کرنا یا قہقہہ لگانا بہتر نہیں ہے احتیاط کا تقاضا یہی ہے، باوجودیکہ ایسی جگہ میں گفتگو کرنا ممنوع نہیں ہے، پھر بھی گفتگو میں میانہ روی اختیار کرنا ہی بہتر ہے، اسی لئے اہلِ خانقاہ پیر مجیب اس ادب کو مسجد کے قریب کے جملہ مکانات کے ساتھ ملحوظ رکھتے رہے اور ایک عرصہ تک خانقاہ کے کل قطعات کی نشست اور مسجد کی احترامی و تہذیبی حالت نہایت پُرسکون رہی اور اس روش کے باقی رکھنے میں تمام اراکین خانقاہ بیدار کوشاں رہے۔

مگر اب یہاں بھی آداب مسجد کا خیال کم ہوتا جارہا ہے، اور ان سابقہ خصوصیات کو جو عہدِ تاج العارفین اور عہدِ شیخ العالمین سے چلی آتی ہیں اُن کے باقی رکھنے کا جذبہ خود خانقاہ کے ذمہ دار منتظمین و کارندوں میں کمی اور انحطاط کے درجہ میں ہے، خانقاہ کے منتظمین اور ذمہ دار حضرات سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اپنے فرائض کو محسوس کریں اور مسجد و خانقاہ کے احترام کو برقرار رکھتے ہوئے تمام ان ناواقف حضرات کو جو مسجد اور محاذات مسجد کو اپنے گھروں کی طرح استعمال کرتے ہیں ہر طرح کی ہنگامہ آرائیوں سے روکیں اور بعنوان شائستہ وجادلهم بالتی هی احسن پر عمل کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً اصلاح میں کوشاں رہیں اور مسجد و خانقاہ کا سابقہ ادبی و احترامی نظم از سرِ نو قائم کریں۔

یہ خیال کرنا کہ اس سے پہلے مسجد و خانقاہ کی پُرسکون حالت محض صاحب سجادہ کے احترام کے ضمن میں ملحوظ رکھی گئی تھی غلط ہے، اہلِ علم اور مہذب لوگوں کا یہ فعل تھا جنہوں نے اس روش کو مسجد کے ادب و احترام کے لحاظ سے قائم کیا تھا اور آدابِ مسجد پر عمل پیرا ہونے اور ماجور ہونے کی غرض ...... سے اختیار کیا تھا۔

## مؤذن مسجد مجیبیہ

حضرت تاج العارفین کے عہد میں آپ کے مرید و مجاز شاہ محمدی لکھنوی متوفی ـــــہ مؤذن مسجد تھے، یہ بزرگ بڑے متقی و پرہیزگار پیر پرست تھے، حضرت شیخ العالمین کے ابتدائے عہد سجادگی تک مؤذن رہے، ان کے انتقال کے بعد جس نے اپنی سعادت چاہی اجازت حاصل کر کے اس خدمت پر مامور رہا، ان کے اسماء کسی یادداشت میں میری نظر سے نہیں گزرے اسلئے یہاں پر درج کرنے سے قاصر ہوں۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد میں شیخ بہادر علی مرحوم جو بجھوا (شاہ آباد) کے رہنے والے تھے، اسم بامسمّٰی نہایت پابند اوقات تھے، خدمت اذان وہی انجام دیتے تھے، خانقاہ سے اس خدمت کے صلہ میں بجز حصول اجر آخرت کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے، اوقات گزاری کے لئے دوکان کر لی تھی اُسی کے منافع سے کھاتے تھے، خانقاہ کے انتہائی ہمدرد و جان نثار تھے، غدر کے شکار کے موقع پر انگریزی فوج کا تعاقب ان ہی نے کیا تھا اور چھرّوں سے زخمی ہوئے تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، تاریخ ـــــہ میں انہوں نے انتقال کیا، اب کوئی مؤذن مخصوص نہیں ہے، جس کو خدا نے توفیق دی اپنی سعادت سمجھکر انجام دیتا ہے، یہاں مؤذن کے لئے کوئی فنڈ نہ تھی، مگر اس عہد میں کبھی اعزازی اور کبھی تنخواہ دار مؤذن رہتا ہے۔

## امام مسجد مجیبیہ

تاج العارفین کے عہد میں ملّا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ امام و خطیب تھے، شیخ العالمین کے عہد میں مولانا احمدی قدس سرہٗ اور ان کی عدم موجودگی میں حضرت فرد الاولیاء، یا مولانا محمد قادری یا شیخ العالمین کے صاحبزادوں میں جو موجود ہوتا امامت کرتا تھا، حضرت نصر قدس سرہٗ اپنے عہد میں صبح کی نماز خود پڑھاتے تھے، اور دیگر اوقات میں مولوی صدیق احمد عیسیٰ پوری علیہ الرحمۃ یا ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ امامت کرتے تھے، البتہ ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے ابتدائی عہد میں کوئی امام مخصوص نہ تھا، بلکہ جو کبھی اہل فضل ہوتا اس سے یہ خدمت لے لی جاتی تھی، مگر جب حضرت مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہو گئے تو مستقل امامت کی خدمت ان کے سپرد ہو گئی، حضرت مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز جب تک صحت اچھی رہی خود پڑھاتے رہے اور دیگر اوقات میں مولوی محمد قمر الدین صاحب سلمہٗ یا ان کی عدم موجودگی میں مولوی نظام الدین یا مولوی حافظ شہاب الدین سلمہما امامت کرتے رہے، اس زمانہ میں جب سے صاحبزادہ مولوی شاہ

امان اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہوئے ہیں امامت کی نظارت انہی کے سپرد کر دی گئی ہے۔

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ میں مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی اور صاحبزادہ مولوی شاہ محمد امان اللہ صاحب ان کی جگہ پر جانشین کیے گئے اب امامت و خطابت نور چشم مولوی شاہ عون احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

## مدرسہ مجیبیہ

حضرت امیر عطاء اللہ زینبی جعفری نے اپنی تعمیر کردہ (۹۵۶ھ) مسجد سنگ سرخ کے شمالی حصہ میں مدرسہ بھی تعمیر کیا جس میں ان کی اولاد سے علماء درس دیتے تھے، اس مدرسہ کی کیفیت حضرت ملا فصیح الدین زینبی جعفری کے حالات میں اُوپر گذری ہے، امیر عطاء اللہ کے بڑے بیٹے امیر مظفر کی اولاد میں حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ تھے، جن کے احفاد میں صدہا علماء ہوئے جنہوں نے درس دیکر خلق کو فائدہ پہونچایا، آپ کے خلیفہ اور قرابتمند حضرت مخدوم برہان الدین لال میاں اور حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ رشد و ارشاد کے علاوہ درس بھی دیتے تھے، چنانچہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ نے ابتدائی کتابیں خواجہ عماد الدین قلندر سے پڑھکر بنارس کا قصد فرمایا اور صاحب مقامات اولیسیہ مولانا سید محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ سے بقیہ درسیات کی تکمیل کی، اور ۱۱۲۵ھ سے مستقل اپنے وطن پھلواری میں اقامت گزیں ہو کر درس و تدریس و ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف ہوئے، آپ کے سلسلۂ درس سے گویا مدرسہ مجیبیہ کی بُنیاد قائم ہوئی، حضرت تاج العارفین سے ان حضرات نے درسیات پڑھی۔ حضرت شاہ غلام نقشبند، شاہ انعام الدین (صاحبزادگان خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ) مولانا شاہ محمد اکرم، شاہ جمال محمد عرف جمن۔ شاہ لعل محمد، شاہ غلام مرتضیٰ برنی، شاہ عصمت اللہ اور آپ کے دو صاحبزادگان مولانا شاہ عبدالحق، مولانا شاہ عبدالحی نے آپ سے تمام و کمال درسیات پڑھی۔

حضرت تاج العارفین کے زمانہ میں سب سے بڑے مدرس جن کا حلقۂ درس ملا محمد مبین اور ملا فصیح الدین کے بعد بہت وسیع ہوا حضرت ملا وحید الحق[1] ابدال قدس سرہٗ تھے، جن کے فیض سے پھلواری اور اطراف کے بہت لوگ

---

[1] حضرت ملا وحید الحق ابدال اپنے والد ملا وجیہ الحق محدث کے شاگرد تھے، متوسطات تک، اپنے والد سے پڑھنے کے بعد اپنے حقیقی ماموں ملا محمد مبین بن قاضی حیات مزید جعفری سے بقیہ درسیات تمام کی، ملا محمد مبین نے حضرت ملا برہان الدین حقانی کے زیر تلمذ (جو حضرت ملا نظام الدین استاذ الکل فرنگی محلی کے شاگرد تھے) ۱۱۴۹ھ میں تحصیل فراغ پایا اور وطن آکر مدرسہ سنگی مسجد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔"

مستفیض ہوئے، ملا وحید الحق ابدال اپنے مکان میں درس دیتے تھے، جو مسجد جنیدیہ سے بالکل متصل اسی احاطہ میں واقع تھا، اس لئے آپ کی درسگاہ مدرسہ جنیدیہ کے نام سے مشہور ہوئی، جب حضرت تاج العارفین کے کثرت ریاضات اور دو دو تین تین ماہ چلہ کشی سے طالبین علوم کے اوقات تعلیم میں تفرقہ پڑنے لگا تو حضرت ملا وحید الحق ابدال کو حضرت تاج العارفین نے جو آپ سے اکتساب طریقت میں مصروف تھے، مدرسہ مجیبیہ کا صدر مدرس مقرر فرمایا، چنانچہ وہ دونوں جگہ کے فرائض تدریس انجام دینے لگے، ان کے تلامذہ میں علماء کے کئی طبقے ہوئے، طبقۂ اولیٰ میں مولانا شاہ عبد المغنی، مولانا شاہ نور الحق تپاں، مولانا اسد علی جعفری و مولانا احمد علی جعفری (صاحبزادگان ملا مبین جعفری فاتحہ فراغ ۱۱۸۰ھ میں ہوا) طبقۂ ثانیہ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ و مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح ملا عبد العلی بن ملا مبین، شاہ حبیب اللہ بن شاہ جار اللہ (ان چاروں حضرات کا فاتحہ فراغ ۱۱۸۰ھ میں ہوا) مولانا عبد القادر قلندر یاسطی سوگھری، انہوں نے فلسفۂ قدیم و جدید پر بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا، خاندان کاکوری میں ملا عبد القادر کی شان بلند ہے۔

تیسرے طبقہ میں ملا وحید الحق ابدال قدس سرہ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا احمدی و مولانا علی اکبر، (ان دونوں کا فاتحۂ فراغ ۱۱۹۳ھ میں ہوا) سات سال تک مولانا احمدی قدس سرہ نے اپنے والد استاد کے رو برو طلباء کو درس دیا، ۱۲۰۰ھ میں حضرت ملا وحید الحق ابدال کے انتقال کے بعد حضرت مولانا احمدی قدس سرہ مدرسہ جنیدیہ میں مسند درس پر بیٹھے اور مستقل طور پر مدرسہ مجیبیہ میں بھی درس دینے لگے، آپ نے چند طبقہ علماء کو پڑھایا، طبقۂ اولیٰ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کے تین صاحبزادگان حضرت مولانا شاہ ابو الحسن فرد، مولانا شاہ ابو تراب آشنا، مولانا شاہ محمد امام جنوں۔ اور مولانا محمد علی بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح طلعت، مولانا ابو المفضل، مولانا مظفر علی آہ، مولانا اشرف علی (ان حضرات کا فاتحہ فراغ مدرسہ مجیبیہ میں ۱۲۱۱ھ سے ۱۲۱۳ھ تک مسلسل ہوتا رہا۔ دوسرا طبقہ مولانا شاہ ابو الحیوۃ عجز، مولانا شاہ محمد قادری، مولانا شاہ علی سجاد نعمتی، (صاحبزادگان حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ) مولانا شاہ محمد ہادی، مولانا شاہ حاجی علی ابراہیم (صاحبزادگان حضرت مولانا احمدی قدس سرہ) ان حضرات کے تحصیل فراغ کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں مدرسین کا اضافہ ہوگیا، اور ہر ایک کا وسیع حلقۂ درس طالبین علوم کو مستفیض کرتا رہا، حضرت شیخ العالمین کے عہد میں پھلواری کا گھر گھر مدرسہ تھا، مدرسہ مجیبیہ کے علاوہ مدرسہ مسجد سنگی بھی حضرت مولانا حافظ عبد الغنی منعمی قدس سرہ کے افاضۂ درس سے آباد و بارونق تھا، ان مدارس کے علاوہ ہر عالم اپنے گھر طلبا کو رکھ کر درس دیا کرتے تھے۔

ایک عرصہ کے بعد جب حضرت مولانا احمدی قدس سرہ کو ضعف بصارت اور کبر سنی کی وجہ سے معذوریاں

بڑھنے لگیں تو اپنے اجل شاگرد مولانا شاہ محمد امام بن حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کو مدرسہ مجیبیہ میں اپنی جگہ پر متعین فرمایا، چنانچہ انہوں نے درس دینا شروع کیا اور ان کے ساتھ ان کے دیگر اخوان مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ بھی درس دیا کرتے تھے، اور مدرسہ جنیدیہ میں حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ کے صاحبزادے و مرید و خلیفہ مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ درس دینے لگے۔ اس طرح ایک عرصہ تک دونوں درس گاہیں باقی رہیں،

مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ سے کثیر طالبین علوم مستفیض ہوئے اور ان کے تلامذہ میں سے تین بزرگ مولانا شاہ محمد حسین شائق بن حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ، مولانا شاہ ابو محمد علی حسن بن حضرت فرد الاولیاء مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ، مولانا شاہ آل احمد بن مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ فارغ التحصیل ہو کر درس دینے لگے، مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی و تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد حسین شائق مدرسہ مجیبیہ میں ان کی جگہ پر فرائض تدریس انجام دینے لگے، ان کے علمی فیض سے بھی علماء کے چند طبقے فارغ التحصیل ہوئے، ان میں سے وہ جنہوں نے فراغ تحصیل کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں درس دینا شروع کیا یہ ہیں :۔ مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہٗ، حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ، مولانا شاہ محمد شرف الدین بن مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ، مولانا صدیق احمد عیسیٰ پوری،

حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ بہت انہماک و توجہ سے تدریسی فرائض انجام دیتے تھے، اور مدرسہ مجیبیہ کے فروغ دینے میں از حد ساعی و کوشاں تھے، چنانچہ آپ نے اس زمانہ میں حکیم محمد وصی صاحب پھلواروی کے نام جو خط کلکتہ روانہ فرمایا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"از قریب یکسال شغل تدریس صرف و نحو و منطق و فلسفہ و علم کلام و فقہ میدارم، چند کساں طلبہ می خوانند، و چند سبق روزانہ می شود، و آنچہ معلوم است تعلیم می کنم، علم چیزے دیگر است، دعا فرمایند کہ خدا عطا فرمایند"

حضرت نصر قدس سرہٗ کے جیّد تلامذہ میں ہمارے پیر و مرشد حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن پھلواروی تھے، ہمارے پیر و مرشد قدس سرہ نے درسیات اپنے والد ماجد مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ اور حضرت نصر قدس سرہٗ اور مولانا صدیق احمد عیسیٰ پوری سے پڑھیں۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کی وفات کے بعد مولانا سید مرتضیٰ حسن پھلواروی مدرسہ مجیبیہ میں تدریسی فرائض انجام دینے لگے، اور حضرت نصر قدس سرہٗ کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی تکمیل درسیات کے لئے مولانا قاضی غلام یحییٰ آروی بھی (تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ نصیر الحق عمادی قدس سرہٗ)

مدرسہ مجیبیہ میں مدرس مقرر ہوئے، چنانچہ قاضی غلام یحیٰی آروی کے زیر تلمذ حضرت مولانا شاہ عبدالحق و مولوی حکیم عبدالشکور عسلی پوری نے درسیات تمام کی اور ۱۲۹۹ھ میں فاتحہ فراغ ہوا، حضرت نصر قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ نے مولانا حکیم علی نعمت بن مولانا عنایت رسول بن مولانا محمد یحییٰ بن مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ عجز پھلواروی سے درسیات تمام کی (مولانا حکیم علی نعمت نے غازی پور میں علوم درسیہ کی تکمیل کی تھی اور جماعت اہل حدیث کے مسلک پر تھے) مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے شرکاء درس میں حافظ انور علی مونگیری اور مولوی حکیم حبیب الحسنین دسنوی (برادر مولانا سید سلیمان ندوی بن حکیم محمد ابوالحسن دسنوی علیہ الرحمہ) تھے جنہوں نے شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے ساتھ تکمیل درسیات کی اور فاتحہ فراغ ہوا۔

جب شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے عقائد میں انقلاب عظیم پیدا ہوا اور ترک سجادگی کی توجس طرح خانقاہ کا سارا انتظام درہم برہم ہوا، مدرسہ مجیبیہ بھی سابق حالت پر قائم نہ رہ سکا۔

ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی جانشینی کے بعد جب خانقاہ کا بگڑا ہوا انتظام رفتہ رفتہ سابق حالت پر آیا بلکہ اس سے زیادہ بارونق ہوا تو پیر و مرشد قدس سرہٗ نے مدرسہ مجیبیہ کی طرف توجہ فرمائی، خود تفسیر کا درس دیتے تھے (اور کتب تصوف میں مکتوبات صدی وغیرہ کا درس دیتے تھے) اور فارسی تعلیم کے لئے مولانا محمد کامل بن مولوی محمد ظاہر پھلواروی کو، اور عربی درسیات کے لئے مولانا حمید الحق بن مولانا عارف بن حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ مدرسہ مجیبیہ میں تدریسی سلسلہ حسب سابق جاری ہوگیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ نے ابتدائی کتابوں سے لیکر فارسی کی تکمیل مولانا محمد کامل صاحب سے کی، اور ابتدائی عربی کتابیں حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ میں متوسطات تک مولانا حمید الحق قدس سرہٗ سے تعلیم پائی۔

۱۳۱۲ھ میں مولانا عبداللہ نقشبندی رام پوری (تلمیذ رشید مولانا ارشاد حسین رام پوری) مدرسہ مجیبیہ میں مدرس مقرر ہوئے جن سے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور دیگر اہل قرابت طلبہ یعنی کاتب الحروف کے بڑے بھائی مولانا سید معین الدین احمد و حافظ سید خلیل الدین احمد و کاتب الحروف محمد شعیب و مولوی شاہ عبید اللہ فریدی و مولوی فضل حق بن مولانا شاہ صفت اللہ قدس سرہ نے درس لینا شروع کیا، اور پھلواری کے اہل قرابت طلبہ کے علاوہ بریلی، رام پور، بنگال کے بھی معقولات پڑھنے والے طلبہ شریک درس ہوئے۔ اور مدرسہ مجیبیہ کی طرف سے طعام و قیام میں فائدہ اٹھاتے رہے۔

۱۳۱۵ھ میں مولانا عبداللہ صاحب اپنے وطن تشریف لے گئے اور ان کی جگہ پر مولانا عبدالرحمن صاحب نقشبندی ناصری گنجی (تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب امروہوی) مدرس مقرر ہوئے۔ ان کے حلقۂ درس میں بھی باہر سے مطوّلات پڑھنے والے طلبہ جیسے مولانا رحیم بخش آروی (بانی مدرسہ فیض الغربا آرہ) مولوی حافظ وسیع الدین (ہزاری باغ) آکر شریک ہوئے، جن کے طعام وقیام کا نظم بھی مدرسہ مجیبیہ کی طرف سے ہوا۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے اپنی درسیات انہیں سے تمام کی، اور ۱۳۱۸ھ ہجری ۱۱ ربیع الاوّل بعد نماز ظہر مشہد عام میں حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ، ومولانا معین الدین احمد، ومولوی حافظ عبدالوہاب پھلواروی، ومولانا عبدالمنان بہپوری، مولانا حافظ وسیع الدین (ہزاری باغ) مولوی محمد بادشاہ (ساکن نواکھالی، بنگال) کا فاتحہ فراغ ہوا، اور دستارِ فضیلت باندھی گئی۔[1]

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ خود بھی مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ کو درس دینے لگے اور برادر مکرم مولانا سید معین احمد علیہ الرحمہ بھی پڑھانے لگے، اسی زمانہ میں مولانا سید سلیمان ندوی (جو غالباً ۱۵ یا ۱۶ سال کے ہوں گے) پھلواری آئے، اور خانقاہ میں مقیم ہو کر حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے شرح وقایہ، نور الانوار وغیرہ کا درس لیتے رہے، پھلواری ہی سے وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ گئے اور وہاں فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا عبدالرحمن ناصری گنجی کے تشریف لیجانے کے بعد مولانا عبدالواحد غازی پوری (تلمیذ رشید مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی) مدرس مقرر ہوئے، جن سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے منجھلے صاحبزادے مولوی شمس الدین علیہ الرحمہ اور کاتب الحروف محمد شعیب، ومولانا حسن میاں مرحوم بن مولانا شاہ محمد سلیمان علیہ الرحمہ، مولانا محمد عباس مجیبی پھلواروی، مولانا محی الدین تمنا پھلواروی نے درس لینا شروع کیا، دو ہی سال بعد مولانا عبدالواحد غازی پوری نے رحلت فرمائی، ۱۳۲۱ھ میں مولانا خدا بخش مظفر پوری مدرس مقرر ہوئے، ان کے علاوہ مقامی اساتذہ میں کاتب الحروف کے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور کاتب الحروف سے بھی مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ پڑھتے رہے، حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ سے قرابت اور غیر قرابت کے بہت

---

[1] فاتحہ فراغ کے اس جلسہ میں جن علماء نے شرکت کی اور سند پر دستخط فرمایا وہ یہ ہیں۔ حضرت مولانا شاہ صفت اللہ قادری فریدی پھلواروی، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی، مولانا محمد عبداللہ نقشبندی رام پوری اُستاد اوّل، مولانا حکیم عبدالحمید صادق پوری، مولوی حکیم عبدالوہاب آروی، مولانا محمد منیر الدین الہ آبادی۔ ان کے علاوہ اور بھی علماء شریک جلسہ تھے۔

لوگوں نے درسیات پڑھی، مولوی شاہ عزیز صاحب (برادرزادہ مولانا شاہ محمد سلیمان علیہ الرحمہ) نے متوسطات تک حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے تعلیم پائی، اس کے بعد یہاں سے بنارس جاکر مولانا محمد شریف اعظم گڈھی (صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم بنارس) کے زیر تلمذ اور اجمیر شریف جاکر مولانا معین الدین اجمیری (صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر) کے زیر تلمذ درسیات تمام کی، اسی طرح مولوی شاہ محمد عباس مجیبی پھلواروی اور مولوی شاہ وارث امام مجیبی پھلواروی اور مولوی ابوالبرکات بی اے عیسیٰ پوری نے درسیات کا معتد بہ حصہ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پڑھا، خود آپکے دونوں بھائی مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولانا شاہ محمد نظام الدین نے ابتدائی درسیات آپ ہی سے پڑھیں، لیکن مولانا کو اکثر سفر درپیش رہا کرتا اور ان لوگوں کے اسباق ناغہ ہوتے رہتے اسلئے جب مولانا سید عبدالعزیز صاحب قادری انجھری مدرس مقرر ہوئے تو مولوی محمد قمر الدین و مولوی محمد نظام الدین سلمہا خاص طور پر ان سے پڑھنے لگے، یہ دونوں حضرات مولانا سید عبدالعزیز انجھری سے متوسطات پڑھ رہے تھے کہ اچانک مولانا نے خانقاہ پھلواری میں انتقال فرمایا، اس کے بعد یہ دونوں حضرات تکمیل درسیات کے لئے مولانا عبدالحمید صاحب[1] (مدرس اول مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ) اور مولانا مقبول احمد خان صاحب[2] (مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ) کے حوالہ کئے گئے، چونکہ یہ دونوں اساتذہ مدرسہ حمیدیہ کی ذمہ داری کی وجہ سے پھلواری میں قیام نہیں کر سکتے تھے، اس لئے مولانا محمد قمر الدین و مولانا محمد نظام الدین سلمہا کو اپنے ساتھ دربھنگہ لے گئے، ان کے ساتھ قرابت کے اور طلبہ بھی جیسے مولوی لطف احمد بن انجی میر عبدالرزاق پھلواروی و مولوی عزالدین بن مولوی معین الدین احمد پھلواروی وغیرہ دربھنگہ گئے۔ ۱۳۴۱ھ میں مولانا قمر الدین و مولانا نظام الدین سلمہا نے درسیات کی تکمیل کی۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی شرکت کے پیش نظر فاتحہ فراغ کا پہلا جلسہ خانقاہ پھلواری میں ہوا، جس میں صوبہ اور بیرون صوبہ کے بیشتر علماء و فضلاء نے شرکت فرمائی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا شاہ محمد فاخر صاحب (دائرہ شاہ اجمل الہ آباد) مولانا حکیم فخر الدین صاحب جعفری الہ آبادی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظہور احمد بستوی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ اور صوبہ کے دیگر علماء کرام کے اجتماع عام میں دستار فضیلت باندھی گئی، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی علیہ الرحمہ نے فاتحہ فراغ کا ایک تاریخی قطعہ پڑھا، جس کا مصرعۂ تاریخ یہ ہے:-

---

[1] مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

[2] مولانا مقبول احمد خاں صاحب بھی مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید اور حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے معتقدین میں ہیں۔

## ع دِلم گفت واللہ فاضل شدند
۱۳۴۱ھ

اس کے بعد مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں فاتحہ فراغ کا دوسرا جلسہ ہوا اور دستار بندی ہوئی۔

مولانا محمد قمر الدین و مولانا محمد نظام الدین سلمہما نے تحصیل فراغ کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں درس دینا شروع کیا، چنانچہ بہت سے طالبین علوم نے ان سے استفاضہ کیا اور مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے طلبہ بھی آکر شریک درس ہونے لگے، ایک عرصہ کے بعد مولانا محمد قمر الدین سلمہ اللہ تعالےٰ کچھ اپنی علالت اور دیگر مشاغل سفر وحضر کی بناء پر مستقلاً سلسلۂ تدریس کو قائم نہ رکھ سکے، لیکن مولانا محمد نظام الدین سلمہ اللہ تعالےٰ نے سلسلۂ درس کو پورے استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور آج تک طالبین علوم کو مستفیض کر رہے ہیں، جن حضرات نے آپ سے درسیات تقریباً تمام کی ہیں وہ یہ ہیں :۔ مولوی سید لطف احمد پھلواروی، مولوی محبوب عالم نیا نوی، (مقیم پھلواری) آپکے چھوٹے بھائی مولوی شاہ حافظ شہاب الدین سلمہٗ، مولوی حافظ شہاب الدین علی نگری، مولوی ظہیر حسن، ابن شیخ غلام حیدر فاروقی (حسینا ضلع مظفر پور) مولانا قمر الدین صاحب و مولانا نظام الدین صاحب کے تلمیذ رشید مولوی محبوب عالم اپنے تعلیم ہی کے زمانہ سے مدرسہ مجیبیہ میں طلبہ کو درس بھی دینے لگے، قرابت و غیر قرابت کے اور لوگوں نے بھی مدرسہ مجیبیہ میں مولانا نظام الدین صاحب سے درسیات کا بیشتر حصہ تمام کیا۔

آخر میں موجودہ صاحب سجادہ مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب اور مولانا نظام الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی شاہ عون احمد سلمہٗ بھی ابتدائی درسیات آپ ہی سے پڑھتے رہے، لیکن جب مولانا نظام الدین سلمہٗ کو بھی مشاغل سفر زیادہ ہوگئے اور اسباق ناغہ ہونے لگے تو حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ نے ان دونوں صاحبزادوں کو مولانا محمد شریف[1] صاحب اعظم گڈھی (تلمیذ ارشد مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی علیہ الرحمۃ، و مرید حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ) کے حوالہ کیا، مولانا محمد شریف صاحب مدرسہ قدیمیہ فرنگی محل لکھنؤ میں صدر مدرس ہوئے، تو دونوں صاحبزادوں کو وہاں اپنے ساتھ رکھا، فرنگی محل کے قیام میں مولانا محمد عتیق صاحب سے (جو حضرت ملا بحر العلوم کے احفاد میں ہیں اور مدرسہ قدیمیہ کے ناظم ہیں) بھی ایک کتاب "نور الانوار" پڑھی، اسی اثناء میں مولانا محمد شریف صاحب دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر مدرس مقرر ہوگئے تو وہاں بھی یہ دونوں صاحبزادگان ان کے ساتھ رہے، اور مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے امتحانات میں بھی شریک ہوتے رہے، وہاں چار سال قیام کرکے مولانا کے زیر تلمذ درسیات تمام کی اور ۱۳۶۲ھ میں اجمیر شریف میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی طرف سے

---

[1] ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ بروز جمعہ مولانا نے رحلت فرمائی اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ اللّٰھم اغفر لہ۔

فاتحہ فراغ کا جلسہ ہوا جس میں دستار بندی ہوئی، فرنگی محل لکھنؤ اور الہ آباد کے علماء کرام شریک جلسہ ہوئے، پھلواری سے مولانا شاہ محمد قمر الدین سلمہٗ نے شرکت فرمائی۔

اب مدرسہ مجیبیہ میں بحمد اللہ تین جید مدرس موجود ہیں، مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب صدر مدرس، مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب سجادہ نشین، مولانا عون احمد، یہ تینوں درس دیتے ہیں، فی الحال انہیں مدرسین کے زیر تلمذ مولوی عماد الدین بن مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولوی عین احمد بن مولانا شاہ نظام الدین نے ۱۳۷۲ھ میں درسیات تمام کی اور چند لڑکے جیسے مولوی فرد الحسن بن مولانا حافظ شہاب الدین سلمہٗ متوسطات پڑھ رہے ہیں، امید ہے کہ دو ایک سال میں یہ بھی درسیات ختم کر لیں گے۔

الحمد للہ کہ مدرسہ مجیبیہ کا فیض ابتک جاری ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تا قیام قیامت جاری رہے۔ اور طالبین علوم دینیہ مستفیض ہوتے رہیں، آمین۔

## حضرت تاج العارفین کے خلفاء

ہر سہ صاحبزادگان حضرت شاہ احمد عبد الحق (متوفے ۲۸ رمضان ۱۱۹۹ھ) حضرت شاہ احمد عبد الحیٔ (متوفی ۵ جمادی الثانی ۱۱۹۲ھ) حضرت شاہ محمد نعمت اللہ (متوفی ۲۹ شعبان ۱۲۴۷ھ) و ہر دو نبیرگان حضرت شاہ محمد نور الحق (متوفی ۴ شعبان ۱۲۳۳ھ) و حضرت شاہ محمد شمس الدین ابو الفرح (متوفی ۱۳ شعبان ۱۲۲۵ھ) و حضرت شاہ غلام نقشبند بن خواجہ عماد الدین قلندر (متوفی ۲۹ شعبان ۱۲۴۷ھ) و مولوی شاہ انعام الدین بن خواجہ عماد الدین قلندر، شاہ نظام الدین بن شاہ ابو تراب (متوفی ۳ ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ) مولانا شاہ عبد الغنی (متوفی ۲۸ رمضان ۱۲۳۳ھ) شاہ غلام سرور جعفری (متوفی ۶ رجب ۱۲۴۰ھ) شاہ محمد اکرم ابدال (متوفی ۱۷ شوال ۱۱۴۷ھ) شاہ محمد کریم بن شاہ محمد مقیم (متوفی ۱۴ رجب ۱۲۰۹ھ) شاہ لعل محمد بن شیخ نور الدین (متوفی ۲۳ جمادی الثانی ۱۱۶۸ھ) ملا وحید الحق ابدال (متوفی ۲۴ صفر ۱۲۰۰ھ) شاہ سعد اللہ فریدی، شاہ محمد احسن بن لطف اللہ، شاہ خدا بخش بن شیخ غلام شرف قانون گو، عیلی پوری (متوفی ۱۰ رجب ۱۲۳۱ھ) شاہ غلام مرتضی ساکن برنی (متوفی ۱۵ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ) شاہ غیاث الدین عظیم آبادی محلہ پہاڑی، شاہ جمال محمد عرف شاہ جمن (متوفی ۱۹ رجب ۱۲۰۸ھ) شاہ محمدی لکھنوی شاہ غلام رسول ساکن ہرلا ضلع پٹنہ، شاہ محمد مظفر فکرت ساکن کسمر ضلع چھپرہ (متوفی ۷ ربیع الآخر ۱۱۷۷ھ) میر دوست علی داناپوری (متوفی ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۴۳ھ) شاہ محمد نعیم جعفری پھلواروی (متوفی ۲۲ محرم ۱۲۰۵ھ)

میر بدلی شاہ ساکن سہار، پرگنہ اروَل، ضلع گیا، مولوی شاہ غلام جیلانی سرشار، شاہ محمد مظہر علی لکھنوی۔ یہ بزرگ حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مرید تھے، ماہ رمضان شریف ۱۱۷۰ھ میں خانقاہ مجیبیہ میں تشریف لائے اور ۱۱۷۲ھ میں مجاز سلسلہ ہو کر تشریف لے گئے۔ شاہ عصمت اللہ ساکن سائیں ہرلا (متوفی ۱۱۷۷ھ) شاہ شیخ اللہ بن شاہ فتح اللہ عیسٰی پوری (متوفی ۲۹ ربیع الاول ۱۱۷۵ھ) حضرت شاہ بدیع الزماں علیہ الرحمہ ساکن بیتھو جو کہ از اولاد مخدوم سیّد درویش چشتی قدس سرہٗ ۲۵ شعبان ۱۱۸۹ھ میں بطریقہ قادریہ مرید ہوئے اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۱۴ھ میں انتقال فرمایا اور بیتھو میں مدفون ہوئے۔

**حضرت تاج العارفین کا تاہل اور اولاد** ؎ حضرت تاج العارفین کی دو شادیاں ہوئی تھیں جن سے تین صاحبزادے اور متعدد صاحبزادیاں تھیں اور سب صاحب اولاد، حضرت ترانوے سال اس دنیا میں جلوہ فرما رہے، آپ کی حیات ہی میں نبیرگان و نواسگان اور ان کی اولاد الاولاد کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو سے زیادہ تھی ـــــ آپ کی پہلی شادی بی بی حمیدہ بنت حضرت شاہ محمد ابو تراب بن شاہ برہان الدین جنیدی قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے شاہ احمد عبد الحق اور شاہ احمد عبد الحی قدس سرہما تھے، اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ عبیدہ متوفیہ لاولد، وحیدہ زوجہ اولیٰ شاہ غلام نقشبند لاولد، حبیبہ زوجہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیر اللہ جعفری لاولد، زینب زوجہ شاہ فضل اللہ عرف کالن، رابعہ بصریہ زوجہ شاہ آیت اللہ بن شاہ محمد مخدوم پھلواروی۔

دوسری شادی بی بی طالعہ بنت محمد شاہ (متوفی ۴ ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ) بن شاہ نور اللہ نظام پوری بن شاہ مجتبیٰ بن شاہ اعظم بن دیوان سید شاہ مصطفیٰ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ تھے، اور [illegible] صاحبزادیاں تھیں۔ عزت النسا متوفیہ، زیادۃ النساء زوجہ ثانیہ شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ۔ نعمت زوجہ ثانیہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیر اللہ جعفری۔ عارفہ زوجہ شاہ سمد اللہ بن شاہ حمید الدین فریادی۔ ریحانہ زوجہ ملا وحید الحق ابدال پھلواروی۔ عائشہ زوجہ شاہ حفیظ اللہ نظام پوری، نسل منقطع۔ (بی بی طالعہ کے حقیقی بھائی میر سید محمد پناہ (متوفی ۵ ذوالحجہ ۱۲[illegible]ھ) ساکن گونڈیا لسونڈی پرگنہ کسمر ضلع چھپرہ، مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں)

**وفات** :۔ بست و [illegible] ماہ جمادی الاخری ۱۲[illegible]ھ بروز شنبہ قریب نصف النہار حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ [illegible] سال وفات پائی اور خانقاہ مجیبیہ کے جانب [illegible] حجرہ میں مدفون ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از حضرت فرد الاولیاء [illegible]

مولد و عمر و وفات حضرت پیر نجیب — در شمار آمد پس از چندے بنظم ایں چنیں

عمر پاکش جز محامد نیست دیگر با کمال — مولد او پُر فیوض و نیز فخر الواصلیں

٩٣ ٩٣ ١٠ھ٩٨ ٩٨ھ ١٠

سال نقلش نائب ختم نبی و ہادی ست — ہم بگفتم سر بنا ہے بود و تاج العارفیں

٩١ ٩١ھ ١١

**جانشینی** تاج العارفین کی وفات کے بعد کسی نہ کسی کو جانشیں ہونا ضروری تھا صلبی اولاد میں چار ہستیاں بہت اہم تھیں، حضرت کے تینوں صاحبزادگان اور حضرت کے پوتے شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ، شاہ احمد عبد الحق قدس سرہ بذریعہ ملازمت و بغرض اجرائے سلسلہ مرشد آباد میں تشریف فرما تھے، اور بروایت صوفیہ مرشد آباد کی ولایت بھی آپ کو تفویض تھی، اسی لئے مستقل مرشد آباد میں مقیم ہو گئے تھے، شاہ احمد عبد الحی قدس سرہٗ صاحب جائیداد تھے، شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ کو تاج العارفین نے اپنی حیات ہی میں شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سجادہ عمادیہ پر جانشیں کر دیا تھا اور وہ خانقاہوں کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ کی دلی تمنا تھی کہ جس طرح حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کا سلسلہ میرے واسطہ سے خانقاہ عمادیہ کے ذریعہ جاری ہے، اسی آن بان کے ساتھ حضرت مولانا رسولنما کا سلسلہ بھی جاری ہو اور میرا جانشیں دراصل حضرت مولانا کا جانشیں ہو، مگر اپنے جانشیں میں چند اوصاف کے متمنی تھے وہ یہ کہ متوکل محض اسباب ظاہری سے کنارہ کش ہو، محض خدا کے عطیہ و عنایات پر نظر رکھنے والا اور اپنے کام کو اللہ کے بھروسہ پر پورا کرنے والا ہو۔

خدا کی شان یہ تمام اوصاف حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ میں موجود تھے، خود حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ نے شیخ العالمین کو اپنی فرزندی میں قبول فرما لیا تھا، جس وقت مولانا رسولنما قدس سرہٗ کو شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کی ولادت کی خبر ملی تاج العارفین کو مطلع فرمایا کہ "نعمت اللہ کو میں نے اپنی فرزندی میں لے لیا وہ میرا فرزند ہے" یہ بہت بڑی نسبت تھی جو مولانا رسولنما کے ساتھ شیخ العالمین کو مہد ہی میں حاصل ہو گئی، یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔

تاج العارفین کو بذریعہ استخارہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت بھی مل چکی تھی کہ تمہاری حسب خواہش جانشینی کی صلاحیت "نعمت اللہ" میں موجود ہے، اور یہ باتیں تاج العارفین کی اولاد اور ان کے خلفاء پر واضح تھیں۔

تاج العارفین کے اس بارہ میں استخارہ کرنے کی تصدیق شیخ طالب علی مرحوم کی اس تفصیلی حکایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے "ملفوظات شیخ العالمین" میں لکھی ہے۔

شیخ طالب علی مرحوم نے "ملفوظات شیخ العالمین" میں جو تفصیلی حکایت لکھی ہے وہ یہ ہے، اس سے استخارہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

شیخ تفضل حسین اور احمد حسین صاحبان کے نانا شیخ فتح علی صاحب ندول ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے ۱۶ محرم ۱۲۴۲ھ میں میں کسی ضرورت سے ان کے مکان پر شب باش ہوا، عندالتذکرہ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کا فضل وکمال بیان کرتے ہوئے اس طرح کہنے لگے کہ میری عمر اس وقت نوے سال کی ہے، بحمداللہ میرے کل قویٰ محفوظ و بحال ہیں، آنکھ کی روشنی موجود ہے، اس عمر تک میرے دانت مضبوط ہیں، جسمانی قوی ابتک ایسے درست ہیں کہ مجھے کسی بات کی معذوری پیش نہیں آتی، میں حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ سے آٹھ سال عمر میں بڑا ہوں ۱۱۶۶ھ میں جبکہ میں چودہ سال کا تھا حضرت منعم پاک قدس سرہٗ کی خانقاہ میں متعلم تھا، کبھی حضرت سے اور کبھی حضرت کے خلیفہ مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے سبق لے لیا کرتا تھا، حسب معمول ایک روز میں سبق کے لئے حضرت کی خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو دونوں ہی بزرگوں کو سر بمراقب پایا، انتظار میں قریب ہی بیٹھ گیا کہ جب یہ بزرگان مراقبہ سے فارغ ہو جائیں تو سبق لوں، یکایک میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ غایت جوش میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے "جب ایسے تب ایسے" پھر مراقب ہو گئے۔

مجھے اس خلاف معمول کیفیت سے سخت حیرت ہوئی اور اس ارشاد پر خلجان سا ہونے لگا کہ کس کے حق میں یہ بات فرمائی گئی ——— جب یہ دونوں بزرگان مراقبہ سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ آج اس وقت سبق کا موقع نہیں ہے، ہم کو ایک دوسری جگہ جانا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت کے واقعہ سے خادم کو سخت حیرت و خلجان ہے، جب تک یہ خلجان رفع نہ ہو جائے اور اس واقعہ کی حقیقت نہ معلوم کر لے واپس نہ جائے گا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابھی شاہ مجیب اللہ صاحب پھلواروی کو یہ تردد پیدا ہوا کہ میرے بعد خانقاہ کیونکر انجام پائے گی، ہم لوگ بھی یہی معلوم کر رہے تھے، ہم نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تشریف اور حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور نعمت اللہ کی نسبت پورا اطمینان دلا کر تشریف لے گئے، اسی نوازش کو دیکھ کر

مَیں نے کہا جب ایسے تب ایسے"

پس تاج العارفین قدس سرہٗ کی دلی خواہش اور بارگاہ نبوی کے انتخاب اور خود مولانا رسولنما کے قبول فرزندی کا علم رکھتے ہوئے سلسلۂ وارثیہ مجیبیہ کی جانشینی کے لئے آپکے منجھلے بھائی شاہ عبد الحی اور آپکے برادرزادگان شاہ نورالحق تپاں اور شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی و دیگر خلفائے تاج العارفین و عظماء و عمائدین قصبہ پھلواری و عظیم آباد و دیگر ارباب بصیرت نے بالاتفاق حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کو بطیب خاطر جانشیں کیا۔ اور تولیت مسجد و خانقاہ و انصرام تقریبات اعراس و زیارت موئے مبارک کی خدمت تفویض کی۔

حضرت شاہ نورالحق قدس سرہٗ نے دستاربندی کے وقت اپنی ایک مختصر تقریر میں اس بات کا اعلان فرمایا کہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے سجادہ پر شاہ نعمت اللہ صاحب کے سوا کوئی بھی قدم رکھنے کے لائق نہیں ہے۔

بغیر نعمت حق کاے خدا سلامت دار ※ نمی سزد کہ نہد پا کسے بجائے مجیب

آپکی جانشینی سے سلسلۂ مجیبیہ کو بہت فروغ ہوا، قصبۂ پھلواری اطراف وجوار اور دُور دراز کے طالبین حق فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اور سلوک کے مدارج عالیہ عرفانیہ پر فائز ہوئے،

خانقاہ مجیبیہ کا جانشیں بواسطہ تاج العارفین مولانا رسولنما کا جانشیں ہے، تمام اعراس جو خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں انجام پاتے ہیں اور خود آستانہ عالیہ مزار مولانا رسولنما پر بنارس میں انجام پاتے ہیں وہ سب سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ کی سرپرستی میں انجام پاتے ہیں۔

# حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ

تاریخ ولادت شب چہارم محرم ۱۱۶۰ھ۔ درسیات حضرت مولانا شاہ وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱۷۰ھ میں بتاریخ ۲۸ رمضان اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی، چونکہ بدو شعور ہی سے آپکی طبیعت طاعات وعبادات، ریاضات ومجاہدات کی طرف مائل تھی، اس لئے بیعت سے پہلے ہی آپ کی تعلیم وتربیت تاج العارفین قدس سرہٗ نے شروع کر دی تھی۔

**اجازت وخلافت** تاج العارفین قدس سرہٗ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے کسی عزیز خاص کی تعلیم وتربیت شروع فرماتے تو اکثر قبل تکمیل ہی اذکار واعمال اوراد واشغال کی اجازت عطا فرما دیتے تھے کہ اگر قبل تکمیل میں دُنیا سے چلا جاؤں تو اجازت سے محروم نہ رہ جائیں، میرے واسطہ سے اجرائے سلسلہ کر سکیں، اگر بعض اعمال واشغال کی تکمیل باقی رہ گئی ہو تو خلفاء سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ اس غرض سے ملفوظ حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ، ودیگر رسائل اذکار واشغال قلندریہ اور اوراد ووظائف واعمال کے طریقے، جو اپنے شیوخ کے واسطے سے حضرت کو پہنچے تھے اُن سب کو ایک کتاب کی صورت میں نقل فرما دیتے تھے اور اس میں جمیع سلاسل کے شجرے بھی جمع کر دیتے پھر جس عزیز کو عنایت کرنا ہوتا اس مجموعہ پر اجازت نامہ لکھکر اور اپنے دستخط سے مزین فرما کر تکمیل کے بعد حوالہ فرما دیتے، اجازت نامہ کا مفہوم یہ ہوتا تھا۔

یہ مجموعہ میں نے نور چشم۔۔۔۔۔ سلمہ کے لئے لکھا ہے، اس کتاب میں جو کچھ اذکار واعمال اشغال واوراد ووظائف اور سلاسل طریقہ کے شجرے ہیں سب کی اجازت میں نے نور چشم۔۔۔۔۔ سلمہ کو دی۔

ایسے چار مجموعے دست خاص سے تحریر فرمائے تھے، جن میں سے ایک جلد بڑے صاحبزادہ حضرت شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کو عنایت فرمائی جو خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں موجود ہے، دوسری جلد منجھلے صاحبزادہ حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس کو عنایت فرمائی جو کتبخانہ مجیبیہ پھلواری میں موجود ہے۔ اور تیسرا مجموعہ جس میں ملفوظ حضرت مولانا رسولنا، اور رسائل "اذکار قلندریہ" دست خاص سے تحریر فرمائے تھے، اور اوراد واعمال کا مجموعہ حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے ہاتھ سے نقل کرایا تھا۔ اجازت نامہ اور دستخط سے مزین فرما کر حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کو ہبہ فرمایا، جس کے اجازت نامہ کی عبارت یہ ہے:۔

"این جلد وظائف بخط عارف کامل غلام نقشبند (رحمہ اللہ) تتمیم یافت، برائے خاطر محمد مجیب اللہ (ولد ظہور اللہ بن کبیر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ متوطن قصبہ پھلواری مضاف سرکار صوبہ بہار ہند، صانہا اللہ تعالیٰ عن الآفات والبلیات) رزقہ بالعمل الخاص بلاسمعة وریا، وبلا رویة عملہ وفعلہ بلخلیة شہودہ الاعلے وحظہ الاوفی بالنبی وآلہ واصحابہ علیہ وعلیہم السلام۔

این جلد اورا بنور چشم نعمت اللہ ہبہ نمودہ شد، واجازت تمام این ادعیہ دادہ شد، حق تعالیٰ توفیق عمل بخشد، وہر کہ ازو استرشاد نماید اورا توفیق عمل بخشد۔ ۲۳ر شہر رجب ۱۲۴۲ھ درحویلی بلدہ عظیم آباد۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ اپنے یوم پیدائش سے حضرت تاج العارفین کی وفات کے دن تک کہ تقریباً تینتیس ۳۳ سال کی مدت ہوتی ہے۔ شبانہ یوم حضرت کی معیت میں رہے، حضرت کے ذاتی خدمات بھی بطور خادم آپ ہی انجام دیتے تھے، اور عافیت رسانی کا کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے تھے، تاج العارفین سلوک طریقہ کے ساتھ خانقاہداری کا سلیقہ اور توکل کا سبق تعلیم فرماتے، نوکری عزت کی ہو یا ذلت کی آپ کے لئے پسند نہ تھی، ہمیشہ ملازمت سے روکتے رہے، اور ایک وصیت نامہ استقامت علی التوکل کیلئے اس طرح ترتیب دیا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، برادران طریقت وفرزندان حقیقت دریں عرصۂ ظلم وفساد وکفر وعناد دست در عروۂ وثقیٰ "مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" زدہ تردد روزگار نزد ابنائے زمان وبازگشت صبح وشام با اہل دنیا ننمایند، درآیہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ وَمَنْ شَقَّ فَمِّيْ ضَمِنَ رِزْقِيْ" اعتماد کلی بجان ودل نمایند، وادعیہ ونماز کہ بزرگان دین معمول نمودہ اند آں را بعمل آرند کہ حق تعالیٰ ثمرۂ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" ظہور خواہد آورد از صدق دل بعزیمت تمام وعمل ودوام باید۔ حق تعالیٰ می فرماید اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ" اگر تاخیر در ظہور اثر بینند دل تنگ نہ نمایند از عمل ودوام قصور نہ کنند اثرش ہویدا خواہد شد، لاریب فیہ"

پدر کہ رفت چنیں گفت اے پسر ہرگز ۔۔۔ زبہر چاشت تردد بصبح وشام کنی

گرت بدست فتد جفت گاؤ مزرعہ ۔۔۔ یکے اجیر دگر را وزیمہ نام کنی

وگرنہ باشدت آں نیز فاقہ رشد آرد ۔۔۔ روی ونان جویں از جہد ودوام کنی

وگر چنانکہ میسر نہ باشدت آں نیز ۔۔۔ کنی بشہر گدائی وترک نام کنی

ہزار بار ازاں بہتر است کز پئے رزق ۔۔۔ کمر ببندی وبر مردکے سلام کنی

اس وصیت نامہ کے اصل مخاطب شیخ العالمین تھے، کیونکہ آپ کی دلی تمنا تھی کہ آپ کا جانشین

متوکل محض ہو، وہ بھروسہ کرے تو خدائے قدوس پر، مانگے تو وحدہٗ لاشریک سے، تابعدار ہو تو اسی مالک الملک کا
چنانچہ اس وصیت نامہ کی ہدایت پر شیخ العالمین قدس سرہٗ نے حرف بحرف عمل کیا، تمام عمر متوکلانہ زندگی بسر فرمائی، اور توکل کی تمام گھاٹیوں سے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ عبور کر گئے۔

شیخ طالب علی مرحوم لکھتے ہیں کہ شیخ العالمین نے ارشاد فرمایا توکل نہایت مشکل کام ہے، متوکل کے سات سال نہایت کٹھن ہوتے ہیں، مجھ پر تین سال بہت سخت گذرے، پہلا سال کم سخت تھا، دوسرا سال اس سے زیادہ، تیسرا سال تو ایسا سخت تھا کہ اگر لوہے کا لنگوٹ بھی باندھا ہوتا تو اس کا بھی ٹوٹ جانا ناممکن نہ تھا، مگر مجھ پر اللہ نے رحم فرمایا، پیران کی توجہ نے پوری مدد کی، اور میرے صبر و استقلال کی مضبوط رسّی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دی، یہاں تک کہ خدا کی طرف سے فتوحات کے ابواب کُھل گئے، اور میرا تمام کام بسہولت انجام پانے لگا۔"

فائدہ:۔ تاج العارفین کی مرقومہ بالا وصیت جس میں توکّل محض کی تعلیم ہے اپنے جانشیں کے لئے مخصوص تھی، دیگر اعزّہ و مریدین کے لئے نہ تھی۔

توکّل محض جو تصوّف کا اہم ترین رُکن ہے اور جس کی مشق کے لئے قرن اول کے صوفیہ اپنے آپ کو صحرائے شام میں ڈال دیا کرتے تھے اور جس کا سبق تاج العارفین نے شیخ العالمین کو دیا تھا عوام کا اس توکّل پر قائم رہنا مشکل ہے، ان کو بضرورت کفافِ عیال کسی ظاہری ذریعہ کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

ہاں درباداری اور ذلّت وخواری کی ملازمتیں جن میں نہ اپنا ذاتی وقار باقی رہتا ہے اور نہ علمی وخاندانی وجاہت باقی رہتی ہے، علاوہ ازیں عبادات وطاعات میں ہرج ونقصان ہوتا ہے، اوقات عبادت پراگندہ حالت میں بسر ہوتے ہیں، عوام کے لئے بھی ناپسند فرماتے تھے، ورنہ عزت ووقار کی حاکمانہ ملازمت جس میں اپنا ذاتی وقار، علمی وخاندانی اقتدار باقی رہے، عبادات وطاعات بھی اوقات معینہ پر ادا کرنے کا اختیار حاصل رہے؛ ایسی ملازمتوں کی اجازت دیتے تھے، مثلاً منصب قضا، افتا، عدالت یا ازیں قبیل دوسری ملازمتیں کیونکہ ان میں مخلوق کی دادرسی حقوق عباد کی نگہداشت ہوتی ہے اور یہ عین عبادت ہے، اس میں اپنا ذاتی وقار بھی قائم رہتا ہے، حاکمانہ حیثیت بھی باقی رہتی ہے، اس قسم کے عہدیدار بادشاہ وقت کی نیابت میں ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کی انجام دہی کا حق براہ راست بادشاہ وقت کو حاصل ہوتا ہے، یعنی فیصلۂ خصومات، حدود وقصاص، جزا وسزا، مظلوموں کی دادرسی، حقوق عباد کی نگہداشت وغیرہ

یہ سارے کام بادشاہِ وقت کے انجام دینے کے ہیں جو اس کی نیابت میں ایسے عہدہ دار انجام دیتے ہیں، ایسی ملازمت سراسر اقتدار و اعزاز کی ہے، چنانچہ آپ کے صدہا عزیزان و مریدین آپ کی حیات میں انہی خدمات پر مامور تھے، جن کو آپ عدل و دادرسی کی تعلیم فرماتے تھے، اور وفات کے بعد بھی آپ کی کثیر اولاد منصب قضاء، افتائے عدالت، منصب صدر الصدور، ڈپٹی مجسٹریٹ پر فائز تھی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ نے شیخ العالمین کو اس کے علاوہ اور بھی وصیت فرمائی تھی۔ یہ کہ کسی تمسک پر بھی کاغذ پر گواہی یا دستخط نہ بنانا، کسی کے باہمی مناقشات میں حکم نہ بننا، اگرچہ یہ منصب انبیاء علیہم السلام کا ہے اور ان کے نائبین علماء و اولیاء اللہ جو صاحب رشد و ہدایت ہیں ان کو بھی اس کا حق حاصل ہے۔

اس ممانعت کی اصل یہ ہے کہ زمانۂ سابق میں لوگ خدا ترس تھے، اگر کسی معاملہ میں باہمی نزاع ہوتی تو اس کا فیصلہ حق کے مطابق چاہتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ اگر میں حق بجانب ہوں تو حق کو پہونچونگا، ورنہ حق تلفی کے عصیان سے محفوظ رہوں گا، اگر میرا نقصان ہوا تو وہ دنیاوی نقصان ہوگا، آخرت کے مواخذہ سے بچوں گا، اور جو لوگ ان کے مناقشہ میں حکم بنتے تھے، ان پر فریقین کو اعتماد اور ان کی دیانت پر کامل بھروسہ ہوتا تھا، فریقین ثالث کے فیصلہ پر کاربند ہوتے تھے، چاہے وہ فیصلہ کسی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، فیصلہ کے بعد آپس میں کوئی مناقشہ کوئی تناقس باقی نہیں رہتا تھا، اور ثالث بھی ان تمام کاموں کو حسبۃً للہ محض رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتا تھا۔

بخلاف اس زمانہ کے، کہ فسق و فساد، اور جدال و عناد میں ناحق مونچھ کی لڑائی لڑی جاتی ہے، مخاصمین حتی الامکان عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور جو عدالت کے کثیر اخراجات کا بار نہیں اٹھا سکتے، وہ اپنے معاملات ثالثی میں ڈالدیتے ہیں اور ہر فریق چاہے وہ حق پر ہو یا نہ ہو اپنے لیے ثبوت بہم پہنچانے میں کذب و افترا، حیلہ و مکر، اور جھوٹی گواہی سے دریغ نہیں کرتا، ہر فریق کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ فیصلہ اُسی کے حسب خواہ ہو، اس صدق نما کذب کی وجہ سے حقیقت کا صحیح پتہ لگانا دشوار ہوتا ہے۔

ثالث فریقین کے بیانات سننے کے بعد چاہے وہ ثبوت جھوٹے، سچائی کی ملمع سازی سے بہم پہنچے ہوں یا واقعی سچے ہوں، ایک نتیجہ پر پہنچکر کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ دیتا ہے، اس لئے سچی دادرسی ناممکن ہوتی ہے علاوہ ازیں جس فریق کے خلاف فیصلہ ہوا وہ ثالث پر بے ایمانی، بد دیانتی، رشوت خواری کا اتہام لگاتا ہے، مغلظات گالیاں دیتا ہے اور جہاں تک بھی ممکن ہوسکتا ہے ہجو اڑانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے صرف فریق سے مخالفت تھی مگر اب ثالث سے بھی دشمنی پیدا ہو گئی اور خواہ مخواہ ایک باغیرت انسان مورد سب و شتم بن گیا، اسی لئے تاج العارفین قدس سرہ نے آپ کو حکم بننے سے منع فرمایا۔

پھر وصیت فرمائی کہ کسی کے نسبت ناتہ کے جھگڑوں میں نہ پڑنا، غیر کفو میں رشتۂ ازدواج قائم نہ کرنا، معیشت و جائیداد قبول نہ کرنا، اگرچہ توکل کے تمام مراحل سے گذرنے کے بعد ہی کیوں نہ حاصل ہو، کیونکہ جائیداد و معیشت قلب کو خدا کی طرف سے ہٹا کر معصیت کی طرف مصروف کر دیتی ہے، میری زندگی میں پختہ مکان نہ بنوانا مجھے یہ کاہی سفال پوش مکان بہت پسند ہے، ہاں اگر ضرورت ہو تو میرے بعد بنوانا۔

## تاج العارفین کی جانشینی کے شرائط و قیود

متوفی صاحب سجادہ کے بعد جو شخص جانشین کیا جائے گا انتخاب کے وقت صلبی اولاد کو ترجیح ہوگی، اگر صلبی اولاد نہ ہو یا جانشینی کی اہلیت نہ رکھتی ہو تو اہل قرابت میں سے جو شرائط سجادگی پر پورا اترے اور متوفی سجادہ نشین کا مرید و خلیفہ بھی ہو منتخب ہو گا۔

سجادہ نشین کو عالم باعمل، جامع شریعت و طریقت، سند یافتہ فارغ التحصیل ہونا چاہئے، اگر سند یافتہ فارغ التحصیل نہ ہو تو علوم شریعت و طریقت سے اتنی واقفیت رکھتے کہ اوامر و نواہی پر خود بھی کاربند ہو اور مریدوں کو بھی ہدایت کر سکے، مسائل شریعت و طریقت کا صحیح جواب قرآن و حدیث، فقہ و اقوال سلف صالحین سے دے سکے، متقی و متورع و مرتاض ہو، اسوۂ شیوخ پر چلنے والا، معمولات پیران طریقہ اذکار و اشغال اوراد و وظائف کا مداوم ہو، خلائق ہر شخص سے بخندہ پیشانی ملنے والا، تمام کام حسبۃً للہ استرضائے الٰہی کے لیے کرنے والا ہو۔

**قیود** باجماعت نماز پنجگانہ مسجد میں ادا کرے، عزلت گزیں رہے، بجز شرکت جماعت، و دیگر ضروریات خانقاہ اور شرکت اعراس کے علاوہ خلوت خانہ سے باہر نہ جائے، قصبہ کے اندر پیران و شیوخ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے واسطے اور اپنے اقران و محبان کے مکانات میں تہنیت و تعزیت اور مریضوں کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے۔

قصبہ سے باہر قدم نہ نکالے مگر سفر واجب کے لیے، مثلاً سفر حج و زیارت حرمین شریفین و دیگر ضرورت داعیۂ شرعیہ وغیرہا، حتی الوسع امامت نہ کرے بلکہ اقتدا میں نماز ادا کرے، یہ قید محض بر بنائے احتیاط و حسماً للنفس ہے۔

کیونکہ امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے، امام کی نماز کی صحت پر مقتدیوں کی نماز کی صحت اور اس کے فساد و کراہت پر مقتدیوں کے نماز کا فساد اور اس کی کراہت موقوف ہے، اگر امام سے فرائض و واجبات یا مستحبات وسنن میں کسی قسم کی فروگذاشت ہوگئی جس کا علم غفلت کی وجہ سے امام کو نہ ہوسکا اور نماز فاسد ہوگئی، یا مکروہ ہوگئی تو اس صورت میں تمام گناہ کا ذمّہ دار امام ہی ہوتا ہے، اسی لئے اہلِ تقویٰ عموماً امامت سے احتراز کرتے ہیں۔

کسی کی امانت نہ رکھے، کسی مقدمہ میں گواہی نہ دے، کسی دوسرے کے فتویٰ پر دستخط نہ کرے، کسی وثیقہ پر گواہی نہ بنائے، انہی شرائط و پابندیوں کی وجہ سے حکومت نے سجادہ نشینان خانقاہ مجیبیہ کو عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ کردیا ہے۔

اپنی شدید ضرورت میں بھی قرض نہ لے، متوکل محض ہو، جائیداد معیشت نہ رکھے، اگر اوقاف کا متولی ہو تو اس کی آمدنی بحسب شرائط وقف نامہ صرف کرے، تمام اوقات عبادات و طاعات میں مصروف رکھے، ان تمام قیود کے ساتھ خلق سے ملتا رہے، ان کی حاجت روائی اور مدد کے لئے ایک خاص وقت مقرر کردے، حسبِ استطاعت فقرا و مساکین، واردین و صادرین کی خدمت کرے۔

## سجّادہ نشین خانقاہ تاج العارفین کا مخصوص لباس

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے آج تک ایک ہی وضع و قطع کا لباس تیار کیا جاتا ہے جس کو سجّادہ نشین زیب تن کرتے ہیں۔

**تاج قلندری** [1] اس کا دوسرا نام تاج جعفری بھی ہے، یہ بلند اونچی نوکدار خوب گفش کپڑے کی

---

[1] تاج جعفری کی وجہ تسمیہ کا صحیح پتہ نہ چل سکا کہ یہ کن جعفر کی طرف منسوب ہے مگر اس وضع کی ٹوپی مسنون ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کلاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہیأتیں لکھی ہیں ان میں ایک وضع یہ بھی ہے جو تاج جعفری کی شکل میں صوفیہ میں مروج ہے، حضرت شیخ لکھتے ہیں "کلاہ بر دو نوع ہست یکے لاطیہ، دوم ناشرہ" "لاطیہ آں را گویند کہ بر سر متصل باشد و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آں را بر سر نہادہ اند، ناشرہ آں ست کہ متصل بر سر نہ باشد بلکہ افراشتہ باشد و آں لاطیہ سیاہ است و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمتر بر سر نہادہ اند و بعضے مشائخ کہ بر سر نہند جائز است" امام مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمن مدنی کوفی مسعودی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں ان کا شمار اجلہ تبع تابعین اور اکابر ائمہ مجتہدین میں ہے، اس وضع کی ٹوپی پہنتے تھے، ہشیم ابن جمیل انطاکی جو ثقات محدثین میں ہیں آپکی کلاہ کے متعلق فرماتے ہیں "رایتہ و علی راسہ قلنسوۃ اطول من ذراع مکتوب فیہا محمد یا منصور (تہذیب التہذیب) تاج جعفری بھی گویا اسی شکل کا ہوتا ہے فرق اسی قدر ہے کہ اس کی طوالت ایک ہاتھ نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے کم ہوتی ہے اور سر سے بلند ہوتا ہے اور اس پر یا سادہ سوزن کاری ہوتی ہے یا درود یا کلمہ طیبہ یا اسمائے حسنیٰ یا اسمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تمثال نعلین شریف منقوش ہوتے ہیں جو مجرد سوت یا ریشم سے ان منقوش پر سوزن کاری کردی جاتی ہے

دوپلی ٹوپی ہے جس پر سوزنی کا کام ہوتا ہے، اسی تاج کو پہن کر صاحب سجادہ "دستار نظامی" باندھتے ہیں۔

تاج جعفری دیگر خاندانوں میں بھی مروج ہے، مگر اس کا بالائی سرا بلند چھوڑ دیا جاتا ہے جو دستار باندھنے کے بعد بھی نمایاں ہوتا ہے، تاج العارفین قدس سرہ نے ہضماً للنفس اپنی منکسر مزاجی کی وجہ سے اس کے بالائی سرا کو پشت کی طرف جھکا دیا تھا، کچھ اس انداز سے جھکایا کہ دستار کا حسن دوبالا ہوگیا اور عجیب خوشنمائی دربودگی پیدا ہوگئی، اور اب یہ تاج بلند بھی ہے اور پست بھی، لاطیہ بھی ہے اور ناشرہ بھی، یہ ادنیٰ جنبش جسے ہم ہضم نفس کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اتباع سنّت کی انتہائی شغف کا پتہ دیتی ہے، جس سے لاطیہ اور ناشرہ کلاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد سے جن خاندانوں میں تاج العارفین کا فیض پہنچا ہے یا اس خاندان کے اکابر اجازت وخرقۂ خلافت سے شرفیاب ہوئے، تاج العارفین کی تبعیت میں بمصداق "مَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" تاج کے بالائی سرا کو جھکا کر پہننے لگے، اس زمانہ میں جس خاندان میں تاج کی یہ وضع دیکھی جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس خاندان کے اکابر تاج العارفین کے فیض یافتہ تھے۔

**دستار نظامی** اس کا عرض ایک بالشت اور طول اکیس گز سے زیادہ ہوتا ہے، رنگ سادہ سفید، بندش کا انداز بھی جداگانہ ہے، اس میں عربی عمامہ کی طرح پیشانی کے وسط میں کوئی زاویہ نہیں ہوتا بلکہ پیشانی کا حصہ مدور ہوتا ہے، پیشانی اور دونوں کانوں کی طرف ایک ایک زاویہ ہوتا ہے، بندش کے بعد پیچھے کی طرف شملہ موڑ دیا جاتا ہے، اس بندش کی کچھ جھلک شاہان مغلیہ کی دستاروں میں ملتی ہے، یہ دستار نظامی سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے۔

جسم میں کمر سے نیچی بند دار مرزائی اس کے اوپر بند دار انگرکھا اس پر قادریہ کرتہ اس پر ململ کا کمربند جس میں گرنٹ کی گوٹ لگی ہوتی ہے، اس پر عبا شانہ پر حمائلی ململ کا پٹکا جس میں بھی گرنٹ کی گوٹ ہوتی ہے اور بڑی مہری کا پائجامہ جس کی مہری کا کنارہ باریک مڑا ہوا ہوتا ہے۔ ہاتھ میں سفید عریض ململ کا رومال اور تسبیح، پاؤں میں گھیتلی جوتی جس کی ایڑی دبی ہوتی ہے، خلوت سے باہر آنے کے وقت ہاتھ میں عصا ہوتا ہے۔ یہی وہ مخصوص لباس ہے جو عہد تاج العارفین سے آج تک صاحب سجادگان خانقاہ مجیبیہ استعمال کرتے رہے ہیں، یہ کل ملبوسات اس خاندان میں حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ کے واسطہ سے پہنچے ہیں، شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ نے ۱۱۲۶ھ میں تاج العارفین کو الباس خرقہ کرتے ہوئے یہی ملبوسات پہنائے تھے، جیسا کہ آپ نے ملفوظات کے ایک ورق پر دست خاص سے تحریر فرمایا ہے۔

**جانشین تاج العارفین کا احترام** کہ تمام اہلِ قرابت و محبان و مرید و غیر مرید خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین کا بہت احترام ملحوظ رکھتے ہیں، جب وہ کسی موقع سے ان کے مکان پر تشریف لیجاتے ہیں تو انکی نشست کے لئے جا، نماز بچھا کر تکیہ رکھدیتے ہیں، پھر جب صاحب سجادہ اُن کے مکان آجاتے ہیں تو وہ استقبال کر کے اُسی جا، نماز پہ بٹھاتے ہیں۔ یہ احترام تاج العارفین کی محترم شخصیت کی نسبت کی وجہ سے میزبان کے جذبۂ ادب کے ماتحت ہے۔

**الحاصل** شیخ العالمین قدس سرہٗ نے تاج العارفین کی تمام وصیتوں پر پوری طرح عمل کیا اور تمام شرائط و قیود سجادگی پر سختی سے کاربند رہے، جو دستور و رسوم کہ عہد تاج العارفین سے چلے آتے تھے، ان کو مزید ترقی کے ساتھ جاری رکھا۔

**ریاضات و مجاہدات** کہ تذکرۃ الکرام میں بروایت سید العلماء مولانا احمدی قدس سرہٗ مروی ہے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں باوجود مشاغل نظم و نسق خانقاہ و مشغولی وارد و اذکار جن اہم ریاضات کو شیخ العالمین نے اختیار کیا تھا اس میں ایک سکوت بھی تھا کہ آپ ساڑھے تین سال تک خاموش رہے، اتنے دنوں میں کسی سے کلام نہ کیا کسی کو کسی کام کے لئے نہ کہا سارا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے، کنوئیں سے اگر پانی نکالنا ہوتا تو خود آب کشی کرتے اگر کوئی دیکھ لیتا تو حصول سعادت کی غرض سے دوڑ کر ہاتھ سے ڈول لے لیتا اور لوٹا یا گھڑا بھر کر نشستگاہ تک پہنچا دیتا، آپ کی نشست عہد تاج العارفین میں خلوت کے دروازے کی کوٹھری میں رہتی تھی، زائرین و حاجتمند آتے تو اُسی کوٹھری میں آپ سے ملتے تھے اور عرض حال کرتے تھے، آپ کی وساطت سے حضرت تاج العارفین کی خدمت میں حاجتمندوں کی رسائی ہوتی تھی، آپ سجادگی سے پہلے برابر صوم وصال رکھتے تھے، شام کو صرف پانی یا لونگ یا چنے کے چند دانوں سے افطار کرلیا کرتے تھے، اس کے بعد غذا کی ایک قلیل مقدار شبانہ یوم کے لئے مقرر کرلی تھی، آخر عمر میں پچیس برس تک ایک چھٹانک سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے، بیماری میں چونکہ دوا پینی ضروری ہوتی تھی تو دوا کی مقدار کے برابر غذا کی اتنی مقدار کم کرکے پانچ یا چھ تولے کی مقدار پوری کی جاتی تھی، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے عرس کے موقع پہ دسویں تاریخ سے تیرہ تک مطلق غذا نہیں کرتے تھے صرف چائے پر اکتفا کرتے تھے، تین شبانہ یوم دہم یازدہم دوازدہم تا شب سیزدہم اوراد و اشغال اور اذکار میں اور دیگر امور اعراس میں مشغول رہتے اور مطلقاً نہیں سوتے تھے، مگر روحانی قوت کا یہ عالم تھا ہجوم مردماں اور اضافہ

مستفیضان و وجد وحال کے باوجود چہرۂ مبارک پر کچھ بھی آثارِ تکان نمودار نہیں ہوتے تھے۔
ہر روز ساٹھ رکعت نماز علاوہ مشغولی و مراقبہ واذکار وتہجد واشراق و چاشت واوابین کے ادا فرماتے تھے، اس کے علاوہ نوافل ماہانہ نہایت پابندی سے ادا فرماتے تھے، مراقبۂ معمولی فجر، ظہر و عصر و مغرب و عشاء کبھی فوت نہ ہوا۔ ــــــــ شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ العالمین قدس سرہٗ سجادہ نشینی کے بعد پنجگانہ نماز کے بعد مزار تاج العارفین پر جاکر مراقبہ و مشغولی کرتے تھے، کچھ دنوں تک ایسا ہی معمول رہا، پھر تین وقت صبح، ظہر و عصر مقرر ہوا، بقیہ اوقات مسجد یا خلوت میں مشغول رہتے، کچھ دنوں کے بعد صرف عصر کے بعد کی حاضری لازم کرلی، یہ معمول ابتک باقی ہے اور سجادہ نشینان اس معمول کو اپنے اپنے زمانہ میں جاری رکھے رہے، لیکن صبح کا مراقبہ مسجد میں کبھی اشراق تک، کبھی چاشت تک کرتے تھے، اشراق کی نماز کبھی مسجد میں کبھی خلوت میں تشریف لیجاکر ادا کرتے تھے، کسی دن اگر طبیعت چاہ گئی تو عشاء کے بعد بھی چند گھنٹوں کے لئے مزار تاج العارفین پر تشریف لیجاتے اور مراقب بیٹھے رہتے، کچھ دنوں کے بعد مزار کی حاضری کے اوقات میں دیگر ضروریات تعلیمی و تلقینی کی بنا پر کمی کردی گئی اور عشاء کی نماز کے بعد مستفیضین کے افاضہ کے خیال سے آدھ گھنٹہ کے لئے خلوت کھول دیجاتی تھی، اس وقت خانقاہ کے طالبین و نیز قصبہ کے عمائدین بغرض استفاضہ حاضر ہوتے، اس وقت درس مکتوبات وملفوظات وفتوح الغیب وغیرہ ہوتا تھا، پھر خلوت بند ہوجاتی، یہ معمول حضرت نصر قادر قدس سرہٗ کے زمانہ تک رہا، جب ہمارے پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ جانشین ہوئے تو ابتداءِ عہدِ سجادگی تک یہ سلسلہ رہا مگر پھر حاضرین کی کمی کی وجہ سے موقوف ہوگیا، الغرض خلوت بند ہو جانے کے بعد حضرت شیخ العالمین خاصہ تناول فرماکر چند گھنٹوں کے لئے استراحت فرماتے، پھر دو بجے شب کو بیدار ہوجاتے اور تہجد و اوراد واذکار میں مشغول ہوجاتے پھر صبح کو مسجد میں تشریف لاکر نماز ادا کرتے اور اپنے معمولات کو پورا کرتے، تمام عمر آپ نے اذکار کبھی ترک نہ فرمائے باوجودیکہ قوائے جسمانی بہت زیادہ مضمحل ہوچکے تھے، مگر مشکل سے مشکل اذکار قلندریہ و دوازدہ ترتیبہ کو بلاناغہ پورا کرتے رہے، اکثر خوش عقیدت مریدان جو زیادہ گستاخ تھے کہتے کہ اب تو صرف مشغولی کا وقت ہے، مشق اذکار کے ثمرات و فوائد بیش از بیش حاصل ہوچکے قوٰی بھی یارا نہیں دیتے، بجائے اس کے مشغولی پر اکتفا کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ فرمایا کہ اس ضعف کے ساتھ بھی میرے قوٰی مشکل اذکار کے ادائیگی میں قاصر نہیں ہیں، اگرچہ کسل مزاج منافی ہوتا ہے مگر میں اس کو نفس کا دھوکہ سمجھتا ہوں نفس ہر طرح پر انسان کو دھوکہ اور فریب میں ڈالکر برباد کردیتا ہے، اسلئے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ نفس کے فریب وحیلہ ومکر سے بچتا رہے، اوّل تو ہماری عبادت کسی درجہ میں قابلِ قبول نہیں، اسلئے کہ ہمیں اخلاص عمل کا صحیح جذبہ

اپنے میں محسوس نہیں کرتا، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی تمام عبادت ایک سان مقبول نہیں ہوتیں، اُس کی قبولیت اللہ کے کرم و رحم پر موقوف ہے، معلوم نہیں کس وقت کی عبادت اللہ کو پسند آوے اس کا علم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اتنے دنوں کی عبادت میں کون اور کس وقت کی عبادت مقبول ہوئی یا نہیں ؟ اگر کوئی عبادت بھی مقبول نہ ہوئی ہو تو بقیہ عمر کی کُل ساعت مقبول عبادت کی تمنا اور آرزو میں عبادت ہی میں کیوں صرف نہ کر دیجائے، اللہ سے اُمید رکھنے والا اس کے رحم و کرم سے محروم نہیں ہوتا ہے، وہ بندہ مقبول بندہ ہے جو اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری میں شبانہ یوم ایک پاؤں پر کھڑا رہے، معین اوقات پر کام بجالا کر بقیہ اوقات میں غافل پڑا رہنا ناشکر گزاری ہے، بالفرض اگر تم لوگوں کے حسن ظن کے مطابق مجھکو ثمرات فوائد اور قبولیت عبادت کی دولت نصیب ہو چکی ہے تو یہ کتنی بڑی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے کہ جس ذریعہ سے ایسی دولت ہاتھ آگئی ہو اور خدائی نعمتوں کی کوئی حد نہ ہو کہ آئندہ اسی ذریعہ سے بیش از بیش ملنے کی اُمید ہو، اُس ذریعہ کو چھوڑ دیا جائے، پیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ سیرابی کے جو ذرائع دستیاب ہو چکے ہیں اس سے سیرابی حاصل کی جائے جبتک پیاس نہ بجھے، مگر یہ وہ پیاس ہے کہ اس کے دن رات بڑھتے رہنے اور ذریعۂ سیرابی کو عمل میں لاتے رہنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ "ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشی" مَیں تم لوگوں کی تشفی ایک حکایت سے کر دیتا ہوں۔"

کسی گاؤں میں ایک فاقہ مست پریشان حال رہتا تھا، شب قوت کو محتاج بظاہر اُس کے کُل ذرائع معیشت مسدود تھے حیران پریشان بطلب روزگار در در کی خاک چھانتا پھرتا تھا، مگر کسی طرح اُس کی عقدہ کشائی نہ ہوئی، بالآخر اُس نے سوچا کہ دریا کنارے ریت چھانا کروں، ممکن ہے اُن سے گرے پڑے پیسے دستیاب ہو سکیں، ایسا ہی کرنا شروع کیا، خدا کی شان اس طرح اُس کو اس میں سے گرے پڑے پیسے دستیاب ہونے لگے، شام کو اُن پیسوں سے آٹا لاتا اور جنگلوں سے لکڑیاں چن کر گھر لے آتا اور بیوی کے حوالہ کر دیتا، روٹیاں پکجاتیں، بال بچے ملکر کھالیتے، خدا کا شکر بجالا کر سو جاتا، صبح کو پھر دریا کے کنارے چلا جاتا اور ریت چھانتا، کچھ نہ کچھ دستیاب ہو جاتا، عرصہ کے بعد اس ملک کا بادشاہ سیر و شکار کی غرض سے اپنے عسکر کے ساتھ گزرا، مگر وہ اپنے کام میں مشغول تھا، اس کو فوج کی نقل و حرکت تک کی خبر نہ ہوئی، بادشاہ کی اطلاع کیونکر ہو سکتی تھی، بادشاہ جب واپس ہوا تو اس کو اسی حال میں دیکھا، وزیر سے کہا یہ کون شخص ہے اور خاک بیزی سے اس کا کیا مقصد ہے، دریافت کرو، وزیر نے حسب الحکم جاکر اُس سے ماجرا دریافت کیا، اُس نے حقیقت حال کہہ سُنائی، وزیر واپس گئے، بادشاہ سے اُس کا بیان دہرایا، بادشاہ نے عقب سے آکر اُس کی چھلنی میں ایک اشرفی گرادی، مگر اس کو خبر نہ ہوئی، چھانتے چھانتے وہ اشرفی نمایاں ہوئی

اس نے کمر میں رکھ لیا، پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا، کچھ دیر بعد دوسری اشرفی بادشاہ نے گرادی، اسی طرح متعدد اشرفیاں اس کی چھلنی گرتی رہی، مگر وہ خاک بیزی سے باز نہ آیا، بادشاہ کو اس کی بے انتہا طمع اور لالچ پر غصہ آگیا، بلا کر اُس کی تنبیہ کی اور کہا کہ میں نے اس قدر رقم تجھکو دی جو تیرے لئے ایک مدت تک کے لئے کافی ہے مگر تو اپنی خسیس حرکت سے کیوں باز نہیں آتا، اُس نے دست بدستہ عرض کیا کہ اب تو میں اس کو تا عمر چھوڑ نہیں سکتا، چاہے اشرفیاں پھر ملیں یا نہ ملیں، کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس کی وجہ سے مجھے معتدبہ اشرفیاں حاصل ہوئیں، بادشاہ خاموش ہوگیا اور اس کو رہا کر دیا۔

یہی حال عبادات وطاعات کا ہے، عابد جس عبادت کے ذریعہ فائز ہو اُس کی پابندی اس پر اور زیادہ عاید ہو جاتی ہے، ایسے عبادات وطاعات کو بقدر وسع تا زندگی ترک نہ کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ عبادت کرتے کرتے مر جائے، تمہارے حسن ظن کے مطابق اگر واقعی مجھ میں بہت سے فوائد وثمرات اذکار پیدا ہو چکے ہیں، حالانکہ میرے نزدیک تو ہنوز روز اول ہے اور عمر آخر ہو چکی تو ایسے ذرائع جن سے حصول فوائد کی قوی اُمید ہو کیونکر چھوڑ دیے جا سکتے ہیں یا ہو چکے ہوں تو زیادہ کی اُمید کرتے رہنا کیونکر نہ چاہئے۔

پھلواری کے مؤرخ مولوی امان علی ترقی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی میں شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مناقب ومحامد بیان کرنے کے بعد عہد تاج العارفین کے معمولات کو جس حُسن وخوبی کے ساتھ آپ انجام دیتے تھے ان کا تفصیلی حال لکھا ہے:-

| | |
|---|---|
| بیا اے دل صفیر شوق سر کن | چو رنداں سوئے میخانہ گزر کن |
| ز ساقی خواہ جام بادۂ ناب | غزل خواں باش با یاران احباب |
| دِلا وصف بزرگان زماں کن | پر از ذکر مدائح گوش جاں کن |
| بود از ذکر پاکاں تازہ ایماں | نشاط آگیں از و گردد دل وجاں |
| بہر محفل کہ ذکر شاں در آید | بدلہا حق دَرِ رحمت کشاید |
| برد افسردگی از افسردہ دِلہا | بیابد تازہ جانے مُردہ دِلہا |
| حدیث عاشقان حق بیے ہست | کہ ساز د بیجہاں را سرخوش ومست |
| زہے دَورِ سعادت انتہائے | کہ می دارد صفا لے انتہائے |
| زمان شیخ کامل نعمت اللہ | چہ خوش عہد لبیبت لے مردان آگہ |

که تا جائے پدر جادہ نشیں شد — سر و سر حلقۂ مردانِ دیں شد
وجود او پرست از حسن اوصاف — رسیدہ شہرہ اش از قاف تا قاف
پر از صیت محامد ربع مسکون — شد از اخلاق آں مقبول بیچون
ثنا وار حسن خوبیت بر زبانہا — بہفت اقلیم شد زود استانہا
غلط گفتم غلط در ملاء اعلیٰ — ملائک می کنند اوصاف او را
مگر بر نکہت گل خود سوار است — کہ بر ہر بام داغ دل گذار است
بہر محفل کہ ذکرِ او در آید — صدائے آفریں زانجا بر آید
بعالم شد رواں فیض عمیمش — شگفتہ غنچۂ دل از نسیمش
صبا تا بر دلیلش در گلستاں — پریشاں شد بعشقش سنبلستاں
ز عشقِ حسن رخسارش بگلشن — گریباں چاک زد گل تا بدامن
شدہ محو رخ زیباش لالہ — کشادہ با داغ دل خونیں پیالہ
ز مہر قامت رعناش شمشاد — باستقبال از یک پا باستاد
لقایش در دل او ہست منظور — ازیں نرگس کشودہ چشم از دور
عصا دارد بکف ہر لحظہ شبو — کہ تا گردد ز دربانِ درِ او
چنار از فرقت او خستہ جان است — ازیں دستِ دعا بر آسمان است
وزاں شد تا شمیم او بصحرا — خجل شد نافۂ آہو بصحرا
سحر خورشید سرگرداں بر آید — کہ دیدہ بر جمال او کشاید
بہا ہوں از وجودش طیر و حشرات — بہم دارند ذکرِ وصف آں ذات
بآئین پدر شد ہادی عصر — وجودش رونق آبادی عصر
خوشا بختِ کسے کز فیض صحبت — گرفتہ توشۂ راہِ حقیقت
خوشا جویائے عرفان الٰہی — کزو بگرفتہ فیضانِ کماہی
خوشا مردیکہ با وے آشنا شد — گذشت از ہر دو عالم با خدا شد
دلا بحق شاہ عماد الدین قلندر — بحق جویاں نمود آں فیض گستر

بسلک وارثیہ عاملے را ہدایت کرد آں شیخ توانا

ز دیگر خاندانہا چوں مجاز است کشودِ کار بر اہلِ نیاز است

شود در خانقاہش ہر کہ صادر بجاں کوشند بہر پاس خاطر

کمر بندند اندر خدمتِ اُو بکوشند از برائے راحتِ اُو

بہ پیش آرند از نعمائے الواں شود از خلق ایشاں شاد مہماں

کنند تا آں زمانے کُو اقامت کنند از دل ادائے حق خدمت

بسے از طالبانِ علم ہشیار ز کسب علم دیں دارند بس کار

بگیرند از عطائے او خور و نوش نمی دارند جز بر علم دیں گوش

ہم آنجا طالبانِ حق تعالیٰ بگیرند فیض فقر از ذات والا

عرس ربیع الاول

بدستور پدر درویش برتر کند محفل بتاریخ پیمبرؐ

پلاؤ و قلیہ وافر می پزانند کند تقسیم و مہماں را خورانند

دو روز و شب کند توقیر اطعام کہ سیر آیند زاں ہر خاص و ہر عام

بشب بعد از تہجد شیخ کامل بخوش آئیں کند ترتیب محفل

فراغت کردہ از قُل می نشینند ز مطرب بشنوند مدح محمدؐ

بآں خوبی سراید نغمہ قوال کہ بر مجلس شود تغییر احوال

بوجد آیند یارانِ طریقت فنا در ذات حق شانِ طریقت

ز بیہوشی خبر از خود ندارند چرا کایشاں بجاناں ہمکنارند

ز سرمستی چو خم جوشاں آمدند شاں بمجلس ہر طرف چوں جام گرداں

گہے با نالۂ نے ہمصفیر اند گہے بر پائے ساقی بوسہ گیرند

ستادہ چنگ ساں از شوق گریاں گہے از جلوۂ معشوق خنداں

گہے با ہمدماں خود ہم آغوش بیادِ دوست نالاں از سر جوش

بیادِ حق گشتند از جوش یاہو بہ پیراہن نمی گنجند یکسو

زبس دارد اثر آں در دل ایشاں کہ خاص و عام می گردند حیراں

زتاثیر فغان و نالہ وآہ  گریباں چوں دَرَدْ وقتِ سحرگاہ
زمجلس شیخ خیزد بہرِ طاعت  نمازِ صبح خواند باجماعت
زمسجد چونکہ می آید بمحفل  زلیس آیند آں یاران کامل
مپرس ازمن کہ مستانِ الٰہی  کہ چوں جوشند وقت صبحگاہی
غرض از جوشش وآہ دل شاں  شود دلہائے عالم بس گدازاں
بوجد آید چو شیخ از جوش مستی  عیاں گردد از و یزداں پرستی
نمی ماند بہ بند ہستی خویش  شود بیہوش از سرمستی خویش
فتد تاثیر آہِ اُو بمحفل  گدازاں می شود چوں موم ہر دل
چہ از طفل وجوان وپیر گریند  بیادِ حق پراز تاثیر گریند
بوجد آں راکہ میگیرد در آغوش  شود از بادۂ توحید مدہوش
بنور معرفت در وجد گرداں  چو در وقت سحر خورشید تاباں
تن مرتاض او بارشۂ لمعاں  بسان شاخ گل از جوش جنباں
زیارت[۱] می کند بر طرز معمول  کند تقسیم آب موئے مغسول
بماہ رحلت[۲] شیر خدا نیز  کند مجلس بصد اعزاز و تمئیز
بشہر انتقال[۳] غوث الاعظم  بسازد محفل آں شیخِ مکرم
بتاریخ وفات[۴] والدِ خویش  کند خوش مجلسے آں مرد حق کیش
بمردم می نماید دعوت عام  کہ برگیرند از انعام او کام
چراغان وکول قندیل بسیار  کند روشن بقبر شاہ ابرار
کند فرش نقوش آگین قالیں  نہد شمع فروزاں را بآئیں
زصحن خانقہ تا مرقد آں  دو رویہ می کند روشن چراغاں
نہد خوانہائے نقل وبیرہ پاں  بفرش خانقاہ خود فراواں
بیاران طریقت خوان بر سر  خراماں می رود تا قبر انور
بہ پیشش مطربان نغمہ پرداز  غزلخواں می روند از عشوۂ ناز

۱ زیارت موئے مبارک
۲ عرس ۲۱ رمضان شریف
۳ عرس ربیع الآخر
۴ عرس تاج العارفین

همه یاران او پرشوق و جوشان — روند از پس بدل تسبیح خوانان
ز نغمه سنجی آواز قوال — بجوش آیند اهل الله فی الحال
همیں آئیں بمرقد چوں در آیند — همه خوان را مرتب می نمایند
باطرافش همه مردان نشینند — به نزد شیخ خود یاران نشینند
چو محفل می شود با ایں تجمل — کنند آغاز قاری فاتحه قل
ز قل فارغ شده گردند مشغول — سراید مطرب آنگه قول معقول
بماند محفل آنجا تا بیک پاس — بخیزد بعد ازیں آں خیر الناس
به یاران میرود در خانقه باز — بآئیں می نماید انجمن ساز
شود در انجمن چوں جلوه فرما — رسد فیضانش از دلها بدلها
بقانونے نوازد ساز مطرب — برد دل را ز اهل راز مطرب
صدائے تال و عود و چنگ و شنگ — دل ارباب معنی را زند چنگ
دل عارف ز خوش آواز بربط — شناگر دو به بحر عشق چوں بط
ز شب تا چاشت ماند گرم محفل — بسوزند اهل دل از آتش دل
کند آں شیخ محفل را چو موقوف — بسمع قل شود هر شخص مشغوف
ز خوان هر چیز را تقسیم سازند — همه را زاں تبرک می نوازند
بکار خیر دائم همت او ست — جهانے کامیاب از نعمت او ست

چاه چھوٹی

بقرب قصبه چاہے پخته ساخت — ز گچکاری بنایش محکم انداخت
که هست آب زلالش آب زمزم — کزاں سیراب می گردند عالم
به شارع عام آبان سبیل است — تو می گوئی بدنیا سلسبیل است
درونش صاف تر از جان پاکان — بهر دل زیبا چو رخسار نکویان
بقصبه مسجدے سنگین و محکم — بنا فرموده جد مکرم
چو پشته زینه اش گردید مسمار — بنا نو کرده از زرہائے بسیار
پر از جود و سخا شیخ کرام است — بدل دراحت رسائے خاص و عام است

ندارد گرچہ از دیہات وقریات  —  برآرد خلق را از لطف حاجات

زاولاد اند اُورا ہفت فرزند  —  زعلم ظاہر و باطن خردمند

مولانا تقی حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، اپنے شیخ کی وفات کے بعد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بقیہ تکمیل سلوک کے خیال سے آپ نے رجوع کیا تھا، اس رجوع کے واقعہ کو ایک خاص قصیدہ میں نظم فرماتے ہیں :۔

سحر کہ داشت دلم از شراب شوق سرور  —  چنیں رسید بگوشم صدا ز عالم نور

خوش آں کسیکہ کند جستجوئے شاہد غیب  —  مئے شہود دہد مستیش بہ بزم حضور

رہا ز بند خودی گشتہ باریاب شود  —  بخلوتیکہ دراں کردہ است دوست ظہور

گل مراد بدامان گل ہمہ چینند  —  بگلشنیکہ ز نیرنگی است ہر سُو شور

ازیں ندا بدلم بسکہ جوش زد حسرت  —  کہ من بغفلتم افتادہ در سرائے غرور

چہ غفلت است نہ عیشیکہ شغل آں دارم  —  نہ بزم ساقی و مطرب نہ مئے بجام بلور

بجز گناہ نہ داریم کار و بار دِگر  —  بمعصیت ہمہ عمرم رود ز بدو شعور

بدل گزشت کہ جویم مرشد کاملِ  —  کہ زنگ غفلت از آئینہ دل نماید دور

بگفت ملہم غیبم اگر تو ہشیاری  —  بیا بہ بارگہِ اقدسِ شہِ مبرور

شہِ سریر ولایت محمد نعمت  —  کہ فیض نعمت اوہست در جہاں مشہور

مجیب سیرت و آیت نظیر و قطب زماں  —  عماد دینِ متینِ نبی سراپا نور

خوش عابدیست دراں مسجد یکہ سجدہ کند  —  بسجدہ گاہ نماید ظہور جلوۂ طور

مراقب ار بہ نشیند بیاد ایزد پاک  —  کند ز خویش خیالات ماسوا را دور

بود برمز معارف ز جزو کل واقف  —  نماندہ است براُو راز دو جہاں مستور

دمِ سماع ز بیتابیٔ دل پُر شوق  —  بنور معرفت آید بگردش ہمچو ہور

پئے طواف جنابش ملک فرود آیند  —  کہ رفتہ است ز لبس بر فلک ز وصفش شور

بہ آستانۂ اُو آورند دسے نیاز  —  چہ کیقباد چہ خاقاں چہ جم چہ کیف غفور

عجب مدار کہ غلماں کنند جاروبی  —  بصحن خانۂ پر نور اُو ز کاکل حور

بدرک صحبتش ارباب معرفت آیند — کہ بہر مسند معانی شوند ز دلِ فور
بسا کساں ز مریدانش صاحب عرفاں — کہ ہر یکے است از یشاں بکار دیں مغور
کشودہ است بعالم زبسکہ دست نوال — بوصف او بکشادند لب وحوش و طیور
بدور معدلتش نیش کارگر نشود — اگر تو دست گذاری بلانۂ زنبور
اگر بلطف بہ بیند سوئے زیاں کارے — بنفس او متبدل شود ز حسن شرور
سوئے فسردہ دلے گر نگہ کند بارے — شود ز آتش عشق خدا دلش پر نور
ز چشم لطف نگاہے اگر کند یک بار — عجب مدار بود روشنی بدیدۂ کور
باستغاثہ اگر مُردہ نام او گیرد — اگر عذاب کند رش رہا شود در گور
بصدق دل کند ہر کس کہ خدمتش در حشر — شود بہ نعمت وافر بہ پیش حق ماجور
تو نیز مطلب خود عرض کن دعا ز و خواہ — کہ ہر دعاش بود در جنابِ حق ماثور
تحیر آمدہ در دل مرا ازیں الہام — کہ من بغربتم افتادہ زاں دیارم دُور
دگر بگفت سروشم کہ ایں چہ حیرانی است — اگر تو یاد کنی آنجناب را فی الفور
کشد بجذب عنایت حضور اقدس خویش — بآستانۂ او بگزری بفرح و سرور
شوی ز مرحمتش کامیاب ہر دو جہاں — بر آیدا ز کرمش ہر چہ کردہ مخطور

شہا نواز بلطف و کرم ترقی را
دہ انتظام بسلک ملازمان حضور

**مقبولیت شیخ العالمین قدس سرہٗ** } شیخ العالمین قدس سرہٗ کی شخصیت اخلاص عمل، ورع و تقویٰ، صلہ رحمی، برادر نوازی اور اخلاق محمدیہ کی وجہ سے اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کے معاصر قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اہل قرابت و دیگر ساکنین قصبہ و اطراف و جوار کے تمام لوگ آپ کو اپنا امام و پیشوا سمجھتے تھے، آپ کے حکم سے کسی کو سرتابی کی جرأت نہ تھی، آپ ہر شخص سے بطور خادم ملتے، کبھی کسی کے مقابلہ میں آپ نے اعزاز و وقار کو ترجیح نہ دی، اگر کسی خادم سے بھی کوئی لغزش سرزد ہو جاتی تو کبھی اس کو حاکمانہ تنبیہ نہیں کرتے تھے بلکہ نرمی و آشتی سے اس کو سمجھا دیتے، اور آپ کے اسی طرز نے آپ کو لوگوں کی نظروں میں محبوب بنا دیا تھا، معمول تھا کہ ہر جمعہ کو نماز و اوراد و ظیفہ سے فرصت کرکے اعزہ کے گھروں پر تشریف لیجاتے اور خیریت

دریافت فرمانے ـــــــ آپ کے معاصر محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق تپاں قدس سرہٗ جانشین سجادہ عمادیہ قلندریہ، گرچہ رشتہ میں شیخ العالمین قدس سرہٗ کے حقیقی بھتیجے تھے، مگر اپنے زمانہ میں بڑی شخصیت کے مالک اور صاحب خانقاہ بزرگ تھے، شیخ العالمین قدس سرہٗ کو حضرت تاج العارفینؒ کا قائم مقام سمجھتے تھے، حضرت تپاں قدس کو جو والہیت و عقیدتمندی شیخ العالمین کے ساتھ تھی، اُس کا اندازہ اس مدحیہ قصیدہ سے ہو سکتا ہے جو شیخ العالمین کی منقبت میں آپ نے نظم فرمایا ہے:-

روزے بدلم خیال آمد | نے بلکہ تمام حال آمد
کز سر فگنم عمامہ از شوق | صد چاک زنم بجامہ از شوق
آرم بدو دیدہ خون دل را | گل رنگ کنم رُخ خجل را
آیم بجناب عم غمخوار | از نالۂ دل بگویم اسرار
در ضمن مدائح و کرامش | گویم غم خویش را تمامش
زیں خطرہ سرور در دل آمد | نے نے ہمہ نور در دل آمد
درطرح قصیدہ چست جستم | راہ سخن دگر بہ بستم

پھر ایک طویل تمہید کے بعد مدح و مناقب کی طرف رجوع کرتے ہیں:-

زقیل وقال مدارس شبے نفور شدم | بنفرتے کہ کند طبع از نہیق حمار
خمش نشستم و دریافتم ز طبع سلیم | کہ رفت عمر دریں شیوہ رائگاں بسیار
دگر رود نفس آخرم بہ بیکاری | چہ آید از کف افسوس و دست حسرت کار
سبک بجستم و رفتم بہ محفلے کہ دراں | نہ بود جائے من و ما، نہ پردۂ پندار
بساط صحن مقدس حریم خلد بریں | ز نور مہر ہدایت چراغ بر دیوار
نشستہ اہلِ دلاں سر نہادہ بر در دل | بہ چار سوئے بساطش لسان لوح جلد
ترانہ سنج مغنی بلحن داؤدی | خلش بسینۂ چنگ از فغان و نالۂ یار
ز شیشہ بادۂ منصور در پیالہ بدست | ز جوش مستی مئے نالہ بر لب دل زار
بوجد آمدہ تا گہ ز شوق زیبائی | کہ دل زپرتو او گشت مشرق انوار
چہ گویم از روش او کہ دل بدست نماند | چہ گویم از اثر او کہ برد صبر و قرار

ز جلوه ها که نمودار بود از همه سو — گهے یکے و گہے صد گہے ہزار ہزار
ز اختلاط ہیاکل کثیر پیش نظر — ز انفراد حقیقی یکے بروں ز شمار
نہال قامت او بر زمین دل طوبیٰ — فروغ طلعت او نور دیدهٔ ابرار
سر از بزرگی او سر فراز تر ز ہمہ — کشیده گردن تقویٰ ز فرط عز و وقار
کمند زلف رسایش بگردن دل و جاں — چناں فتاده که یکدل از و نکرده فرار
نگاه کاکل او صید کرد ہر دل و جاں — شکنج طرهٔ او در شکار دوش و کنار
شمیم جعد مسلسل بعنبر افشانی — نسیم گیسوئے مشکیں رواں تا تاتار
ز نقش چیں به جبینش نشاں ندیده کسے — گره نیاده ہرگز با بروئے خمدار
دو چشم میکده اما پر از شراب طہور — نگه مدام ز کیفیت مئیش سرشار
بغمزهٔ مژه در رشش جہلت تیر انداز — ولے نظر بسوئے بے جہت گرفته قرار
ز نور عینی او روئے ارض عالم نور — فروغ شمع تجلی ز پرتو رخسار
لب از تبسم شیریں شکر فروش جہاں — زباں چو قند ز دہاں پر ز شربت گفتار
نمک بدیدهٔ خونیں دلاں به حسن ملیح — عرق فشانده ز روئے لطافت بسیار
ز لطف شفقت ذاتی نهاده گوش سمیع — بصوت نالهٔ عشاق و نغمهٔ دل زار
به سر عمامهٔ علم و بدوش چادر حلم — ز سینه صورت دریا ز دست گوہر بار
میان نازک او در سماع بیتابی — بسان سنبل پیچیده در ہوائے بہار
ز نقش پائے شریفش بوقت حالت وجد — تمام روئے دل و دیده بود نرگس زار
بیاض حلهٔ او در سواد دیدهٔ من — چناں نشست که نور نظر بدیده تار
بجستم از سر دیوانگی به شوق که تا — ز کفش پائے شریفش کنم گل دستار
بگریه گفتم و کردے نایه سر در دلم — بگو بگو که چی و ز کجائی از من زار
خرد بگوشهٔ مجلس برون دو دیده بخشم — نگاه کرد به من گفت کے تپاں ہشیار
نفس به سینه نگہدار و بے ادب تحرو تش — سخن نیوش شو از من ز گوش پنبه برآر
تو نام نامی او را نشاں ہمی طلبی — بمدرج او ز سر مصرع حرف حرف شمار

## مطلع ثانی متضمن بہ نام نامی واسم گرامی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ

(ش) شہ سریر ولایت ملیک ملک وقار | (ا) امام ملت ودیں آفتاب شہر ودیار

(ہ) ہنر فروش وبری ذات پاکش از ہمہ عیب | (ن) نگاہ چشم مروت عزیز درابصار

(ع) علیم علم لدنی عماد خانۂ دیں | (م) مجیب عصر خود از بہر دعوت بسیار

(ت) تمام صورت شوق وتمام معنی عشق | (ا) امیر اہل دلاں شمع خلوت اسرار

(ل) لطیف ذات ومقدس مثال روح القدس | (ل) لبش مسیح وکلامش علاج ہر بیمار

(ہ) ھُوَ الْبَصِیْرُ عَلٰی کُلِّ مَنْ یُّطَالِبُہٗ | (ق) قَدِ اشْتَہَرَ بِجَمِیْلِ الصِّفَاتِ فِی الْاَقْطَار

(ا) اسیر دام محبت رمیدہ از ہمہ خلق | (د) دریدہ جیب وگریبان حرص ہمہ کار

(ر) رحیم در ہمہ خلق ورؤف در اخلاق | (ی) یگانہ از ہمہ عالم زروئے عز ووقار

(م) مدیح او زرہ عجز ماندہ سر درپیش | (د) دریں زمانہ نیابی کسے چو او زنہار

(ظ) ظلام ظلم ز نور عدالتش ممنوع | (ل) لصوق نصفت حکمش بہر صغار وکبار

(ہ) ہلاک تیغ عتابش عدو بپائے ذلل | (ا) الم بسینۂ حاسد زخار راہ فرار

(ل) لئیم وقت خود است آنکہ سر زرہش پیچاں | (ع) علی یدیہ نباشد برائے وقت نثار

(ا) امیر وقت خود است آنکہ سر نہد درپاش | (ل) لہ الوقار لہ العز والعلی اے یار

(ی) یکے تو گوش بمن آر واے تپاں بشنو

صریح کردہ ام از نام پاک او اشعار

یعنی شاہ نعمت اللہ قادری مدظلہ العالی

چمن چمن بشگفتم زنام نامی او | چنانکہ برگ گل از باد صبح فصل بہار

دلم بجوش درآمد زمستی نامش | بنالہ بانگ زدم بر برخ خرد یک بار

کہ اے ذریعۂ دوری ولے وسیلۂ بُعد | ترا چہ گونہ برایں انجمن شدہ است گذار

ترا چہ حد کہ زنی دم بمدحت شاہی | کہ اوج رتبہ اش از پستئ تو دارد عار

منم کہ از مدد قوتش اگر خواہم | بچشم فیل کنم پائے پشہ را مسمار

منم ز نصفت حکمش کہ می توانم کرد | ز حلقۂ دم میش پلنگ شرزہ شکار

ز هیبت عدل بسیطش منم اگر خواہم | بپائے موش برآرم ز مغز گربہ دمار

منم کہ از اثر جوشش مستی نگہش | خروش توبہ برآرم ز سینۂ خمار

ز حکم نہی شریفش ببزم شاہد وے | منم ز قلقل مینا برآرم استغفار

منم ز فیض کف او کہ می توانم ساخت | ز دیدۂ و مژہ صد بحر و ابر دریا بار

**باغ، تالاب، مقبرہ** ﴿ خانقاہ مجیبیہ کا باغ جس کی اراضی اب مقبرہ کے مصرف میں آگئی ہے، اس اراضی کو شیخ العالمین قدس سرہ نے خریدا تھا اور اس میں ایک خوشنما باغ لگایا تھا، مگر جب سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اس میں مدفون ہوئے، یہ اراضی قبرستان کے مصرف میں آگئی، اس مقبرہ میں خاندان مجیبیہ کے مرشد دفن ہوتے ہیں یا وہ مریدین جن کا مدفن پہلے سے یہاں قائم ہو چکا ہے ان کی میت بھی دفن ہوتی ہے اور عام مریدین خانقاہ مجیبیہ بھی اگر چاہیں دفن ہو سکتے ہیں، یہ مقبرہ انہی لوگوں کے لیے مخصوص ہے، گورِ غریباں نہیں ہے، اس مقبرہ میں صدہا علماء و مشائخ و مشاہیر قصبہ مدفون ہیں۔

یہ باغ خانقاہ سے جنوب میں سڑک کے بعد واقع ہے، اس کی اراضی چودہ[۱۴] بیگھے تھی، اور باغ انبہ دیسی، و نیزہ بانس وغیرہ کی اراضی جو اسی باغ کے دکھن مخلوط الرقبہ ہے، تقریباً اُنیس[۱۹] بیگھے ہے، کل اراضی بتیس[۳۲] بیگھے ہوتی ہے۔

اس باغ میں مختلف قسم کے میوجات نصب تھے، مگر اب صرف آم کے درخت اور کثرت سے املی کے درخت رہ گئے ہیں، اور بانس کی کوٹھیاں بھی ہیں، جن کے بانس مُردوں کے پٹوٹن یا خانقاہ کی عمارت میں صرف کیے جاتے ہیں۔ یا قصبہ کے حاجتمندوں کو مکان تعمیر کرنے کے لئے دیے جاتے ہیں۔

اس باغ کی کوئی چیز از قسم درخت یا اثمار فروخت نہیں ہوتی، پھل پکنے کے بعد توڑ کر کچھ خانقاہ میں صرف ہوتا ہے اور کچھ تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

---

[۱] امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی منقبت میں عرفی نے ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار ٭ نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

حضرت تپاں نے شیخ العالمین قدس سرہٗ کی منقبت کے لئے اسی بحر و ردیف کو اختیار کیا ہے، سلاست و روانی فصاحت و بلاغت، محاورات تمام باتوں میں تپاں کا یہ قصیدہ عرفی کے پہلو بہ پہلو ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے ؎ مرا کہ پا نگذارم درون ہیچ حصار ٭ ز شکوۂ فلک و اختر زمانہ چہ کار

اس باغ میں پرند جانوروں کا شکار بھی ممنوع ہے، یہ ممانعت شیخ العالمین قدس سرہ کے عہد ہی سے تھی، مگر اب قانوناً بھی ممتنع ہے، اس قانونی امتناع کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نصر قدس سرہ کے عہد میں مور بہت کثرت سے پلے ہوئے تھے، ایک شب چند گورے دانا پور فوجی کیمپ سے آئے اور مور شکار کر کے لیجانا چاہتے تھے، باغبان نے ان کو روکا وہ شکار لیکر بھاگ چلے، باغبان اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں نے ان گوروں کا پھلواری اسٹیشن تک تعاقب کیا، گوروں نے عاجز آکر دو آدمیوں پر چھروں سے فیر کر کے بھگانا چاہا مگر دلیر محافظوں نے ان کو پکڑ لیا، چونکہ خود زخمی تھے اسلئے گرفتار نہ کر سکے، آخر کار اس کا مقدمہ قائم ہوا اور جرم ثابت ہونے کے بعد بھی حکومت نے گوروں کے ساتھ رعایت کی، البتہ مسٹر منگلس مجسٹریٹ پٹنہ نے ۱۸۷۵ء مطابق ۱۲۹۲ھ میں ایک امتناعی پروانہ لکھکر دیا جو پیتل کے پترہ پر کندہ کرا کے باغ کے پھاٹک پر نصب کر دیا گیا ہے، پروانہ انگریزی میں ہے اور اس کے نیچے اُردو میں اس کا ترجمہ ہے، انگریزی تحریر کے نیچے مجسٹریٹ کے ہاتھ کا دستخط انگریزی میں ہے۔

## نوٹس

"مور یا کبوتر جو اس احاطہ کے اندر یا نواح میں ہو ممانعت ہے اس کے شکار کرنے کی، اسلئے کہ وہ ایک خاص شخص کا ہے، اگر کوئی شخص بندوق سے یا اور کوئی چیزوں سے مارے گا تو مجرم متصور ہوگا اور یہ اشتہار اس واسطے لکھدیا جاتا ہے کہ عوام اس سے واقف ہوں۔ فقط تاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۷۵ء

ایس، سی، منگلس مجسٹریٹ، پٹنہ،

(مہر: ۱۸۷۴ء پولس ضلع پٹنہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ)
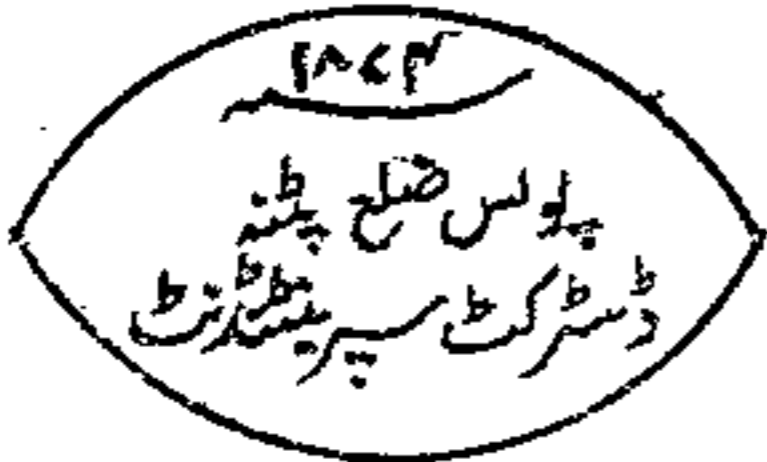
تالاب:- اس باغ میں قبرستان سے پچھم اور باغ انبہ سے اتر ایک تالاب ہے، جس کو شیخ العالمین نے ۱۲۱۲ھ میں کھدوایا تھا، جس خلوص اور ذوق و شوق سے اس تالاب کو آپ نے کندہ کرایا تھا اور بنوایا تھا، اس کا پتہ شیخ طالب علی مرحوم کے ملفوظات سے چلتا ہے کہ تالاب کے ہنگام تیاری میں تقریباً روز حضرت شیخ العالمین قدس سرہ بعد فاتحہ خوانی مزار حضرت تاج العارفین عصر کے وقت سے مغرب تک تالاب کے کنارے تشریف رکھتے تھے، پہلے سے فرش بچھا دیا جاتا تھا، فاتحہ کے بعد آپ بیٹھ جاتے، آپ کے تشریف لیجانے کی وجہ سے بہت لوگ آجاتے تھے اور خاصہ بھیڑ بھاڑ مجمع ہو جاتا تھا، چائے کا دور چلتا تھا، اذان مغرب سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے تھے، پھر نماز کے بعد معمولات میں مشغول ہو جاتے۔" یہ صورت تقریباً تیاری تالاب تک قائم رہی، عرصہ تک یہ تالاب خام تھا، اور کوئی پختہ گھاٹ اس میں نہ تھا، اس لئے غسل کرنے والوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، ہمارے پیرو مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ کے عہد میں ۱۳۳۱ھ میں زنانہ اور مردانہ دو پختہ گھاٹ بنوائے گئے

جس کی وجہ سے اب غسل کرنے والوں کو نہایت آرام ہے۔

اس گھاٹ کی تعمیر کا قطعۂ تاریخ مولوی محمد معشوق کشش پھلواروی مرحوم اور کاتب الحروف نے کہا ہے جو "سنگ مرمر" پر کندہ کرکے گھاٹ کی دیوار میں نصب کر دیا گیا ہے۔

## قطعۂ تاریخ ← از حضرت کشش مرحوم

کیا مبارک کیا خجستہ عہد ہے — میرے حضرت شاہ بدر الدین کا
ابتدا جس کی ہوئی سابق میں تھی — آج اس کی دیکھتا ہوں انتہا
کیوں نہیں تکمیل ہو ہر کام کی — ہے رفاہِ خلق اصلی مدعا
ہوگئی تعمیر اس تالاب کی — جس لیے ہر کوئی کرتا تھا دعا
ملتا ہے تاریخ سے اتنا نشاں — بارہ سو چالیس و دو ہیں یہ کھدا
پر نہانے کا نہیں تھا کوئی گھاٹ — اسلئے تکلیف تھی حد سے سوا
نام نامی جن کا ہے عبد الرؤف — ہے رفاہِ عام جن کا مشغلا
نیک طینت نیک خصلت نیک ذات — ذی مروت ذی حیا ذی حوصلا
محنت و کوشش سے ان کی الغرض — تھوڑے دن میں گھاٹ پختہ ہوگیا
فکر مجھکو جب ہوئی تاریخ کی — غیب سے کانوں میں آئی یہ صدا
لکھدو زینہ پر یہی تالاب کے — تیرہ سو اکتیس ہے اس کی بنا

۳۱ ھ ۱۳

## قطعہ دیگر ← از کاتب الحروف

خوشنما کیا ہی بنا ہے تالاب — ہے کوئی اس کے برابر کہدو
شان میں اس کے مناسب ہے کہ تم — باادب ثانی کوثر کہدو

۳۱ ھ ۱۳

## دیگر قطعہ عیسوی

مجھکو جب تاریخ کا آیا خیال — غیب سے آواز جاں افزا سنی
سن کے بس اُس دم صدائے جانفزا — وجد میں اپنی طبیعت آگئی
سر اُٹھا کر وجد سے کہنے لگا — سیڑھیاں پختہ بنیں تالاب کی

۶

۱۱ ۱۹
۶
۱۱۳ ۶ ۱۹

اس تالاب کی مچھلیاں ہر ایک دو برس پر شتکار کر کے تقسیم کردی جاتی ہیں۔

**کنواں** اس باغ میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہ نے ۱۲۳۰ھ میں رفاہ عام کی غرض سے ایک کنواں کھدوا دیا تھا جو اب تک موجود ہے، اس کا پانی بہت شیریں تھا، مگر کچھ مدت کے بعد "املی" کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے اس کا پانی بد ذائقہ ہوگیا تھا اور کنواں بھی شکستہ ہو رہا تھا، اسلئے ۱۲۵۰ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ کے عہد میں اس کی از سرِ نو تعمیر کی گئی، پھر اسّی سال کے بعد ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے عہد میں جبکہ اس کی جگت مسمار ہوگئی تھی اور اندرونی دیوار بھی شکستہ ہو رہی تھی، پیر و مرشد قدس سرہٗ کے ایک مخلص مرید مولوی سید بشیر الدین عرف عبد الروف مرحوم اور سیر لوکل بورڈ دانا پور نے ۱۳۳۰ھ میں صرف کثیر کرکے اپنے اہتمام سے کنوئے کی صفائی اور مرمت کے بعد پتھر کی مستحکم جگت بنوادی، اب قصبہ میں اسی کنوئیں کا پانی استعمال ہوتا ہے، کنوئے کی مغربی دیوار میں "سنگ مرمر" کا ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چاہ کہنہ قدیم باغ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری قدس سرہٗ کہ چشمۂ فیوضات باید گفت کندانیدۂ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواری قدس سرہٗ کہ بعہد حضرت کرسی نشین ولایت مولانا شاہ محمد ابو الحسن فرد پھلواری قدس سرہٗ بماہ ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ بار دیگر پختہ کردہ شدہ بود بعد انقضائے مدت مدید کہ تا اینیدم ہشتاد سال گذشتہ از کہنگی متکائے او شکستہ شدہ از کار رفتہ است، بار سوم بتاریخ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء بعہد مبارک مہد حضرت قدسی صفات محی الطریقۃ المجیبیۃ صاحب القوۃ القدسیۃ شیخی و مرشدی مولانا الحاج شاہ محمد بدر الدین متعنا اللہ و المسلمین بطول بقائہ عالی ہمت صاحب خلق و مروت جناب مولوی سید بشیر الدین عرف عبد الرؤف صاحب اور سیر محکمۂ ڈسٹرکٹ بورڈ دانا پور، ساکن موضع شان پوکھر ضلع ڈھاکہ از مریدان و متوسلان حضرت پیر و مرشد مدظلہ اند، صرف کثیر کردہ از اہتمام خود از سنگ آراستند،

**چنوٹی کنواں** خانقاہ سے پچھم کچھ آبادی کے بعد موجودہ تھانہ اور ڈاکخانہ سے متصل شاہراہ عام پر ایک بہت بڑا پختہ کنواں ہے جو چنوٹی کنواں کے نام سے مشہور ہے، ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے رفاہ عام کی غرض سے کھدوا دیا تھا، مگر ایک عرصہ تک خام رہا، پھر شیخ العالمین قدس سرہٗ نے

استحکام کے خیال سے ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں اس کو اور وسیع کرواکر پختہ بنوادیا، یہ یادگار اب تک موجود ہے ــــــ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں قدامت کی وجہ سے کنوئیں کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی اسلئے حضرت نصر قدس سرہٗ نے از سر نو اس کی تعمیر کرادی، اس تعمیر کی تاریخ حضرت نصر قدس سرہٗ نے کہی ہے۔

چاہ کہنہ نو شد از دست حبیب ؛ سال اُو شد چشمۂ فیض مجیب

یہ تاریخ ایک پتھر پر کندہ کر کے کنوئیں کے قریب ایک دیوار میں نصب کر دی گئی تھی ۱۹۳۲ء کے زلزلہ میں دیوار منہدم ہو گئی، مگر یہ پتھر خانقاہ میں محفوظ ہے۔

مثنوی ترقی میں اسی کنوئیں کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں۔ ؎

بقرب قصبہ چاہے پختہ ساخت ؛ زگچکاری بنائش محکم انداخت

بشارع عام آب آں سبیل ست ؛ تو می گوئی بدنیا سلسبیل ست

**پشتہ سنگی مسجد** { سنگی مسجد کی مغربی دیوار اور اس کا مستحکم پشتہ جو اس وقت موجود ہے شیخ العالمین قدس سرہٗ ہی کا بنوایا ہوا ہے، مولوی ترقی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ ؎

بقصبہ مسجد سنگین و محکم ؛ بنا فرمودۂ جدّ مکرم

چو پشتہ زبنائش گردید مسمار ؛ بنا نو کرد از زرہائے بسیار

**الغرض** شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں رفاہ عام کے بہت کام کئے ہیں، الحمدللہ کہ یہ چند یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

**ممتاز خلفاء و مجازین** { آپ کے ساتوں صاحبزادگان اور تین بھانجے مولانا احمدی و مولانا علی اکبر، و شاہ محمد و عبداللہ بن شاہ سعداللہ، اور شاہ اولیا علی نو آبادی، مولانا ہادی بن مولانا احمدی، مولانا حاجی احمد ابراہیم بن مولانا احمدی، قاضی علی اشرف بن مولانا علی اکبر، شاہ نصرالدین احمد مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ نے بھی اجازت تبرک لی تھی، مگر یہ اجازت اجازت تبرک تھی، کیونکہ آپ کو تاج العارفین قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، شاہ ابراہیم علی بن شاہ فصیح الدین نبیرہ و نواسہ سید شاہ بدیع الزماں پھلواری"

**شادی اور اولاد** { شیخ العالمین قدس سرہٗ کی شادی چھپرہ محلہ کریم چک میں حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

حکیم صاحب علیہ الرحمہ نسباً ہاشمی تھے، آپ کا مفصّل تذکرہ خاتمۂ کتاب میں آئے گا۔

شیخ العالمین قدس سرہ کی دو صاحبزادیاں اور سات صاحبزادے تھے، بڑی صاحبزادی شاہ ابوالقاسم قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، ان کے ایک صاحبزادے مولوی وصی احمد علیہ الرحمہ عالم و فاضل گذرے ہیں، مگر ان کی نسل اب منقطع ہو گئی۔

دوسری صاحبزادی مولانا ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، جن کے پوتے ہمارے پیر و مرشد شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ تھے۔

صاحبزادگان میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ، دوسرے مولانا شاہ ابوتراب آشناؔ، تیسرے مولانا محمد امام جنوںؔ، چوتھے مولانا ابوالجیلوۃ عجزؔ، پانچویں مولانا محمد قادری، چھٹے مولانا محمد علی سجاد نعمتیؔ، ساتویں مولانا محمد حسین ملاؔ تھے، رحمہم اللہ تعالےٰ۔

**وفات** کامل پچپن سال منصب سجادگی اور خدمت خلق انجام دینے کے بعد اٹھاسی سال کی عمر میں ۲۹ر شعبان روز پنجشنبہ ۱۲۴۷ھ میں شیخ العالمین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اور اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مزار کے پائین میں مدفون ہوئے، آپ کی تدفین کے بعد اس جگہ ایک وسیع چابوترہ تعمیر کر دیا گیا اور اس چابوترہ سے دکھن جانب زمین دوز دو تہ خانے تعمیر کئے گئے، جس میں ذاکرین و شاغلین چلّہ کشی کرتے تھے، حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کے عہد تک تہ خانے کے دونوں حجرے کھلے ہوئے تھے، مگر ایک دفعہ اس حجرے کے دریچہ سے ایک گیدڑ گر کر مر گیا، اس کے بعد یہ حجرے بند کر دئے گئے، اس چابوترہ کا راستہ پہلے دکھن جانب سے تھا، مگر اب حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دکھن جانب سے چابوترہ کو وسیع کر کے فرد الاولیاء قدس سرہٗ کے چابوترۂ مزار سے ملا کر ایک کر دیا ہے اور راستہ پچھم سمت سے قائم کر دیا ہے، سابق چابوترہ کی تعمیر ۸ر رجب ۱۲۴۸ھ میں ہوئی تھی اور شوال ۱۲۴۸ھ میں تمام ہوئی۔"

## خانقاہ

خانقاہ، رباط، زاویہ، تکیہ، رواق، یہ کل ایک ہی چیز ہے، "فقرائے باکمال صاحب رشد و ارشاد جس جگہ خلق کی ہدایت کرتے ہیں اور ان کی تربیت میں رہکر طالبین حق جہاں کسب و ریاضت و چلّہ کشی کرتے ہیں وہ جگہ انہی ناموں سے موسوم ہوتی، سب سے پہلے جس بزرگ سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اسی کے نام سے وہ جگہ موسوم ہو جاتی ہے، مثلاً خانقاہ حضرت...... یا تکیہ مخدوم...... وغیرہ"

اسی طرح مہمان سرا اور مسافر خانہ بھی ہے جو دولتمند اپنی اخروی صلاح و فلاح کے لئے بناتے ہیں اور ان تمام چیزوں کی بُنیاد وقف فی سبیل اللہ قائم ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے جب کسی بزرگ کی خانقاہ قائم ہوجاتی ہے تو حکومت بھی اس کو لاخراج چھوڑ دیتی ہے اور کسی قسم کا مطالبہ وقف سمجھتے ہوئے نہیں کرتی ہے۔

ہر زمانہ میں اہلِ دل صاحبِ طریقت وسلسلہ بزرگ ہوتے ہیں جو کسی صاحبدل درویش کی صحبت میں مدت المتمر رہنے کے بعد ریاضات و مجاہدات میں سعی بلیغ کر کے مدارج عالیہ پر پہنچتے ہیں، پھر اپنے شیخ کی طرف سے خرقہ خلافت مصلا و تسبیح سند و مثال پانے کے بعد ارشاد و ہدایت خلق کے لئے مامور ہوتے ہیں، اُن کا شیخ ان کو کسی شہر یا دیہات میں بیٹھکر رشد و ہدایت کے لئے حکم دیتا ہے، وہ ماذون و مامور انسان اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اس شہر یا دیہات کے کسی ویرانہ یا مسجد میں اپنا وہی مصلاّ بچھاکر جواس کے شیخ سے ملا ہے رُشد و ہدایت کے لئے بیٹھ جاتا ہے، اس کے جذبات حقہ اور کشش صحیح کی وجہ سے خلق کا رحجان اس کی طرف ہوتا ہے، لوگ جوق جوق اس کی خدمت میں آنے لگتے ہیں اور اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق دینی یا دُنیاوی مقاصد میں اس کے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، کچھ دنوں کے بعد مریدین و معتقدین اُس بزرگ کے قیام کے لئے کوئی عمارت تعمیر کردیتے ہیں جو خانقاہ یا تکیہ وغیرہ کسی نام سے مشہور ہوجاتی ہے، اب یہ بزرگ شیخ کا عطا کیا ہوا مصلاّ اسی مکان میں بچھاکر بیٹھ جاتا ہے، باوجودیکہ یہ جگہ اس کو ہبہ کردی جاتی ہے مگر وہ اس جگہ کو وقف ہی تصوّر کرتا ہے اور کوئی باضابطہ کارروائی بہ شکل رجسٹری وغیرہ نہیں کرتا، بلکہ خانقاہ کے نام سے کسی صاحب سلسلہ بزرگ کی قیام گاہ کا مشہور ہوجانا ہی وقف سمجھا جاتا ہے۔

اگر کسی بزرگ کو اس کے شیخ نے تکمیل طریقت کے بعد خرقۂ خلافت تسبیح و مصلاّ و سند و مثال دیکر یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے وطن ہی میں رہکر رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرے تو وہ حسب ہدایت اپنے وطن ہی کو اختیار کرتا ہے اور اپنے آبائی اور سکونتی مکان کے کسی گوشہ یا کسی خلوت کو اپنے کام کے لئے مخصوص کرلیتا ہے، اگر اپنے آبائی مکان میں وسعت نہ ہوئی اور دوسرے شرکاء کی رہائش میں تنگی کا اندیشہ ہوا تو پھر وہ کسی جنگل یا میدان کی طرف چلا جاتا ہے مگر سرزمین وطن کے حدود سے باہر نہیں ہوتا۔

خداوند تعالیٰ اپنے کسی باہمت بندہ کے ذریعہ سے اسی جنگل یا میدان میں کوئی اراضی اس بزرگ کی رہائش اور رشد و ہدایت کے اجرا کے لئے دلوادیتا ہے تاکہ وہ بفراغ خاطر اللہ کی یاد اور ہدایت خلق میں

مصروف رہے، اور جب وہ جگہ بھی خانقاہ کے نام سے مشہور ہوجاتی ہے تو لوگ اس کو وقف للہ ہی تصور کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حکومت بھی اس سے تعرض نہیں کرتی اور لاخراج چھوڑ دیتی ہے، ہاں اگر اس بزرگ کے وصال کے بعد ایسا اندیشہ ہو کہ آئندہ لوگ اس جگہ کو ملک تصور کریں گے تو اس بزرگ کے ورثا آیندہ کے خرخشہ و منافشات کے سدباب کے لئے باضابطہ وقف نامہ لکھ دیتے ہیں۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کو جب آپکے پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ اور آپ کے استاذ و مرشد مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ نے تکمیل کے بعد الباس خرقہ کر کے سجادہ و تسبیح و سند و مثال دیگر ارشاد و ہدایت خلق کے لئے مامور فرمایا تو آپ کو اپنے وطن پھلواری ہی میں رہکر اجرائے سلاسل کا حکم دیا، اسلئے آپ اپنے سکونتی متروکہ مکان کی ایک خلوت میں جو آپ کو اپنے والد کے ترکہ سے ملی تھی وہی مصلاّ بچھا کر یاد حق میں مصروف ہوگئے۔

تاج العارفین کے والد شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ قلیل جائیداد کے مالک تھے، ان کے صرف دو ہی صاحبزادے حضرت تاج العارفین اور شاہ جار اللہ قدس سرہما تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ کوئی تیسری اولاد نہ تھی۔

تاج العارفین متوکل محض تھے کوئی آمدنی بجز سرمایہ توکل کے نہ تھی، والد کے ترکہ سے جو قلیل جائیداد ملی تھی وہ اپنی ہی ضروریات کے لئے ناکافی تھی چہ جائیکہ اہل و عیال و خانقاہ داری کی متکفل ہوسکتی، تقریباً گیارہ بیگھہ بہ کسر بالا موضع رسول پور کی اراضی تقسیم ہوکر آپ کو ملی تھی جو شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کے نظم میں دیدی گئی تھی، اس کی جو کچھ آمدنی ہوتی شاہ جار اللہ قدس سرہٗ آپ کو دیدیتے اور آپ عطیہ الٰہی سمجھکر قبول کر لیتے۔

خانہ نشینی کے بعد جب آپ جادۂ توکل پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف ہوئے تو خلق کا ہجوم آپ کی طرف بہت زیادہ ہوا، خصوصیت کے ساتھ آپ کے عزیزان واقربان نے کثرت سے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور دُور دراز کے باشندے بھی آپ کی فیض صحبت سے مستفیض ہونے لگے، واردین و صادرین کا ہجوم بہت بڑھ گیا، ان سے جو نذورات آتیں وہ ان ہی کی خدمت میں صرف ہوتیں، جو رقم بچ رہتی وہ بقدر مایحتاج اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات میں کام آتی، ملبوسات میں صرف دو جوڑے ہوتے تھے، ایک دُھلنے کے لئے جاتا تو دوسرا زیب تن فرماتے، سالانہ اعراس اور سماع کی محفلیں جو پیران سلسلہ کے ارواح طیبات کے ایما سے منعقد کی تھیں وہ بھی انہی نذورات سے انجام پاتی تھیں، مگر موجودہ

مکان جس میں آپ جلوہ افروز تھے اتنا تنگ تھا کہ مہمانوں کے قیام اور محافل سماع اور سالانہ اعراس کے انعقاد کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لئے آپ کے چھوٹے بھائی شاہ جاراللہ قدس سرہٗ نے اپنی مملوکہ اراضی میں ایک مسجد اور اس کے سامنے ایک سماع خانہ سفال پوش تعمیر کرا دیا، جس میں مہمان ٹھہرتے اور تقریبات انجام پاتیں، یہ تمام چیزیں جس عنوان سے قائم ہوئیں ان میں سوائے وقف کے ملکیت کا شائبہ بھی نہ تھا،

خانقاہ کی اس تنگی کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ بھی محسوس کر رہے تھے، چنانچہ تاج العارفین قدس سرہٗ کی حیات ہی میں آپ نے خانقاہ کی توسیع کے لئے اطراف کی اراضی خریدنی شروع کر دی تھیں، یہ کُل اراضی اپنے اعزہ اور اہلِ قرابت سے خریدی گئی تھیں جن کے وثائق بحمداللہ اب تک موجود ہیں، رفتہ رفتہ اتنی زمینیں حاصل ہو گئیں جن میں اب خانقاہ کی عمارت قائم ہے۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں ایک خلوت اور مختصر قطعہ کا زنانخانہ اور شاہ جاراللہ قدس سرہٗ کی موہوبہ اراضی جس میں مسجد اور سماع خانہ اور حجرۂ اربعین کی عمارت تھی، بس، کُل اسی قدر تاج العارفین قدس سرہٗ کی مملوکہ اراضی تھی جو آپ کے عہد ہی میں خانقاہ کے نام سے مشہور ہو کر وقف کے مرتبہ پر پہنچ چکی تھی۔ نذورات کے ذریعہ جو چیزیں از قسم اثاث البیوت و فرش و فروش و اشیائے رسمی وغیرہ حاصل ہوئی تھیں یا بطور خود آپ نے خرید فرمائی تھیں وہ سب نیاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اعراس کے لئے مخصوص کر دی گئی تھیں، ان کے علاوہ اوراد و وظائف کے سفینے تھے جو آپ کے ورد میں رہتے تھے، اس کے سوا کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو آپ کے بعد تقسیم ہوتی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جب باتفاق رائے شیخ العالمین قدس سرہٗ جانشین کئے گئے تو خانقاہ اور اس کی تمام چیزیں آپ کے سپرد کر دی گئیں اور آپ اس کے متولی قرار دئے گئے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے تمام ورثا نے ان چیزوں کے لینے سے بازی دعویٰ دیدیا، کسی نے بھی خس کے برابر ان کی تقسیم کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ نے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ اب میرے چھوٹے بھائی شاہ محمد نعمت اللہ اعلیٰ حضرت کے جانشین ہیں، عہد تاج العارفین قدس سرہٗ کے تمام کام ان ہی کی ذات سے وابستہ ہیں وہ تمام چیزیں جو اعلیٰ حضرت کے عہد میں خانقاہ و نیاز و اعراس وغیرہ کے لئے مخصوص تھیں اب شاہ نعمت اللہ کے تصرف میں رہیں گی اور جس طرح اعلیٰ حضرت کے عہد میں تعامل رہا ہے آئندہ بھی رہیگا، تمام حاضرین نے اس کی تائید کی، اور اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا اور یہ تمام چیزیں وقف تصور کی گئیں۔

شیخ العالمین قدس سرہ کی جانشینی کے وقت آپ کے بڑے بھائی شاہ احمد عبدالحق قدس سرہ مرشدآباد میں تشریف فرما تھے، اپنے والد تاج العارفین قدس سرہ کی رحلت کی خبر سنکر وطن تشریف لائے، شاہ احمد عبدالحی قدس سرہ نے تاج العارفین قدس سرہ کے وصال و حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کی جانشینی کے تمام واقعات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا جو کچھ ہوا بہت مناسب ہوا، میں تو مرشد آباد کی خدمت پر مامور ہوں، مجھے یہاں رہنے کا بھی موقع نہیں، اب میری یہی دعا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تمام کام شاہ محمد نعمت اللہ کے ہاتھوں بحُسن وخوبی انجام پاتے رہیں۔

الغرض تقریباً بیس۲۰ سال تک اسی تعامل کے مطابق اس کی حاجت نہ پڑی کہ کوئی تحریری نوشتہ مرتب کیا جائے، مگر جب یہ دور ختم ہوا اور ان واقعات کے جاننے والے رفتہ رفتہ کم ہونے لگے تو حضرت تاج العارفین قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی رابعہ عرف بی بی بساون صاحبہ رحمہا اللہ زوجہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہ نے اپنے ورثاء کے خطرناک طرز عمل کو دیکھتے ہوئے جو آئندہ ان کی خانقاہ میں پیش آئے یہی مناسب سمجھا کہ جب اہل زمانہ اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں بھی ترکہ کے خواستگار ہو رہے ہیں کیا عجب کہ خانقاہ مجیبیہ بھی میرے واسطہ سے ترکہ کے خواستگار ہوں، مناسب ہے کہ اپنی زندگی ہی میں شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کے نام تملیک نامہ لکھدوں تاکہ آئندہ کے خطرات سے خانقاہ مجیبیہ محفوظ رہے، اسلئے انہوں نے اپنی دوسری دونوں بہنوں بی بی ریحانۃ النساء زوجہ ملا وحید الحق ابدالی اور بی بی عارفہ زوجہ شاہ سعد اللہ رحمہم اللہ کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا، ان دونوں بہنوں نے بھی اس خیال کو پسند کیا، اس کے بعد بی بی رابعہ رحمہا اللہ نے ایک تملیک نامہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے نام بتاریخ ۴ار جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ میں لکھدیا۔

"کہ ہمگی و تمامی و جمیع مملوکات و مقبوضات مؤکلہ مذکورہ خود از حویلیات و اثاث البیوت و امتعہ و اقمشہ و مکیلات و موزونات و عددیات و زیورات و ظروف طلاء و نقرہ و مسی و برنجی و آہنی و فروش و عبید و جواری و کل ما یتعلق اسم الشئی و المال سوائے اراضیات و دہات آنچہ ملکیت و تملیک را شاید و کل ما ہو مملوکہا بوجہ الارث من جانب الاب والام کہ تا زمان این تملیک صحیح شرعی مرقوم الذیل فارغاً عن حق الغیر در تحت و تصرف ملکیت خود بلامشارکت غیرے و بغیر مداخلت دیگرے داشتم مجموعۂ آں را بہ مسمیٰ شاہ نعمت اللہ ولد حضرت تاج العارفین قدس سرہ ممدوح وکالۃ تملیک عام نمودم تملیکاً عاماً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً خالیاً عما یمنع جوازہ و لزومہ و عاریاً مما یبطلہ و یفسدہ و منفکاً عن الہبۃ اسماً و حکماً مستجمعۃ بجمیع شرائط الصحۃ والوکالۃ تسلیم و تسلیط نمودم و اذن دادم ملک لہٗ مذکور را بر قبض ملک بہا مذکورات

تسلیماً وتسلیطاً صحیحاً شرعیاً۔

**اسماءِ گواہاں مع مہر و دستخط**:۔ شہد علی ذلک واسمی محمد نور الحق بن شاہ عبدالحق بن آفتاب طریقت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما ــــ گواہ شد محمد طالع ــــ گواہ شد سید دلاور علی مالک موضع یعقوب پور نگانواں ــــ گواہ شد غلام حق ــــ العبد سید عزت علی ــــ گواہ شد علی اکبر عرف منو ــــ گواہ شد فصیح الدین گواہ شد شیخ رجب علی ــــ گواہ شد سید واجد علی ــــ شہدت باقرار الوکیل المرقوم سید احمد اشرف ــــ شہدت باقرار الوکیل المرقوم واسمی فی ختمی [نثار علی / کردہ ام جان و دل] گواہ شد [سید نور الحسن قادری / غلام خاندان مجیبیہ]

درحقیقت بی بی رابعہ رحمہا اللہ کا یہ خطرہ صحیح ثابت ہوا، اس تملیک نامہ کے سولہ[۱۶] دنوں کے بعد یکم رجب سنہ ۱۲۱۰ھ میں شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، فاتحہ چہارم سے پہلے ہی ان کے ورثا نے تقسیم متروکات کا قصہ چھیڑ دیا اور ایسے ناروا باہمی مناقشات پیدا ہوئے کہ حرمت وجمعیت خاندانی پر پانی پھر گیا، مکان و اثاث البیوت کی تقسیم کے ساتھ کتب خانہ اور اوراد و وظائف کے سفینے تک تقسیم کر ڈالے، بالآخر جب حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے یہ محسوس کیا کہ اب ان مناقشات میں حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کا سلسلہ بھی مندرس ہوتا ہے تو آپ نے شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے صاحبزادے شاہ غلام شبلی قدس سرہٗ کو جو دوسری محل سے تھے اور نہایت لائق و فائق اور عارف بزرگ تھے، اجرائے سلسلہ کے خیال سے جانشین کر دیا۔

بی بی رابعہ کے اس تملیک نامہ کے دو سال کے بعد ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ھ میں بی بی ریحانۃ النساء اور بی بی عارفہ رحمہما اللہ نے بھی اپنے بھائی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے نام سے ایک تملیک نامہ لکھدیا، اس تملیک نامہ کا مضمون بھی بعینہ مرقومہ بالا مضمون ہے، البتہ گواہان مختلف ہیں، اس تملیک نامہ کے گواہان مندرجہ ذیل بزرگان ہیں:۔

**اسمائے گواہان**:۔ مولانا احمدی ــــ شاہ وعد اللہ ــــ سید نور الحسن قادری ــــ مولوی بدیع الزماں مولوی علی اکبر ــــ مولوی ولی اللہ ــــ مولوی فصیح نائب قانونگو ــــ مولوی امجد علی ــــ مولوی احمد علی ابو الفضل ــــ مولوی سید مظفر علی ــــ

شیخ العالمین قدس سرہٗ اپنی تمام زندگی میں ان چیزوں کو وقف تصور کرتے رہے، اس کے علاوہ ضروریات کی اور چیزیں بھی خانقاہ کے لیے مہیا کیں، اور کچھ اراضی بھی خانقاہ کے اطراف میں خریدکیں، جن کا کچھ حصہ تاج العارفین قدس سرہٗ کی حیات میں خرید چکے تھے، پھر اپنی جانشینی کے زمانہ میں بھی خرید کی، بیشتر حصے

خانقاہ میں داخل کئے اور بعض حصّوں میں علیحدہ علیحدہ کئی قطعات مکان بنواکر اپنے صاحبزادوں کو زبانی ہبہ فرمادیا، مگر حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے لئے کوئی مکان نہیں بنوایا، غالبًا اس لئے کہ انہیں تو اسی خانقاہ میں زندگی بسر کرنی ہے۔

تمام وہ اراضی جو خانقاہ کے لئے خریدی گئی تھیں، حقیت و ملکیت کے ساتھ لی گئی تھیں اور بیچنے والوں کو بھی اس کا علم تھا کہ یہ خانقاہ میں وقف کرنے کی غرض سے خریدی جارہی ہیں، اسی لئے ان لوگوں نے کارِ خیر سمجھتے ہوئے ان زمینوں کی لگان اپنی دوسری زمینوں پر منتقل کر کے زمینوں کو لاخراج بناکر بیچا، چنانچہ جتنی اراضی وقف ہیں وہ آج تک لاخراج ہیں، شیخ العالمین قدس سرہٗ نے جو اراضی اپنی اولاد کے لئے خریدی تھیں ان کی اولاد کے قبضہ میں ہیں لاخراج نہیں ہیں۔

اسی طرح تاج العارفین کی ایک مریدہ بی بی عصمت نے پٹنہ کا ایک کٹرہ جو سنگھر وہ کے نام سے مشہور ہے شیخ العالمین قدس سرہٗ کے نام سے لکھدیا تھا تاکہ اس کی آمدنی فاتحہ و نیاز وا عراس میں خرچ ہو وہ بھی وقف ہے۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت فردالاولیا جانشیں ہوئے جو تعامل زمانۂ قدیم سے ان اشیاء کے ساتھ چلا آرہا تھا بحالہٖ قائم رہا، مگر حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے وسط عہد میں آپ کے بھائیوں نے باہم مشورہ کیا کہ اگرچہ عہد تاج العارفین قدس سرہٗ و عہد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ان چیزوں کے ساتھ بحیثیت وقف عمل درآمد ہورہا ہے مگر فتنہ و فساد کا زمانہ ہے کیا عجب کہ آئندہ کسی کی نگاہ حرص دراز ہمارے بزرگوں کی موقوفہ چیزوں پر پڑے اور صاحبِ سجّادہ کے عزیز ترین اوقات پراگندہ ہوں اسلئے ہم لوگوں کو خانقاہ اور متعلقات خانقاہ کے متعلق جو کچھ وقف ہونے کی واقفیت ہے اُس کو قلمبند کر کے اپنے دعاوی سے دست بردار ہونا چاہیئے۔

یہ مشورت ۱۲۵۴ھ میں ہوئی تھی، اسی اثنا میں مولانا محمد امام علیہ الرحمۃ علیل ہوئے اور ۸ محرم ۱۲۵۵ھ میں رحلت فرمائی، چونکہ اس مجلس مشاورت کے سب سے اہم رکن وہی تھے اس لئے انتقال سے پہلے اپنی اہلیہ کو وصیت کرگئے کہ جلد از جلد یہ کام تکمیل کو پہنچا دیا جائے، مولانا ممدوح کے وصال کے بعد ان کی اہلیہ بی بی فضیلۃ النساء عرف بی بی فضیلن علیہا الرحمۃ جو مولانا ممدوح کی تمام جائداد پر باستغراق دین مہر قابض و دخیل تھیں اور اپنے بچوں کی طرف سے ولیہ تھیں، چونکہ تمام باتیں طے شدہ تھیں مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی وصیت تکمیل کردینے کے خیال سے انہوں نے اور حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے دیگر بھائیوں نے تمامی اپنے معلومات کو جو وقف کے متعلق تھیں قلمبند کر کے اور تمام چیزوں کی تصریح کر کے اپنی برأت ظاہر کردی، یہ وقف نامہ ۲۱ رجب ۱۲۵۵ھ میں رجسٹرڈ ہوا اور سب لوگوں نے اپنے دستخط اور مہر سے مزین کر کے حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کردیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ علیٰ افضالہ ونصلی علیٰ حبیبہ والہ اجمعین

هو المجیب

ما یانکہ مسمیان ابوتراب وابوالحیوٰۃ ومحمد قادری ومحمد علی سجاد ومحمد حسین ولدان حضرت سید العرفا سید الاولیا آفتاب عالمتاب خورشید وقت جہانگیر شیخنا ومرشدنا شیخ العالمین جناب مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابن حضرت زبدۃ الواصلین اکمل الکاملین تاج العارفین جناب مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ القادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ومسماۃ بی بی فضیلن زوجہ مولوی شاہ محمد امام علیہ الرضوان ولد حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ متوطنان قصبہ وپرگنہ پھلواری متعلقہ ضلع پٹنہ مضافات صوبۂ بہار ایم، چوں مسجد وخانقاہ وخلوت شریف وباغ ومسافرخانہ ومکانات محل سرا وکتابہا وتبرکات ودیگر اسباب ضروریہ کہ لازمہ اعراس نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وپیران عرش آستان علیہم الرضوان است. درزمانیکہ حضرت تاج العارفین قدس سرہ برمسند ارشاد رونق افزائے عالم ایجاد بودند بہم رسیدہ وفراہم آمدہ بود، بعد نقل مکان آنحضرت شیخ الزمان رضی اللہ عنہ چنانکہ از بزرگان دین واولیا کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین بر سبیل سنۃ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبمصداق النبی لا یرث ولا یورث مروج ومعمول است بین الورثہ برطریق وراثت تقسیم نیافت بل حضرت شیخ العالمین مرشدنا الکریم رضی اللہ عنہ برسجادۂ خلافت حضرت تاج العارفین قدس سرہ ارشاد فرما وعالم آرا شدند وبحکم ولایت آنجناب برسائر عالم وعالمیان برآں اشیائے مفصلۃ الصدر خدام ذوی الاحترام تابلف ومتصرف ماندند وتولیت جاروب کشی آستانۂ آثار شریف وحفاظت وزیارت آں وتولیت قبور وحجرۂ اربعین حضرت تاج العارفین وبالاخانہ اش بشرف اہتمام حضرت شیخ العالمین قدس سرہ بتقدیم می رسید وآنچہ درزمان کرامت نشان آں حضرت قدس سرہ بندورات سعادتمنداں وعقیدتمنداں ذوی الاقتدار از اقسام اراضی سکنہ ومکانات کٹرہ واقع بلدۂ عظیم آباد وباغ وسکونت خانہ زادان واقع قصبۂ پھلواری وعبید وجواری وکتابہا واسباب فرش دستگیرہ وشیشہ آلات وظروف مسی وغیرہ وتعمیر وتربیت مکانات پختہ وخام کہ بعمل آمدہ بود آنحضرت ہمہ را درمصارف تزئین اعراس وبرائے فرود آوردن مہمانان ومسافران وارد وصادر موضوع ومخصوص فرمودہ بودند، وچوں معلی القاب اخی شیخ العالمین حضرت مرشدنا الکریم قدس سرہ العزیز ازیں دار فانی بعالم جاودانی رونق افزا شدند، صاحبزادۂ عالی قدر زینت افزائے مسند عزت وافتخار دستگیر عالمیان پناہ دہندۂ میان حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن صاحب۔ قبلہ مرتبت وکعبہ منزلت مدظلہ العالی خلف اعظم آنحضرت برسجادۂ خلافت باکرامت حضرت تاج العارفین وشیخ العالمین رضی اللہ عنہما

ثبات قدوم ورزیدند وبپایۂ توکّل متمکن شدند ودقیقۂ از دقائق سجادہ نشینی فرونگذاشتند ولوازم تولیت آثار شریف دیگر تبرکات ومقابر وحجرہ متبرکہ ومسجد وخانقاہ عالم پناہ کما ینبغی بحسن انجام رسانیدند ومی رسانند، ودیگر اشیاء مفصلہ بالا نیز بحکم معمول سلف بطریق وقف در تحت ولایت خاصہ ملازمان والاشان آنجناب ماندہ وبمصارف مناسبۂ آنہا وتزئین اعراس وغیرہ برسبیل تفصیل صدر بکار شدہ می آید ودر ہمہ حال تولیت تبرکات والا وتصرّف اشیائے موقوفہ مفصلہ بالا باختیار واقتدار صاحب سجّادہ والامنزلت، دوام ومستدام بودن اولیٰ وانسب است، ومایان قطع نظر از دعاوی حقوق وراثت خودہا دریں اموال موقوفہ مفصلہ مفصلۃ الصدر بحسب مرضی شریف حضرت مرشدنا الکریم رضی اللہ عنہ خود کمر اطاعت محکم بستہ بسعادت فرماں برداری موجود ومستعدی باشیم وسرمایۂ ابدی ودولت سرمدی می پنداریم، مع ذلک، نظر بر تخالف وفساد روزگار از اولاد واحفاد خودہا دُور بینی ومآل اندیشی بکار بردہ احتیاطاً مناسب بل واجب انگاشتیم کہ بہ تحریر قطعۂ وثیقہ اقرارنامہ انسداد دعاوی حقوق وراثت خودہا بالنسبت باشیائے مفصلۃ الصدر بنوعے وہیچ کردہ شود کہ ہیچ کس را گاہے دراں اشیا مذکورہ تعذرے باقی نماند، اموال مفصلہ بالا ہمیشہ در تحت ولایت حضرت سجادہ نشین ایں سجادہ متبرکہ احداً بعد واحدٍ واحداً بعد واحدٍ بلا مواخذۂ احدے وبے معارضۂ غیرے مسلم باشد، وبر تقدیریکہ بدالنست کسے دعاوی حقوق وراثت مامقران برآں اشیاء مصرحہ بالا بکدام تقریر متوجہ شود ومبادا فی حین من الاحیان نسبت بداں اشیا، خلاف شایان ایں خاندان نوبت بمنازعت رسد، پس لا محالہ برفع ایں احتمال نیز پرداختن آمد لہذا اقراری نمائیم ونوشتہ می دہیم کہ ہمگی وتمامی حقوق وراثت خودہا را بالنسبت باشیاء مفصلۃ الصدر بجناب ولایت انتساب حضرت سجادہ نشین معظم دام ظلہ العالی بطوع ورغبت خودہا نذر کردیم وہدیہ گزرانیدیم تا ثانی الحال ما یاں ومن یقوم مقامنا را بای وجہ من الوجوہ وسبب من الاسباب دراموال مصرحہ بالا دعوی وحقے وطلبے وخصومتے باقی نیست ونخواہد بود، وچوں نذور وہدایا محمول بر عقد ہبہ می شود وعند الشرع از مشاعیت موہوبہ فساد در عقد ہبہ لازم می آید، چہ قبض موہوبہ در انعقاد صیغۂ موہوبہ بمنزلہ قبض زر بدل در عقد بیع مقصود واں در صورت مشاعیت متعذر است، لہذا مامقران مجتمعۃ ہمہ حقوق وراثت خودہا، فی صفقۃٍ واحدۃٍ بجناب ممدوح نذر گردیم وہدیہ گزرانیدیم، دریں صورت تو ہم مشاعیت ہم اصلاً ومطلقاً باقی نماند کہ ماسوائے حقوق وراثت مامقران احدے را دراں اشیاء مفصلۃ الصدر بنوعے وہیچ دعوی وحقے وشرکتے پیدا نیست، بنا بریں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجۃ بکار آید، فقط۔

تحریر فی التاریخ بست ودوم شہر رجب ۱۲۵۵ھ یک ہزار ودو صد وپنجاہ وپنج ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

# دستخط

## ومہر حضرات مقرین

العبد
ابوتراب ۱۲۱۷
اللّٰہم ثبتنا ومن بعدنا علیٰ

العبد
ابوالحیاۃ ۱۲۲۶

العبد
۱۲۵۰ لنعمتی
محمد علی سجاد

العبد
محمد ۱۲۱۴
قادری مجیبی

العبد
مسماۃ بی بی فضیلن متصرفہ املاک واموال
واشیا زوج خود بوجہ استغراق دین مہر
بقلم احمد اصطفےٰ خویش مسماۃ مذکور

اشہد بما فیہ
محمد یحییٰ
پھلواری

گواہ شد
حسین قادری

العبد
رکنی چشتی
محمد حسین ۱۲۲۲

نشہد بما کتب فیہ
محمد وارث محمدی
۱۲۵۴
المعروف للقطب
الاولیا قادری

اشہد بما فیہ
ید اللّٰہ فوق
ایدیہم ۱۲۴۰

گواہ شد
محمد مجتبیٰ
۱۲۳۷

شہد بما فیہ
احمد رضوی
رضی الدین
۱۲۵۵

اشہد باقرار المقرین
احمد حسین
صدیقی
۱۲۵۲

انا علیٰ ذلک من الشاہدین
الراجی بشفاعۃ النبی
محمد وصی احمد نعمتی پھلواروی
النعم اللّٰہ بنعمۃ ۱۲۵۵

گواہ شد
سید عنایت علی
جعفری الحسینی

گواہ شد
شیخ غلام امام
صدیقی
۱۱۹۵

گواہ شد
مظفر حسین
قادری

گواہ شد
سید افضل علی
۱۲۱۲

گواہ شد
طالب علی
۱۲۲۲

گواہ شد
طاہر علی

نحمدہٗ علی ان جعلنی من شہود والصالحین
وفضلنی من عنایۃ تبعتہ فی الدنیا
والدین وامسی سید کمال علی قادری
نعمتی ساکن قصبہ پھلواری

گواہ شد
سید علی حسنین
حسینی

گواہ شد
سید فضل علی
۱۲۲۹

گواہ شد
احمد اصطفیٰ نعمتی
۱۲۴۲

گواہ شد
سید منور علی

شہدت بما فیہ
نظیر الحق مجیبی ۱۲۴۲
قاضی پرگنہ شاہ پور

گواہ شد علی اشرف ساکن قصبہ پھلواری وقاضی پرگنہ بہار — گواہ شد محمد علی کبیر ساکن قصبہ پھلواری

گواہ شد محمد وجیہہ رضوی ساکن قصبہ پھلواری — گواہ شد آل یٰسین شہباز پوری — گواہ شد سید علی وارث ساکن پھلواری

گواہ شد محمد فرید ساکن قصبہ پھلواری — گواہ شد غلام محی الدین نعمتی الفلواروی نواسہ مفتی غلام نبی دم مرحوم ساکن پھلواری

گواہ شد عاجز ترین بندگان وکمترین خلائق سید جان علی ساکن قصبہ پھلواری

نحن نشہد بما ھو فی ھٰذہ الوثیقۃ وکتبتہا بیدی واسمی فی ختمی

الحمد للّٰہ الذی جعلنا من المہتدین وعلیٰ ذلک من الشاہدین وسمیتی — محمد ھادی

گواہ شد احمد علی ابراہیم

گواہ شد سید محمد مہدی قادری بن مولانا سید

گواہ شد کمترین خلائق ولی احمد ساکن قصبہ آرہ ضلع شاہ آباد۔

مخدوم عالم قاضی پرگنہ مسعودہ ومالک ومتولی قصبہ پھلواری متعلق شہر پٹنہ

احمدی قدس سرہٗ المتوطن قصبہ پھلواری خاص پرگنہ پھلواری۔

## حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ

تاریخ ولادت دہم رجب ۱۱۹۱ھ، درسیات ۱۲۱۱ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے تمام کی، بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت سب کچھ اپنے والد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ۱۲۱۷ھ میں حاصل کی۔

آپ اپنے وقت کے عالم متبحر اور عارف کامل شیخ تھے، بچپن سے شاعری کا مذاق تھا، آپ کا شمار اساتذۂ وقت میں ہے، آپ کے تصانیف یہ ہیں:۔ رسالہ جواز سماع مع مزامیر بزبان عربی وفارسی، رسالہ تقبیل الاظفار در اذان، تعلیق بر تفسیر عزیزی بر آیۂ ما اہل بہ لغیر اللہ، رسالہ ہدایات، رسالہ حرمت متعہ، رسالہ امامت ائمہ اثنا عشر در رد عقائد اہل تشیع، رسالہ تمثال نعلین شریف، مضامین مختلفہ متعلقہ ایصال ثواب، دیوان فردؔ کی دو ضخیم جلدیں۔

فن طبابت میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، معمولات مطب کی دو ضخیم جلدیں شفاء الاسقام کے نام سے دست خاص کی لکھی ہوئی موجود ہیں، علم طب میں آپ کا سلسلہ حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت فردؔ تلمیذ حکیم غلام جیلانی تلمیذ حکیم محبوب عالم تلمیذ حکیم مسیح اللہ تلمیذ حکیم ... تلمیذ محمد اکبر ارزانی دہلوی

**شادی واولاد**} فرد الاولیا قدس سرہٗ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولانا عبد المغنی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ابو محمد علی حسن میاں قدس سرہٗ تھے جو عنفوان شباب میں رحلت فرماگئے۔

دوسری شادی مولوی عبد العلی بن ملا محمد مبین کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ اور حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہما تھے، اور ایک صاحبزادی بھی تھیں جو لاولد فوت کرگئیں۔

**وفات**} ۲۴ محرم ۱۲۶۵ھ میں بعارضۂ فالج وفات فرمائی اور اپنے والد کے پائیں میں چند قدم کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔

حضرت فردؔ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ آپ کا تعارف ان مختصر الفاظ میں کیا جاتا، کیونکہ پھلواری کے افق پر چمکنے والوں ستاروں میں آپ "بدر منیر" ہیں، لیکن چونکہ حضرت کی مفصل سوانح حیات "حیات فرد" کے نام سے راقم سطور نے ۱۳۳۱ھ میں "دیوان فردؔ" کے ساتھ شائع کی تھی اور جو دیوان کا ایک جزو ہے اسلئے اس رسالہ میں مختصر الفاظ میں تعارف کرادیا گیا ہے۔

حضرت فردؔ قدس سرہٗ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ نور العین قدس سرہٗ سجادہ مجیبیہ پر جانشین ہوئے۔ آپ کے خلفا ومجازین یہ ہیں:۔

حضرت شاہ محمد نور العین[1] قدس سرہٗ و مولوی شاہ محمد یحییٰ[2] بن مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ (۲۱ رشعبان ۱۲۵۷ھ) ○ مولوی شاہ محمد مجتبیٰ[3] بن حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہما مجاز جملہ سلاسل (۷ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ) ○ قاضی بشیر الحق[4] بن قاضی غلام حق مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۲ھ) ○ مولوی سید جان علی[5] بن میر فیض علی پھلواری مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۷ھ) ○ مولانا وصی احمد[6] بن مولانا محمد ابوالقاسم بن مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی، مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۲ھ) ○ شاہ احمد مصطفیٰ[7] بن شاہ محمد وعد اللہ، مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۷ھ) ○ میر محبوب علی[8] ساکن بنارس مجاز طریقہ قادریہ وارثیہ (۱۲۵۲ھ) ○ میر جرأت علی[9] ساکن بہار، محلہ مولیا، مجاز طریقہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و فردوسیہ و طیفوریہ و قلندریہ (۱۲۵۴ھ) ○ سید شاہ محمد پنجابی[10] ساکن مسانیا متصل شہر پٹیالہ، یہاں تشریف لائے اور چند مہینے مقیم رہکر حضرت فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ کو وطن واپس تشریف لیگئے، یہ بزرگ خاندانی پیرزادہ تھے، آپ کے اکابر طریقہ قادریہ سے منسلک تھے، ○ شاہ امداد حسین[11] ساکن موضع سانبہ متصل جکواہ اپنے خاندان کے پیرزادہ ہیں، حضرت فرد سے مرید ہوئے اور چند سلاسل کی اجازت ۱۲۵۶ھ میں حاصل کرکے تشریف لیگئے، ○ شاہ آل یاسین[12] بن میر عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن، مرید شاہ ظہور الحق قدس سرہ مجاز چند سلاسل (۱۲۵۹ھ) ○ مولوی قطب الاولیاء[13] بن مولانا محمد علی بن مولانا شمس الدین ابوالفرح مجیبی اپنے والد کے مرید تھے، جملہ سلاسل کے مجاز حضرت فرد سے ہوئے، ○ مولوی سید علی وارث[14] مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۹ھ) ○ مولوی سید کمال علی[15] مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل (۱۲۶۰ھ) ○ مولانا شاہ شرف الدین[16] بن مولانا محمد ہادی و مولانا محمدی[17] بن مولانا محمد ہادی و مولوی نور احمد[18] بن مولانا امام و مولوی یداللہ[19] بن مولانا محمد حسین مجاز جملہ سلاسل (۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ) ○ شاہ ہمت علی[20] ساکن کنگولی قریب غازی پور مرید و مجاز جملہ سلاسل (۱۲۶۰ھ) ○ شیخ محمد احسن[21] صاحب ساکن عبورگنگ، مجاز چند سلاسل (۱۲۶۰ھ) ○ حضرت شاہ احمد[22] بن شاہ مولوی ابوالفضل بن حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ شاہ غلام محی الدین[23] عرف محمدن نواسہ مفتی غلام مخدوم ثروت پسر شاہ لعل محمد بن شاہ غلام یحییٰ ساکن کندولی حال مقامی پھلواری، مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۰ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ) ○ شیخ قطب علی[24] ساکن نرائن بلیا، مرید حضرت شیخ العالمین مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ شاہ عنایت حسین[25] بن شاہ حیدر علی از فرزندان مخدوم منہاج الدین سہروردی گردیزی ساکن موضع بلیاری ضلع گیا، مرید و مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ میر شبیر علی[26] ساکن آدم پور پہلواں، مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز چند سلاسل (۱۲۶۲ھ) ○ حضرت حکیم محمود الحسن[27] دہلوی ۱۲۶۰ھ میں آئے، دو برس اکتساب سلوک کرکے ۱۰ رجب ۱۲۶۲ھ میں جملہ سلاسل کے مجاز ہوئے اور رسالہ "فضل النبی" و "منتخب ادعیات" و "تعویذات" کی نقل

مع اجازت اپنے ساتھ لیگئے۔ o حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی[28] حبیب تنر قدس سرہٗ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں الباس خرقہ کرکے جملہ سلاسل کے مجاز بنائے گئے۔ o شیخ طالب علی[29] بن شیخ غلام حیدر ساکن سمریا ضلع شاہ آباد (جامع ملفوظات شیخ العالمین قدس سرہٗ) مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز قادریہ وارثیہ۔ o حافظ عبدالکریم[30] چاٹگامی مرید و خلیفہ حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل، انہوں نے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے زمانہ میں چلہ کشی بھی کی۔ o میر خیراللہ[31] ساکن استھوا، مجاز بسلسلہ عتیقیہ ۃ قادریہ وارثیہ (جمادی الاول ۱۲۴۰ھ) o مولوی قادر علی[32] ساکن جیوارہ ضلع مونگیر مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۴۰ھ) o شاہ شرف الدین[33] ساکن پاک پٹن مرید حضرت شاہ نور پاک پٹنی خلیفہ حضرت مولانا فخرالدین دہلوی قدس سرہٗ، دہم ماہ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ کو پھلواری تشریف لائے، ان کو شغل درود و دیگر اشغال کی تعلیم دی گئی۔ o حافظ عبدالرحمٰن[34] صاحب پنجابی ایروانی پاک پٹنی و حافظ بدرالدین[35] صاحب پنجابی ایروانی اپنے وطن سے آئے اور شبِ دہم رجب کو بیعت کی اور مشق درود کی اجازت دی گئی۔ o شاہ محمد درویش[36] ساکن پیپلی متصل رام پور (قوم افغان) بغداد شریف میں حضرت سید عبدالقادر قدس سرہٗ سجادہ نشین آستانہ حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کے مرید تھے، پھلواری تشریف لائے اور ۸ رجب ۱۲۴۸ھ میں حضرت فرد سے شغل پاس انفاس و اسم ذات اور اجازت اسم صمد حاصل کی۔ o میر کرم علی[37] ساکن لکھمنیا ضلع مونگیر، مجاز طریقہ قادریہ وارثیہ (۱۲۴۸ھ) o حضرت شاہ نوراللہ[38] نبیرۂ حضرت صوفی شاہ دائم قدس سرہٗ، ساکن ڈھاکہ (بنگال) ۱۲۴۷ھ میں تشریف لائے، مولوی محمد یحییٰ قدس سرہٗ سے درسیات پڑھتے تھے، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۲۴۸ھ میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے رجوع کیا، ۱۲ ربیع الاول کو مجلس سماع میں اُن پر تاثیر پیدا ہوئی، اسی مہینہ کے اخیر میں دیگر اشغال کی تعلیم دی گئی۔ ان کے تیسرے بھائی صوفی شاہ وجہ اللہ قدس سرہٗ اور شاہ محمد شاکر[39] مرید حضرت صوفی شاہ لقیت اللہ قدس سرہٗ نے بھی حضرت فرد قدس سرہٗ سے اشغال سیکھے۔ (۱۲۵۰ھ) o شاہ کریم بخش[41] ساکن عبور گنگ مجاز قادریہ وارثیہ و چشتیہ و سہروردیہ وطیفوریہ مداریہ عمادیہ و سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ۔ o شاہ عبداللہ[42] ساکن موضع رسول نگر (علاقہ قوم چھٹھا، جولاہور سے ۸۰ کوس سے زیادہ پر واقع ہے) ۲۱ رمضان ۱۲۵۰ھ میں تشریف لائے اور حضرت فرد قدس سرہٗ سے اشغال سیکھکر ۲ شوال ۱۲۵۰ھ میں تشریف لیگئے، ان کو چہار اسم کی اجازت دیگئی (اسامی خلفاء مع کیفیت حضرت فرد الاولیاء قدس سرہٗ کے یادداشت سے جو دست خاص سے لکھے ہوئے ہیں نقل کئے گئے)

تلامذہ:۔ مولوی ابوالقاسم پھلواری، مولوی وصی احمد پھلواری، مولوی اظہارالدین منیری، مولوی سلیم اللہ منیری، مولوی غلام قادر رہائی، مولوی غلام مجیب، مولوی شاہ کبیرالدین سہسرامی، ان بزرگوں نے ابتدائی درسیات آپ سے پڑھکر تکمیل مولانا احمدی و مولانا محمد ما[illegible] و مولانا محمد حسین قدس سرہم سے کی۔

## حضرت مولانا شاہ محمد نور العین قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۱ر ذی الحجہ یوم یکشنبہ ۱۲۳۶ھ ۔ درسیات کی تکمیل مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے کی، ۱۲۵۴ھ میں اپنے والد سے بیعت کی اور ۱۲۵۶ھ میں آپ کے والد حضرت فرد قدس سرہٗ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے ممتاز فرمایا، والد کے وفات کے بعد ڈھائی سال مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہکر ۲۶ر ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ کو رحلت فرمائی۔

**شادی**} اپنے چچا واستاذ مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی تھی، مگر نسل منقطع ہوگئی، بہت پُرجوش اور مغلوب الحال بزرگ تھے، بارگاہِ غوث پاک میں بہت قبولیت حاصل تھی، شعروسخن کا بہت اچھا مذاق تھا، نور تخلص کرتے تھے۔ ؎

زتاب حسن تو از خویشتن چناں رفتم ※ کہ در شائے جمالت بجز درود نماند

آپ کا مشہور شعر ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت نصر قدس سرہ سجادہ مجیبیہ پر رونق افروز ہوئے۔

## حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۲۵ر رمضان روز چہارشنبہ ۱۲۴۹ھ ۔ ابتدائی کتابیں "شرح وقایہ" تک آپنے مولانا ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے پڑھیں اور تکمیل درسیات مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے ۴ر شعبان روز جمعہ ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔

حدیث سے بے انتہا شغف تھا اس لئے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مولانا شاہ آل احمد محدث مہاجر مدنی قدس سرہٗ کو صرف کثیر بھیجکر مدینہ طیبہ سے بلوایا اور عرصہ تک اپنے ہاں مقیم رکھکر ۱۲۸۷ھ میں حدیث کی تکمیل کی۔

۱۲۶۳ھ میں اپنے والد حضرت فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور اسی وقت حضرت فرد قدس سرہٗ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمادیا، سلوک طریقت کی تعلیم اپنے منجھلے چچا مولانا ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے مکمل کی، ۲۹ر ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ میں شاہ نور العین قدس سرہٗ کے بعد جانشین ہوئے۔

آپ کے تصانیف یہ ہیں:۔ رسالہ نعمت عظمیٰ، رسالہ سوالات ستہ، رسالہ شواہد الجمعۃ، رسالہ فضیلت سلام بقول السلام علیکم، رسالہ حلت بقرہ منذورہ وحلت سانڈہ، رسالہ سوالات خمسہ، رسالہ منع خواندن درود در قعدۂ اولیٰ رسالہ حلاوت قلوب در فضیلت شب برات۔

آپ شعر وسخن کا اعلیٰ مذاق رکھتے تھے، کلام حقائق ومعارف سے لبریز ہوتا تھا، نصر تخلص کرتے تھے، دیوان آپ کا "دیوان معجز بیان" کے نام سے موجود ہے۔

**شادی** } آپ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں ہی یکے بعد دیگرے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کی دو صاجزادیوں سے ہوئیں، پہلی اہلخانہ سے شاہ محمد عبد الحق اور شاہ محمد عین الحق علیہما الرحمۃ تھے اور دو صاجزادیاں اہلیہ حضرت پیر ومرشد قدس سرہٗ واہلیہ مولوی منظور احمد علیہ الرحمۃ تھیں، اور دوسری اہلخانہ سے اہلیہ مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب تھیں،

حضرت نصر قدس سرہٗ کی علمی وعرفانی منزلت کا حال آپ کی مکمل سوانح حیات سے معلوم ہوگا جو جلوۂ حبیب کے نام سے مرتب ہو چکی ہے اور انشاء اللہ مستقبل قریب میں شائع کی جائے گی۔

**وفات** } ۲۷ سال مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے، ۴۶ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ بعارضۂ ذات الصدر رحلت فرمائی، آپ کا مزار موجودہ "بارہ دری" میں بجانب مشرق دوسرا مزار ہے۔

**عہد نصر کی تعمیرات** } شیخ العالمین قدس سرہٗ کے تذکرہ میں میں نے لکھا ہے کہ خانقاہ کے گرد ونواح میں آپ نے کافی زمین خریدی تھی اور اس میں کچھ مکانات بھی بنوائے تھے، مگر وہ مکانات بھی عرس کے مہمانوں کے لئے کافی نہ تھے، حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں ان مکانات کی مزید توسیع کی، خانقاہ کی موجودہ عمارت میں مخصوص حصوں کے علاوہ جن کی وضاحت اپنی اپنی جگہ پر کر دی گئی ہے، سب کی سب حضرت نصر قدس سرہٗ کی تعمیر کردہ ہے۔

**روضۂ پیر مجیب** } تاج العارفین قدس سرہٗ کے مزار پاک کا گنبد بھی حضرت نصر قدس سرہٗ نے تعمیر کروایا ہے۔ ۱۲ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۸ بیساکھ ۱۲۶۹ف مطابق ۱۸۶۱ء میں اس گنبد کی پہلی خشت بنیاد رکھی گئی اور ۲۷ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں عمارت مکمل ہوئی، گچکاری اور سنگی فرش کا کام یکم ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۲۸۲ھ میں تکمیل کو پہونچا، مگر مزار مبارک خام ہی رہا، کیونکہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اپنے لئے خام ہی مزار پسند فرماتے تھے، اس لئے مزار پختہ نہ بنوایا گیا، بلکہ

سطحِ مزار سے بلند لکڑی کا تعویذ نما "تابوت" بنوا کر مزار پر رکھدیا گیا جس پر مصالحہ اور چونہ کی گچکاری ہے۔

مولانا وصی احمد علیہ الرحمۃ نے سنِ بنیاد و تکمیل کی تاریخ کہی ہے جو گنبد کے دروازہ دل پر آویزاں ہے۔

تاریخ بنیاد۔ روضۂ پیر مجیب ۱۲۷۵ھ تاریخ تکمیل روضۂ انور ۱۲۸۰ تاریخ تکمیل گچکاری۔

فرمود بنائے قبہ بر حسب مراد — خود قطب زماں مولوی شاہ حبیب

تاریخ بنا وصی بانجام رساند — از غایت جہد روضۂ پیر مجیب

جہد = ۴ ؛ روضۂ پیر مجیب = ۱۲ھ ۷۸ + ۴ = ۱۲ھ ۸۲

**ایک اہم واقعہ** } ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جبکہ اہلِ حدیث باغی حکومت قرار دیدئے گئے تھے گرفتاریوں اور ضبط املاک کا سلسلہ جاری تھا، ۱۸۶۵ء میں بعض معاندین نے یہ مشہور کردیا اور حکومت میں مخبری کردی کہ شاہ محمد علی حبیب وہابی ہوگئے ہیں، اس زمانہ میں وہابی بمعنی باغی سرکار سمجھا جاتا تھا، حکومت نے پھلواری خالی کر دینے کا حکم نافذ کردیا اور پھلواری اور خصوصاً خانقاہ کو فوجی کیمپ بنانے کی تجویز ہوئی، مگر اس وقت کے حکام رئیس حضرات نے جد و جہد کرکے حکومت کو مطمئن کیا کہ وہ وہابی نہیں ہیں، مزید تحقیقات کے بعد یہ حکم اٹھا لیا گیا اور پھلواری کے برأت کی سند حکومت کی طرف سے دیدی گئی۔

آپ کے خلفا و مجازین یہ ہیں:۔ مولوی محمد مولائی[1] بن مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ مع الباس خرقہ (۱۲۶۸ھ) ○ میر علی بخش[2] اجمیری مرید حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل (۱۲۶۸ھ) ○ میر امام علی[3] برادر میر علی بخش اجمیری مجاز چند سلاسل (۱۲۶۸ھ) ○ مولوی امان علی[4] (ساکن ٹانڈہ) مرید و مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۸ھ) ○ میاں حیدر علی[5] بنگالی (ساکن چاٹگام) جو خاندانی پیرزادہ تھے، چند سلاسل کے مجاز ہوئے اور اذکار و اشغال کی تعلیم پائی اور اس کے تلقین کی اجازت حاصل کی، (۱۲۶۸ھ) ○ شاہ کرم الٰہی[6] (ساکن اطراف لکھنؤ) خاندانی مشائخ تھے، چند سلاسل کے مجاز ہوئے، (۱۲۶۹ھ) ○ شاہ عبد الکریم[7] (ادھین پور ضلع سارن) مجاز چند سلاسل، (۱۲۷۰ھ) ○ مولانا غنی احمد[8] بن مولانا ابو القاسم مجیبی، یہ اپنے بزرگوں اور اپنے پیر حضرت فرد الاولیا سے جمیع سلاسل کے مجاز تھے، حضرت ممدوح سے اجازت تبرک حاصل کی (۱۲۷۱ھ) ○ شاہ احمد[9] بن مولانا ابو الفضل مجیبی، یہ بھی حضرت فرد الاولیا اور دیگر اکابر خاندان سے مجاز سلاسل تھے، حضرت ممدوح سے اجازت تبرک حاصل کی (۱۲۷۲ھ) ○ شاہ محمد یٰسین[10] (ساکن دیو کلی کاکو) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۲ھ) ○ حکیم مصباح الدین احمد[11] (ساکن موضع محمد پور، بانکا پاڑی ضلع مرشد آباد) مرید و خلیفہ مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل (۱۲۷۲ھ) ○ سید مردان علی شاہ[12] (ساکن موضع ... شوالی پشاور) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۳ھ) ...

رضی الدین[13] احمد بن مولوی سید احمد لیعقوب علیہما الرحمۃ، مرید حضرت فرد الاولیا، مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ (۱۲۷۳ھ) ○ مولوی شاہ اشرف[14] مجیب بن شاہ احمد اصطفیٰ علیہما الرحمۃ، مرید حضرت مولانا شاہ علی سجاد قدس سرہٗ، مجاز جملہ سلاسل مع البا س خرقہ (۱۲۷۵ھ) ○ شاہ ولایت حسین[15] (ساکن پیغمبر پور، مقیم سورج گڑھا، مونگیر) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۶ھ) ○ میر خورشید علی[16] بہاری، مجاز چند سلاسل، (۱۲۷۶ھ) ○ مولوی غلام دستگیر[17] بن مولوی ابو قلندر نبیرۂ حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح قدس سرہٗ، مجاز چند سلاسل (۱۲۷۹ھ) ○ شاہ عبد الحق[18] بیتھوی، مجاز چند سلاسل (۱۲۷۳ھ) ○ مولوی شجاعت علی[19] (باڑھ) مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۳ھ) ○ مولوی علی احمد[20] (دربھنگہ) مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۷ھ) ○ مولوی سید شاہ ولی اللہ[21] کشمیری مرید و مجاز بسلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۹ھ) ○ مولوی شاہ عبد الحفیظ[22] آروی مجاز چند سلاسل (۱۲۸۹ھ) ○ مولوی محمد عثمان[23] (ساکن زمانیہ، غازی پور) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۰ھ) ○ میر سعادت علی[24] (ساکن زمانیہ، غازی پور) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۰ھ) ○ مولوی عبد الوہاب[25] صاحب مغربی، مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۹۰ھ) ○ مولوی غلام دستگیر[26] (ساکن گھگھٹہ، چھپرہ) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۴ھ) ○ مولوی عبد الرحمٰن[27] بن مولوی رعایت علی پھلواروی، مجاز چند سلاسل ○ حاجی عبد الرحمٰن[28] مدراسی، مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ ○ مولوی ظہور محی الدین[29] بن مولانا شاہ علی سجاد قدس سرہٗ، مجاز جملہ سلاسل ○ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین[30] قدس سرہٗ، مجاز مطلق جملہ سلاسل طریقت مع الباس خرقہ (ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ) ○ شاہ محمد تقی[31] آروی، مجاز چند سلاسل۔

آپ کے تلامذہ یہ ہیں:۔ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ، مولوی شاہ ظہور محی الدین، مولوی ارشاد حسین عظیم آبادی، مولوی حمید الدین کوئیلوری، منشی ولی الحق پھلواروی، مولوی مرتضیٰ حسن پھلواروی، مولوی تجمل حسین دولت پوری، مولوی وحید احمد عظیم آبادی، مولوی عبد الرحمٰن پھلواروی

**حضرت شاہ محمد عبد الحق قدس سرہٗ** } تاریخ ولادت یکم شوال ۱۲۸۳ھ، ابتدائی کتابیں میزان الصرف تک اپنے والد حضرت نصر قدس سرہٗ سے پڑھیں۔

**جانشینی** } ۱۲۹۵ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی اور آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ سات سال کے تھے، ظاہر ہے کہ اس کم عمری میں ان دونوں بھائیوں کو اپنے والد سے بیعت اجازت و خلافت اور تعلیم و تربیت کا موقع کیونکر مل سکتا تھا، اسلئے حضرت نصر قدس سرہٗ کے بعد جانشینی کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا کہ کس کو جانشین کیا جائے، اس وقت حضرت کے خلفاء و مجازین بھی موجود تھے اور ان میں سب سے نمایاں اور ممتاز شخصیت ہمارے پیر و مرشد فیاض المسلمین حضرت مولانا

شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کی تھی، خانقاہ کی خدمت آپ کے سپرد تھی، نیابتہً بیعت بھی لیتے تھے، مریدین و معتقدین کی تعلیم و تربیت اور کاسبین و شاغلین کے اذکار کی مشق بھی کراتے تھے، رشتہ میں حضرت نصر قدس سرہٗ کے داماد اور بھتیجے تھے، غرض ہر طرح جانشینی کے اہل تھے، اسلئے اکثر اخوان طریقت اور ارباب بصیرت کا خیال ہوا کہ آپ ہی جانشیں کئے جائیں، اس موضوع پر باہم تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، جب حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے سامنے یہ خیال ظاہر کیا گیا تو آپ نے اس رائے کی تائید نہ کی اور فرمایا کہ شاہ عبدالحق جانشیں کئے جائیں، ہر چند کہ کم عمر ہیں اور بیعت و اجازت بھی نہیں ہے لیکن یہ عذر اس طرح دفع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت نصر قدس سرہٗ کے خلفائے مجازین میں سے جس کی طرف ان کی طبیعت کا رجحان ہو اس سے بیعت کرادی جائے اور مجاز بنا کر جانشیں کر دئے جائیں، بالآخر اسی رائے پر اتفاق ہوا، شاہ عبدالحق قدس سرہٗ سے بیعت کے متعلق ان کا رجحان طبع دریافت کیا گیا، آپ نے اپنی عقیدتمندی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ظاہر فرمائی اور اتنا سلجھا ہوا جواب دیا کہ سننے والوں کو کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی عقیدت اور رجحان طبع کا خیال کرتے ہوئے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے آپ کی بیعت لی اور اسی دن تمام سلاسل کا مجاز بنا کر رسم سجادگی ادا کر دی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے قاضی غلام یحییٰ آروی مقرر کئے گئے اور تربیت باطنی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے ذمہ لی، آپ نہایت ذکی و ذہین تھے، کمسنی ہی سے مزاج میں متانت اور ضعیفوں کی سی سنجیدگی تھی، شبانہ یوم تحصیل علم میں مشغول رہتے، کبھی لہو و لعب کی طرف متوجہ نہ ہوتے، اس محنت و جانفشانی کا ثمرہ یہ ملا کہ ۱۲۹۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف سولہ (۱۶) سال کی تھی تمام درسیات کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی اور علم عرفان میں درجۂ کمال کو پہونچے۔

**شادی و وفات:** آپ کی شادی بہار محلہ بارہ دری میں جناب شاہ عطا حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی، شادی کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے بعارضۂ تپ دق ۱۶ صفر ۱۳۰۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے والد کے پہلو میں بجانب مغرب مدفون ہوئے۔

## حضرت شاہ محمد عین الحق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نصر قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، ۱۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے، ۱۵ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جانشیں کئے گئے۔ درسیات مولوی حکیم علی نعمت

بن مولوی عنایت رسول بن مولوی یحییٰ علیہ الرحمۃ سے تمام کیں، مولوی حکیم علی نعمتؒ مولوی عبداللہ غازی پوری کے شاگرد اور مذہباً غیر مقلد تھے، شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ استاذ کی تعلیم سے متاثر ہوئے اور حنفی مسلک کو چھوڑ کر غیر مقلد ہو گئے، ۱۳۰۹ھ میں ترک سجادگی کر کے موضع حکیم آباد گھگھٹہ ضلع چھپرہ جہاں آپ کی سسرال تھی اقامت اختیار کر لی، آپ نے پوری زندگی تقویٰ و پرہیزگاری میں بسر فرمائی، ۲۳ سال گھگھٹہ میں مقیم رہنے کے بعد ۱۳۳۳ھ بتاریخ ۱۱ رجمادی الثانی آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی شیخ عبدالرحیم (ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ) کی صاحبزادی سے ہوئی اور دوسری ڈاکٹر جمال الدین (ساکن چھپرہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں، صاحبزادے مولوی شاہ احمد حبیب صاحب، ان کی ولادت ۳ رجمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں ہوئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی، اپنی زندگی ہمیشہ قومی کاموں میں بسر کی، قومی کام کرنے والوں میں نہایت مخلصانہ خدمت انجام دیتے رہے۔[1]

ان کی دو شادی ہوئی، دوسری شادی حکیم عبدالخالق صاحب (صالح پور بہار) مرید حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے کئی لڑکے لڑکیاں ہیں، بڑے لڑکے جمال حبیب سلمہٗ علی گڈھ میں انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سلمہم اللہ تعالےٰ۔

شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی مولوی ہارون بن مولانا صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے منسوب تھیں، جن سے ڈاکٹر نور العین، مولوی قرۃ العین اور قاسم اور چار لڑکیاں ہیں۔ سلمہم اللہ۔

مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی ترک سجادگی کے بعد باتفاق رائے ۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں ہمارے حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سجادہ مجیبیہ پر جانشیں ہوئے، الحمد للہ کہ خانقاہ کی گئی ہوئی رونق پھر پلٹ آئی اور پہلے سے کہیں زیادہ سجادہ مجیبیہ کو فروغ ہوا، جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

[1] ۳ ر ذیقعدہ جمعہ ۱۳۸۷ھ میں انتقال کیا، باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

# مرجع شیخ و شاب حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ

شیخ العالمین قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، تاریخ ولادت ۱۱۹۲ھ ہجری ہے،

درسیات تمام و کمال ۱۲۱۲ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مسائل فقہیہ پر عبور تام رکھتے تھے، اسلئے آپ کے معاصر آپ کو ابو یوسف کہا کرتے تھے،

تصنیفات یہ ہیں:- "تعلیم الطہارت" فقہ میں، رسالہ تحدید بلوغ، رسالہ حلتِ نان پاؤ۔

بیعت اجازت و خلافت تعلیم و تربیت روحانی سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۱۶ھ میں مرید ہوئے اور ریاضت و مجاہدات کے بعد جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت سے شرفیاب ہوئے آپ نے بڑی سخت ریاضتیں کی ہیں، شاعرانہ طبیعت بھی پائی تھی، آشنا تخلص کرتے تھے، فن تاریخ گوئی سے خاص مناسبت تھی۔

آپ کی شادی بی بی وہیبہ بنت شاہ وعداللہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ علی کریم مرحوم تھے، جو جوانی میں لاولد فوت کر گئے، اب آپ کی نسل منقطع ہے، مگر روحانی سلسلہ حضرت نصر قدس سرہٗ کے واسطہ سے جاری ہے، اور جب تک حضرت نصر قدس سرہٗ کا سلسلہ جاری رہے گا آپ کی روحانی اولاد باقی رہے گی۔

۷ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ میں وفات پائی اور مقبرہ مجیبیہ پھلواری میں مدفون ہوئے۔ [1]

## مولوی علی کریم بن مولانا ابوتراب قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۴ ذیقعدہ ۱۲۱۸ھ ہے، درسیات اپنے والد سے پڑھی تھیں، اپنے جدامجد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ۱۲۳۱ھ میں بتاریخ دہم ربیع الثانی مرید ہوئے، غوث باک کی

[1] مجازین و خلفا:- مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر، مولوی قاضی مخدوم عالم، مولوی سید جان علی بن میر فیض علی، مولوی سید رعایت علی بن مولوی عنایت علی پھلواروی، مولانا شاہ محمد صفت اللہ بن شاہ احمد اصطفیٰ، مولانا شاہ آل احمد بن مولانا محمد امام، مولانا شاہ محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ، شاہ غلام محی الدین عرف شاہ محسن بن نعل محمد بن غلام یحییٰ (ساکن کندوئی) شاہ آل یٰسین بن میر عنایت علی، مولوی احمد ظہیر الحق بن مولانا محمد ظہور الحق، مولوی فضل علی بن مولوی دلاور علی، مولوی آل حسنین بن مولوی فضل علی، مولوی سید آل علی بن میر باقر علی، مولوی جواد علی بن مولوی باقر علی، داروغہ مظہر نبی (شہباز پوری) مولوی قطب الاولیا بن مولانا محمد علی، مولوی قاضی علی اکرم، مولوی وصی احمد بن مولانا ابوالقاسم قدست اسرارہم۔

رضی اللہ عنہ سے بہت شغف تھا، اسلئے غوث پاک کی نظر عنایت بھی آپ پر بہت زیادہ تھی۔

۱۲۴۹ھ نوجوانی ہی کے زمانہ میں اپنے والد کی زندگی ہی میں انتقال کیا، اپنے اکلوتے اور ہونہار فرزند کی موت کا جو صدمہ حضرت مولانا ابو تراب قدس سرہٗ کو پہنچا محتاج بیان نہیں ہے، اپنے تاثرات کو آپنے ایک تاریخ میں نہایت پُر درد طریقہ پر اظہار فرمایا ہے۔

از وفات علی کریم ہیرس — بیکراں است ایں غم ابدی
بوتراب از سرِ الم می گفت — بجبایں ماند داغ لاولدی

۱۲ ۴۹
۱۲ ھ ۴۹

امام المتقین حضرت مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ شیخ العالمین قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت دوازدہم جمادی الاولیٰ ۱۱۹۴ھ ہجری میں ہوئی۔

درسیات تمام و کمال مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بست و یکم رمضان ۱۲۱۶ھ میں اپنے والد سے طریقہ قادریہ وارثیہ میں مرید ہوئے، عبادات و مجاہدات و چلہ کشی و ہفت روزہ کے بعد جمیع سلاسل مجیبیہ کی اجازت حاصل فرمائی، تمام عمر درس و تدریس و ریاضات و مجاہدات میں بسر فرمائی، اپنے استاد مولانا احمدی قدس سرہٗ کے زمانہ حیات ہی میں صاحب درس ہو چکے تھے، تصنیفات میں رسالہ قرأت خلف الامام، حاشیہ تہذیب، حاشیہ میر زاہد بطور تعلیق ہے۔

تلامذہ :۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد حسین قدس سرہٗ ہیں، انہوں نے نصف سے زیادہ کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے تمام کی اور بقیہ آپ سے تمام کیں، ان کے علاوہ آپکے بھتیجے و داماد مولوی ابو محمد علی حسن بن مولانا ابو الحسن فرد قدس سرہٗ، مولوی فضل علی بن مولوی دلاور علی، و مولوی افضل علی بن مولوی دلاور علی، مولوی شاہ جان علی ........... مولوی شاہ احمد مصطفیٰ بن شاہ وعداللہ، اور آپ کے صاحبزادہ مولوی کمال احمد و قاضی ابراہیم حسین، و قاضی احمد حسین و مولوی محمد حسین عیسیٰ پوری، و حضرت شاہ عطا حسین ابو العلائی، مولوی جان علی یعقوب پوری، مولوی سخاوت علی رساکن استھانواں) علیہم الرحمۃ تھے، آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد حسین قدس سرہٗ نے آپ سے سند تبرک بھی حاصل کی تھی۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی فضیلۃ النساء سے ہوئی، ان سے

دو صاحبزادہ مولانا آل احمد اور مولانا نور احمد علیہما الرحمۃ اور دو صاحبزادیاں وجود میں آئیں، بڑی صاحبزادی اہلیہ مولوی شاہ ابو محمد علی حسن علیہ الرحمۃ تھیں جو لاولد فوت کر گئیں، چھوٹی صاحبزادی اہلیہ شاہ احمد مصطفیٰ علیہ الرحمۃ صاحب اولاد ہوئیں اور ان کی نسل جاری ہے، اُن کا تذکرہ خاندان فریدی کے ماتحت آئیگا۔

مولانا محمد امام قدس سرہٗ نے ۸ رمحرم ۱۲۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا آل احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ } تاریخ ولادت ہفتم ماہ رمضان ۱۲۲۳ھ ہے، درسیات کی تکمیل اپنے والد سے کی تھی، اپنے جدّ امجد شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بستم جمادی الثانی ۱۲۴۰ھ میں بیعت کی۔

شیوخ حرمین شریفین سے تحصیل علم حدیث کا ذوق پیدا ہوا اور یہ جذبہ لیکر ۱۲ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ میں بلا اطلاع پوشیدہ طریقہ پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے کلکتہ پہنچے، ایک سال کلکتہ میں مقیم رہنے کے بعد ۲۷ رجب ۱۲۴۴ھ میں جہاز پر سوار ہو کر عازم حجاز ہوئے اور کامل تین سال حرمین شریفین میں مقیم رہکر شیوخ حرمین سے سند حدیث حاصل کی۔

آپ کے شیوخ حدیث ہیں، حضرت شیخ محمد یحیٰ الشنقیطی و شیخ عبد الجلیل بن عبد السلام برادہ و علامہ سیّد احمد زینی دحلان، و علامہ ارتضیٰ گوپاموئی، و دیگر شیوخ حرمین شریفین ہیں۔

۱۲۴۷ھ میں آپ نے پھر ہندوستان کا قصد کیا اور حیدر آباد پہنچکر مولانا شجاع الدین صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے اور چار سال تک درس دیتے رہے۔

مولانا شجاع الدین حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی اولاد سے تھے اور مولانا رفیع الدین قندھاری کے شاگرد تھے، حضرت فرد قدس سرہٗ سے غائبانہ مراسم بذریعہ مراسلات تھے، مولانا آل احمد نے ان سے بھی حدیث کی سند لی ہے، چار سال حیدر آباد میں قیام کرنے کے بعد ۱۲۵۱ھ میں آپ پھلواری واپس تشریف لائے اور اپنے عم محترم حضرت فرد قدس سرہٗ سے استفاضۂ باطنی کرتے رہے، کامل ایک سال پھلواری میں قیام کرنے کے بعد ۲۴ رجمادی الثانی ۱۲۵۲ھ تک آپ نے بنارس کا قصد کیا، کچھ دن وہاں قیام کرنے کے بعد جابجا شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے بھاگلپور پہنچے، وہاں پہنچنے کے بعد تمام ہندوستان کی سیاحت کا شوق پیدا ہوا، کاکوری، لاہرپور، ساون، لکھنؤ دہلی، کچھوچھہ، اجمیر شریف، تونسہ وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے جونپور پہنچے وہاں مولانا ہدایت اللہ جونپوری علیہ الرحمۃ نے

آپ سے سندِ حدیث حاصل کی تھی، اور کاکوری میں مولانا اکبر علی قلندر اور کانپور میں مولانا محمد علی رحمانی مونگیری علیہما الرحمۃ نے بخاری پڑھکر آپ سے سندِ حدیث حاصل کی، پھر دس برس اسی طرح مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے ۱۲۶۲ھ میں دوبارہ پھلواری تشریف لائے اور اپنے منجھلے چچا مولانا ابو تراب قدس سرہٗ کی صحبت سے استفاضۂ باطنی کرتے رہے۔

۱۲۶۴ھ میں آپ نے دوبارہ عرب کا قصد کیا اور وطن سے براہِ بھاگلپور کلکتہ تشریف لے گئے اور کلکتہ سے براہِ کراچی مسقط پہنچے، وہاں سے بغداد شریف، کاظمین، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ وغیرہ کی زیارت کرکے دوبارہ مسقط واپس تشریف لاکر عازمِ حجاز ہوئے، اتفاقاً ہوا کی مخالفت سے بادبانی جہاز بہکنے لگا، بالآخر بہزار دقت و دشواری ناخدانے جہاز کو کراچی بندرگاہ پہنچایا، تمام مسافر جہاز سے اُتار دیئے گئے، ان اُترنے والوں میں ایک آپ بھی تھے، اب حج کا زمانہ نکل گیا تھا اور عرب جانے کی فوری کوئی سبیل بھی نہیں تھی، اسلئے مُلک سندھ کے اطراف میں سیاحت کرتے ہوئے شہر لوہری پہنچے جو سندھ کا مشہور شہر ہے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُوئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے جو اس دیار میں بہت مستند مانے جاتے ہیں، اسی شہر کے قریب ایک گاؤں "شیخ دھن" کے نام سے مشہور تھا، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبہ مبارک کی زیارت کی، اسی اطراف میں ایک گاؤں "قریہ نعلین" کے نام سے مشہور تھا، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کی زیارت کی، اسی طرح مختلف مُلکوں کی سیاحت کرتے ہوئے "برہما" پہونچے، پھر کابل و فارس ہوتے ہوتے ہوئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مناسک حج سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ آئے، یہ واقعہ ۱۲۷۰ھ کا ہے، یہی وہ سال ہے جبکہ آپ کے چچا مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لیگئے تھے، ایک روز خانہ کعبہ میں طواف کے بعد چچا بھتیجے میں ملاقات ہوئی۔

اس کے بعد سے ۱۲۸۵ھ تک برابر آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہکر درس حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے، ۱۲۸۵ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کو تحصیل علم حدیث کی غرض سے پھلواری بلایا اور سبقاً سبقاً آپ سے تمام کتب صحاح ومسانید پڑھکر حدیث و دیگر مرویات کی سند حاصل کی، ۱۲۸۸ھ میں حضرت ممدوح، مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے اور بقیہ عمر روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت میں بسر فرماکر ۲۶ رمضان ۱۲۹۵ھ میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ [۱]

آپ کی شادی کے بارے میں روایت مختلف ہے، بعض بزرگوں نے بیان کیا کہ آپ نے شادی کی ہی نہیں تمام عمر مجرد رہے، بعض کہتے ہیں کہ اثنائے سفر میں کہیں شادی کی تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

[۱] اس حاشیہ کا مضمون صفحہ ۲۸۷ کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو)

مولانا از حد وارستہ حال تھے، بادۂ عشق نبوی سے سرشار رہتے تھے، تمام عمر مدینہ طیبہ کی مجاورت کی وہاں سے ایک ساعت کے لئے جُدا ہونا نہیں چاہتے تھے، مگر بارگاہ نبوی سے مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ کی تعلیم علم حدیث کے لئے ہندوستان آنے کا حکم ہوا، آپ نے فرمایا ہندوستان جاتے ہوئے اسلئے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہاں کا پیوند خاک نہ ہوجاؤں، آپ کے سر مبارک پر دست کرم پھیرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ تم پھر مدینہ طیبہ واپس آجاؤ گے، اُس دن سے آپ نے اپنے سر مبارک کے اُتنے حصّہ کو کبھی حلق نہ کرایا، لوگوں نے بال کی بے قرینگی کو دیکھکر آپ سے پوچھا، آپ رونے لگے شدید اصرار کے بعد فرمایا جس بال پر دست شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرا ہو وہ بال سر سے کیونکر علیحدہ کیا جائے؟ ؎۲

**مولانا شاہ نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ** } تاریخ ولادت یکم ربیع الاول ۱۲۳۱ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ اپنے چھوٹے چچا مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام کیں، ۱۲۵۷ھ میں اپنے عم محترم مولانا ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اور کسب سلوک کے بعد تمام سلاسل مجیبیہ کے مجاز ہوئے، مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام سلاسل کی اجازت حاصل کی تھی، ۱۲۶۶ھ میں عدالت پٹنہ میں محرر مقرر ہوئے۔

آپ کی شادی مولوی محمد یحیٰی بن مولانا ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن سے تین صاحبزادے مولوی منظور احمد، مولوی محمد انس، مولوی مجیب الحق اور چار صاحبزادیاں وجود میں آئیں۔

۹ ماہ رجب ۱۲۹۴ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

---

؎۱ (صفحہ ۲۸۶ کا حاشیہ) آپ کے تلامذہ میں مرقومہ ذیل حضرات کے نام معلوم ہیں۔ حضرت نصر قدس سرہٗ، مولانا شاہ ابوالحسن فردوسی سملہ ضلع گیا، مولانا علی اکبر قلندر کاکوری، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا ہدایت اللہ جونپوری، مولانا وجیہ الدین کاکوری، مولانا فرید الدین خانصاحب کاکوری، مولانا حکیم عابد علی کوتر خیرآبادی یہ آپ کے مرید بھی تھے، مولانا شاہ اشرف مجیب پھلواروی، مولوی غلام دستگیر گوگھٹہ ضلع چھپرہ، مولوی حکیم محمد رفیق اسلام پور ضلع پٹنہ، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ہمارے پیرو مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے "حصن حصین" آپ کو پڑھکر سنائی اور سند حاصل کی۔ ؎۲ شفا قاضی عیاض میں ایسا ہی واقعہ ایک بزرگ کا بھی لکھا ہے۔ روی عن صفیۃ بنت نجدۃ قالت کان لابی محذورۃ قصۃ فی مقدم رأسہا اذا قعد وارسلہا اصابت الارض من طولہا فقیل لہ الا تحلقہا فقال لم اکن بالذی احلقہا وقد مسہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ، کہ "صفیہ بنت نجدہ روایت کرتی ہیں کہ ابی محذورہ کے آگے سر میں جوڑا تھا جب بیٹھتے اور اس کو لٹکا دیتے تو زمین تک پہنچ جاتا تھا لوگوں نے اُن سے کہا کہ اس کو مونڈوا کیوں نہیں دیتے، انہوں نے کہا جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مَس کیا ہو اُس کو کس طرح مونڈ داؤں" (شفاء القلوب بالتوسل الی المحبوب)

**مولوی منظور احمد** علیہ الرحمۃ} تاریخ ولادت ۱۴ ر رمضان ۱۲۶۵ھ، درسیات مولانا نعمت مجیب بن شاہ احمد مصطفٰے علیہ الرحمۃ سے پڑھی تھیں، فارغ التحصیل تھے، علمی لیاقت بہت اچھی تھی، عقیدۃً تفضیلیت کی طرف میلان رہا، اسی وجہ سے اہلِ قرابت کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا، زندگی کا زیادہ حصہ وطن سے باہر بسر ہوا، ۹ رشعبان ۱۳۵۳ھ میں کلکتہ میں انتقال فرمایا، کچھ دنوں تک تاج پور ضلع مظفر پور میں محرری کی خدمت بھی انجام دی ہے۔

آپ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے مولوی نظیر حسین مرحوم اور مولوی محمد عیسیٰ مرحوم ہوئے، مولوی عیسیٰ لاولد گئے۔

**مولوی نظیر حسین** علیہ الرحمۃ} ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ہستی عجیب نادر روزگار تھی، بہت کم عمری میں سماعت جاتی رہی تھی، لیکن قدرت کی طرف سے بلا کی ذہانت لیکر آئے تھے، اشارات سے لکھکر حروف شناس کئے گئے اور اسی طرح فارسی کی تکمیل کی اور شرح ملّا جامی تک عربی بھی پڑھی، کتب بینی اور اخبار بینی کا بھی ذوق تھا۔

آواز قطعاً نہیں سُنتے تھے، مگر لب کی حرکت سے الفاظ محسوس کرتے، لوگ اشاروں سے ہوا پر لکھکر ان سے بات کرتے اور حروف مکتوبہ بہوا آسانی سے صحیح پڑھکر جواب دیتے تھے، فرش پر انگلی سے لکھکر جس قدر گفتگو چاہئے کر لیجئے، سب حرف بحرف پڑھ لیتے تھے۔

مولانا اشرف مجیب علیہ الرحمۃ سے مرید تھے، حضرت نصر قدس سرہٗ کے نواسوں میں سب سے بڑے تھے، اسلئے "نانی بابو" سے مشہور تھے۔

آپ کی شادی موضع احمد پور رو ہائی میں شیخ ولی محمد فاروقی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے چار لڑکے مولوی وارث امام، محمد فضل امام، مولوی منظر امام، حکیم محمد آغا امام ہیں، اور ایک لڑکی غوثیہ اہلیہ حکیم عبدالوہاب بن میر نوازش حسین مرحوم ساکن آدم پور پیلاواں ہیں، ان کی بھی چند اولاد ماشاء اللہ موجود ہے۔

مولوی نظیر حسینؒ نے ۲۳ رمضان ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

**مولوی وارث امام** سلمہٗ} ۱۳۱۳ھ میں پیدا ہوئے، درسیات کچھ وطن میں اور کچھ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں پڑھیں، اُردو اور فارسی ادب سے بہت اچھی مناسبت رکھتے ہیں، کتابیں تقریباً تمام ہیں، طبیعت موزوں پائی ہے، شاعری کا بھی مذاق ہے، مولوی تمنا صاحب کے

شاگرد ہیں، خلش تخلص کرتے ہیں، خلیق وملنسار ہیں، اسی وجہ سے ہر طبقہ میں مقبول ہیں، ممدوح کو حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ سے بیعت ہے اور اوراد واشغال کی اجازت بھی ہے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حکیم محمد عابد ساکن بیربیگھہ ضلع گیا کی لڑکی سے ہوئی، اُن سے دو لڑکے آل احمد اور جمال احمد سلمہما ہیں، دوسری شادی موضع بیتھو ضلع گیا میں میرہادی حسین کی لڑکی سے ہوئی، ان سے اب تک کوئی اولاد بقید حیات نہیں ہے۔ فی الحال پارتی پور مشرقی پاکستان میں مقیم ہیں،

دوسرے بھائی فضل امام سلمہٗ ذی علم نہیں ہیں، برقی مشین پریس پٹنہ میں کام کرتے ہیں، ۲۴ رجمادی الثانی ۱۳۶۹ھ میں لاولد فوت کر گئے،

تیسری بھائی مولوی منظر امام سلمہٗ مدرسہ فیض الغربا، آرہ سے فارغ التحصیل ہیں، ابتدائی تعلیم کچھ دنوں ندوۃ العلما، لکھنؤ میں حاصل کی، شاعری کا بھی مذاق ہے، روشن تخلص کرتے ہیں، پیرومرشد قدس سرہ سے بیعت ہے اور مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ بیعت کی اجازت بھی لی ہے، ان کی شادی شہر چھپرہ محلہ کریم چک میں مولوی عبدالقدوس مرحوم بن مولوی عبدالعزیز بن امداد حسین ساکن مہدانواں ضلع پٹنہ کی لڑکی سے ہوئی ہے جن سے چند اولاد ہے، فی الحال سیوان ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔

چوتھے بھائی حکیم محمد امام سلمہٗ ہیں، ان کا تاریخی نام رضی الرحمٰن ۱۳۳۹ ہے، ۱۳۳۹ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے طبیہ اسکول پٹنہ سے طب کی تکمیل کی ہے، محنتی نوجوان ہیں، ضلع بھاگلپور میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک یونانی مطب میں بحیثیت طبیب کام کر رہے ہیں۔ ان کی شادی محلہ آبگلہ شہر گیا میں مولوی عبدالواسع کی لڑکی سے ہوئی ہے، ماشاء اللہ سب ہی بھائی ستودۂ اخلاق ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارہم وحسناتہم۔

**مولوی محمد انس علیہ الرحمۃ** آپ کی ولادت ۵ رمضان ۱۲۷۱ھ میں ہوئی، درسیات پھلواری کے مختلف بزرگوں سے پڑھی تھیں، متوکلانہ زندگی بڑی وضع داری اور داشت کے ساتھ بسر کی، زندگی کی ہر تلخی آپ کے لئے شربت کا گھونٹ اور وقت کی ہر افتاد "ہرچہ از دوست میرسد نیکوست" کا مصداق تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے اور حضرت پیرومرشد شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے سلاسل مجیبیہ کی اجازت حاصل کی تھی، بستم ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی میر عبدالعلی ساکن داناپور گھسہرا کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک لڑکے مولوی ابوالفضل عباس اور دو لڑکیاں تھیں، دونوں لڑکیاں بیاہی گئیں مگر لاولد گئیں۔

مولوی ابو الفضل عباس: ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں فارسی تک اپنے والد سے پڑھیں، عربی درسیات مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور اپنے عم محترم مولوی منظور احمد مرحوم اور مولانا عبد الحلیم مرحوم مدرس مدرسہ مجیبیہ سے پڑھیں، تکمیل کے بعد ایک مدت تک مختلف رؤسا کے یہاں مدرس رہے، فقہ سے خاص مناسبت تھی اور مسائل جزئیہ فقہیہ پر بہت اچھا عبور تھا، اسلئے محکمۂ دار الافتا امارت شرعیہ بہار نے آپ کو مفتی کی حیثیت سے اپنے ہاں بُلالیا، تمام عمر اسی خدمت پر مامور رہے، ۱۷ محرم ۱۳۶۲ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ بہت خلیق و منکسر المزاج تھے، آپ کی شادی موضع سہار ضلع آرہ میں شاہ غلام دستگیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی، جن سے تین بیٹے مولوی نعمت امام، مولوی عبد اللہ، حبیب اللہ، اور دو لڑکیاں ہیں۔

مولوی نعمت امام سلمہٗ ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ مدرسہ قدیمیہ فرنگی محل لکھنؤ میں تمام کیں، شاعر بھی ہیں، نعمت تخلص کرتے ہیں، کلام پاکیزہ ہوتا ہے، پاربتی پور جناح ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔

مولوی عبید اللہ سلمہٗ، دار العلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں، پہلے مدرسہ المعہد الاسلامی رحیم آباد علاقہ لکھنؤ میں مدرس ہوئے، اب دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں مدرس ادب و تفسیر ہیں، دونوں بھائیوں کی شادی ہو چکی ہے، مولوی نعمت امام کی شادی کارا ضلع گیا، سید بشیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی اور مولوی عبید اللہ سلمہٗ کی شادی چھپرہ محلہ بارہ دری میں ڈاکٹر مختار احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی ہے، عزیزی حبیب اللہ سلمہٗ ابھی تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارہم و حسناتہم

## حضرت مولانا شاہ محمد ابو الحیوٰۃ قدس سرہٗ

شیخ العالمین کے چوتھے فرزند ہیں، تاریخ ولادت یکم ذیقعدہ ۱۱۹۵ھ، درسیات تمام و کمال مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، اپنے عہد کے بڑے عالم و عارف تھے، آپ کی مختلف علمی یادگار اب تک موجود ہے، اکثر و بیشتر وقت مطالعہ کتب و تصنیف و تالیف، درس و تدریس میں بسر ہوتا، آپ کی تصنیفات سے تذکرۃ الکرام "بزرگان پھلواری کے احوال میں بہت مشہور کتاب ہے، گرچہ اس کے مطبوعہ نسخے اب دستیاب نہیں ہوتے ہیں، مگر ہندوستان کے مشہور کتبخانوں میں

مثلاً خدا بخش لائبریری پٹنہ، وامپیریل لائبریری کلکتہ اور پھلواری کے کتبخانوں میں اس کے مطبوعہ وقلمی نسخے موجود ہیں، اس مطبوعہ نسخہ کے علاوہ اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی تھا جس میں آپ نے اپنے معاصر کے احوال لکھے تھے مگر یہ نسخہ اس وقت اسلئے شائع نہیں کیا گیا کہ تمام لوگ بقید حیات تھے، اور اکثر مستورالحال رہنا پسند کرتے تھے، ان کی طرف سے اشاعت کی اجازت نہ تھی، اس نسخہ کے ناتمام ضائع شدہ کچھ اوراق میرے پاس موجود ہیں، یہ نسخہ عزیز محترم مولوی عباس مرحوم نے مجھے دیا تھا، یہ اوراق مصنف کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے ہیں۔

گیارہ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ میں اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور کسب سلوک کے بعد تمام سلاسلِ مجیبیہ کے مجاز ہوئے۔

کچھ دنوں مہاراجہ بتیا نے اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے خیال سے آپ کو اپنے ہاں ملازم رکھا تھا، مگر ۱۲۳۰ھ سے آپ نے یہ خدمت ترک کر دی۔ [1]

۲۶ رمضان ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اُن سے دو صاحبزادہ مولوی محمد یحییٰ و مولوی وارث محی الدین ہوئے، مولوی وارث محی الدین لاولد فوت ہوئے۔

مولانا محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ:- تاریخ ولادت ۵ رذی الحجہ ۱۲۲۶ھ ہے، درسیات کی تکمیل ۱۲۵۰ھ میں اپنے چھوٹے چچا مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے کی، بستم جمادی الثانی ۱۲۴۰ھ میں اپنے جد امجد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور سلوک طریقت کی مشق حضرت فرد قدس سرہٗ سے کر کے جمیع سلاسل مجیبیہ کی اجازت وخلافت سے بتاریخ بست ویکم شعبان روز یکشنبہ ۱۲۵۲ھ میں سرفراز ہوئے ___ علاوہ ازیں اپنے والد مولانا ابوالحیوٰۃ اور اپنے منجھلے چچا مولانا ابوتراب اور اپنے بڑے ماموں مولانا محمد آدی اور منجھلے ماموں احمد علی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے

[1] آپ کے تلامذہ میں ان حضرات کے نام معلوم ہیں:- مولوی محمد عارف بن مولانا احمدی، مولوی نور احمد بن مولانا محمد امام، مولوی مرزا دوست محمد (ساکن جلال آباد کابل) مولوی علی اکبر مرحوم، مولوی منشی امیر علی (ساکن باڑھ وکیل صدر کلکتہ) مولوی محمد اسحٰق بن مولوی محمود اسمٰعیل، مولوی حافظ محمد امین، مولوی حاجی عبدالرسول نومسلم بنگالی عرف چاند جی۔

بھی تمام سلاسل کے مجاز تھے، طریقہ قادریہ بدریہ قمیصیہ کی اجازت جناب میر مظہر نبی علیہ الرحمۃ سے ملی تھی۔

آپ نہایت مرتاض بزرگ تھے، تمام عمر ریاضت و مجاہدات اور رشد و ہدایت میں بسر فرمائی، زندگی کے آخری دن تک آپ کے معمولات میں فرق نہیں آیا، مندرجہ ذیل حضرات نے آپ سے اجازت حاصل کی ہے :۔ مولوی عبد اللہ بن مولانا علی سجاد، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی، اور راقم سطور کے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہم اور آپ کے صاحبزادہ مولوی حیات عظیم صاحب۔

سلسلہ قادریہ بدریہ کی اجازت ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے بھی آپ سے حاصل کی ہے۔

ششم رمضان ۱۳۱۷ھ میں ننانوے سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا محمد قادری بن شیخ العالمین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے مولوی عنایت رسول اور مولوی محمد دستگیر تھے، اور بیٹی اہلیہ مولوی نور احمد قدس سرہٗ تھیں، تیسری شادی ضلع سارن میں ہوئی تھی، جس سے شاہ عظیم حیات صاحب تھے[1]، ان کی متعدد اولاد ہوئی، بڑے لڑکے ابو البرکات سلمہٗ ہیں جو موتی پور میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں۔

**مولوی عنایت رسول** علیہ الرحمۃ :۔ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہے، کتب درسیہ تمام و کمال اپنے والد سے پڑھیں، گیارہ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اجازت و خلافت مولوی محمد قادری قدس سرہٗ سے ملی تھی، ۱۲۷۹ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے، آپ کی معیت میں مولوی شاہ محمد اشرف مجیب بن مولوی شاہ احمد اصطفٰی قدس سرہما بھی تھے، حج و زیارت سے فارغ ہو کر ۱۲۸۰ھ میں واپس تشریف لائے اور نہم رجب ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرمائی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے، آپ کی شادی مولوی محمد مہدی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے تین بیٹے مولوی حکیم علی نعمت، مولوی علی محی الدین اور مولوی عبد الحمید ہوئے۔

**مولوی حکیم علی نعمت** علیہ الرحمۃ :۔ تاریخ ولادت ۷ رجب ۱۲۷۲ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے دادا مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات کی تکمیل غازی پور میں مولوی حافظ عبد اللہ مرحوم سے کی، اور حدیث مولانا نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمۃ سے، تمام کی، دہلی میں طب بھی پڑھی تھی، مذہبًا اہل حدیث تھے، آپ بہت ذہین و وسیع النظر عالم تھے، بعض علمی یادگاریں اب تک موجود ہیں، شاعر تھے، سورۂ فاتحہ کی

---

[1] ۳۰ ربیع الاول شنبہ ۱۳۲۶ھ میں انتقال کیا۔

منظوم تفسیر لکھی تھی، عربی ادب سے خاص مناسبت تھی، تمام عمر درس و تدریس اور مشغلۂ طبابت میں بسر کی،
آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ اور حافظ انور علی مرحوم مونگیری اور حافظ بشیر محمد مرحوم (ساکن دانا پور
کھگول) مشہور ہیں۔ بستم ماہ شوال روز دوشنبہ ۱۳۱۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہیں۔

آپ کی شادی مولوی نور احمد قدس سرہٗ کی تیسری صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے ایک بیٹے محمد عثمان
مرحوم لاولد فوت کر گئے، اور ایک بیٹی جو مولوی حسن بصری مرحوم ساکن ہرداوان پرگنہ منیر ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں،
جن سے ایک بیٹے عزیزم ماسٹر محمد عمیر سلمہٗ ہیں جو فی الحال جہان آباد ضلع گیا میں انگلش ہائی اسکول میں ٹیچر ہیں۔
اپنے نانا کا گھر ان ہی سے آباد ہے، عزیز موصوف متاہل صاحب اولاد ہیں۔

**مولوی علی محی الدین علیہ الرحمۃ:** بستم ربیع الاول ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے، ذی علم تھے، درسیات اپنے
خاندانی بزرگوں سے پڑھی تھیں، مولانا نور احمد قدس سرہٗ کی چوتھی صاحبزادی آپ سے بیاہی تھیں، جن سے تین
صاحبزادے مولوی محمد عقیل مرحوم اور مولوی علی مرحوم اور مولوی حکیم محمد زبیر صاحب ہوئے اور ایک لڑکی مولوی محی الدین
تمنا سے منسوب تھیں اور بڑی لڑکی رحمت فاطمہ سید امیر الدین جمالی چک سے منسوب ہوئیں جن سے دو لڑکے سید
عبد العزیز و عبد الرحمن ہیں۔ ان سب بھائیوں کی اولاد موجود ہے۔ مولوی عبد الحمید بن مولوی عنایت رسول کی ایک ہی
لڑکی تھی جو مولوی محمد عقیل سے منسوب تھی، اسلئے مولوی عبد الحمید کی اولاد اب مولوی علی محی الدین کی اولاد میں ضم ہے،
مولوی محمد عقیل مرحوم کے تین لڑکے محمد جمیل مرحوم، عبد القیوم مرحوم اور عبد العالی سلمہ اللہ تعالیٰ حی القائم موجود ہیں۔ مولوی
علی محی الدین مرحوم کی دوسری شادی سے تین لڑکیاں اور دو بیٹے عزیزم احمد اللہ جو ترک وطن کر گئے اور عزیزم محمد ثناء اللہ
سلمہٗ ہیں۔ ایک لڑکی شاہ محمد قائم بن شاہ محمد حسین بن شاہ محمد امین بن شاہ محمد واجد ابوالعلائی دانا پوری سے بیاہی گئیں،
دوسری مولوی ابو الحسنات بن شاہ غلام دستگیر صاحب سہار ضلع آرہ سے منسوب ہیں، اور تیسری حاجی ابوبکر بن حکیم
نصرت حسین عیسیٰ پوری سے منسوب ہیں۔

**حضرت مولانا محمد قادری قدس سرہٗ:** حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے پانچویں فرزند ہیں، ۱۱۹۵ھ میں
آپ کی ولادت ہوئی، فارغ التحصیل تھے، مولانا احمدی قدس سرہٗ
کے ہاتھ سے ۱۲۲۰ھ میں فاتحہ فراغ ہوا، ابتداءً ۱۲۴۰ھ میں چھپرہ میں مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہوئے، لیکن
دس ماہ کے بعد کسی وجہ سے الگ ہو گئے، پھر ۱۲۵۲ھ میں دوبارہ حکومت نے آپ کو اسی عہدہ پر مامور کیا، صاحب
احوال بزرگ تھے، کشوف قبور و کشف قلوب میں کمال درجہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ ضلع گیا کے ایک دیہات موضع کندوی میں

تشریف لیگئے، آپ نے فرمایا کہ یہاں خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے اولاد سے ایک بزرگ مدفون ہیں، ان کا مزار فلاں جگہ پر ہے، آپ کے کہنے کے مطابق وہ زمین کھودی گئی، قبر نکلی، یہ قبر اب تک موضع کنا روئی میں زیارتگاہ عالم ہے۔

دہم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ میں اپنے والد سے مرید ہوئے، اجازت وخلافت بھی والد ہی سے تھی، تیسری ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی شاہ نور الحسن بن شاہ علی حسن بن شاہ فضل اللہ عرف کالن شہباز پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں جو مولوی محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں۔ ان کی اولاد کا تذکرہ اوراق گذشتہ میں مذکور ہے۔ دوسری شادی مولانا احمدی پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی، لیکن نسل جاری نہیں ہوئی۔

**حضرت مولانا محمد علی سجاد قدس سرہٗ** } حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے چھٹے فرزند ہیں، تاریخ ولادت ۱۱۹۹ھ ہے، درسیات اپنے بھائی مولانا محمد قادری کی معیت میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے ۱۲۲۲ھ میں تمام کیں، ۱۲۱۷ھ میں اپنے والد ماجد سے مرید ہوئے اور تعلیم وتربیت اجازت وخلافت کل اپنے والد سے پائی، صاحب تصانیف ہیں، رشد وہدایت، درس وتدریس آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا، آپ کے دریائے علم سے بہت لوگ سیراب ہوئے، مولوی مصطفیٰ، مولوی مشرف علی، مولوی حسین مرحوبین کے نام معلوم ہیں، فقر وعرفان میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے، آپ کا سلسلہ مولانا اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے اس وقت جاری ہے۔[1]

آپ کی شادی جناب حکیم ابوالمظفر صاحب گھگھٹہ ضلع چھپرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولوی محمد عمر دراز، مولوی عبداللہ، مولوی ظہور محی الدین، مولوی محمد معشوق کشش تھے اور ایک صاحبزادی والدہ حکیم ابوالفتح صاحب مرحوم ساکن گھگھٹہ تھیں۔

۱۸ رمضان ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

**مولوی عمر دراز** علیہ الرحمۃ:- تاریخ ولادت ۱۴ صفر ۱۲۵۳ھ - ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، مگر تکمیل

---

[1] آپ کے خلفاء ومجازین میں آپ کے صاحبزادہ مولوی محمد عمر دراز علیہ الرحمۃ اور مولوی شاہ محمد فضل اللہ پھلواروی ومولوی حاجی شاہ اشرف مجیب پھلواروی، مولوی شاہ محمد شرف الدین پھلواروی ومولوی شاہ وصی احمد پھلواروی وحکیم غلام قادر گھگھٹہ وشیخ فضل اللہ ساکن نرائن پلیا، رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ سے ہوئی، بیعت اجازت و خلافت کُل اپنے والد سے تھی، والد کے وصال کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ سے رجوع کر کے تعلیم سلوک حاصل کرتے رہے، آپ کی شادی مولوی حکیم محمد وصی بن شیخ محمد ولی عیسیٰ پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی محمد محفوظ اور محمدی مرحومین تھے، محمدی مرحوم کمسنی میں قضا کر گئے، مولوی محفوظ کی شادی حکیم محمود عالم صاحب (ساکن گھگھڈ) کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی جو مولوی محمد موسیٰ بن مولوی محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے بیاہی گئیں، ان کے ایک لڑکے عزیزم محمد عیسیٰ سلمہٗ ہیں، مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ کی نسلی یادگار میں اب یہی ہیں، خدا ان کی عمر و نسل میں برکت دے۔

مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ نے ششم ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

**مولوی محمد عبداللہ** علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت شب بست وسوم ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ آپ نے مختصرات تک حضرت نصر قدس سرہٗ سے تعلیم پائی تھی، بیعت بھی حضرت نصر ہی سے تھی، سلاسل مجیبیہ کی اجازت مولانا شاہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ اور حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے ملی تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کو تعویذ کا فن سکھایا تھا، اس سلسلہ میں آپ نے اکثر و بیشتر تعویذات کے خصوصی نصاب بھی دیئے تھے، یہی فن تمام عمر خدمتِ خلق کا ذریعہ بنا رہا۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد ذکور میں کوئی زندہ نہ رہا، صرف ایک لڑکی تھیں جو مولوی عبدالحمید بن مولوی عنایت رسول سے بیاہی گئیں، ان کی بھی صرف ایک لڑکی تھیں جو مولوی عقیل بن مولوی علی محی الدین سے منسوب تھیں، ان کی اولاد ذکور ہو چکی، اس لئے مولوی عبداللہ علیہ الرحمۃ کی نسل اب مولوی عقیل کی نسل میں منضم ہے۔

**مولوی ظہور محی الدین** علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۶۲ھ۔ درسیات حضرت نصر قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت اجازت، و خلافت سب کچھ حضرت نصر قدس سرہٗ سے پائی تھی، آپ نہایت ذکی و ذہین، خوش طبع و ظریف تھے، آپ کی خوش طبعی و ذہانت سے حضرت نصر قدس سرہٗ بہت خوش رہا کرتے اور خاص توجہ آپ کی طرف رکھتے تھے، پیر و مرشد قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی تعلیم و تربیت ہوئی اور دونوں ہی بزرگ ایک ساتھ مرتبۂ کمال کو پہنچے، افسوس آپ کی عمر نے وفا نہ کیا، اکتیس ۳۱ سال کی عمر میں ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی، بعض علمی تحریریں آپ کی یادگار ہیں جن سے آپ کی علمی و عرفانی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ رہی۔

**مولوی محمد معشوق** **کشش** علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۸ رجب ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، مختصرات تک حضرت نصر

قدس سرہٗ اور مولوی محمد صدیق علیہ الرحمۃ عیسیٰ پوری سے تعلیم پائی، بیعت حضرت نصر قدس سرہٗ سے تھی اور سلاسل مجیبیہ کی اجازت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ملی تھی، علمی ذوق کے آدمی تھے، شاعری کا مذاق تھا، کشش تخلص کرتے تھے، کوئی اولاد باقی نہ رہی، اُردو کا ایک ضخیم دیوان آپ کی یادگار کتبخانہ مجیبیہ میں موجود ہے، ۵ صفر ۱۳۲۳ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

**حضرت مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ** } شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ساتویں فرزند ہیں، ۱۰ محرم ۱۲۰۸ھ تاریخ ولادت ہے، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر فاتحۂ فراغ بتاریخ ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۳۰ھ میں اپنے بھائی مولانا محمد امام قدس سرہٗ کے ہاتھوں سے ہوا، ۱۲۳۳ھ میں اپنے والد سے بیعت کی اور اجازت و خلافت تعلیم و تربیت سب کچھ اپنے والد ہی سے حاصل کی۔

اپنے دور میں مغتنم روزگار بڑے عالم و عارف اور صاحبِ فیض بزرگ تھے، آپ کے چشمۂ فیض سے صدہا سیراب ہوئے، تمام عمر تعلیم و تربیت روحانی اور درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ [1]

خلفاء مجازین میں مولوی نور احمد بن مولانا محمد امام اور آپ کے دونوں صاحبزادگان مولوی ید اللہ و مولوی مولائی، جناب شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادی خلیفہ حضرت شاہ محمد وجیہ اللہ علیہ الرحمۃ شاہ محمد محی الدین عرف شاہ محدن (ساکن کندوئی) مرید حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ہیں، اور دہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ میں سلسلہ قادریہ وارثیہ، اور چشتیہ عمادیہ کی اجازت مولوی غلام امام شہید علیہ الرحمۃ نے پھلواری آکر لی تھی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حکیم واعظ اللہ ساکن گھگھٹہ کی لڑکی سے ہوئی، ان سے

---

[1] آپ کے تلامذہ میں مولوی جواد علی بن میر باقر علی، مولوی آل حسنین، مولوی حکیم مرتضوی، مولوی وصی احمد، مولوی محمد یحییٰ، مولوی علی حسین، مولوی نعمت مجیب، مولوی ید اللہ، مولوی مولائی، مولوی شاہ محمد نور العین، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر، مولوی علی عظیم عیسیٰ پوری، قاضی مظفر حسین بن قاضی ابراہیم حسین، مولوی علی وارث، مولوی شاہ فضل احمدی، مولوی محمد سارئی، مولوی ابراہیم گھگھٹوی، مولوی محمد رضا کلکتہ، مولوی نور احمد، مولوی محمد شرف الدین، بن مولانا ہادی، مولوی فضل اللہ بن مولانا ھادی، مولوی امیر علی، مولوی حکیم محمد وصی، مولوی صدیق احمد عیسیٰ پوری، مولوی عظیم الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہم کے نام معلوم ہیں۔

دو صاحبزادے مولوی یداللہ اور مولوی مولائی علیہ الرحمۃ ہوئے، اور دوسری شادی شاہ محمد یوسف بن شاہ وحداللہ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادی اہلیہ حضرت شاہ نورالعین قدس سرہٗ جو لاولد فوت کر گئیں۔

۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے اور ۱۲۸۰ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ کے بعد واپسی میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور چند یوم علیل رہکر بتاریخ ۱۲ شعبان رحلت فرمائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ یداللہ علیہ الرحمۃ:- ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ اپنے والد سے تمام کیں، ۱۲۵۳ھ بستم جمادی الثانی میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی، اجازت و خلافت بھی حضرت فرد ہی سے پائی تھی، پٹنہ عدالت میں محرر تھے، اپنے والد کی طرف سے بھی جمیع سلاسل کے مجاز تھے، شعر و سخن کا بہت مذاق تھا، شائق تخلص کرتے تھے، اس وقت دو تین اشعار آپ کے ذہن میں ہیں، جنہیں درج کردیتا ہوں۔

دلِ پُر آرزو نے خوں رونے کو مدعا سمجھے ... خون روئے تو خونبہا سمجھے

اے شعلہ رو جلے نہ یہ سرمایۂ نگاہ ... بجلی طرح برق چمکے ہے خرمن پہ آنکھ کے

آپ کی شادی حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے حکیم فضیلت حسین صاحب تھے۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ میں رحلت فرمائی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی حکیم فضیلت حسین علیہ الرحمۃ:- تاریخ ولادت ماہ شعبان ۱۲۷۹ھ ہے، دو سال کی عمر میں والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی، ابتدائی کتابیں اپنے اہل خاندان سے پڑھیں، متوسطات مولوی حمیدالحق بن مولوی عارف علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، اور طب حکیم عبدالرحمٰن صاحب مرحوم گھگھٹہ سے پڑھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کی شادی اپنی تربیت کی ایک متمول گھرانے میں کردی تھی، ان سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی اور اہلیہ کا بھی انتقال ہوگیا تو دوسری شادی آپ کے استاذ حکیم عبدالرحمٰن صاحب کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک ہی لڑکی ہوئی، جو مولوی فیض القدیر بن مولوی غلام دستگیر ساکن گھگھٹہ سے بیاہی گئیں، بحمداللہ صاحب اولاد ہیں، پھر تیسری شادی آپ نے ملکی محلہ آرہ میں کی تھی، جس سے اولاد نہ ہوئی، آخر عمر میں بسلسلۂ مطب آرہ ہی میں قیام کرلیا تھا اور وہیں بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں رحلت فرمائی، اور محلہ دلی گنج میں مدفون ہوئے۔

بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہٗ سے تھی۔

**مولوی محمد مولائی** علیہ الرحمۃ:۔ آپ کی ولادت ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ میں ہوئی، درسیات اپنے والد سے تمام کی، حضرت فرد قدس سرہ کے مرید تھے، اجازت وخلافت اپنے والد سے اور حضرت نصر قدس سرہٗ سے پائی تھی، ۸ ار رمضان ۱۲۷۰ھ میں انتقال فرمایا، آپ کی نسل اب منقطع ہو چکی ہے۔

یہاں تک حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ان کے تمام صاحبزادگان اور ان کی اولاد کا اجمالی تذکرہ میں نے کر دیا ہے، اب حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی بقیہ اولاد کا ذکر کر رہا ہوں:۔

## حضرت مولانا شاہ احمد عبدالحق بن تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما

آپ کی ولادت ۱۱۳۴ھ میں ہوئی، آپ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں، درسیات تمام وکمال اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت واجازت وخلافت اپنے والد ہی سے پائی تھی، تحصیل علوم اور کسب سلوک سے پہلے ہی کمسری کے زمانہ میں آپ کے جوہر ذاتی کا اندازہ کرتے ہوئے ۱۱۳۹ھ میں جمیع سلاسل مجیبیہ کا حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے مجاز بنا دیا تھا، پھر ۱۱۴۸ھ میں بیعت طریقت حاصل کر کے کسب سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور رشد وہدایت کے لئے مرشد آباد تشریف لیگئے، مگر آپ بہت مستور الحال رہے، سادہ زندگی بسر فرمائی، طرز مشیخت مطبوع نہ تھا، جو کچھ کرتے تھے پوشیدہ کرتے تھے، کفاف عیال کی غرض سے نواب مرشد آباد کے ہاں ملازمت[1] اختیار کر لی تھی، اسلئے عوام آپ کو دُنیائے تصوّف سے ناواقف خیال کرتے رہے، آپ اہل خدمت تھے، اور مرتبۂ ابدال پر فائز تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ نے اس تفویض خدمت کا تذکرہ متعدد مقامات پر سفینۂ معلومات ومکاشفات میں اپنے دست خاص سے تحریر فرمایا ہے۔

"در ۱۱۶۷ھ روزے بشرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ استخارہ مشرف شدم، دیدم کہ سید عبدالصمد دہلوی (کہ بعرض بیگی بیارگاہ رسالت پناہی مقرر بودند) فرمودند کہ خدمت ابدالیت بہ محمد عبدالحق مفوض شدہ"

آپ کی شادی شاہ غلام احمد جعفری بن مولانا غلام شرف الدین علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ نور القدس جو کم عمری میں انتقال کر گئے اور دوسرے مولانا شاہ محمد نور الحق

[1] بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نواب میر جعفر خاں اور نواب بیگم کو آپ سے بیعت تھی، مگر اس کی کوئی اصل نہیں معلوم ہوتی، یہ لوگ شیعہ مذہب رکھتے تھے، ہاں نواب بیگم کا معتقد ہونا قرین عقل ہے، جیسا کہ بعض دوسروں نے لکھا ہے۔

قدس سرہٗ تھے، اور تین صاحبزادیاں تھیں، بی بی فقیہہ زوجۂ اولیٰ مولوی شاہ عبدالعلی بن ملا مبین پھلواروی، بی بی طاہرہ زوجہ شاہ برکت اللہ نظام پوری، بی بی شریفہ زوجہ شاہ رحیم الدین جتھلوی، ان صاحبزادیوں کے اولاد کا بھی تذکرہ اولاد ذکور کے بعد آئے گا۔

۲۸ر رمضان ۱۱۹۹ھ میں مرشدآباد میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

**محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق تپاںؒ**:۔ تاریخ ولادت ۱۱۵۶ھ، کتب درسیہ ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے تمام کیں، بیعت واجازت وخلافت اپنے جد امجد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ۱۱۷۱ھ میں حاصل ہوئی، اثنائے تعلیم ظاہری ومشق سلوک ہی کے زمانہ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے آپ کو حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ۱۱۷۳ھ میں سجادہ عمادیہ پر جانشین کردیا تھا، کیونکہ علاوہ سجادگی کی اہلیت کے شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی صاحبزادی بھی آپ سے منسوب تھیں اور ان کو کوئی اولاد ذکور بھی نہیں تھی، آپ سے سجادہ عمادیہ کو بہت ترقی ہوئی، سینکڑوں آپ کی کفش برداری سے مراتب عالیہ کو پہنچے اور آپ کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہوئے۔

معمولات خانقاہ عمادیہ از قسم اعراس ودیگر امور خانقاہداری بہت حسن وخوبی وبلند حوصلگی سے انجام دیتے تھے۔

آپ ولی مادرزاد، بڑے رحمدل، کریم النفس، زمانہ سازی سے پاک، ہر شخص کو سچا اور پاک طینت سمجھنے والے، اور نہایت ذہین وطبّاع بزرگ تھے،

سلسلۂ مجیبیہ کے تمام اذکار واشغال آپ نے جمع فرمائے ہیں، اور ضمناً پیران سلسلہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے، اس مجموعہ کا نام "انوار الطریقۃ" رکھا ہے، اوراد واعمال کی ایک دوسری کتاب بھی مدون فرمائی جس کا نام "تبلیغ الحاجات الیٰ مجیب الدعوات" ہے، یہ دونوں کتابیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ میں موجود ہیں، اور طالبین کی تعلیم اسی کتاب سے دیجاتی ہے۔

بچپن سے شاعری کا مذاق تھا، تپاں تخلص کرتے تھے، طبیعت نزاکت پسند اور خیالات بلند تھے، آپکا دیوان دو جلدوں میں دست خاص کا لکھا ہوا خانقاہ منگل تالاب پٹنہ میں موجود ہے، قصائد وعراقی کے چند اجزا دست خاص کے لکھے ہوئے ونیز تصوف وملفوظات کے چند رسالے کتبخانہ مجیبیہ میں بھی موجود ہیں، آپ نہایت خوشخط تھے، آپ بڑے پایہ کے درویش صاحب حضوری خدمت اہلبیت پر

مامور تھے ۔۔۔ آپ کی شادی شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ ہوئے۔

۴ر شعبان ۱۲۳۳ھ میں پٹنہ میں بمقبرۂ میر اشرف کشمیری آپ نے انتقال فرمایا اور جنازہ پھلواری میں لاکر حضرت لعل میاں قدس سرہٗ کے پہلو میں پورب جانب مدفون کیا گیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ظہور الحق :۔ تاریخ ولادت ۱۱۸۴ھ ہے، ابتدائی کتابیں ملا وحید الحق ابدال اور مولانا احمدی قدس سرہما اور اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ ۱۲۰۰ھ میں ملا جمال الدین ڈھیری سے تمام کیں، اور سند حدیث بذریعہ مکاتبہ حضرت مولانا شاہ محمد عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، تکمیل علم ظاہری کے بعد ۱۲۰۰ھ میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور مشق سلوک کی طرف متوجہ ہوئے، تکمیل کے بعد آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۱۲۱۱ھ میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے الباس خرقہ کر کے سجادۂ عمادیہ پر جانشین کر دیا۔

آپ اپنے عہد میں بڑے عالم متبحر اور بالغ الاستعداد بزرگ ہوئے، حافظ قرآن اور حافظ صحیحین تھے، خانقاہداری کے تمام لوازم کے ساتھ تمام عمر درس و تدریس کا مشغلہ رہا، ہمیشہ طلبا کی کثیر تعداد زیر تعلیم رہتی تھی۔ [1]

سلاسل مجیبیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے بھی تھی، اور حضرت ملا کی ایک صاحبزادی بھی آپ سے منسوب تھیں مگر ان سے نسل جاری نہیں ہوئی۔ طریقہ منعمیہ اور طریقہ زاہدیہ کی اجازت حضرت شاہ علی حسین رائے پوری قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

آپ کی تصنیفات سے کئی کتابیں ابھی موجود ہیں، اعیان علم منطق میں، تسویلات الفلاسفہ، فیض کبیر، فیض صغیر، تنویرات، نہی عن المنکر، اثبات ایجاد الخیر عن الحق، کسب النبی، اوامر و نواہی،

---

[1] آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادہ مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ اور مولوی محمد صفی، مولوی محمد ولی، پسران شاہ محمد وجیہ اللہ قدس سرہٗ، مولوی فضل امام بہاری، مولوی خیرات علی (ساکن ڈمری)، مولوی عبد العلی، مولوی محمد علی (ساکنین ڈمری)، مولوی محمد حسین (ساکن سکریچہ) شاہ قطب الدین منیری، مولوی عزیز اللہ (ساکن کرجی) مولوی شاہ وحید الدین (ساکن داناپور) مولوی حکیم حافظ غلام نبی مرحوم مدرس کلکتہ، مولوی احمد عبید اللہ جعفری پھلواروی، قاضی غلام امام بن شیخ غلام محمد بن شیخ مسیح اللہ عیسی پوری مشہور و معروف ہیں۔

مآثر ایمان، معاصم المآثم، فیوضات الہامیہ، نصح النصیح، تائید الحق در ردّ شیعہ۔

آپ کی دوسری شادی میر عزت علی شہباز پوری علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، جو حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی نواسی تھیں، ان سے پانچ صاحبزادگان ہوئے، مولانا شاہ نصیر الحق، مولانا شاہ ظہیر الحق، مولانا شاہ علی امیر الحق، مولانا شاہ محمد سفیر الحق، مولانا شاہ محمد فقیر الحق رحمۃ اللہ علیہم اور دو صاحبزادیاں بی بی زوجہ مولوی محمد عیسیٰ بن مولوی عبد العلی بن ملا مبین جعفری۔ دوسری بی بی محفوظہ زوجہ سید مظہر نبی بن سید عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن شہباز پوری۔

آپ نے تمام عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق میں بسر فرمائی، آخر عمر میں اہل عظیم آباد کی خواہش سے پھلواری کا قیام ترک کرکے پٹنہ میں مستقل اقامت اختیار کرلی تھی، حضرت مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کا یہ خیال بھی تھا کہ جو نعمت علمی و عرفانی مجھے خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہے اس کی پوری طرح اشاعت کروں، اور یہ قصبہ چھوٹا تھا اور مدرسین بھی زیادہ تھے، پٹنہ گرچہ بڑا شہر تھا اور مدرسین بھی کثرت سے تھے مگر ایسے مدرس کا جو علوم ظاہری کے ساتھ روحانیت کا بھی معلم ہو تقریباً فقدان تھا، اور اہل عظیم آباد کی دلی خواہش تھی کہ آپ پھلواری سے پٹنہ تشریف لائیں اور سلسلۂ درس کی توسیع فرمائیں، چنانچہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ مطابق ۵ پھاگن ۱۲۲۲ف ۹ سنہ جلوس اکبر ثانی میں اجرائے سلسلۂ خیر کی نیت سے ترک وطن کرکے پٹنہ تشریف لیگئے، چونکہ فوری طور پر کوئی مکان اپنا ذاتی موجود نہیں تھا اسلئے ابتداءً میر اشرف کشمیری کے مقبرہ میں قیام فرمایا، اس مقبرہ کے اردگرد مکانات بنے ہوئے تھے اور اس کے متولی سے تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے تعلقات تھے اسی تعلق کی بنا پر تاج العارفین قدس سرہٗ برگیوں کی آمد کے موقع پر جبکہ لوٹیرے قصبات و دیہات کی طرف رُخ کرتے تھے اپنے اہل و عیال کو لیکر اسی مقبرہ میں چلے آتے تھے، پھر جب امن ہو جاتا تو مکان واپس تشریف لاتے۔

مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد محلہ شیخ مٹھا کی گڑھی جو اب منگل تالاب کے نام سے مشہور ہے، حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ نے کچھ اراضی حاصل کرکے خانقاہ عمادیہ کی بنیاد رکھی جو بحمد اللہ اب تک اپنی قدیم عظمت و شان کے ساتھ قائم اور مرجع خلائق ہے۔

مگر افسوس کہ کل چار سال آپ کا قیام پٹنہ میں رہا، ۱۲۳۳ھ میں تشریف لیگئے [illegible]

۱۲۳۷ھ میں رحلت فرمائی، جنازہ پٹنہ سے پھلواری لایا گیا اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولانا حافظ شاہ محمد نصیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۳ رجمادی الاخریٰ ۱۲۱۹ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات والد کے وصال کے بعد لکھنؤ تشریف لیجا کر مفتی ظہور اللہ فرنگی محلی، اور مرزا حسن علی لکھنوی علیہما الرحمۃ سے سند حدیث کے ساتھ تمام کیں، بیعت اپنے والد کے دست حق پرست پر ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ میں کی تھی، اسی وقت اجازت وخلافت سے بھی سرفراز کئے گئے، مگر تربیت باطنی کا موقع نہ مل سکا اسلئے علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد آپ نے مولوی محمد صفی بن شاہ وجہ اللہ علیہما الرحمۃ (نواسہ حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ) کی طرف رجوع کیا اور ان ہی سے باطنی تربیت ہوئی، اپنے والد کے وصال کے بعد سجادہ عمادیہ پر جانشین کئے گئے، حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کی اچانک وفات کی وجہ سے تھوڑی مدت کے لئے خانقاہ عمادیہ میں جو بے کیفی پیدا ہو گئی تھی، آپ کے صاحب علم وفضل ہو جانے کے بعد دور ہو گئی، آپ نے آبائے کرام کی روش کے مطابق درس وتدریس ورشد وہدایت کا سلسلہ دوبارہ قائم کیا، صدہا آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔[1]

۲۸ رشوال ۱۲۶۱ھ میں رحلت فرمائی اور پھلواری میں حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے پائین مزار مدفون ہوئے، چونکہ کوئی اولاد ذکور نہ تھی، اسلئے آپ کے بعد آپ کے تیسرے بھائی مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ جانشین کئے گئے۔

مولانا حافظ شاہ محمد ظہیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۲۴ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر تکمیل مولانا عبد الغنی پھلواری قدس سرہٗ سے ہوئی، بیعت مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے تھی، سلوک طریقہ کی تعلیم مولانا شاہ ابو تراب قدس سرہٗ سے پائی، اجازت وخلافت اپنے شیخ بیعت اور مرشد طریقت دونوں ہی بزرگوں سے ملی تھی، ۴ رذیقعدہ ۱۲۸۶ھ میں رحلت فرمائی اور موضع قائم پور علاقہ خسرو پور نو آبادہ میں مدفون ہوئے، آپ کی دوسری شادی نو آبادہ میں ہوئی تھی، اولاد ان کی نو آبادہ میں ہے۔

مولانا شاہ علی امیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۶ رذیقعدہ ۱۲۲۷ھ ہے، درسیات اپنے بڑے بھائی مولانا

---

[1] آپ کے تلامذہ میں آپ کے حقیقی بھائی مولوی شاہ علی امیر الحق ومولوی حافظ شاہ صغیر الحق علیہما الرحمۃ، مولوی غلام یحیٰ آروی، مولوی ارشاد حسین، مولوی اصغر حسین عظیم آبادی، مولوی حاجی ابو البرکات بہاری، مولوی عبد اللطیف شیخ پوری کے نام معلوم ہیں۔

اور خلفاء ومجازین میں مولانا شاہ علی امیر الحق ومولانا شاہ محمد سفیر الحق قدس سرہما ہیں۔

شاہ محمد نصیر الحق قدس سرہٗ سے تمام کیں، بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت سب کچھ مولانا شاہ محمد نصیر الحق قدس سرہٗ سے حاصل کی ۱۲۶۰ھ میں سجادہ عمادیہ پر جانشین ہوئے۔ [1]

آپ کی وفات ۱۵ محرم ۱۳۰۲ھ میں ہوئی اور پھلواری میں اپنے بڑے بھائی کے پائین مزار مدفون ہوئے۔

**مولانا شاہ محمد رشید الحق** قدس سرہ:۔ تاریخ ولادت ۱۲۶۲ھ، کتب درسیہ تمام وکمال اپنے والد ماجد سے پڑھیں، ۱۳۰۲ھ میں اپنے والد کے وصال کے بعد سجادہ عمادیہ پر جانشین کئے گئے، طریقۂ آباواجداد کے مطابق رشد وہدایت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی آپ نے جاری رکھا، خدا نے باطنی محاسن کے ساتھ ظاہری وجاہت بھی عطا فرمائی تھی، اپنے عہد میں مرجع خلائق اور بہت باوجاہت شیخ ہوئے، سرسید مرحوم نے مسئلہ وقف علی الاولاد کے متعلق ۱۸۷۹ء ایک تجویز حکومت میں پیش کی تھی جو مسلمانوں کے لئے دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے مضر تھی، آپ نے اخبار "نسیم سحر" مورخہ ۵ر جنوری ۱۸۸۰ء کے ذریعہ اس مسودۂ قانون کی سخت تردید کی، اور مسلمانوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

آپ حج وزیارت حرمین سے بھی مشرف ہوئے اور ممالک اسلامیہ میں عراق وشام کا سفر کیا۔

آپ کی شادی بہار شریف حضرت مخدوم الملک کی جزئیت میں ہوئی، جن سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد حبیب الحق علیہ الرحمۃ تھے۔

**وفات**:۔ بتاریخ ۲۲ر جمادی الاوّل روز سہ شنبہ ۱۳۳۹ھ میں صبح صادق کے وقت یکایک حرکت قلب بند ہونے سے آپ نے رحلت فرمائی اور پھلواری میں اپنے والد کے پائین مدفون ہوئے۔

**مولانا شاہ محمد حبیب الحق** علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲۹۵ھ، درسیات آپ نے مولوی کمال علی پوری بہاری سے پڑھیں، یہ بزرگ مولوی عالم علی نگینوی کے شاگرد تھے، اور وہ مولانا محمد اسحٰق دہلوی کے اور وہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے۔

---

[1] آپ کے تلامذہ میں صاحبزادہ وجانشین مولانا شاہ محمد رشید الحق اور بھتیجے مولانا شاہ نذیر الحق پھلواری، مولوی غلام غوث چھپردی، مولوی سخاوت حسین عمادپوری، مولوی قدیر الدین عظیم آبادی، مولوی محمد ذوالفقار تلہری، مولوی علی اکبر عظیم آبادی اور برادر خورد مولوی حافظ فقیر الحق رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ ــــــ اور خلفاء ومجازین میں آپ کے صاحبزادہ جانشین مولانا شاہ رشید الحق وبرادرزادہ مولانا شاہ محمد نذیر الحق وبرادر خورد مولانا شاہ فقیر الحق، مولوی غلام غوث چھپردی، مولانا سخاوت حسین عمادپوری، وشاہ محمد امجد حسین (ساکن کٹیہر) رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

آپ حافظ قرآن بھی تھے، ہر سال تراویح میں ختم سناتے، چالیس برس مسلسل آپ نے ختم سنایا اور کسی سال ناغہ نہ ہوا، یہ خدا کا بہت بڑا فضل ہے، یہاں تک کہ جس سال آپ نے رحلت فرمائی، مرض موت کا حملہ بھی تراویح کی حالت ہی میں ہوا، چند روز آپ نے تراویح پڑھائی، بار بار زبان میں گرفتگی پیدا ہوتی تھی، ایک روز پوری طرح فالج کا حملہ ہوا، پندرہ بیس روز مرض میں مبتلا رہکر بتاریخ ۲۵ رمضان ۱۳۶۱ھ میں رحلت فرمائی، اور پھلواری میں اپنے والد کے پائین مزار مدفون ہوئے۔

اپنے والد کے وصال کے بعد کامل بیس سال آپ نے جانشینی کے فرائض انجام دیئے، رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی برابر جاری رکھا، مولوی شاہ صبیح الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے شاگرد ہیں، ان کے علاوہ بھی دیگر اشخاص آپ کے شاگرد ہیں جن کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں۔

بیعت و اجازت و خلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، اس آخری دور میں آپ کی ہستی بہت مغتنم تھی، علم و فضل تقویٰ جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے سب خصوصیات آپ میں موجود تھیں۔

آپ کی شادی بہار شریف میں شیخ الکاملین مولانا شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد صبیح الحق سلمہ اللہ تعالیٰ ہوئے، اور بھی کئی شادیاں آپ کی ہوئیں، ہر اہلیہ سے اولاد موجود ہے، تیسری شادی سے ایک صاحبزادے مولوی حکیم شاہ محمد حسین الحق سلمہٗ ہیں جنہوں نے تکمیل درسیات کے بعد گورنمنٹ طبیہ اسکول پٹنہ میں طب کی تکمیل کی ہے اور اب مطب کرتے ہیں۔

**مولوی شاہ محمد صبیح الحق** سلمہ اللہ تعالیٰ :۔ تاریخ ولادت ۸ رمضان ۱۳۱۹ھ۔ ۱۳۴۰ھ میں اپنے والد سے درسیات کی تکمیل کی، بیعت اجازت و خلافت کل اپنے والد سے حاصل کی، اس وقت آپ ہی سجادہ عمادیہ پر جانشین ہیں، اور علی سنۃ آباء الکرام درس و تدریس و رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہیں، تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کا درس دیتے ہیں، اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کی ذات سے خلق کو مستفیض کرے۔ ۱۳۵۸ھ میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا اور زیارت حرمین شریفین سے بہرہ اندوز ہوئے۔

**مولانا شاہ سفیر الحق** علیہ الرحمۃ :۔ ولادت ۱۲۳۰ھ، درسیات کچھ تو اپنے بڑے بھائی شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، پھر آپ کے ساتھ لکھنؤ جاکر مرزا حسن علی محدث قدس سرہٗ سے درسیات کی تکمیل کی اور سند حدیث حاصل کی، بیعت اجازت و خلافت، تعلیم و تربیت باطنی مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی، آپ کی شادی قاضی سید مخدوم عالم پھلواروی علیہ الرحمۃ کی

صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی شاہ محمد نذیر الحق علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی وجود میں آئیں۔
آخر عمر میں آپ نے موضع بیر بیگھ ضلع گیا میں جو چاکند اسٹیشن کے قریب ہے، مدرسی کر لی تھی اور وہیں بتاریخ ۲۰ شعبان ۱۲۷۷ھ میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

**مولانا شاہ محمد نذیر الحق** علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۵۹ھ۔ ابتدائی کتابیں اپنے نانا قاضی سید مخدوم عالم اور اپنے والد علیہما الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد علی امیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت اجازت وخلافت مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی اور اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد علی امیر الحق قدس سرہٗ کی طرف سے بھی مجاز سلاسل تھے، شاعری کا مذاق تھا، فائز تخلص کرتے تھے، فارسی کلام بہت پاکیزہ ہوتا تھا، غیر مطبوعہ دیوان آپ کا موجود ہے۔
آپ کی شادی مولانا نور احمد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی محمد محی الدین تمنّا اور تین صاحبزادیاں تھیں۔
۱۳ محرم ۱۳۲۳ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے مزار سے قریب مدفون ہوئے۔

**مولوی محی الدین تمنّا** سلمہ اللہ:۔ ولادت ۴ شوال ۱۳۰۵ھ ہے، کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں، ابتدائی درس وتدریس کا مشغلہ رہا، مگر اب تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ ہے، اس لئے حکومت حیدرآباد نے ایک وظیفہ بھی آپکے لئے مقرر کر دیا ہے، مگر ۱۳۶۷ھ سے حیدرآباد کی تباہی کے بعد موقوف ہو گیا، خود فی الحال ڈھاکہ میں مقیم ہیں، پھلواری سے ترک وطن کر دیا ہے۔ نہایت بالغ الاستعداد وکثیر المعلومات ہیں، شاعری کا مذاق بچپن ہی سے ہے، فن عروض بہت محنت سے اپنے والد سے سیکھا ہے اور اس فن میں بہت اچھی مہارت ہے، آپ کا کلام فارسی اور اردو دونوں ہی زبان میں بہت پختہ اور مقبول خاص وعام ہے، شاعری میں آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے، ابتداءً تصوّف اور اس کے تمام لوازم سے آراستہ تھے، مگر اب اس سے دلچسپی نہیں رہی۔
آپ کی پہلی شادی مولوی علی محی الدین پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکے مولوی امام الدین سلمہٗ ہیں، انہوں نے مایحتاج عربی وانگریزی کی تعلیم حاصل کی ہے۔
دوسری شادی موضع براڈاں ضلع گیا میں ہوئی، ان سے بھی کئی اولاد موجود ہیں، ایک لڑکے انعام الدین سلمہٗ ہیں جو فی الحال انگریزی تعلیم پا رہے ہیں۔

# حضرت شاہ احمد عبدالحق بن حضرت تاج العارفین قدس سرہما کی صاحبزادیوں کی اولاد

حضرت شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی بی بی طاہرہ سید شاہ برکت اللہ نظام پوری سے بیاہی گئیں، ان سے ایک صاحبزادے مولوی شاہ وجیہ اللہ ہوئے۔ ——— اور حضرت شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی بی بی فقیہہ شاہ محمد عبدالعلی بن ملا محمد مبین پھلواروی سے بیاہی گئیں۔ ان سے ایک صاحبزادی بی بی مبارک فاطمہ ہوئیں۔

شاہ وجیہ اللہ قدس سرہٗ بی بی مبارک فاطمہ سے منسوب ہوئے، ان سے دو صاحبزادے مولوی محمد ولی اور مولوی محمد صفی ہوئے، یہ دونوں بزرگ لاولد گئے، اسلئے شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کی دو صاحبزادیوں کی نسل اب منقطع ہے، البتہ آپ کی تیسری صاحبزادی بی بی شریفہ اہلیہ مخدوم شاہ رحیم الدین جٹھلوی قدس سرہٗ کی اولاد میں راقم سطور کا خاندان ہے۔

مولوی شاہ محمد وجیہ اللہ علیہ الرحمہ:۔ تاریخ ولادت ۱۱۸۲ھ ہے، درسیات علامہ جمال الدین ڈھری قدس سرہٗ سے ۱۲۰۰ھ میں اپنے ماموں زاد بھائی مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کی معیت میں تمام کیں، بیعت و اجازت و خلافت مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ سے تھی اور سلسلہ منعمیہ کی اجازت حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی سے حاصل کی، ۴ ارشعبان ۱۲۱۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے والد حضرت شاہ برکت اللہ نظام پوری قدس سرہٗ بن میر واصل نظام پوری تاج العارفین قدس سرہٗ سے ۱۱۵۵ھ میں مُرید ہوئے، آپ سے قدیم تعلقات تھے، ۱۱۸۹ھ میں رحلت فرمائی۔

مولوی شاہ محمد ولی علیہ الرحمہ:۔ ولادت ۱۳ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ، تعلیم ظاہری و باطنی بیعت اجازت و خلافت سب کچھ مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے تھی، مولانا ممدوح کے مایۂ ناز شاگردوں میں تھے، ۷ ار ربیع الاول روز جمعہ ۱۲۳۱ھ میں رحلت فرمائی۔

مولوی شاہ محمد صفی علیہ الرحمہ:۔ ولادت ۱۲۰۸ھ، کتب درسیہ کی تکمیل، بیعت اجازت و خلافت سب کچھ مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی، مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ کو اپنی کم عمری کی وجہ سے تربیت باطنی کا موقع اپنے والد ماجد سے نہ مل سکا، اس لئے تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ سے استفاضہ کیا۔ ۲۶ رشوال ۱۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔

# حضرت بی بی شریفہ بنت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہ کی اولاد یعنی راقم سطور کا خاندان

بی بی شریفہ کی شادی ۱۱ھ میں مخدوم شاہ رحیم الدین جھٹلوی عظیم آبادی قدس سرہ سے ہوئی تھی، یہ بزرگ مخدوم آدم صوفی قدس سرہ کے پوتے اور حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ کے نواسے حضرت مخدوم یتیم اللہ سفید باز قدس سرہ کی صلبی اولاد ہیں، حضرت مخدوم یتیم اللہ سفید باز قدس سرہ کا شجرۂ نسب یہ ہے:-

مخدوم یتیم اللہ بن مخدوم حمید الدین بن مخدوم آدم صوفی بن سید ابراہیم ثانی بن سید جلال الدین بن سید حسین بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید محمود بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید قاسم بن سید امام علی اصغر بن عمر اشرف بن امام زین العابدین بن امام حسین علی جدہم وعلیہم السلام۔

جناب شاہ عطا حسین داناپوری ثم گیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کنز الانساب میں حضرت مخدوم آدم صوفی کو قاسم بن علی اصغر بن سجاد زین العابدین کی اولاد لکھا ہے، یہ مصنف کا تسامح ہے یا موصوف کے پیش نظر کوئی مقطوع شجرہ تھا، جس کے درمیان سے کچھ نام منقطع تھے، کیونکہ جملہ نساب اہل سنت وشیعہ اس پر متفق ہیں کہ امام علی اصغر بن زین العابدین کے ایک ہی بیٹے حسن افطس تھے جن سے نسل جاری ہوئی ـــــ یہ علی اصغر امام ابو علی عمر اشرف بن زین العابدین علیہم السلام کے بیٹے ہیں جن کے بیٹے قاسم تھے اور ان کے بیٹے ابو جعفر محمد صوفی تھے، اس کی تصدیق رحمۃ للعالمین جلد ثالث اور عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سے بھی ہوتی ہے۔

مخدوم آدم صوفی زیدی النسب سمجھے جاتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد میں حضرت محمد صوفی کے صاحبزادے عمر زید ہیں نہ یہ کہ آپ زید شہید کی اولاد ہیں، کیونکہ حضرت مولانا مظفر بلخی اور مخدوم آدم صوفی چند پشتوں کے بعد متحد النسب ہیں۔ [۱]

---

[۱] حضرت مظفر بلخی کا شجرۂ نسب جو کتاب آداب المریدین کے ایک صفحہ پر منقول ہے اس طرح ہے:- شیخ مظفر بلخی بن شیخ شمس بن سلطان علی بن سلطان حمید بن سراج الدین بن محمود بن سلطان ابراہیم ادہم بن سید سلیمان بن سید ناصر بن سید محمد بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن امام زید بن محمد بن قاسم بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہم السلام

باقی صفحہ ۳۰۸ پر

حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ کے جدّ امجد میں حضرت سیّد محمود بن سیّد یعقوب، حضرت محمود بن ابراہیم بن ادہم بلخی کے نواسے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی کو صاحب کنز الانساب نے مشہور روایت کے مطابق فاروقی النسب ہی لکھا ہے، لیکن کتاب سیادت فریدی (مصنفہ پیر سیّد رشید احمد امروہوی رح) میں مصنف نے نہایت تحقیق اور مستند کتب تواریخ و اسماء رجال کے حوالہ سے جو پدری و مادری نسب نامے لکھے ہیں، اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم بلخی آبائی جہت سے امام باقر بن زین العابدین کی ذریات طیّبات میں ہیں اور مادری نسب سے امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جزئیت کا شرف رکھتے ہیں۔

شجرۂ نسب پدری:- ابراہیم بن سلیمان بن ناصر معروف بہ ادھم بن ہاشم بن عبداللہ بن بن امام محمد باقر بن سجاد زین العابدین علی جدّہم و علیہم السّلام۔

شجرۂ نسب مادری:- ابراہیم بن سلیمان بن ناصر معروف بہ ادہم بن ہاشم بن مسماۃ ام ناصر بنت عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

## حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے جد امجد حضرت مخدوم آدم صوفی جھٹلوی عظیم آبادی قدس سرہٗ چشتیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ آپ کے جد امجد سیّد جلال الدّین چشتی قدس سرہٗ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷) مخدوم آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراہیم ادھم بن سیّد سلیمان بن سید ناصر بن سیّد محمد بن سید یعقوب بن سید احمد بن سیّد اسحٰق بن سید امام عمر زید بن محمد صوفی بن امام قاسم بن علی اصغر بن عمر اشرف بن امام زین العابدین علیہم السّلام - یہ دونوں بزرگ حضرت مظفر و مخدوم آدم صوفی ہم جد بلخی ہیں۔ ملّا نصیر نے ان کو بلخی لکھا ہے، اس کی تصدیق رسالہ مطلوب المبارک سے بھی ہوتی ہے، مذکورہ بالا شجرہ اسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے، مگر یہ شجرہ جدی و مادری بزرگوں کے اسماء سے مخلوط ہوگیا ہے "

مشہد مقدس سے لاہور تشریف لائے تھے، یہ بزرگ، حضرت خواجہ عثمان ہارونی (متوفی ۶ر شوال ۶۰۳ھ) کے مرید وخلیفہ تھے، ان کے صاحبزادے سید ابراہیم چشتی جو اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے، صوبہ بہار میں بغرض رشد و ہدایت خلق تشریف لائے اور قصبہ حاجی پور ضلع مظفر پور میں مقیم ہوئے، آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی ہیں، یہ بزرگ اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے مگر ع "متاع نیک ہر دوکاں کہ باشد" طلب حق کی غرض سے موضع عالم پور جھٹلی حضرت مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ کبرویہ فردوسیہ سے فیضیاب ہوئے، کچھ مدت کے بعد مستقل اقامت بھی موضع عالم پور جھٹلی میں اختیار کرلی، وفات آپ کی ۱۱ر صفر ۶۹۷ھ بعمر ایک سو تیرہ سال ... ہوئی، مزار آپ کا موضع عالم پور جھٹلی (ضلع پٹنہ) میں پکی درگاہ سے مشہور ہے اور زیارت گاہ عالم ہے۔ آپ کے صاحبزادہ مخدوم حمید الدین (متوفی ۷۷۰ھ) تھے، آپ بھی اپنے والد ہی کے مرید وخلیفہ تھے اور اپنے خسر مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہ کی طرف سے بھی مجاز مطلق تھے، اور چونکہ حضرت مخدوم کی اولاد ذکور نہ تھی، اس لئے پیر جگجوت قدس سرہ کی کی خانقاہ آپ ہی کے ذمہ رہی اور موضع عالم پور جھٹلی میں مدت العمر جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کی شادی مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی جمال سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز تھے۔

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہ (متوفی ۹ر محرم ۷۹۰ھ) اپنے والد کے بعد جانشیں کئے گئے، آپ نے اپنے والد حضرت مخدوم حمید الدین اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاری قدس سرہما (متوفی ۷۸۲ھ) سے خرقۂ خلافت پہنا تھا، اور سلسلۂ چشتیہ کا دوسرا خرقہ آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ (متوفی ۷۵۶ھ) سے پہنچا ہے۔

آپ کی شادی بہار شریف محلہ چشتیانہ میں ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مخدوم شاہ فیض اللہ اور دو صاحبزادیاں بی بی نورہ زوجہ شاہ عبدالوہاب محلہ چشتیانہ، اور بی بی عابدہ زوجہ پسر حضرت مخدوم احمد چرم پوش تھیں ——— مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہ اپنی ساہرہ بہار شریف میں مقیم رہے اور وہیں رحلت فرمائی، آپ کا مزار بہار شریف میں حوض علاء الدین پر واقع ہے۔

آپ کے اجل خلفاء میں تین بزرگوں کا نام بہت وقیع ہے، آپ کے صاحبزادہ وجانشین مخدوم شاہ فیض اللہ، حضرت مخدوم شمس الدین عرف شمن اردلی، حضرت صوفی ضیاء الدین جندھوسی قدس اسرارہم۔

**مخدوم شاہ فیض اللہ** (متوفی ۱۰۸۳ھ) مخدوم تیم اللہ قدس سرہٗ اپنے والد کی وفات کے بعد جانشین کئے گئے، آپ نے بہار اور جھٹلی کی اقامت ترک کرکے کرجی (متصل دیگھ گھاٹ پٹنہ) میں اقامت اختیار کی اور یہیں خانقاہ کی بنیاد رکھی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ شاہ **غلام رسول** (متوفی ۸۵۵ھ) جانشین ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **غلام مصطفیٰ** (متوفی ۹۲۱ھ) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **اسمٰعیل** (متوفی ۹۹۲ھ) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **مسعود** (متوفی ۱۰۶۱ھ) جانشین ہوئے ——— شاہ مسعود اپنے عہد میں بہت بااثر بزرگ تھے، آپ کا احترام سلاطین وقت بھی کرتے تھے، ۱۰۵۴ھ ۱۷ جلوس شاہجہانی میں سرکار صوبہ بہار سے ایک فرمان کے ذریعہ موضع سیوتی پرگنہ بلیا میں موازی ایک سو بیگھہ اراضی بطور جاگیر آپ کو خرچ خانقاہداری وکفاف عیال کے لئے مدد معاش میں ملی تھی، اس فرمان کی تجدید ۲۵ جلوس ۱۰۶۲ھ میں کی گئی، اس فرمان پر قاضی خاں کی مہر ہے، یہ قاضی صاحب ۱۰۵۰ھ میں شہر پٹنہ کے قاضی تھے، آپ کے بعد یہ جائیداد بحسب سہام شرعی ۱۱۴۶ھ میں بعہد سلطان عالمگیر ثانی آپ کے ورثاء میں تقسیم ہوئی۔

مخدوم شاہ مسعود کے بعد ان کے بیٹے **شاہ مودود** (متوفی ۱۰۸۵ھ) جانشین ہوئے، چونکہ شاہ مودود قدس سرہٗ کے اولاد ذکور نہ تھی، اس لئے یہ منصب آپ کے چچازاد بھائی **مخدوم حسام الدین** (متوفی ۱۰۹۹ھ) بن حمید الدین ثانی بن مخدوم شاہ محمد اسمٰعیل کو تفویض ہوا۔

مخدوم شاہ حسام الدین کے بعد ان کے صاحبزادہ **مخدوم شاہ حفیظ اللہ ابدال** (متوفی ۱۱۰۲ھ) جانشین ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادہ مخدوم **شاہ کریم الدین** جانشین ہوئے۔

**شاہ کریم الدین** (متوفی ۱۱۸۵ھ) قدس سرہٗ کو اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ اور فردوسیہ کی اجازت مخدوم شاہ حفیظ اللہ ابدال قدس سرہٗ کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ مخدوم **شیخ بھیکہ** علیہ الرحمۃ سے بھی پہنچی ہے، شیخ بھیکہ سے مخدوم تیم اللہ سفید باز تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

مخدوم شیخ بھیکہ کو شیخ نصیب شاہ سے، ان کو مخدوم شاہ کمال سے، ان کو مخدوم حسام الدین سے، ان کو مخدوم شاہ پیا ندسے، ان کو مخدوم حاجی فرید سے، ان کو مخدوم شاہ فیض اللہ سے، ان کو مخدوم تیم اللہ سفید باز سے،

مخدوم شاہ کریم الدین قدس سرہٗ کے ایک مرید مسمٰی غلام مخدوم ساکن اروال ضلع گیا نے خرچ خانقاہداری اور پیر جگجوت قدس سرہٗ کے روضۂ مقدس کی خدمت کے خیال سے ایک مختصر سی جائیداد بطور نذر ہبہ کی تھی،

آپ کی وفات کے بعد بتاریخ ۲۶ رجمادی الثانی سنہ ۱۲ مطابق سنہ ۱۱۹۳ اس وثیقہ کی دوبارہ تجدید کر کے یہ وثیقہ ہبہ نامہ آپ کے صاحبزادہ مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ کے نام سے موصوف نے منتقل کر دیا تھا اس وثیقہ کی عبارت یہ ہے:۔

منکہ غلام مخدوم مالک موضع دھوئی پرگنہ اول مرقومہ سرکار صوبہ بہار ام بیوں موازی دہ بیگھہ زمین مزروعہ لائق زراعت منجملہ آں پنج بیگھہ درائمہ بھیکن پور دموئی مرقومہ و پنج بیگھہ در مہوری نور اللہ منجملہ قصبہ اول مرقوم نیاز حصہ خاص متقر بنام شاہ کریم الدین سجادہ نشین روضہ مقدسہ حضرت شاہ شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ مع فرزندان نیاز مقرر کردہ ام، بعد جناب شاہ کریم الدین غریق رحمت الجبال بشاہ وجیہ الدین معروف بشاہ رحیم الدین حرمت ڈومن از فرزندان شاہ غریق رحمت موصوف بحال درمزار دادہ شاد۔

شاہ کریم الدین قدس سرہٗ نے بتاریخ ۷ ار رجب سنہ ۱۱۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی بی بی ماجدہ بنت قطب عالم بن امام الدین بن حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادیاں بی بی رمضانی زوجہ شاہ محمد نعیم پھلواروی، اور بی بی فہیدہ و بی بی صابرہ یہ تینوں ہی لاولد فوت ہوئیں اور ایک صاحبزادہ شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ ہوئے، ان سے ہی نسل جاری ہے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ:۔ آپ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ اور حضرت مخدوم منعم پاک ابو العلائی عظیم آبادی قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ تھے، والد کی وفات کے بعد جانشین ہوئے۔ آپ کے بعد جانشینی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، البتہ سلسلہ کی اجازت خاندان میں باقی رہی اور ابتک باقی ہے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ سے اوپر مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ تک جو نسب نامہ صاحب کنز الانساب نے لکھا ہے اس میں اسی خاندان کی دوسری شاخوں کے نام مختلط ہو گئے ہیں۔ اسلئے شجرہ کے طریقہ پر اصل نسب نامہ اس جگہ درج کر دیتا ہوں، یہ نسب نامہ جدی مولوی سید شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہٗ کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے اور اس کی تصدیق ہمارے خاندان کے قدیم وثائق سے بھی ہوتی ہے:۔

# حضرت مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے نانا ہیں، جناب شاہ عبدالرحیم صادق پوری علیہ الرحمۃ نے "الدر المنثور فی ترجمہ اہل صادقپور معروف بہ تذکرۂ صادقہ" میں آپ کا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:۔

شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان محمد تاج بن سلطان احمد بن سلطان ناصر الدین بن سلطان یوسف بن سلطان سید حسن بن سلطان سید قاسم بن سلطان سید موسیٰ بن سلطان سید حمزہ بن سلطان سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحٰق بن سید اسمٰعیل بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین علی جدہ وعلیہم السلام ۔

ہمارے خاندان میں سلفاً عن خلفٍ یہ روایت مشہور ہے کہ آپ رضوی النسب تھے اور چونکہ اس خاندان کو آپ کی جزئیت اور سلسلہ دونوں ہی پہنچا تھا اسلئے انتہائے شغف میں تمام اکابر اپنے آپ کو رضوی لکھتے چلے آتے ہیں، گرچہ اپنی آبائی نسبت یعنی مخدوم آدم صوفی کی نسبت سے نسب نامہ کی کڑی حضرت ابراہیم بن سلیمان بن ناصر بن ہاشم معروف بادہم بن عبداللہ د قدق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین۔ سے ملتی ہے جدی مولوی احمد یعقوب و جدی مولوی حکیم وجیہہ الدین علیہما الرحمۃ کے دست خاص کا لکھا ہوا پیر جگجوت قدس سرہٗ کا نسب نامہ جو امام علی رضا علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے ہمارے خاندان میں موجود ہے، مگر اس کی تصدیق دوسرے نسب ناموں اور انساب کی کتابوں سے نہیں ہوتی، اسلئے میں نے اس نسب نامہ کے لکھنے سے اجتناب کیا ہے اور صاحب دُرِّ منثور کا لکھا ہوا نسب نامہ اس جگہ درج کر دیا ہے، مگر اس کی تحقیق کتاب الانساب سے اپنی کتاب "تجلیات انوار" ترجمہ شیوخ بہار میں تفصیل کے ساتھ لکھدی ہے"

پیر جگجوت قدس سرہٗ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے، ہندوستان کی آمد سے پہلے ایک مدت تک طلب حق کی غرض سے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہے، بیعت کی اور تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے فیضیاب ہوئے، پھر حضرت شیخ کے حکم سے دیار ہند کی سیاحت کرتے ہوئے موضع عالم پور جھٹلی تشریف لائے، یہیں اقامت اختیار کی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ طاہرہ بی بی مریم عرف ملکۂ جہاں خاتون بنت سید وجیہہ الدین کاشغری اور آپ کی چار صاحبزادیاں اور ایک خادمہ

اور چند رفقاء شریک سفر تھے۔

پیر جگجوت قدس سرہٗ صوبہ بہار کے بہت متقدم بزرگ ہیں، آپ کی ذات بابرکات سے صوبۂ بہار میں فقر و عرفان کا بہت شیوع ہوا، صدہا طالبین حق مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ صدہا خدا رسیدہ مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور سلسلۂ فردوسیہ کی اجازت حاصل کی، حضرت مخدوم احمد یحیٰ منیری، حضرت مخدوم آدم صوفی، حضرت مخدوم حمید الدین قدست اسرارہم۔ یہ تمام بزرگان شیخ وقت اور صاحب نسبت و سلسلہ بزرگ تھے، ان سب بزرگوں نے خرقہ کبرویہ آپ ہی سے حاصل کیا ہے۔ واللہ اعلم، یہ روایت اس خاندان کے ایک بزرگ شاہ رشید الحق منعمی مرحوم کی زبانی سنکر لکھی گئی ہے، کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے۔

پیر جگجوت قدس سرہٗ بہت بافیض اور کثیر الذریۃ بزرگ تھے، صوبہ بہار کا شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جس کو آپ کی جزئیت نہ پہنچی ہوگی، آپ کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد میں صدہا اولیاء اللہ و مخدوم وقت ہوئے ہیں، اس لئے اہل تصوف آپ کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے نقش قدم پر تصور کرتے ہیں، یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ذریات طیّبات میں صدہا انبیا ہوئے ہیں اسی طرح حضرت کی اولاد میں کثیر در کثیر اولیاء اللہ ہوتے رہے ہیں۔ —— حضرت مخدوم کی چاروں صاحبزادیاں ولیہ کاملہ تھیں اور ان چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں بھی مخدومین وقت ہی سے ہوئی تھیں۔

"ایک صاحبزادی بی بی جمال[۱] مخدوم حمید الدین بن مخدوم آدم صوفی سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم تیم اللہ سفیدباز قدس سرہٗ تھے۔ دوسری صاحبزادی جو بڑی تھیں بی بی رضیہ[۲] مخدوم احمد یحیٰ منیری قدس سرہٗ سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شاہ شرف الدین احمد بہاری قدس سرہٗ تھے۔ تیسری صاحبزادی بی بی حبیبہ[۳] مخدوم سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ قدس سرہٗ تھے۔ چوتھی صاحبزادی بی بی ہدیہ[۴] مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی بن مخدوم عبد العزیز بن مخدوم تاج فقیہہ قدس سرہٗ سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ قدس سرہٗ اور صاحبزادی بی بی کمال قدس سرہا ہیں" بی بی کمال کاکوی قدس سرہا حضرت مخدوم حسام الدین ہانسوی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں"

جن کے صاحبزادہ مخدوم شاہ حسین "غریب ڈھوکڑ پوش" تھے۔

مخدوم عطاء اللہ اور بی بی کمال کی جزئیت رکھنے والے نوآبادہ خرد، کیمپ داناپور، او رمحلہ صادقپور کے شرفا ہیں۔ اس خاندان کا تفصیلی حال "تذکرۂ صادقہ" میں موجود ہے۔

الغرض مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ کا خاندان علمی و عرفانی حیثیت سے بہت ممتاز ہے، آپ کی اولاد صوبہ بہار اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

این سلسلہ از طلائے ناب است　　　این خانہ تمام آفتاب است

آپ کی وفات ۱۲ ر ذیقعدہ ۶۶۹ھ میں ہوئی اور موضع عالم گنج جھجھلی میں مدفون ہوئے آپ کا مزار خام لب دریائے گنگ واقع ہے، اس مقبرہ میں مزارات پختہ بنائے نہیں جاتے ہیں، ان کی زندہ کرامت ہے کہ باوجودیکہ مزار مبارک خام لب دریا واقع ہے، مگر گنگا کے جوش و سیلاب سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔" خام ہونے کی وجہ سے "کچی درگاہ" سے مشہور عوام ہے اور مرجع خلائق ہے۔

## خاندان مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت اور خاندان امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی سے ازدواجی تعلقات

خاندان پیر جگجوت اور حضرت امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہٗ سے ازدواجی تعلقات امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کے زمانہ ہی سے چلے آتے ہیں۔

امیر محمد حسین کی شادی بی بی حبیبہ بنت شاہ کمال الدین کرجوی بن سید جمال الدین بن سید احمد بہاری (دیکھیے از اولاد مخدوم احمد چرم پوش) سے ہوئی تھی جن کے صاحبزادے امیر رکن الدین تھے۔

امیر رکن الدین کی شادی بی بی نور تن بنت سید ابراہیم کرجوی بن سید کمال الدین بن سید جمال الدین بن سید احمد بہاری سے ہوئی جن کے صاحبزادے امیر کبیر الدین تھے۔

امیر کبیر الدین کی شادی بی بی ملوکہ بنت سید یحییٰ بن سید ابراہیم بن سید کمال الدین سے ہوئی، جن کے صاحبزادے شاہ ظہور اللہ تھے۔

شاہ ظہور اللہ کی شادی حضرت سید شاہ برہان الدین خضر پوری کی صاحبزادی بی بی خدیجہ سے ہوئی جن کے صاحبزادے حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ تھے۔

سید ابراہیم بن سید کمال الدین کے بیٹے سید معین الدین ہیں، سید معین الدین کے صاحبزادے حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ کے ہیں، تاج العارفین قدس سرہٗ کو سلسلۂ چشتیہ سراجیہ آپ ہی سے پہنچا ہے، حضرت شاہ معز الدین کرجوی کے صاحبزادے سید امام الدین تھے۔

سید امام الدین کی شادی بی بی دولت بنت شاہ عزیز اللہ بن شاہ حبیب اللہ بن شاہ اسمٰعیل بن غلام مصطفےٰ بن غلام رسول بن فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز سے ہوئی تھی، جن کے صاحبزادے سید قطب عالم تھے۔

سید قطب عالم کی شادی بی بی ناصرہ بنت شاہ مودود بن شاہ مسعود بن شاہ اسمٰعیل مازکور سے ہوئی تھی، ان کے صاحبزادہ غلام رسول عرف جھومن اور ایک بیٹی بی بی ماجدہ تھیں۔

بی بی ماجدہ شاہ کریم الدین بن شاہ حفیظ اللہ بن شاہ حسام الدین بن شاہ حمید الدین ثانی بن شاہ اسمٰعیل بن شاہ غلام مصطفےٰ بن شاہ غلام رسول بن فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ تھے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ کی شادی بی بی شریفہ بنت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ بن تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادی بی بی وصیتہ النساء، زوجہ شاہ اولیاء علی نوآبادی قدس سرہٗ تھیں، لاولد فوت ہوئیں، اور ایک صاحبزادہ مولوی حکیم احمد اشرف رح تھے، پھلواری میں توطن انہی بزرگ کے وقت سے ہوا، ورنہ اس سے پہلے اس خاندان کے افراد بہار محلہ چشتیانہ، "جھٹلی" اور "کرجی" میں آباد تھے۔

**مولوی حکیم سید احمد اشرف رضوی رحمۃ اللہ علیہ** } تاریخ ولادت ۱۱۶۲ھ، آپ عالم و عارف اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، درسیات مولانا شاہ عبد المغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱۹۰ھ میں حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہٗ سے مرید ہوئے سلسلۂ آبائیہ چشتیہ و فردوسیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ سے حاصل تھی اور سلسلۂ مجیبیہ کی اجازت اپنے نانا حضرت شاہ احمد عبد الحق بن تاج العارفین قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، مگر والد کی وفات کے بعد جانشینی و خانقاہ داری کی ذمہ داری آپ نے نہیں لی، سلسلہ کی اجازت جو اپنے والد و دیگر شیوخ سے حاصل فرمائی تھی اپنے صاحبزادے مولوی سید احمد یعقوب رح کو

عنایت فرمائی اور خود کسب معاش و یادِ حق میں مشغول ہوئے۔

**پھلواری میں توطّن کا سبب:** - آپ کی پھوپھی بی بی رمضانی اہلیہ شاہ محمد نعیم[1] جعفری پھلواروی قدس سرہٗ نے چونکہ لاولد تھیں آپ کو متبنّیٰ لیا تھا اور تمام جائیداد و املاک و مکان آپ کے نام ہبہ کر دیا تھا اسلئے آپ نے پھلواری ہی میں اقامت اختیار کر لی اور پھوپھی کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ مکان حضرت امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی قدس سرہٗ کا رہائشی مکان تھا، امیر عطاء اللہ کے بعد امیر محمد حسین کو ترکہ میں ملا تھا، امیر محمد حسین کے تین بیٹے رکن الدین، فرید الدین، رستم تھے، فرید الدین اور رستم نے اپنا حصہ رکن الدین کے ہاتھ بیع کر دیا ۔۔۔ رکن الدین کے دو بیٹے فخر الدین و کبیر الدین تھے، فخر الدین نے اپنا حصہ کبیر الدین کے ہاتھ بیع کر دیا۔ ۔۔۔ کبیر الدین کے چار بیٹے احسن اللہ، امیر اللہ، ظہور اللہ، کریم الدین تھے، تینوں نے اپنا حصہ احسن اللہ کے ہاتھ بیع کر دیا، ۔۔۔ احسن اللہ کے تین بیٹے معظم، اعظم، مکرم تھے، اعظم اور معظم نے اپنا حصہ مکرم کے ہاتھ بیع کر دیا۔ ۔۔۔ مکرم کے بیٹے شاہ محمد نعیم تھے جن کی اہلیہ بی بی رمضانی نے حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو ہبہ کر دیا اور اب تک آپ کی اولاد کے کچھ افراد اس مکان میں مقیم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب آٹھ دس سال سے یہ مکان رہائش کے قابل نہیں رہا اور روز بروز منہدم ہو رہا ہے، مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ اپنی خانقاہ کی تقریبات اور موئے مبارک کی زیارت اسی مکان میں کرتے تھے۔

حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ ابتدائً طبابت کا مشغلہ رکھتے تھے، کچھ مدت کے بعد مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہو کر "بردوان" تشریف لے گئے اور آخر عمر تک "رنگ پور" اور "بردوان" میں بسلسلۂ ملازمت مقیم رہے اور "بردوان" ہی میں بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۳۸ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی آپ کے استاذ مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی سہیلہ سے ہوئی تھی، اُن سے تین صاحبزادگان مولوی سید احمد یعقوب، مولوی سید ابراہیم، مولوی حکیم محمد وجیہ الدین تھے۔

**مولوی سید احمد یعقوب رضوی علیہ الرحمۃ:** - تاریخ ولادت ۱۲ شوال ۱۲۰۱ھ - درسیات اپنے خال محترم مولانا حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، یکم جمادی الاخریٰ ۱۲۲۱ھ میں حضرت شیخ العالمین

---

[1] شاہ محمد نعیم بن محمد مکرم بن احسن اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ۔ تاج العارفین کے چچازاد بھائی شاہ محمد مکرم کے بیٹے ہیں۔ ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ درسیات ملا صبغ الدین اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے تھی، وفات ۲۲ محرم ۱۱۳۱ھ میں ہوئی احاطہ مجیبیہ میں مدفون ہیں، آپ کی شادی [illegible] کریم الدین مصطفیٰ کی صاحبزادی بی بی رمضانی سے ہوئی تھی مگر سلسلہ نسل منقطع ہے۔

شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں بیعت کی، تلقین باطنی بھی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ہی سے ہوئی، آپ کے والد حکیم احمد اشرف قدس سرہٗ نے اپنے آبائی سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی، علاوہ ازیں حضرت شاہ یحییٰ علی نوآبادی قدس سرہٗ سے بھی اسی سلسلہ کی اجازت حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن اروی قدس سرہٗ کے واسطہ سے آپ کو پہنچی ہے۔

سلاسل مجیبیہ کی اجازت حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے اور طریقہ منعیمیہ کی اجازت حضرت مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

دلائل الخیرات کی اجازت علامہ شیخ حیات سندی کے طریقہ کی مولوی شاہ ابوالحیوۃ پھلواروی قدس سرہٗ سے ملی تھی، اور عمل "اللہ الصمد" کی ایک خاص اجازت سید شاہ امام بخش قدس سرہٗ نے عنایت فرمائی، یہ بزرگ سید جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے۔

آپ کی تصنیف سے ایک رسالہ مسمّٰی "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" میری نظر سے گذرا ہے، جس کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے، مگر قدامت وکہنگی کی وجہ سے بہت خستہ ہو چکا ہے، دوسری کتاب کتاب الانساب ہے، جس میں خاندان پھلواری و دیگر تعلقات والوں کے انساب کتابی شکل میں مرتب کیے گئے ہیں۔

زندگی اپنے والد کی طرح مرتاض ومتورع بسر کی، کفاف عیال کی غرض سے ملازمت کر لی تھی ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں اپنے ماموں مولانا رحم علی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد (بانکوڑہ پرگنہ جنگل محال) میں مفتی عدالت کی خدمت پر مامور ہوئے، اس عہدے پر ۱۸۳۴ء تک فائز رہے، پھر ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۴ء عیسوی ایک ہزار روپیہ تنخواہ پہ صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہو کر ڈھاکہ تشریف لے گئے اور وہیں ہنگام ملازمت میں بتاریخ ۱۹ رجب ۱۲۵۲ھ رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت صوفی دائم قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی سید عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف کالن قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی سید رضی الدین احمد رضوی ہوئے، سید شاہ فضل اللہ عرف کالن مخدوم سید بدرالدین بدر عالم شہباز پوری کی اولاد سے ہیں، ان کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی زینب سے ہوئی، ان سے بھی اولاد ہے، دوسری شادی سید صلاح الدین قادری بدری شہباز پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، انہی سے سید عزت علی تھے جو حضرت شاہ آیت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے داماد تھے اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے نواسی داماد ہوئے۔

میر سید عزت علی کے نواسہ مولوی سید رضی الدین رضوی ہیں۔

**مولوی سید رضی الدین احمد رضوی علیہ الرحمہ۔** تاریخ ولادت ۲۷ رجب ۱۲۲۳ھ ہجری۔

درسیات مولانا عبد الغنی قدس سرہ سے پڑھیں، ۱۱ رجمادی الاخری ۱۲۴۸ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہ سے سلسلۂ قادریہ عمادیہ میں مرید ہوئے، تعلیم و تربیت بھی حضرت فرد ہی سے ہوئی، شیخ کی دعا کے بعد سلاسل مجیبیہ کی اجازت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۷۳ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ سے حاصل فرمائی، طریقۂ منعمیہ اور آبائی سلسلۂ چشتیہ اور فردوسیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد سے پہنچی ہے، مولانا عبد الغنی قدس سرہ نے اپنے جمیع سلاسل کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔

آپ شب بیدار و تہجد گزار اور اوراد و اعمال پر سختی سے پابند تھے، دنیاوی مشاغل کے ساتھ عبادات و طاعات میں مشغول رہتے، کفاف عیال کا ذریعہ سرکاری ملازمت تھی، بردوان میں ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز تھے، نظم اوقات کا خاص سلیقہ تھا، شب کے دو بجے بیدار ہوتے، نماز تہجد کے بعد سے نماز صبح تک اذکار واشغال میں مصروف رہتے، نماز صبح کے بعد چہل قاری کرتے، اسی اثنا میں زبانی وظائف کی تکمیل ہوتی، پھر طلبہ حاضر ہوتے اور درس لیتے، اب کچہری کا وقت ہوجاتا، کھانا کھاکر کچہری جاتے، ضروری کاغذات کے ساتھ مصلیٰ، تسبیح اور پانی کا لوٹا بھی اردلی کے ذمہ تھا کہ بروقت نماز میں دقت پیش نہ آئے، عصر کے وقت مکان واپس آتے، مغرب تک خانہ داری کی دیکھ بھال میں وقت گذرتا، نماز مغرب کے بعد کچھ دیر اوراد میں مشغول رہتے، اب احباب واہل حاجت کی آمد شروع ہوتی، چائے کا دور چلتا، حاجتمندوں کی حاجت روائی کرتے، دوستوں سے علمی باتیں ہوتیں، اس صحبت میں شہر کلکتہ کے مخصوص احباب مولوی کبیر الدین ایڈیٹر اردو گائڈ و اخبار دار السلطنت کلکتہ و ڈپٹی مولوی عبد اللطیف، و مولوی عبد الجبار صاحب و مولوی دلیل الدین ڈپٹی مجسٹریٹ و دیگر عمائدین شہر کلکتہ کی نشست رہا کرتی تھی، نو بجے صحبت ختم ہوتی اور آپ نماز عشاء کے لئے تشریف لیجاتے ——— ابتداً ۱۲۵۵ھ میں چند ماہ کشن پور ضلع بانکوڑہ میں اپنے عم محترم مولوی محمد ابراہیم علیہ الرحمۃ کی فرصت کے زمانہ میں عوضاً منصفی کے عہدہ پر کام کرتے رہے، پھر ۱۲۵۶ھ میں مستقل ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوکر "بردوان" تشریف لیگئے، اور عرصہ تک بردوان، کلکتہ، باقر گنج (بنگال) وغیرہ مقامات میں اسی عہدہ پر فائز رہے۔

اثنائے ملازمت میں بعد مسافت اور ملازمت کی ذمہ داریوں اور دیگر مشاغل کی وجہ سے

مراجعت وطن کا موقع بہت کم ملتا تھا، اسلئے جملہ اثنائے ملازمت میں دو مرتبہ آپ کو مستقل فرصت لیکر وطن واپس آنے کی ضرورت پڑی، پہلی مرتبہ آئے تو ضروری کام انجام دیکر ۱۲۶۷ھ بتاریخ ۱۵ر جمادی الثانی روز جمعہ اپنی ملازمت پر تشریف لیگئے، اس وقت آپ کے صاحبزادے راقم الحروف کے والد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ آغوشِ مادر میں ایک سال کے تھے، اس کے بعد کامل اُنیس ۱۹ سال تک مراجعت وطن کا موقع نہ ملا، پھر ۱۲۸۶ھ میں صاحبزادے کی تقریب شادی انجام دینے کی غرض سے تشریف لائے، اور بتاریخ ۱۹ر ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ میں بردوان تشریف لیگئے، آخر عمر تک خدمت مفوضہ پر فائز رہے، ۱۲ر صفر ۱۲۹۰ھ میں رحلت فرمائی، بردوان میں بہرام سقہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی نہال فاطمہ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی سید محی الدین احمد رضوی اور دو صاحبزادیاں وجود میں آئیں، بڑی صاحبزادی بی بی عائشہ قاضی منیر الدین حسین بن قاضی علی بخش ساکن تیگھڑہ ضلع مونگیر سے منسوب تھیں، قاضی منیر الدین حضرت مخدوم منہاج الدین راستی پھلواروی کی اولاد سے تھے، دوسری صاحبزادی بی بی بنت المجیب مولوی عزت علی بن مولوی ہمت علی ساکن ہلسہ سے منسوب تھیں، یہ دونوں بہنوں لاولد فوت ہوئیں۔

مولوی سید رضی الدین علیہ الرحمۃ کی محل دوئم جو بردوان محلہ رانی گنج کی رہنے والی تھیں ان سے ایک بیٹے سید سلطان حسن تھے اُن کی اولاد اُس اطراف میں موجود ہے۔

**کتب خانہ خاندان حکیم احمد اشرف**:۔ حکیم احمد اشرف ؒ کا خاندان دینی و دُنیاوی دونوں حیثیتوں سے بہت ممتاز رہا ہے، اس خاندان میں علمی ذخائر بہت تھے، وثائق و فرامین، قدیم یادداشتیں، مخطوطات، مطبوعہ و قلمی کتابیں و دیگر علمی و تاریخی یادگاریں کثیر تعداد میں موجود تھیں اور یہ تمام چیزیں ذاتی کتبخانے میں محفوظ تھیں، مگر اس خاندان کے اکثر و بیشتر افراد وطن سے باہر رہے، اسلئے اکثر چیزیں باہر چلی گئیں اور دوبارہ وطن واپس نہ لائی جاسکیں، تاہم اتنا ذخیرہ وطن میں بھی موجود تھا کہ اگر وہ تمام چیزیں اس وقت موجود ہوتیں تو نہ یہ کہ صرف اس خاندان کے ذاتی حالات پر روشنی پڑتی، بلکہ پھلواری کے دوسرے نامعلوم حالات بھی دریافت ہوسکتے تھے۔

افسوس یہ تمام چیزیں دست و برد زمانہ سے ضائع ہوئیں، سب سے پہلے جدی مولوی رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ کا کتب خانہ ۱۳۰۱ھ میں نذر آتش ہوا۔

اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۳۰۱ھ میں پھلواری میں آتش زدگی کی وبا پھیلی، آگ اتنی شدید لگتی تھی کہ اس پر قابو پانا مشکل ہوتا تھا، ایک آفت سماوی تھی جو بلا کی طرح نازل ہوتی اور جس گھر کا رخ کرتی خاکستر کر کے بجھتی، تھوڑی مدت میں پھلواری کی تقریباً تمام آبادی راکھ کا ڈھیر ہو چکی تھی۔

ابوالمجد مولوی سید احمد یعقوب علیہ الرحمۃ ابتداءً اپنے آبائی قدیم مکان میں جو حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو ان کی پھوبھی نے ہبہ کیا تھا، اپنے تمام متعلقین کے ساتھ رہتے تھے مگر جب خاندان وسیع ہو گیا اور اس مکان میں رہنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے ایک دوسرا مکان محلہ سنگی مسجد میں زمین خرید کر کے نیا تعمیر کرایا (یہاں عنایت شہید کا مزار واقع ہے) یہ مکان وسیع پختہ اور دو منزلہ تھا، اس کی تعمیر کے بعد اہل وعیال کے ساتھ اسی مکان میں اٹھ آئے تھے۔

۱۳۰۱ھ کی آتش زدگی میں یہ بھی نذر آتش ہوا، آگ دروازہ سے لگی تھی، اسلئے گھر کے باشندوں کا گھر سے نکلنا مشکل تھا، دوسرے اسباب کہاں تک نکالے جاتے، ایک جانب کی دیوار جو موسم برسات میں کثرت باد و باراں سے منہدم ہو گئی تھی اور اس جگہ لکڑی کی جعفری لگا دی گئی تھی، جعفری کاٹ کر اہل مکان باہر لائے گئے، اس وقت قدردان علم وفن مجسمۂ علم وعرفان حضرت پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ اس جگہ تشریف فرما تھے، آپ کی نگاہ تمام سامان سے ہٹکر کتب خانہ پر پڑی، آپ نے راقم الحروف کے والد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ سے کتب خانہ کی کنجی مانگی کہ کتابوں کو جتنا نکال سکوں نکال لوں، مگر بروقت کنجی نہ مل سکی، اور تمام سامان کے ساتھ یہ کتب خانہ بھی خاکستر ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دوسرا کتب خانہ جو حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادہ مولوی حکیم وجیہ الدین علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی تھا اور جس میں بعد میں مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ کا کتب خانہ بھی شامل ہو گیا تھا وہ ماضی قریب میں بعض ناعاقبت اندیش افراد کے تغافل ولاپروائی سے دیمک کی نذر ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے میرے ذاتی مذاق اور کتبخانہ مجیبیہ نے اتنا سہارا دیا کہ یہ نامکمل اور منتشر احوال مرتب شکل میں پیش کر سکا ہوں ورنہ اس دور میں اتنے حالات کا جمع کرنا بھی مشکل تھا۔

**مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۲۹ ر جمادی الاول ۱۲۶۶ھ ہے، ۱۲۶۷ھ میں جبکہ آپ کی عمر ایک سال کی تھی، آپ کے والد مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ اپنی ملازمت پر بردوان تشریف لیگئے تھے اور انیس ۱۹ سال تک وطن آنے کا موقع نہ مل سکا۔

آپ جب سن شعور کو پہنچے والد سے ملاقات کی تمنا دل میں پیدا ہوئی چاہتے تھے کوئی موقع ملے تو والد کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر بُعد مسافت اور راستہ کی دشواریوں کی وجہ سے تنہا جانے کی ہمت نہ ہوئی، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ جو آپ کے قریبی قرابتمند اور آپ کے والد کے مخلص دوست تھے، اکثر کلکتہ و بردوان وغیرہ تشریف لیجاتے تھے، اور اُن کا قیام بھی زیادہ تر کلکتہ اور بردوان میں آپ کے والد ہی کے ہاں رہا کرتا تھا، اسلئے ایک مرتبہ آپ نے مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ مجھے والد سے ملنے کی تمنا ہے آپ جب کلکتہ تشریف لیجائیں مجھے بھی ساتھ لے لیں کہ شرف پابوسی حاصل کر سکوں۔

چنانچہ ۱۲۷۹ھ میں مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ جب کلکتہ تشریف لیجانے لگے تو آپ بھی ساتھ ہو لئے، اُس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی اور آپ کے والد مولوی رضی الدین علیہ الرحمۃ اس زمانہ میں کلکتہ ہی میں مقیم تھے، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تم جب وہاں پہنچو سلام و مصافحہ کے بعد خموش کنارے بیٹھ جانا، دیکھوں تمہارے والد تمہیں پہچانتے ہیں یا نہیں، الغرض جب آپ کلکتہ اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام و مصافحہ کے بعد خموش کنارے بیٹھ گئے، والد نے سر سے پا تک چند مرتبہ آپ کو دیکھا، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے دریافت کیا، آپ بار بار کیا دیکھتے ہیں؟ آپ کے والد نے جواب دیا۔ اپنے فرزند کو دیکھتا ہوں۔

چند روز مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کے ساتھ کلکتہ میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر رہے، جب مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ وطن واپس آنے لگے تو آپ کے والد نے فرمایا کہ اس بچّے کو یہیں رہنے دو کہ اس کی تعلیم کا بہتر انتظام کر دوں اور خیال کیا گیا کہ انگریزی تعلیم دلوائی جائے، ایک ماسٹر رکھے گئے، جنھوں نے انگریزی شروع کرائی، آپ بہت ہی محنت و شوق سے پڑھتے تھے، تھوڑی ہی مدت میں کافی الفاظ زبان زد ہو گئے کہ بے تکلف زبان سے ادا ہوتے، ایک روز کسی چھوٹے بچّے کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے، بچہ کسی جگہ بھول کر غلط پڑھ گیا آپ نے روکا کہ صحیح پڑھے مگر پھر بھی وہ غلط پڑھتا رہا، آخر آپ نے جھڑک کر کہا "اسپیل کر" بچہ نہ سمجھا اور حیرت سے منھ دیکھنے لگا۔

اللہ بہتر جانتا ہے بچہ کی اس حیرت میں کتنے معانی پنہاں تھے، آپ کے لئے یہ حیرت تازیانۂ عبرت بن گئی، آپ نے خیال کیا میں اپنی حقیقت سے بہت دُور جا رہا ہوں، جس چیز کو شربت کا گھونٹ سمجھ کر پی رہا ہوں وہ مجھے گھُن کی طرح کھا رہی ہے، چند دنوں میں آداب القرآن تک بھُول گیا اور قرآن کے

مقابلہ میں ایسا لفظ استعمال کرنے لگا جو احترام قرآن کے بالکل خلاف ہے، اگر میرے غلو وشغف کا یہی حال رہا تو کیا عجب کہ اپنا دینی اُنس کھو بیٹھوں، اس سے تو بہتر ہے کہ عربی کی تکمیل کروں اور بقیہ عمر یادِ الٰہی میں بسر کروں، اس دن سے انگریزی تعلیم ترک کر دی اور عربی کی طرف متوجہ ہوئے، چونکہ عربی تعلیم کیلئے پھلواری زیادہ موزوں تھی اسلئے وطن چلے آئے اور مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی اور اپنے ماموں مولانا محمد عارف بن مولانا احمدی علیہما الرحمۃ سے درسیات پڑھیں۔

کم عمری میں ہی جبکہ آپ کی عمر نو سال کی تھی آپ کی والدہ نے حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ سے مرید کرادیا تھا، سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے شیخ سے آپ نے اکثر اوراد و وظائف کی اجازت لی جس پر مداوم رہے۔ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ آپ کی تقریب شادی انجام دینے کے خیال سے آپ کے والد مولوی مولوی رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ پھلواری تشریف لائے اور کامل دوسال مقیم رہے، اسی اثناء میں ایک روز آپ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ "عمل سورۂ مزمل" کی اجازت عنایت فرمائیے، آپ نے فرمایا جس عمل کی تم اجازت مانگتے ہو اس کا طریقہ بہت اہم ہے، عامل کو مختلف ابتلا و آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے، اور ہر قلب اس ابتلا و آزمائش کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اسلئے میں اجازت تو دیتا ہوں مگر عمل کرنے کا حکم نہیں دوں گا، البتہ مجھے اپنے شیوخ سے جو سلاسل پہنچے ہیں اور جن اذکار و اعمال کی مجھے اجازت حاصل ہے ان تمام چیزوں کی اجازت میں تمہیں دیتا ہوں۔

اس کے بعد آپ کے والد نے بطور مناولت اذکار و اعمال کا سفینہ اور اپنا اجازت نامہ آپ کو عطا فرماتے ہوئے تمام چیزوں کی اجازت، عطا فرمائی۔

سلسلۂ قادریہ بدریہ کی اجازت اپنے خالہ زاد بھائی مولوی محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ ۱۲۹۰ھ میں اپنے شیخ حاجی احمد علی ابراہیم علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے آپ نے رجوع کیا اور سلوک طریقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

شادی کے بعد اکثر آپ کا قیام پھلواری سے باہر رہتا تھا، جب کبھی اپنی صاہرہ موضع علی نگر جاتے برس چھ مہینے رہجاتے، علی نگر میں گرچہ علمی ماحول تھا لیکن عوام مذہبی ذوق سے بہت دور تھے، ان میں پست اقوام کے اکثر گھرانے ہندوؤں کی صحبت میں "چھٹھ" اور دیگر ہندوانہ رسمیں بھی کرتے تھے، آپ کو

یہ چیز بہت گراں گزرتی تھی، لیکن چونکہ مستقل قیام وہاں نہیں تھا اسلئے کوئی اصلاحی پروگرام بنانے کا موقع نہیں تھا ـــــــــ ۱۳۰۱ھ کی آتش زدگی میں جبکہ آپ کا تمام اسباب و مکان جل گیا اور وطن میں بجز اس کے کہ نیا مکان بنایا جائے یا دوسرا کرایہ کا مکان لیا جائے اور یہ دونوں ہی صورتیں اس وقت ناممکن تھیں، اسلئے کچھ دنوں تک آپ اپنے تمام متعلقین اور اہل و عیال کے ساتھ سنگی مسجد میں جھونپڑا ڈال کر مقیم رہے، پھر ایک قرابتدار کے مکان میں ایک سال مقیم رہے، مگر اس طرح زندگی کب تک بسر ہوتی، بالآخر آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام اہل و عیال کے ساتھ علی نگر چلا جاؤں اس وقت آپ کی والدہ بقید حیات تھیں اپنے خیال کا اظہار اپنے والدہ سے کیا، انہوں نے بھی اس خیال کی تائید کی اور فرمایا کہ بہتر ہے تم علی نگر چلے جاؤ لیکن میں یہیں رہوں گی اور اپنے آبائی مکان میں منتقل ہو جاتی ہوں، والدہ کو نانہالی مکان میں پہنچا کر آپ تمام متعلقین و اہل و عیال کے ساتھ علی نگر ضلع دربھنگہ تشریف لیگئے۔

بچپن سے جوانی تک آپ کی زندگی کا دو ہی محبوب ترین مشغلہ تھا، کثرت اوراد و نوافل اور تعلیم و تعلم، ہمیشہ کچھ نہ کچھ طلباء کی جاگیریں آپ کے ہاں رہتی تھیں، قصبہ کے دوسرے طلباء بھی آپ سے پڑھا کرتے تھے، چنانچہ جب آپ پھلواری سے علی نگر تشریف لیگئے تو اکثر طلبہ بھی جو آپ سے یہاں پڑھتے تھے علی نگر پہنچ گئے۔

موضع علی نگر کی قدیم مسجد جس کو شیخ جعفر علی فاروقی علیہ الرحمۃ نے بنوایا تھا، آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے غیر آباد ہو رہی تھی، آپ نے اس مسجد کو صاف کروا کر اس کی چونہ گردانی کروائی اور جماعت پنجگانہ اور جمعہ از سر نو قائم کیا اور ان طلباء کے لئے جو وہاں پہنچ گئے تھے ان کی رہائش کے خیال سے اسی مسجد کے قریب ایک خس پوش مکان اپنے سسرالی اعزّہ سے لیکر بنوا دیا اور اس کی کفالت اپنے ذمہ رکھی اور خوشی کے ساتھ عام اصلاح و تبلیغ کے کام میں مشغول ہوئے۔

مسجد میں امامت خود کرتے تھے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے، جو اہل حاجت آپ کے پاس آتے ان کو دینی باتیں بتاتے، اس طرح تھوڑی مدت میں وہاں کے عوام پر بہت اچھا اثر پڑا اور اکثر نامشروع ہندوانہ رسمیں انہوں نے ترک کر دیں، مسجد کی جماعت بھی بہت بڑھ گئی اور خاصہ دینی ماحول پیدا ہو گیا۔

آپ کے زہد و تقویٰ و پاک نفسی کی وجہ سے علی نگر اور اطراف و اکناف کے مسلمانوں کو آپ سے

عقیدتمندی پیدا ہوئی اور اکثر افراد نے بیعت کی خواہش ظاہر کی، ان میں سب سے پہلے اظہارِ عقیدت کرنے والے مولوی عبدالغفور مرحوم تھے، مگر آپ نے بیعت لینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں کسی کی بیعت نہیں لیتا ہوں لیا بہتر ہے جو لوگ مجھ سے مرید ہونا چاہتے ہیں وہ پھلواری چلے جائیں اور صاحب سجادہ سے مرید ہوں، بعض افراد نے یہ عذر کیا کہ ہم لوگ کم مایہ ہیں مصارف سفر برداشت نہیں کرسکتے اور ہم میں کچھ لوگ ضعیف بھی ہیں اسلئے وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔

اس زمانہ میں پھلواری میں حضرت شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ زیب سجادہ تھے، آپ نے ایک خط حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو لکھا کہ یہاں بہت لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں آپ کسی شخص کو بھیجدیں کہ یہاں آکر لوگوں کی بیعت لیلے، حضرت پیر و مرشد نے جواب میں یہ لکھکر بھیجا کہ آپ سے بہتر وہاں بھیجنے کے لئے کون آدمی مجھے ملے گا، آپ ہی بیعت لے لیں، اور اسی خط میں جملہ سلاسل کا اجازت نامہ لکھ کر بھیجدیا ــــــ اس خط کے پہنچنے کے کچھ مدت کے بعد مولوی عبدالغفور مرحوم علی نگری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی عقیدتمندی کے اظہار کے ساتھ آپ سے بیعت کی درخواست کی۔

ان کی درخواست پر آپ بہت روئے اور فرمایا کہ بھئی آپ لوگوں نے اکثر مجھ سے بیعت کے متعلق کہا لیکن ہمیشہ میں انکار کرتا رہا، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ گرچہ مجھے اپنے والد سے جملہ سلاسل کی اجازت موجود ہے مگر میں نے کبھی اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھا، آپ لوگوں کی درخواست پر میں نے ایک خط پھلواری لکھ بھیجا تھا کہ اس کام کے لئے کوئی شخص یہاں بھیجدیا جائے تاکہ آپ لوگوں کی بیعت لے لے، لیکن وہاں سے جواب میں اجازت نامہ آیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میں ہی بیعت لے لوں، آپ نے خط اور اجازت نامہ مولوی عبدالغفور مرحوم کے سامنے رکھدیا اور فرمایا کہ اب میں نیابتہً آپ لوگوں کی بیعت لے لوں گا، مولوی عبدالغفور مرحوم نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ سے عقیدتمندی ہے، اگر آپ نے نیابتہً بھی بیعت لی تو میرے لئے اصالتہً ہی ہوگی، اس کے بعد علی نگر اور اطراف علی نگر کے بہت لوگ اصالتہً اور نیابتہً آپ سے مرید ہوئے۔

مگر اس پیری مریدی کے سلسلہ کو آپ نے بہت طول نہیں دیا، یہ سلسلہ علی نگر اور اس کے اطراف تک ہی محدود رہا، پھلواری پہنچنے کے بعد بعض خاص عزیزوں نے خاص خاص سلسلہ میں آپ سے بیعت کی۔

کامل آٹھ سال آپ علی نگر میں مقیم رہے اسی اثناء میں والدہ کی ملاقات اور عرس ربیع الاول کی شرکت کے خیال سے وطن بھی آتے رہتے، مگر یہ آمد مہمانوں کی طرح ہوتی تھی، ۱۳۱۱ھ میں جبکہ آپ کی بڑی صاحبزادی کی

منسوب حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے ہوئی اور اس وقت پیر و مرشد قدس سرہٗ سجادۂ مجیبیہ پر جانشین ہو چکے تھے اور شرط سجادگی کے ماتحت قصبہ سے باہر جانا ناممکن تھا، اس لئے یہ رائے ہوئی کہ تمام لوگ علی نگر سے اُٹھکر پھلواری چلے آئیں اور یہیں سے تقریب انجام دیجائے، چنانچہ بتاریخ ۲۶ صفر ۱۳۱۱ھ میں پھلواری میں ایک قرابتمند کا مکان عاریتہً لیکر یہ تقریب انجام پائی۔

آپ کو اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی اور بیٹی بھی باپ سے از حد مانوس تھیں، دونوں ہی ایک دوسرے کی جدائی گوارہ نہیں کرتے تھے، ناچار شفقتِ پدری اور الفتِ وطن کے جذبات نے مجبور کیا اور دوبارہ پلٹ کر علی نگر جانے کی ہمت نہ ہوئی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے آپ کی پاکبازی وصلاح باطن و قرابت خاصہ سے متاثر ہو کر اپنا آبائی مکان قیام کے لئے عطا فرمایا، اس وقت سے آخر عمر تک اسی مکان میں مقیم رہے۔

تمام زندگی زاہدانہ و متوکلانہ بسر کی، طبیعت نہایت صالح و امانت دار تھی، پھلواری میں مختلف خاندان آباد تھے، آپس میں شکر رنجیاں بھی ہوتی تھیں، معاصرانہ چشمک بھی رہتی تھی، مگر آپ اپنی امانت دار فطرت سے ہر جگہ مقبول تھے، ہر شخص آپ کو اپنا دوست اور مخلص سمجھتا تھا، اپنے مسلک اور عقیدہ میں بہت راسخ تھے، بدعقیدتی کی کوئی بات سُننی گوارا نہیں تھی، مولوی منظور احمد علیہ الرحمۃ جو آپ کے خاص قرابتمند تھے، اور آپ سے ان کے مراسم بھی بہت خوشگوار تھے، اکثر ان کے ہاں آپ کی نشست بھی رہتی تھی، ایک مرتبہ گفتگو میں کوئی ایسا جملہ بول گئے جس سے بعض اجل صحابہ کی توہین ہوتی تھی آپ کو انتہائی رنج ہوا اور اسی وقت وہاں سے اُٹھکر چلے آئے اور ایک مدت تک وہاں کی نشست ترک کر دی۔

خاندانی اور پھلواری کی عمومی تاریخ کے ماہر تھے، آخر عمر تک حافظہ اتنا قوی تھا کہ برسوں کی سُنی ہوئی باتیں اور اپنی زندگی کے دیکھے ہوئے واقعات حرف بحرف اس طرح بیان کرتے گویا ابھی دیکھ سُنکر بولتے ہیں، اگر کسی واقعہ کو بیس سال پیشتر آپ کی زبان سے سُنا ہے تو بیس سال کے بعد بھی اُسی عنوان سے سُنیں گے جس طرح پہلی مرتبہ سُنا تھا۔

آپ کی مجلس میں اولیاء اللہ کے تذکرے اور پھلواری کے قدیم بزرگوں کا ذکر خیر رہا کرتا تھا، دوسری باتیں ضمناً ہی آتی تھیں، میرا یہ تذکرہ اکثر و بیشتر آپ کی ان پاک مجلسوں کا بھی مرہون ہے۔

آخر عمر میں موتیا بند کی وجہ سے بصارت جاتی رہی تھی، آپ نے نذر مانی کہ خداوندا اگر میری آنکھیں بن گئیں اور دوبارہ روشنی آگئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرۃ العینین سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام

کی سوانح حیات لکھوں گا، چند سال کے بعد آپ نے آنکھ بنوائی اور بفضلہ دونوں آنکھیں سابق کی طرح روشن ہوگئیں، آپ نے نذر پوری کی اور ایک مختصر رسالہ منقبت امامین میں لکھا، اس کے علاوہ آپ کے دست خاص کے لکھے ہوئے اکثر مخطوطات محفوظ ہیں، اسّی برس کی عمر میں بتاریخ ۶ رجمادی الاخریٰ بروز جمعہ ۱۳۴۶ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں بارہ دری کے زینہ سے متصل بجانب شمال مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی موضع علی نگر ضلع دربھنگہ میں شیخ حیدر علی[1] فاروقی علیہ الرحمۃ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خاتون النساء سے ہوئی تھی، ان سے تین بیٹے مولوی معین الدین احمد، حافظ خلیل الدین احمد اور کاتب الحروف محمد شعیب ہیں۔ اور ایک لڑکی بی بی بنت الرسول اہلیہ ثانیہ حضرت پیر و مرشد مولانا سید شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ العزیز تھیں۔

مولانا سید معین الدین احمد علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ، ابتدائی کتابیں اپنے والد و مولانا وحید الحق منعمی اور مولانا صفت اللہ علیہم الرحمۃ سے پڑھیں، پھر آرہ مدرسہ "حنفیہ" میں تکمیل کی غرض سے تشریف لیگئے اور مولوی حکیم عبدالوہاب الہ آبادی سے متوسطات پڑھتے رہے، اسی اثناء میں مولانا عبداللہ رامپوری علیہ الرحمۃ خانقاہ مجیبیہ میں جب مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے لئے بلائے گئے تو آپ بھی آرہ سے واپس آکر مولانا شاہ محی الدین علیہ الرحمۃ کے ہمدرس ہوگئے، کچھ دنوں کے بعد

[1] شیخ حیدر علی بن شیخ یوسف علی بن خواجہ سعد اللہ بن خواجہ احمد بن خواجہ محمد بن خواجہ عطاء اللہ کے از اولاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساکن قصبہ ملانواں علاقہ الہ آباد اپنے وطن سے ہجرت کرکے صوبہ بہار علاقہ ترہت موضع علی نگر ضلع دربھنگہ میں آکر آباد ہوئے اور اس جوار میں زمینداری حاصل کی اور نہایت عزت و اقتدار و عروج کی زندگی بسر کی، اس اطراف کے ممتاز خاندان سادات و شیوخ میں اپنے علو خاندانی کی وجہ سے تعلقات ازدواج پیدا کئے موضع حسینا جو بھگوان پور اسٹیشن کے متصل ضلع مظفرپور میں واقع ہے موضع ابھروا، موضع جوڑ بہار حاجی پور جرہوا وغیرہ کے سادات خاندان سے ان کی قرابت و برادری ہے، پھلواری شریف سے بھی اس جدید قرابت سے پہلے بذریعہ ازدواج قرابت قائم ہوچکی تھی اُسی بناء پر کاتب الحروف کے والد کی شادی اس خاندان میں ہوئی، بہت عرصہ تک یہ خاندان برسر اقتدار و عروج رہا، ابتک اس خاندان کے افراد موجود ہیں، کاتب الحروف کے بڑے ماموں شیخ واعظ علی کے بھی اولاد ہیں، منجھلے ماموں شیخ واصل علی کے ایک بیٹے برادرم حاجی عنایت حسین موجود ہیں، چھوٹے ماموں بابو شیخ اظہر علی مرحوم کی بحمد اللہ پانچ اولاد بابو غلام علی اکبر بابو انس و بابو انوار الحق حافظ شہاب الدین عرف اکلو امام جامع مسجد گیا اور حکیم منظر حسین ہیں، بحمد اللہ کل اخوان صاحب اولاد ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی دعا کو قائم رکھے شیخ حیدر علی مرحوم حضرت شاہ علیم الدین بلخی رائے پورہ کے مرید تھے، ان کی وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۲۸۱ھ میں ایک سو بیس سال ۱۲۰ کی عمر میں ہوئی، مزار علی نگر میں ہے۔

مولانا عبداللہ علیہ الرحمۃ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے اور ان کی جگہ مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی مدرس مقرر ہوئے، جن سے دونوں بزرگوں کی تکمیل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ دستار بندی ہوئی۔

بالغ الاستعداد تھے اور بہت متورع طبیعت پائی تھی، پیر و مرشد قدس سرہٗ سے بیعت تھی، حضرت نے اذکار و اشغال بھی تعلیم فرمائے تھے، ادعیہ ماثورہ کی ایک فہرست جس میں تہجد کے وقت سے عشاء بلکہ بستر پر جانے کے وقت تک کی تمام ماثورہ دعائیں مرقوم ہیں، حضرت پیر و مرشد نے دستِ خاص سے لکھکر بطور دستور العمل آپ کو عنایت فرمائی تھی۔

تحصیل علوم کے بعد کچھ دن مدرّس رہے پھر تجارت کا شوق ہوا، مگر عمر نے وفا نہ کیا اور عالم شباب میں چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں تین روز بیمار رہکر انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔ اُسی سال ۱۳۲۶ھ میں آپ کو آپ کے خاندان کے ایک بزرگ مولوی شاہ اویس رسول بن مولوی عارف بن مولانا احمدی قدس سرہٗ نے سلسلہ طیبہ رشیدیہ کی اجازت اپنے دستِ خاص سے لکھکر عنایت فرمائی تھی[1]

آپ کی شادی مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی علیہ الرحمۃ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے نور چشم مولوی سید محمد عز الدین سلمہٗ ہیں۔

**مولوی سیّد محمد عز الدین** سلمہ اللہ تعالےٰ۔ تاریخ ولادت ۲۳ر شعبان ۱۳۲۳ھ ہجری۔ ابتدائی کتابیں کچھ کاتب الحروف اور کچھ مولوی نظام الدین سلمہٗ اللہ سے پڑھیں، پھر کتب درسیہ تمام و کمال

---

[1] اجازت نامہ کی عبارت یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین وبہ نستعین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ وحبیبہ سیدنا ومولانا محمد سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔ اللّٰھم انی اجزت لاخذ البیعۃ فی الطریقۃ القادریۃ الطیبۃ الرشیدیۃ والجشتیۃ الطیبۃ الرشیدیۃ لاعزی مولوی شاہ معین الدین احمد اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ اعلیٰ مدارج العرفان وصانہ اللہ عن شرّ حاسدٍ اذا حسد کما کنت مجازاً عن المعظم المکرم مرشدی مولوی المعنوی شاہ عبد العلیم الرشیدی افاض اللہ فیوضاتہ علینا وھو عن شیخہ المعظم حاجی شاہ مولوی غلام معین الدین الرشیدی الجونفوری وھو عن شیخہ الاعظم حضرت شاہ امیر الدین الرشیدی الجونفوری اعلی اللہ درجاتھم فی اعلیٰ علیین ونفعنا اللہ ببرکات اسراحھم، اللّٰھم اجر منہ لطرق شیوخنا الکرام واوصیہ بتقوی اللہ والاحسان فی السرّ والاعلان وان لاینسانی بصالح دعوات فی الخلوات والجلوات ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التوّاب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ الراجی بشفاعت الرسول محمد اویس رسول القادری الفلواری غفرلہ اللہ ذنوبہ سنہ ۱۳۲۶ھ من ھجرۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

انہوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اساتذہ سے پڑھیں، اور اپنی ذاتی صلاحیت کی وجہ سے ندوۃ العلماء میں مدرس ہوئے، پھر شاہی مسجد لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر کچھ مدت کے بعد کانپور کی تاریخی مسجد مچھلی بازار میں اسی خطابت و امامت کے عہدہ پر مامور ہوئے، مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ندوۃ العلماء کے اساتذہ نے ادب و تفسیر کے لئے ان کی ضرورت محسوس کی اور دوبارہ آپ کو ندوۃ العلماء میں بلا لیا، اس اثنا میں ندوہ کی انتظامی حالت خراب ہو رہی تھی، اس لئے دل برداشتہ ہو کر مستعفی ہو گئے، کچھ دنوں گھر پہ مقیم رہے اور تبلیغی کام کرتے رہے، ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ اسلامیہ رانچی میں پرنسپل ہو کر گئے تھے، مگر اب وطن ہی میں مقیم ہیں اور تبلیغی و دینی خدمت انجام دے رہے ہیں،

آپ کے استاد مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی نے صحاح ستہ وغیرہ کی مختلف سندیں علاوہ ازیں مولانا احمد علی سہارن پوری وغیرہ کی عطا کی ہیں۔

الحمد للہ علمی دنیا میں اپنے معاصرین و ہمچشموں میں ممتاز مقام پایا ہے، آپ کا شمار صوبہ کے بہترین مقرر اور اچھے مصنفین میں ہے، آپ کی تصنیف سے کئی کتابیں اور چند رسائل ہیں، جن میں "کشف الظلام ترجمہ شفاء الاسقام" "تاریخ علوم حدیث" "حیات احمد بن حنبل" "سیدات الاسلام" اور عربی مضامین مشہور و مقبول ہیں۔

بیعت اجازت و خلافت اپنے نانا مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ سے ہے اور اپنے جد امجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ اور اپنے خسر حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی طرف سے بھی جمیع سلاسل کے مجاز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور ہمیشہ خدمت علم دین اور مذہب و ملت انجام دلوائے اور کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے اس وقت دو بچیاں ہیں، اور ایک بچہ انوار احمد رضوی جو بہت ہونہار تھا، اللہ کو پیارا ہو گیا۔

**مولوی حافظ سید خلیل الدین احمد علیہ الرحمۃ:** تاریخ ولادت ۴ر شوال ۱۲۹۴ھ،

آپ حافظ قرآن تھے اور درسیات بھی اساتذۂ مذکورین (جن کا ذکر بڑے بھائی مولوی سید معین الدین احمد رضوی مرحوم کے تذکرہ میں آچکا ہے) سے پڑھی تھی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید و مجاز تھے، آپ نے بقیہ عمر زمینداری کی دیکھ بھال میں بسر کی، کتب بینی کا ذوق تھا، ہمیشہ نئے مصنفات منگواتے تھے، بڑے بھائی کی طرح آپ نے بھی عمر زیادہ نہیں پائی، انچالیس ۳۹ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ میں داعی اجل کو

لبیک کہا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی محل اُولیٰ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی جو حضرت نصر قدس سرہٗ کی نواسی تھیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، افسوس دونوں نے انتقال کیا اور کوئی نسل ان سے جاری نہیں ہوسکی۔

دوسری شادی ناہنالی قرابت میں شیخ امیر الحسن مرحوم ساکن حسینا متصل اسٹیشن بھگوان پور ضلع مظفر پور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک لڑکی ہوئی، جس کو کاتب الحروف نے اپنے لڑکے حکیم محمد یوسف رضوی سلمہٗ سے بیاہا تھا، ۳ر جمادی الآخر ۱۳۶۱ھ میں دو کم عمر بچے چھوڑ کر انتقال کر گئی۔

## کاتب الحروف محمد شعیب بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی

تذکرے کا تقاضہ ہے کہ میں اپنا بھی ترجمہ لکھوں، جرأت نہیں ہوتی "بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ" میں اپنی حالت آپ جانتا ہوں۔ ؎

کیم من بے نصیبے بینوائے ۔۔۔ غریب آوارۂ مسکیں گدائے

وجودم ننگ دین و عار مذہب ۔۔۔ سزاوار ملامت پُر خطائے

پیر و مرشد قدس سرہٗ کے یہ دو شعر میری حقیقت کے سچے ترجمان ہیں۔

ہمارے خاندان کے اکابر ذی علم، صاحب عرفان، عالی گوہر، دینی و دُنیاوی وجاہت سے آراستہ تھے، مگر میں بمصداق ؎

قدم نامبارک و مسعود ۔۔۔ گر بدریا رود بر آرد دُود

اس خاندان کے لئے ننگ ہوں۔

جمادی الاوّل کی ۲۹ر تاریخ بروز چہار شنبہ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوا، ابھی بیس ہی دنوں کا تھا کہ یکایک گھر میں آگ لگی اور سارے اثاث البیوت نذر آتش ہو گئے، والدین نے خدا کے گھر یعنی مسجد سنگی میں پناہ لی، پھر جس پریشانی سے والدین نے بقیہ زندگانی بسر کی اس کا ذکر والد ماجد علیہ الرحمۃ کے تذکرہ میں آچکا ہے ــــــ کاش زندگی کا یہ پہلا حادثہ میرے لئے درس عبرت ہوتا، دُنیا اور دُنیاوی متاع کی حقیقت سمجھ میں آتی اور مسجد کی یہ پناہ گزینی والی اللہ مرجعکم کی طرف راہ بری کرتی۔

جس زمانہ میں والد مرحوم علی نگر میں مقیم تھے میری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، مگر تحصیل علم کی طرف سے بدشوقی و بدمذاقی مجھے بدو شعور سے پیدا تھی، اسلئے کچھ حاصل نہ ہوسکا، ہاں یونہی سا قرآن مجید اور اردو پڑھنا آگیا، ۱۳۰۹ھ میں جب والد نے وطن کی طرف مراجعت کی تو میری تعلیم و تربیت کی طرف بھی متوجہ ہوئے مگر بدشوقی نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا، اس بدمذاقی اور لہو و لعب کی طرف میلان کے باوجود بزرگوں کی توجہ تعلیم کی طرف برابر رہی، فارسی کچھ والد نے پڑھائی اور یوسف زلیخا اخی مولوی انس مرحوم سے محض بے توجہی و بے توغلی کے ساتھ پڑھتا رہا، اسی کے ساتھ ممدوح نے مجھے میزان الصرف شروع کرایا، جب میزان ختم ہوئی منشعب پڑھائی، اب نسبتاً پڑھنے کا ذوق پیدا ہوگیا تھا، والد مرحوم کو اتنا موقع نہ تھا کہ وہ پورا وقت میری تعلیم پر صرف کرتے اور نہ اس زمانہ میں اس کی گنجائش تھی کہ کسی معلم کا انتظام کیا جاتا، ضرورت تھی کہ تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے، اخی مولوی انس مرحوم گرچہ استاد شفیق تھے مگر ان کی شفقت سے میں اسی قدر فائدہ حاصل کرسکتا تھا جب تک ان کے پاس رہوں، وہاں سے آنے کے بعد میرے لئے پھر اپنا ماحول تھا اور کھیل کود کا دلچسپ مشغلہ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے میزان و منشعب تو ختم کرلی مگر استعداد پیدا نہ کرسکا، یہاں تک کہ صیغہ پہچاننے کی بھی صلاحیت نہ ہوئی۔

اسی اثناء میں میری خوش قسمتی سے مولانا عبداللہ صاحب رامپوری خانقاہ مجیبیہ میں مدرس ہوئے، انہوں نے مجھے ارشاد الصرف شروع کرائی، مجھ پر بہت شفقت فرماتے اور سختی سے نگراں رہتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے ساتھیوں میں جس قدر بدشوق تھا اسی قدر ذہین بھی تھا، اور میری قوتِ حافظہ بھی اچھی تھی۔

مگر تنہا استاذ کی شفقت سے کام نہیں چلتا، طالب علم کو بھی اپنے شوق سے کام لینا چاہئے، مولانا کی توجہ سے اتنا ضرور ہوا کہ فی الجملہ صلاحیت پیدا ہوگئی اور صرف و نحو کی کتابیں اختتام کو پہنچیں اور شرح جامی شروع ہوئی، عجب اتفاق کہ مولانا ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے اور ان کی جگہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب تشریف لائے، ممدوح نے میری کم استعدادی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے شرح جامی میں ترکیب مشق کرانا شروع کی، اور تہذیب کا سبق بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم کے ذمہ کردیا، مولانا کی شفقت و توجہ سے علم کی حلاوت محسوس ہونے لگی اور میں نے درسیات پڑھ لی۔

جس قدر بچپن میں پڑھنے سے جی چراتا تھا اسی قدر مجھے خوشنویسی کا شوق تھا، ہر وقت

کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا یہاں تک کہ حافظ مولوی وسیع الدین (ساکن ہزاری باغ) سے خوش نویسی سیکھی، اور نسخ و نستعلیق دونوں ہی میں اپنی حد تک پوری مشق بہم پہونچائی۔

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی نگاہ لطف و کرم بدو شعور ہی سے مجھ پر بے انتہا تھی، ہنگام تعلیم ہی میں حضرت نے مجھے مولانا ابوالخیر احمد مکی محدث قدس سرہٗ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور جملہ مرویات حدیث کی اجازت میرے بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم کی معیت میں دلوائی تھی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ مجھے اپنی خدمت میں حاضر باش رکھتے، اپنی تحریرات کے مسودے مجھ سے صاف کرواتے، غرض یہ تھی کہ میرے اوقات کارِ خیر میں بسر ہوں، لہو و لعب میں پڑکر اوقاتِ عزیز برباد نہ کروں۔

جب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو مکتوبات صدی اور ملفوظات کی تعلیم دینے لگے تو مجھے بھی درس میں شریک فرمایا۔

ان توجہات و عنایات کو دیکھتے ہوئے مجھے بھی شرم آئی اور دہم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ میں نے بیعت حاصل کی، حضرت نے مجھے اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی، اور مشق کی ہدایت فرمائی۔

افسوس میرے سرپرست و مربی میری اصلاح کے درپئے رہے، لیکن میری حرماں نصیبی نے مجھے ان ثمرات سے بہرہ ور ہونے کا موقع نہ دیا، سب کچھ سیکھنے کے بعد بھی بے عملی کا عیب مجھ سے نہ گیا؎

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ ۔ ۔ ۔ زآب زمزم و کوثر سپید نتواں کرد

با ایں ہمہ عیوب و بے عملی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے تمامی سلاسل اور جملہ مرویات حدیث کی تحریری اجازت عطا فرما کر مجھے اپنی غلامی کی سند عطا فرمائی۔

گرچہ میں بے عمل ہوں مگر اپنے بزرگوں کی نظر عنایات سے نجات کی پوری امید رکھتا ہوں۔

اہلِ سنت کا عقیدہ میرا ایمان ہے، اولیاء اللہ کا ہمیشہ سے معتقد ہوں، تمام اکابر ماسبق و حال کے ساتھ مجھے عقیدتمندی و نیازمندی رہی اور حسن ظن ہے۔ ؎

احب الصالحین ولست منھم ۔ ۔ ۔ لعل اللہ یرزقنی صلاحا

شاید یہ بزرگان میرے حق میں دعاء خیر کریں اور مجھے میری بداعمالیوں اور بے عملیوں کے پھندے سے

نجات دلوائیں ـــــ کتب حدیث کی سند ان دونوں بزرگوں کے علاوہ مولانا علی اکرم آروی علیہ الرحمۃ اور مولوی امام الدین پنجابی نے بھی عطا فرمائی ہے۔

والد علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے تمام سلاسل آبائیہ مجیبیہ کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

میری عزت و آبرو ظاہری وجاہت جو کچھ ہے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی عنایت و توجہات و شفقت کا ثمرہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ؎

ساز و برگ من از حمایت اوست ۔۔۔ وانچہ دارم ہمہ عنایت اوست
من کہ سر بر نیا ورم بدو کون ۔۔۔ گردنم زیر بار منت اوست

سولہ سال کی عمر میں میرے بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم نے مجھے طبیب حاذق مولوی حکیم محمد وارث حسن ابوالعلائی منیری رحمۃ اللہ علیہ سے طب شروع کرادی، چونکہ اس وقت تک میں نے عربی اتنی نہیں پڑھی تھی کہ طب کی عربی کتابیں پڑھ سکوں، اس لئے ابتداءً حکیم صاحب مرحوم طب کی فارسی کتابیں پڑھاتے رہے، مگر کچھ مدت کے بعد جب میری بھی عربی کتابیں نکل چکی تھیں اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی کتابیں بھی تکمیل کے قریب تھیں، مولانا ممدوح کو بھی طب پڑھنے کا شوق پیدا ہوا، حکیم صاحب سے مولانا ممدوح نے بھی طب شروع کی، حکیم صاحب نے مجھے بھی ساتھ کردیا اور مولانا ممدوح کی معیت میں میں نے بھی طب کی تکمیل کی۔ ع بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم،

پھر نسخہ نویسی سیکھی، حکیم صاحب بھی مجھ پر بنظر شفقت رکھتے تھے اور انہی کی توجہ اور دعاؤں کی برکت ہے کہ اس فن کے ساتھ مجھے فی الجملہ مناسبت پیدا ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے قوم کا حسن ظن میرے ساتھ ہے، اور اوقات خوش بسر کر لیتا ہوں۔

ہمارے استاد حکیم وارث حسن علیہ الرحمۃ منیری ابوالعلائی حکیم ابراہیم حسین لکھنوی کے شاگرد تھے اور وہ حکیم محمد یعقوب کے اور وہ حکیم مرتعش کے اور وہ استاد فن حکیم علوی خاں کے۔۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ مجھ سے اپنی علمی تحریریں صاف کراتے تھے، اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھے بھی تصنیفات کا شوق پیدا ہوا، ابتداءً اپنے بعض مضامین حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت نے پسند فرمایا اور علمی رہنمائی فرمائی، اس سے میری ہمت بڑھی اور میں نے چند کتابیں لکھیں جن میں بعض ناتکمیل رہیں، اور بعض تکمیل کو پہونچیں۔

ازاں جملہ "تنویر الجنان فی خواص آیات القرآن" یہ کتاب فارسی میں لکھی تھی، کتاب کافی ضخیم ہوگئی، اس کی تین جلدیں ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے والناس تک تمام سورہ کے فضائل ومنافع احادیث اور دوسری مستند کتابوں سے جمع کئے ہیں، علاوہ ازیں اعمال سورہ کے وہ طریقے جو اولیاء اللہ کے معلومات سے ہیں اور مختلف خاندانوں میں معمول ہیں ان کو بھی اس میں جمع کر دیا ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔

"الدر الفرید فی سلاسل اہل التوحید" سلاسل اہل طریقت کی تحقیق اور ان کے کثیر در کثیر شعب اور نسبتوں کا ذکر ہے، غیر مطبوعہ ہے بزبان عربی۔

"رسالہ جدری" چیچک کے جملہ اقسام اور ان کی پیدائش کے اسباب پر بقاعدہ طب قدیم تحقیقی بات لکھی ہے، غیر مطبوعہ۔

"حیات فرد" حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کی سوانح حیات ہے جو دیوانِ فرد کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

"جلوۂ حبیب" سوانح حیات حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ، غیر مطبوعہ،

"غم پیر طال" مطبوعہ ہے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے واقعات علالت و وفات ہیں۔

"القرون الماضیہ فی القریۃ الناجیۃ" اکابر پھلواری کا مبسوط تذکرہ ہے، پیش نظر رسالہ اسی اطناب کا ایجاز ہے۔

تجلیات انوار، ذکر شیوخ بہار، حدیقۃ الازہار، تذکرۂ علماء مدرسین بہار یہ کتاب پہلے عربی میں لکھی گئی تھی مگر اس کو وسعت دیکر اردو میں لکھا ہے، مثنوی نوائے دل تذکرۂ شعرائے پھلواری، بزم شعرا۔

ہمیشہ سے پھلواری کا ماحول شاعرانہ ہے، ہر زمانہ میں یہاں اہل علم موزون طبع رہے ہیں، میں نے جب ہوش سنبھالا تو مجھے بھی اپنے گرد و پیش ایسا ہی ماحول نظر آیا، پیر و مرشد قدس سرہٗ شاعر تھے، والد مرحوم کو بھی کچھ ذوق تھا، قصبہ میں بزرگوں اور معاصرین و ہمعصروں میں اچھے اچھے شعرا موجود تھے، ان کی ہمنشینی سے مجھے بھی شوق ہوا، فارسی میں کچھ غزلیں کہہ لیتا ہوں، تاریخ گوئی کا بھی مذاق ہے، مگر میں نے کبھی شاعری کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ کسی استاد سے اصلاح لی جب کبھی

طبیعت موزوں ہوئی کچھ کہہ لیا، اس لئے میرے پاس کلام کا کوئی وقیع سرمایہ نہیں ہے ہر ردلیف میں کچھ غزلیں ملیں گی۔

میری شادی جناب مولوی محمد امین صاحب مرحوم رئیس اعظم موضع روہائی ضلع گیا کی بڑی لڑکی سے ہوئی، مولوی صاحب مرحوم فاروقی النسب تھے حضرت مخدوم منعم پاکباز عظیم آبادی قدس سرہٗ کے ہمجد اور حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کے بہت فدائی اور مخلص مرید تھے،

موضع روہائی سے پھلواری کے قدیم برادرانہ تعلقات چلے آتے ہیں، گو امتداد زمانہ سے قرابت کے تعلقات بعید ہوگئے تھے، مگر روابط و مراسم اب تک اس خاندان سے بہت گہرے ہیں۔

مولوی امین صاحب مرحوم والد علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے، اسی طرح والد علیہ الرحمۃ مولوی صاحب کے والد اور چچا کو چچا کے لفظ سے یاد کرتے تھے، کاتب الحروف کے دادا مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ ڈپٹی مجسٹریٹ کلکتہ اور مولوی صاحب مرحوم کے چچا مولوی فضل حسین صاحب مرحوم مختار کلکتہ ہائی کورٹ کے درمیان بہت گہرے دوستانہ مراسم تھے، جس زمانہ میں یہ دونوں بزرگ اپنی ملازمت اور پریکٹس کی وجہ سے کلکتہ میں مقیم تھے، مولوی فضل حسین صاحب مرحوم کی والدہ اگر کوئی تحفہ اپنے صاحبزادہ کے لئے بھیجتیں تو اسی مقدار میں ایک دوسرا حصہ دادا مرحوم کے لئے بھی جاتا، اسی طرح اگر پھلواری سے کوئی چیز جاتی تو اس میں مختار فضل حسین صاحب مرحوم برابر کے شریک ہوتے۔

انہی اخلاص و روابط کا یہ اثر ہوا کہ والد مرحوم نے میری منسوب مولوی صاحب کے ہاں کرنی چاہی،

حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ نے بھی اس خیال کی تائید کی اور خود ہی پیش پیش ہو کر یہ تقریب انجام دلوائی، اس شادی سے مجھے آٹھ اولادیں ہوئیں، جن میں اب تین بچ رہی ہیں، ایک لڑکا حکیم محمد یوسف رضوی، اور دو لڑکیاں ہیں۔

میری بڑی لڑکی میرے بھانجے مولوی حافظ شہاب الدین بن حضرت پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے بیاہی ہے، اور منجھلی لڑکی کو میں نے اپنے ماموں زاد بھائی مولوی حافظ شہاب الدین عرف اکلو بن مولوی اظہر علی (ساکن علی نگر ضلع دربھنگہ) سے بیاہا ہے، ماشاءاللہ دونوں صاحب اولاد ہیں، بڑی لڑکی کی اولاد کا تذکرہ حافظ شہاب الدین سلمہٗ کے تذکرہ میں آچکا ہے، منجھلی لڑکی کے دو لڑکے شیخ شمس الہدیٰ عرف محمد منہاج الدین، اور شیخ محمد اہیر علی عرف محمد برہان الدین، اور دو بچیاں ہیں، عرفانہ و فرحانہ

عرفانہ نے دارِ بقا کو رخصت دی، اس کے بعد ایک لڑکا مصباح الدین پیدا ہوا ہے، اللہ اس کی عمر میں ترقی عطا فرمائے
کاتب الحروف کی محل دوم سے بھی اولاد ہے، چند لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔
——— اللہ تعالےٰ میری تمام اولاد کی عمر دراز کرے، ان کو صلاح و فلاح دارین عطا فرمائے
علم و فضل و تقویٰ سے آراستہ کرے، ان سے خاندان کو بڑھائے، ان کی رزق میں برکت دے، میری بے عملی
و بداعمالیوں کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھے، اسلاف کے مبارک نقش قدم پر قدم بقدم چلائے، اور
دین و ملت کا سچا خادم بنائے۔
مولوی حکیم سید محمد یوسف رضوی سلمہ اللہ:۔ تاریخ ولادت یکم صفر یوم جمعہ ۱۳۳۱ھ ہجری،
ابتدائی کتابیں "شرح ملاجامی" تک مجھ سے اور مولوی نظام الدین سلمہ اللہ سے پڑھیں، پھر بقیہ درسیات
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ سے ۱۳۵۱ھ میں پڑھیں، پھر کامل چار سال دہلی میں مقیم رہ کر
طبیہ کالج دہلی میں طب پڑھی اور وہاں کے اساتذہ سے ۱۳۵۹ھ میں "فاضل الطب والجراحت" کی سند حاصل کی،
۱۳۴۳ھ میں حضرت پیر و مرشد قدس سرہ سے ان کے زمانہ علالت میں بتاریخ ۱۵ صفر روز دوشنبہ
شرف بیعت حاصل کی، اس کے بعد حضرت پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ
سے باطنی تعلیم حاصل کی، حضرت نے ازراہِ عزیز نوازی اپنے خاص اعزہ کے ساتھ ان کو بھی اپنے جمیع مرویات
و سلاسل کی اجازت فرمائی ہے، مجھے بھی اپنے شیوخ سے جو کچھ پہونچا ہے اس کی اجازت دیدی ہے، اللہ تعالےٰ
توفیقِ عمل عطا فرمائے اور میری طرح بے عملی کا شکار نہ بنائے، تمام عمر اللہ کی یاد میں بسر ہو اور ہر طرح کی
دینی و دنیاوی صلاح و فلاح نصیب کرے۔
میں نے ان کی شادی اپنے منجھلے بھائی حافظ خلیل الدین مرحوم کی لڑکی سے کردی تھی، جس سے
دو لڑکے محمد ابراہیم و محمد خضر ہیں، افسوس کہ ان کی اہلیہ نے انتقال کیا، یہ دو بچے اس کی یادگار ہیں،
بارك الله فی اعمارهم وحسناتهم۔
دوسری شادی انجھر شریف کے خاندان میں ہوضع کاڑا ضلع گیا کے رہنے والے مولوی سید شاہ
ابوالخیر صاحب کی لڑکی سے نہم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ میں ہوئی ہے، اللہ تعالےٰ صاحبِ اولاد بنائے۔
ہماری دوسری شادی سے اس وقت دو لڑکے سید محمد نسیم قادری جو امسال مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے عالم
کی ڈگری حاصل کر کے فاضل میں پڑھ رہے ہیں، دوسرا ابھی صغیر سن تقریباً دس برس کا ہے نام محمد رضوان ہے۔

**مولوی سید ابراہیم رضوی علیہ الرحمۃ :-** آپ حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، ماہ شوال ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے، درسیات اپنے خال محترم مولانا شاہ محمد عبد الغنی صاحب قدس سرہ سے پڑھی، مولانا شاہ محمد عبد المغنی قدس سرہ سے مرید تھے، بانکوڑہ میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے، ۱۲۷۰ھ میں بانکوڑہ ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا محمد علی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اولاد ہوئی مگر زندہ نہ رہی۔

**مولوی حکیم محمد وجیہ الدین رضوی علیہ الرحمۃ :-** آپ حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے، درسیات مولانا عبد الغنی قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت اپنے نانا مولانا عبد المغنی قدس سرہ سے تھی، آبائی سلسلہ کی اجازت اپنے والد اور حضرت شاہ یحییٰ علی نوآبادی قدس سرہ سے تھی، سلسلہ منعمیہ اور مجیبیہ کی اجازت مولانا عبد الغنی قدس سرہ سے حاصل فرمائی، فن طب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور یہ فن آپ نے اپنے والد سے حاصل کیا تھا، معالجہ حسبۃً للہ کرتے تھے، کبھی اس سے منتفع نہ ہوئے ابتدائے محکمۂ ڈاک بست پٹنہ میں گماشتہ مقرر ہوئے، پھر محکمۂ افیون میں گماشتہ مقرر ہوئے، کچھ دنوں کے بعد ملازمت ترک کرکے خانہ نشیں ہو گئے۔

آپ کی شادی پٹنہ کے متمول و اولوالعزم خاندان میں شیخ نثار حسین مرحوم کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہ تھے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

دوسری شادی موضع کندوئی کے ایک سادات گھرانے میں ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی عبد السلام مرحوم ہوئے، ان کی اولاد موجود ہے۔

مولوی حکیم محمد وجیہ الدین علیہ الرحمۃ نے بتاریخ ۱۹ صفر ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا اور مولانا عبد الغنی قدس سرہ کے چبوترہ پر بجانب مشرق مدفون ہوئے۔

**مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی علیہ الرحمۃ :-** تاریخ ولادت ۱۲ محرم ۱۲۵۲ھ ہجری، درسیات تمام و کمال مولانا عبد الغنی قدس سرہ سے پڑھیں، اور بیعت اجازت و خلافت سب کچھ مولانا عبد الغنی قدس سرہ ہی سے تھی، مولانا نے آپ کو اپنی حیات ہی میں اپنا جانشیں بنا دیا تھا، خانقاہ و مسجد سنگی کے مسند درس و تدریس کو آپ نے بہت بارونق بنایا، آپ کا مختصراً تذکرہ مولانا عبد الغنی قدس سرہ کے تذکرہ میں آچکا ہے، ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ میں رحلت فرمائی اور مولانا عبد الغنی

قدس سرہٗ کے پہلو میں بجانب مغرب لب چبوترہ مدفون ہوئے۔

آپ کے بعد خانقاہ داری کا سلسلہ منقطع ہو گیا، البتہ اجازۃً و خلافۃً آپ کے نواسے مولوی قاضی نور الحسن صاحب آپ کے جانشین ہیں۔

آپ کی چار شادیاں ہوئیں، مگر اولاد تین بیویوں سے ہوئی، چوتھی بیوی سے تین صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، مگر اولاد بڑی صاحبزادی سے ہے اور محل اُولیٰ کی صاحبزادی سے مولوی نور الحسن صاحب ہیں۔ــــــ بڑے صاحبزادے جناب مولوی شاہ رشید الحق مرحوم تھے، یہ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے ان کی شادی میر ابو سعید مرحوم ساکن .... کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے شاہ محمود الحق مرحوم تھے، صاحب اولاد ہیں، ــــــ جناب شاہ رشید الحق صاحب مرحوم کی محل دوم سے تین لڑکے، شاہ مسعود الحق ہیڈ ماسٹر آرہ اسکول، اور شاہ نجم الحق اور شہود الحق ہیں۔

## حضرت مولانا شاہ احمد عبد الحی بن حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما

تاریخ ولادت ۱۱۳۶ھ، درسیات تمام و کمال اپنے والد تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱۵۳ھ میں والد ہی سے بیعت کی، اجازت و خلافت، تعلیم سلوک سب کچھ والد ہی سے تھی، حسب دستور خاص تاج العارفین قدس سرہٗ نے ۱۱۳۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر ابھی تین ہی سال کی تھی اوراد و اعمال کا ایک سفینہ دست خاص سے لکھکر اجازت و دستخط سے مزین فرما کر رکھ دیا تھا۔

"نور چشم راحت جان احمد عبد الحی طال عمرہ زاد علمہ و عملہ و شوقہ محمد مجیب اللہ الزینبی الجعفری الطیاری ہبہ نمود در سنہ ۱۱۳۹ھ ہجری۔ اللّٰھم وفقہ لما تحب وترضی واحفظہ عن سخطك وغضبك اجازت عمل دادہ شدہ است حق تعالیٰ بے شائبہ ریا باخلاص عمل عامل سازد و غریق بحار محبت خویش سازد بیمنہ وکرمہ"

فقر و عرفان زہد و اتقا میں بہت بلند مرتبہ تھے، شاہ عالم نے کفاف عیال کے لئے کافی جاگیر عطا کی تھی، جس سے خوش زندگی بسر کرتے تھے، مگر مزاج میں تموّل کا شائبہ بھی نہیں تھا، مکان میں خدام اور نوکروں کی کمی نہ تھی، والد کے مریدین بھی جان چھڑکنے کو تیار رہتے، مگر آپ وضو کیلئے

ایک لوٹا پانی منگوانا کسی سے بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ کی شادی حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کی صاحبزادی، بی بی نصیبہ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ ہوئے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، بڑی (شیر پور میں) مولوی حکیم محمد مظفر علی آہ[1] سے بیاہی گئیں، دوسری صاحبزادی قاضی شاہ عالم منہاجی سے بیاہی گئیں، ان سے قاضی سلطان عالم تھے، اُن کے صاحبزادہ قاضی سیّد مخدوم عالم قدس سرہٗ تھے، اور تیسری صاحبزادی مولانا شاہ علی اکبر بن ملّا وحید الحق ابدال سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ مولوی قاضی علی اشرف علیہ الرحمۃ تھے، ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ اس کتاب میں آچکا ہے ——— حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ نے ۲۵ رجمادی الآخر ۱۱۹۲ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

**حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی** قدس سرہٗ۔ تاریخ ولادت ۱۱۶۳ھ، ابتدائی درسیات اور فن شاعری میں حضرت مولانا شاہ محمد نورالحق قدس سرہٗ سے تلمذ تھا، درسیات کی تکمیل ملّا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے کی، بیعت تعلیم و تربیت اجازت و خلافت کُل حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے تھی۔

سلسلۂ قادریہ کی ایک دوسری اجازت راجگیر پہاڑ پر آپ کو ایک بہت معمّر بزرگ حضرت سیّد شاہ شرف الدین حسین قدس سرہٗ سے ملی تھی، اس واسطہ سے آپ کے اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں، حضرت شاہ شرف الدین حسین کو اُن کے شیخ سیّد معین الدین سے، ان کو حضرت غوث پاک سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سیّد محمد قادری اجھری قدس سرہٗ کے سلسلہ کی اجازت شاہ محمد برکت اللہ اجھری قدس سرہٗ سے ملی ہے۔

اپنے عہد میں بہت مرتاض تھے، گھر میں مال و دولت کی کمی نہ تھی، آپ کے والد حضرت

---

[1] مولوی حکیم محمد مظفر علی متخلص بہ آہ (شیر پوری) ابن سید شاہ نورالحسن بن سید شاہ احمد (شیر پوری) حضرت دیوان شاہ مصطفٰے (شیر پوری) قدس سرہٗ کی اولاد اناث میں ہیں، حضرت دیوان شاہ مصطفٰے حضرت سیّد محمد قادری اجھری قدس سرہٗ کے پوتے ہیں اور حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں ہیں۔

شاہ عبدالحی قدس سرہ نے شاہ عالم سے جاگیر آپ ہی کے نام سے لکھوائی تھی، مگر تمام عمر آپ نے ایک خرمہرہ بھی اپنی ذات پر صرف نہ کیا، تمام آمدنی اہلِ خاندان کے مصرف میں آتی اور خود متوکلانہ زندگی گذارتے، عبادات و ریاضات کے جو معمولات تھے سفر و حضر کسی حال میں ناغہ نہ ہوئے۔

فن شاعری میں مہارتِ تامہ تھی، دیوان موجود ہے، صاحبِ تذکرۃ الکرام نے آپ کے تذکرہ میں آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔ ؎

زوصف آں قدرِ رعنا چہ گویم　　خبر از عالمِ بالا چہ گویم

بہ سلسلۂ رشد و ہدایت کلکتہ میں قیام رہا اور وہیں بتاریخ ۱۳ر شعبان ۱۲۲۹ھ وفات فرمائی، آپ کا مزار کلکتہ محلہ مصری گنج میں ایک مسجد کے حجرہ میں زیارت گاہِ عالم ہے۔

شیخ نور اللہ عیسٰی پوری کے حوالہ سے صاحب تذکرۃ الکرام نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کی وصال کے کئی سال کے بعد بعض مفسدین نے جو آپ کی تدفین میں شریک تھے، یہ مشہور کر دیا کہ ہم لوگوں نے نعش مبارک کو ایک مدت خاص کیلئے سپرد خاک کر دیا تھا اب مدت تمام ہو گئی اس لئے نعش قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دینا چاہئے، جب قبر کھولی گئی نعش اسی طرح تر و تازہ تھی، جیسے ابھی دفن کی گئی ہو، یہاں تک کہ کافور کی خوشبو بھی شگفتہ تھی، مفسدین کو اپنی اس بے تمیزی پر ندامت ہوئی۔ قاضی القضاۃ اور قاضی نجم الدین خاں نے اپنے حکم سے دوبارہ لاش کو عطر سے معطر کر کے اسی قبر میں دفن کروا دیا، اس دوسری تدفین میں شیخ نور اللہ عیسٰی پوری علیہ الرحمۃ خود شریک تھے۔

آپ کی شادی شاہ غلام نقشبند قدس سرہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولانا محمد علی، مولانا ابوالفضل، مولانا مصطفٰی ابوالقاسم، مولانا محمد مجتبٰی وجود میں آئے۔

مولانا شاہ محمد علی علیہ الرحمۃ: تاریخ ولادت ۸ر شوال ۱۱۸۲ھ، درسیات مولانا احمدی قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت اجازت و خلافت اپنے والد سے حاصل کی، پہلے بہار میں صدر امین مقرر ہوئے، پھر چپرہ (؟) ۱۲۰۵ھ مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہو کر تشریف لیگئے، تمام عمر خدمتِ افتاء میں بسر فرمائی، ۲۹ر صفر ۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی، آپ کا مزار بنارس میں حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہ کے احاطۂ مزار میں مسجد کے جنوبی دروازے سے متصل ایک چبوترہ پر واقع ہے، یہ مزار سنگی اور پختہ ہے۔

آپ کی شادی مولانا عبد المغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار بیٹے مولوی عماد الدین ارتضیٰ، مولوی ابو قلندر، مولوی محی الدین، مولوی قطب اولیاء، اور تین بیٹیاں بڑی زوجہ قاضی مخدوم عالم، دوسری اہلیہ مولوی نوازش علی، تیسری اہلیہ مولوی ابراہیم بن احمد اشرف۔

مولوی عماد الدین ارتضیٰ علیہ الرحمۃ :- ولادت ۳ صفر ۱۲۰۷ھ میں ہوئی، تکمیل درسیات بیعت، اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، پورنیہ میں مفتی عدالت تھے، وہیں بتاریخ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۵ھ میں انتقال کیا۔

مولوی ابو قلندر علیہ الرحمۃ :- سن ولادت معلوم نہ ہو سکا، بقرینۂ غالب ۱۲۰۹ھ ہوگا، اپنے والد کے شاگرد اور مرید ومجاز تھے، پٹنہ اسلامی تھانہ میں داروغہ تھے، زندگی نیک نام اور دیانتدارانہ بسر کی، آپ کی شادی مولوی سید امجد علی مرحوم (دیکھئے اولادِ دیوان شاہ مصطفیٰ شیر پوری علیہ الرحمۃ) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ تھے۔

۲۳ رمضان ۱۲۵۰ھ میں انتقال فرمایا، خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے چبوترہ مزار سے دکھن جانب زیر چبوترہ مدفون ہیں۔

مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ :- ولادت ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ میں ہوئی، مولوی شاہ وصی احمد اور قاضی مخدوم عالم علیہما الرحمۃ کے شاگرد تھے، دوسری جمادی الثانی ۱۲۹۵ھ میں مولانا شاہ محمد ابو الحسن فرد قدس سرہ سے مرید ہوئے، اجازت وخلافت مولانا شاہ وصی احمد اور حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہ سے تھی، پٹنہ کلکٹری میں امین کے عہدہ پر مامور تھے۔

مضبوط قلب ومطمئن طبیعت پائی تھی انتہائی تفکر میں بھی خندہ رو رہتے، آپ کی شادی مولوی حکیم محمد وجیہہ الدین رضوی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادے جناب منشی محمد عمر، مولوی حکیم مخدوم محی الدین، حکیم محمد عبد الرزاق ہوئے۔

۱۹ صفر ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرۂ مجیبیہ میں پائین مزار مولانا شاہ احمد عبد الحی اور مولانا وصی احمد علیہما الرحمۃ مدفون ہوئے۔

جناب منشی محمد عمر علیہ الرحمۃ :- ولادت ۱۲۶۲ھ میں ہوئی، مختصرات تک اپنے ماموں مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہ سے تعلیم پائی تھی، پٹنہ عدالت دیوانی میں محرر تھے، آخر عمر میں

پنشن پانے کے بعد خانہ نشیں ہوئے اور بقیہ عمر یادِ الٰہی میں بسر فرمائی، آپ کی یادگار آپ کا قائم کردہ "پھلواری مڈل اسکول" ہے۔

انتقال سے چند یوم پیشتر اپنے برادر زادے مولوی قاضی نورالحسن صاحب سے بیعت کی[1]، اور ۱۲؍ ربیع الثانی روز جمعہ ۱۳۲۷ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولوی رحیم بخش (ساکن سنگریالواں) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکیاں وجود میں آئیں، بڑی لڑکی مولوی سید عبدالعزیز مرحوم سب ڈپٹی مجسٹریٹ بن مولوی سید واحد حسین مختار بن سید برکت حسین ساکن سید آباد پرسائیں سے بیاہی تھیں، ان سے تین لڑکے محمد بشیر و محمد نصیر جو کم عمر فوت ہوگئے اور ایک لڑکے مولوی سید محمد عزیز صاحب منعمی ہیں اور ایک لڑکی اہلیہ اولی مولوی شاہ حسین میاں صاحب مرحوم بن مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان سے ایک لڑکے نورچشم سید علی اکبر سلمہٗ ہیں جو انگریزی تعلیم حاصل کرکے سب ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے، فی الحال ہنگامہ ۱۹۴۷ء کے بعد ترک ملازمت کرکے مغربی پاکستان چلے گئے۔

**مولوی سید شاہ محمد عزیز منعمی سلمہٗ:۔** آپ نے جدید تعلیم حاصل کی ہے، صداقت آشرم پٹنہ میں جو قومی کالج کھلا تھا اس کے آپ گریجوٹ ہیں، پھر اسی قومی کالج میں چار سال تک پروفیسر رہے، شروع سے قومی اور سیاسی دلچسپیاں رکھتے ہیں، اور ملکی خدمات انجام دیتے ہیں، ۱۹۴۶ء کے فرقہ وارانہ فساد کے موقع پر نمایاں کام کئے، اور ریلیف کیمپ کے ذریعہ عرصہ تک مظلومین کی امدادی کاموں کو انجام دیتے رہے، ساتھ ہی اس کے نہایت دیندار اور پابند مذہب ہیں۔

اس وقت آپ کا شمار صوبہ کے مقتدر لیڈروں میں ہے، ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۲ء تک بہار کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے، دورانِ نظامت میں صدر کانگریس کمیٹی ڈاکٹر راجندر پرشاد آپ پر پورا بھروسہ

---

[1] اخی مکرم مولانا نورالحسن صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ ابتک داخل سلسلہ نہیں ہوا ہوں، تم داخلِ سلسلہ کرلو، چنانچہ انہوں نے اس کی تعمیل کی، علاوہ اس کے یہ جس زمانہ کا واقعہ ہے میں ان ایام میں اکثر مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ کے پاس جایا کرتا تھا، اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز ان کے پاس گیا تو مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ منشی محمد عمر صاحب کو مولانا شاہ وحید الحق صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوگی، لیکن معلوم ہوا کہ ابتک بیعت نہیں ہوئے تھے، اسلئے مولوی نورالحسن صاحب سے بیعت کی، ان معتبر حوالوں کے بعد یہ واقعہ مزید وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

کرتے تھے ــــــ بہار کونسل کے ممبر ہونے کے بعد آپ بہار کونسل کے نائب صدر ہو گئے اور ۱۹۵۲ء تک نائب صدر رہے، ۱۹۴۲ء میں قومی زعماء کے ساتھ قید و حبس کی مشقت بھی اٹھائی۔

اپریل ۱۹۵۲ء میں حکومت بہار میں آپ کو وزارت کا منصب ملا، اور وزیر جیل و ریلیف و ری ہیبلیٹیشن کے عہدے پر فائز ہوئے، خدا آپ کی ذات کو قوم و ملک کے لئے مفید بنائے اور مسلمانوں کو آپ سے نفع پہنچائے۔

آپ کی شادی مولوی محمد موسیٰ بن شاہ صفت اللہ فریدی پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے ایک بچہ ہے۔

جناب منشی محمد عمر صاحب کی دوسری صاحبزادی کی شادی مولوی محمد احسن بن مولوی عبد الحی (ساکن ننموہیا منحلات شہر پٹنہ) سے ہوئی تھی، ان سے تین لڑکے داروغہ نظیر احسن، پروفیسر ظہیر احسن، ڈاکٹر عبد الحفیظ[1] عرف صغیر احسن سلمہم اللہ تعالےٰ ہیں۔

الحمد للہ یہ تینوں بھائی اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے ممتاز اور خوش زندگانی بسر کر رہے ہیں، برسر اقبال و اقتدار ہیں، اللہ تعالےٰ ترقی دے اور ہمیشہ بڑھائے۔

جناب منشی محمد عمر صاحب مرحوم کا مکان اب انہی دونوں صاحبزادیوں کی اولاد سے آباد ہے۔

**مولوی حکیم محمد مخدوم محی الدین** علیہ الرحمۃ: تاریخ ولادت ۱۲۰ھ، تکمیل درسیات، بیعت، اجازت و خلافت سب کچھ اپنے ماموں مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ سے حاصل کی، طب اپنے نانا مولوی حکیم محمد وجیہ الدین علیہ الرحمۃ سے پڑھی تھی، طبابت ہی زندگی کا مشغلہ تھا، عالم شباب میں ۳۰ سال کی عمر میں بتاریخ ۷ رمضان المبارک ۱۲۹۹ھ میں انتقال فرمایا اور مولانا عبد الغنی صاحب قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی قاضی نور الحسن صاحب ہیں۔

**جناب مولانا قاضی سید شاہ نور الحسن صاحب**: ولادت ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ میں ہوئی، درسیات مولوی حافظ عبد الوہاب صاحب مرحوم (ساکن پھلواری، محلہ مقدم ٹولہ) سے پڑھیں، بیعت، اجازت و خلافت اپنے نانا مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہٗ سے حاصل کی، حضرت ممدوح کے

---

[1] انہوں نے ابھی چند ماہ ہوئے مغربی پاکستان میں انتقال کیا۔

نعمات باطنیہ کے حقیقی وارث اب یہی ہیں۔ جزئیات وکلیات مسائل فقہیہ میں عبور کامل رکھتے ہیں، اسی وجہ سے "محکمۂ دارالقضا امارت شرعیہ صوبہ بہار" نے آپ کو قاضی شریعت مقرر کیا ہے۔ علم مناسخہ میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں، زندگی مشاغلِ علمیہ میں بسر کرتے ہیں، آپ کے ہاں ہر جمعہ کو تفسیر قرآن کا درس ہوتا ہے، رمضان شریف میں حدیث کا درس دیتے ہیں، مزاج میں چونکہ احتیاط وتقشف بہت زیادہ ہے اس لئے مسائل مختلف فیہ میں بہت محتاط ہیں، اہلِ قصبہ آپ کی سلیم فطرت، اور نیک طینتی سے بہت خوش ہیں۔ آپ کو آپ کے ہمعصر ومعاصر قابلِ قدر سمجھتے ہیں، آپ کی مجلس فواحش سے پاک رہتی ہے۔ ربیع الاوّل میں پہلی سے بارہویں تک بعد مغرب سیرت بیان کرتے ہیں، ان جلسوں میں تمام شرکت کرنیوالوں کی ختم جلسہ کے بعد چائے سے تواضع ہوتی ہے ــــــ کفاف عیال کا ذریعہ زمینداری ہے اور ایک کامیاب پریس برقی مشین پریس کے نام آپ نے پٹنہ میں قائم کر لیا ہے۔

آپ کی شادی مولوی عبدالغفور صاحب مرحوم (ساکن دیوان محلہ شہر پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی امیر الحسن سلمہٗ اور مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ، اور چھ لڑکیاں تھیں، جن میں اب دو لڑکیاں صاحبِ اولاد موجود ہیں۔

**مولوی امیر الحسن سلمہٗ:**۔ ولادت ۱۳ رجب ۱۳۲۱ھ میں ہوئی، درسیات مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں پڑھی، ایک عرصہ تک برقی مشین پریس کو اپنی نگرانی میں چلاتے رہے اور نہایت کامیاب رہے۔

**مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ:**۔ ولادت ۱۳۳۸ھ میں ہوئی، انگریزی تعلیم حاصل کی ہے، بی اے ہیں، اور وکالت بھی پڑھی ہے، فی الحال آزاد پریس کے پروپرائٹر ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارھم وحسناتھم۔

**مولوی حکیم عبدالرزاق بن مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ:**۔ ولادت ۶ رشوال ۱۲۷۲ھ میں ہوئی، مختلف اساتذہ سے طب پڑھی تھی، تمام عمر مرضاء کی خدمت میں بسر کی، آپ کی شادی موضع دھنوت متصل پھلواری میں چودھری شیخ محمد یحییٰ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شمس الحق صاحب ہیں۔

**مولوی شمس الحق صاحب:**۔ آپ نے جدید تعلیم حاصل کی، پہلے پھلواری مڈل اسکول میں ٹیچر مقرر ہوئے، پھر محکمۂ ریلوے ڈی ٹی ایس میں کلرک مقرر ہوئے اور اپنے عہدے میں ترقی کرکے اعلیٰ مرتبہ پہ پہونچکر پنشن حاصل کی، اب وطن میں مقیم ہیں، آپ کے صاحبزادہ عزیزم مولوی سید انوار کریم سلمہٗ ہیں۔ انہوں نے بھی جدید تعلیم حاصل کی ہے اور محکمۂ ریلوے میں ملازم ہیں۔

## مولوی محی الدین بن مولوی محمد علی بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح بن حضرت شاہ احمد عبد الحی بن تاج العارفین قدس سرہم

تاریخ ولادت: ۵ ذیقعدہ ۱۲۱۴ھ، علوم ظاہری و باطنی بیعت اجازت و خلافت کل اپنے والد سے تھی، آپ کی شادی سید علی شائستہ بادی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے حاجی سید رکن الدین تھے۔

ایک مدت تک وطن ہی میں قیام رہا، پھر زندگی کی ضروریات اور کفاف عیال کے لئے فکر معیشت نے مجبور کیا آخر ترکِ وطن کرکے حیدر آباد پہونچے وہاں کے اہلِ علم اور بارسوخ حضرات سے ملاقات ہوئی اور ان لوگوں نے آپ کے جوہر ذاتی کی قدر کی، پھر رفتہ رفتہ آپ کی رسائی دربار شاہی تک ہوئی، اور ایک رقم مقرر ہوگئی۔ تو دلجمعی سے وہاں رہکر علمی خدمت کا موقع ملا، وہاں کتنی کتابیں تصنیف کیں اور کیا کیا مشغلۂ زندگی رہا اس کی تفصیل بتانا مشکل ہے، یہ بات تو پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ پھلواری کا قیام منقطع ہو چکا تھا، یہاں کوئی سرمایہ یا کوئی یادگار موجود نہیں رہی، پھر تنگ حال انسان کی یادگار بھی کیا باقی رہ سکتی ہے۔ ایک فرزند اُن کی یادگار تھے، جو حج کے لئے تشریف لیگئے اور اثنا حج ہی میں پیوندِ خاک ہوئے، نسل بھی منقطع ہے، وطن میں سرمایۂ علمی کے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔

آج جبکہ قوم اپنے اسلاف کے معادن کھود رہی ہے کسی نہ کسی گوشے سے کوئی جواہر پارہ ملجاتا ہے، اور یہ پتہ لگتا ہے کہ فلاں دَور کی یادگار ہے اور یہ فلاں عہد کی صنعت گری ہے۔

میرے پاس حیدر آباد سے جناب سید عبد الرحیم صاحب ذگور گانوی (ضلع پٹنہ) مقیم حیدر آباد (سپرنٹنڈنٹ عدالت عالیہ حیدر آباد دکن نے ایک خط لکھا ہے، اس میں کچھ اقتباسات دیئے ہیں، اس اقتباس سے مولوی محی الدین علیہ الرحمۃ کی دو تصنیفوں کا پتہ لگا اور ایک ہلکی سی روشنی ان کی حیدر آبادی زندگی پر بھی پڑی اور اسی حوالہ سے یہ معلوم ہوا کہ موصوف کو حیدر آباد میں مدد معاش میں کچھ وظیفہ مقرر کر دیا گیا تھا۔

یہ اقتباس ان کی دو تصنیفوں کے ہیں، ایک تصنیف "شرف الصحابہ" ہے یہ صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی کا اُردو ترجمہ ہے، اس کے دیباچے سے مصنف کی حالت پر تھوڑی روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔ "ہرگاہ کتاب مذکور زبان عربی میں تصنیف ہوئی تھی اور فائدہ اس کا مخصوص تھا، اُس

کسی کے واسطے جو اُدپر عربیت کے قادر ہوئے، لہٰذا بیچ ۹۹۴ھ نو سو چورانوے ہجری میں مولانا کمال الدین بن فخر الدین جہری نے بیچ زمانہ ابوالمظفر ابراہیم عادل شاہ بادشاہ ملک دکن بفرمائش وزیر بادشاہ مذکور دلاور خاں عادل شاہی کے کتاب "صواعق محرقہ" کو زبان فارسی میں ترجمہ کئے اور نام اُس کا "براھین قاطعہ" در ترجمہ "صواعق محرقہ" رکھے، الحال یہ گنہگار غریب الدیار سید محمد محی الدین قادری الجعفری ولد مولانا سید محمد علی ابوالبرکات قادری الجعفری ابن سید شاہ شمس الدین ابوالفرح قادری الجعفری نسباً پھلواری البہاری وطناً چند مدت ہوئی کہ اپنے وطن مالوف سے جو مولد و منشاء اس عاجز کا قصبۂ ناجیہ حضرت پھلواری متعلقہ ضلع عظیم آباد من مضافات صوبہ بہار ہے، آوارہ وپریشان ہو کر بطریق سیاحت وارد اس شہر حیدرآباد کے ہُوا، اور اکثر صاحبان متوطن اس بلدہ کے نیاز حاصل ہوا آخر بمدد طالع و بوساطت اشفاق فرمائے غریباں و کرم فرمائے بیکساں مولوی حکیم سید محمد صاحب مشہور سید صاحب کے حضور پُر نور امارت و ایالت .... فرزند ارجمند.... نظام الملک آصف جاہ .... میر فرخندہ علی خاں بہادر فتح جنگ .... نواب ناصر الدولہ بہادر مداللہ عمرہٗ و دولتہٗ رئیس اس مُلک دکن کے قدرے معاش اس عاجز کا مقرر ہوا، کہ صورت اقامت اس گنہگار کی اس بقعہ میں ہوئی چاہا کہ کتاب "براھین قاطعہ" در ترجمہ صواعق محرقہ جو فارسی زبان سے ہے، اور تفہیم عبارت فارسی کی منحصر ہے واسطے فارسی دانوں کے اور فائدہ اُس کا واسطے جہال و بے علم کے جو محروم ہیں فارسیّت سے مرتب نہیں ہے اور بھی اس زمانہ میں اکثر خلقت کہ اپنے کو اہل سنت وجماعت کہلاتے ہیں اور حقیقت سے مذہب اپنے کے واقف نہیں ہیں، اس واسطے بیچ ۱۲۵۶ھ بارہ سو چھپن ہجری نبوی صلعم روز دوشنبہ عشرہ شہر ربیع الاوّل میں اس کو زبان ہندی اُردو سے ادادہ لکھنے کا کیا، اب التماس دانایان عبارت نویس سے یہ ہے کہ اگر کسی جگہ غلطی یا نشیب و فراز عبارت میں دیکھیں تو اس کو بنظر اشفاق و کرم درست کر دیں اور زبان طعن کی نہ کھولیں اور وقت لکھنے اس کتاب کے صرف ایک کتاب کہ وہ بھی محض غلط تھی اور کسی جائے سے دوسری کتاب کہ بمقابلہ اُس کے صحیح و سقیم اُس کا درست ہو جاوے بہم نہ پہونچی معہذا بزور طبیعت ان غلطیوں کو نکال کر نوعے لکھنے میں آیا اور جا بجا کہ مترجم اصل کتاب کے جو اپنی رائے سے کچھ زوائد لکھے تھے، اس کو متروک کر کے صرف مضمون اصل کتاب "صواعق محرقہ" کے اس میں درج کیا اور نام اس کتاب کا "شرف الصحابہ" بیچ ترجمہ "براھین قاطعہ" کے جو ترجمہ "صواعق محرقہ" کا ہے کیا، اور ترتیب اس کتاب کی اوپر تین مقدمہ اور دس باب کہ کئی فصلیں کے کیا، واللہ الموفق للسداد والیہ المرجع والمعاد والسعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ وباللہ التوفیق ۔

دوسری تصنیف :۔ "قصہ حضرت تمیم انصاری" نثر میں ہے، جس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

"بیچ ۱۲۵۵ھ بارہ سو پچپن ہجری صلعم شہر جمادی الثانی کی دوسری تاریخ میں چاہا کہ قصۂ تمیم انصاری رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عبارت نظم و نثر دکنی زبان سے ہے، اس کو اپنی زبان یعنی عبارت نثر اُردو میں بیان کروں کہ مشفقی عبدالقادر انصاری نے بھی کیا ہے۔۔۔"

ان دونوں اقتباسوں میں خاص فرق ہے وہ یہ کہ "شرف الصحابہ" کے دیباچہ میں نظام الملک رئیس دکن کا ذکر ہے اور اس کتاب "قصۂ تمیم انصاری" میں کوئی ذکر رئیس دکن کا نہیں ہے، نیز یہ کتاب "شرف صحابہ" سے ایک سال پہلے کی تصنیف ہے اور "شرف صحابہ" میں رئیس دکن اور وظیفہ دونوں کا ذکر ہے۔

اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ حیدرآباد پہونچنے کے بعد جب حکیم سید صاحب کے ہاں قیام ہوا اور تصنیف و تالیف کا موقع ملا تو یہی ذریعہ دربار نظام تک رسائی کا ہوا، اور بہت ممکن ہے کہ قصۂ تمیم انصاری نے غیر معمولی شہرت حاصل کرلی ہو، اور ایسی شہرت دربار شاہی تک رسائی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

غرض یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچتی ہے کہ اپنے وطن پھلواری سے جانے کے بعد حیدرآباد کے دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے اور آخر عمر تک وہیں قیام رہا ـــــ آپ کا انتقال ۱۹ر شعبان ۱۲۶۴ھ میں ہوا۔"

**مولوی حاجی سید رکن الدین علیہ الرحمۃ** :۔ سن ولادت معلوم نہ ہوا، قاضی سید مخدوم عالم اور مولانا عبدالغنی قدس سرہما سے درسیات پڑھیں، اجازت و خلافت مولانا وصی احمد نعمتی پھلواروی قدس سرہٗ سے روانگی حج کے موقع پر ۱۲۷۹ھ میں حاصل کی تھی، یہ سفر آپ نے ہجرت کی نیت سے کیا تھا، حج کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے، روضۂ انور پر جاروب کشی کی خدمت مل گئی، اسی خدمت میں زندگی بسر فرمائی، ۱۲۸۷ھ میں بتاریخ ۱۶ر ربیع الاول رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

**مولوی حاجی قطب الاولیا محمد وارث علیہ الرحمۃ** :۔ تاریخ ولادت ۷ر رمضان ۱۲۱۶ھ مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں ہیں، بہت بالغ استعداد تھے، بیعت و اجازت و خلافت حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے تھی، زندگی میں [illegible] مرتبہ حج کا اتفاق ہوا، آخری مرتبہ بہ نیت ہجرت تشریف لے گئے اور ۵ر شوال ۱۲۷۲ھ [illegible] مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، ان دونوں مہاجرین کی نسل منقطع ہو گئی، کوئی اولاد نہ تھی۔

مولوی ابوالفضل بن حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ :۔ تاریخ ولادت ۸ رمضان ۱۱۸۷ھ، درسیات مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد سے تھی، کانپور میں مفتی عدالت تھے، آپ کی شادی شیر پور میں مولوی مظفر علی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو لڑکے شاہ حسین اور شاہ احمد تھے، ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۵۰ھ میں وفات ہوئی، اور کانپور میں مقبرہ متصل مکان عید دخانساماں میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ حسین علیہ الرحمۃ :۔ ولادت ۵ شعبان ۱۲۱۷ھ میں ہوئی، درسیات مولانا علی سجاد قدس سرہٗ سے پڑھیں، قادریہ عمادیہ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے ۲ رجمادی الثانی ۱۲۳۰ھ میں مرید ہوئے، آپ کی شادی میر منگلی (ساکن نوادہ) کی لڑکی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی غلام جیلانی اور مولوی غلام محی الدین تھے جو "منول" میں بیاہے گئے، ان کی اولاد موجود ہے، ۱۶ رجب ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا اور شیر پور میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ احمد علیہ الرحمۃ :۔ ولادت ۱۵ محرم ۱۲۴۳ھ میں ہوئی، تلمذ معلوم نہیں، بیعت واجازت مولانا ابوتراب قدس سرہٗ سے تھی، مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے بھی سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی، سفر حج کے موقع پر بمقام الفیہ جہاز پر ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔

مولانا شاہ مصطفیٰ ابوالقاسم بن مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ :۔ ولادت ۱۹ صفر ۱۱۹۹ھ میں ہوئی، درسیات کی تکمیل مولانا احمدی قدس سرہٗ سے کی، بیعت، اجازت وخلافت کل اپنے والد مولانا شاہ شمس الدین قدس سرہٗ سے تھی، والد کے انتقال کے بعد جانشین کئے گئے، اس لئے قیام برابر کلکتہ میں رہا، اور رشد وہدایت میں مصروف رہے، کلکتہ کے ہنگام قیام میں ۱۲۴۳ھ میں آپ کی ملاقات حضرت علامہ شیخ یوسف بن محمد بن علی البطاح الاہدل مکی قدس سرہٗ سے ہوگئی، آپ نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔

پھلواری اور کلکتہ کے زمانۂ قیام میں آپ سے اکثر طلبہ نے تعلیم پائی ہے، از انجملہ ان چند حضرات کے نام معلوم ہیں :۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد مجتبیٰ، مولوی سید طالب حسین، مولوی مصباح الدین بنگالی، ملک شاہد علی، مولوی بندہ علی اور مولوی محمد امین داغستانی ہیں۔

مولوی محمد امین داغستانی نے آپ سے کلکتہ کے زمانۂ قیام میں پڑھا تھا، اور عربی میں آپ سے

خط و کتابت کئے تھے جن میں سے بعض خطوط موجود ہیں۔

کلکتہ سے بہ نیت حج جہاز پر سوار ہوئے، مدراس پہونچکر طبیعت بہت خراب ہوئی اور سفر کی صلاحیت نہیں رہی، اس لئے بغرض معالجہ اُتار لئے گئے، وہیں ۱۸ ذیقعدہ ۱۲۴۹ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے مولانا وصی احمد قدس سرہٗ تھے۔

**مولانا شاہ وصی احمد علیہ الرحمۃ**:۔ ولادت ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ میں ہوئی، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر تکمیل مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے ۲۰ جمادی الآخر ۱۲۴۹ھ میں ہوئی، فن عروض وشعر میں حضرت فرد سے تلمذ تھا اور اپنے والد محترم کو بھی ابتدائی غزلیں دکھائی ہیں۔ ۲۷ رجب ۱۲۴۰ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ اپنے نانا حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے بیعت کی۔ تعلیم و تربیت اجازت و خلافت حضرت فرد اور مولانا علی سجاد قدس سرہما سے تھی، اجازت تبرک حضرت نصر اور شاہ نور العین قدس سرہما سے بھی لی ہے۔ آپ کے والد نے بھی ۱۲۴۷ھ میں اپنے جمیع سلاسل و مرویات حدیث کا مجاز بنادیا تھا، والد کی وفات کے بعد جانشین کئے گئے۔ حضرت فرد سے آپ کا شوق ولزوق بہت رہا، حضرت کے زمانہ میں خانقاہ کے تمام بیرونی انتظامات آپ کے ہاتھ میں تھے۔

آپ کے خلفاء و مجازین میں مولوی غلام دستگیر بن مولوی ابو ظفر شاہ احمد بن مولانا ابو الفضل، مولوی رکن الدین بن مولوی محی الدین، شیخ مجید بخش، منشی لعل محمد کلکتہ، حافظ غلام مرتضیٰ، شاہ احمد حسین، حکیم مصباح الدین، میر محمد محسن پھلواروی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے آپ سے قادریہ شمسیہ کی اجازت لی تھی، آپ کی شادی آپ کے چچا مولوی مجتبیٰ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے اولاد نہ ہوئی، نسل منقطع ہے۔۔۔ ۳ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں اپنے جد امجد حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ کے پہلو میں بجانب غرب مدفون ہوئے۔

**مولوی شاہ محمد مجتبیٰ بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی رحمۃ اللہ علیہ**:۔ ولادت ۶ ربیع الاول ۱۲۰۶ھ میں ہوئی، درسیات اپنے [illegible] بھائی مولوی مصطفیٰ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی، تعلیم و تربیت اور اجازت تبرک اپنے بھائی مولوی مصطفیٰ ابو القاسم

رحمۃ اللہ علیہ سے تھی ــــــ آپ کی شادی شاہ عاشوری علیہ الرحمۃ (ساکن باڑھ ضلع پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی جو مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے منسوب تھیں، اور ایک صاحبزادے مولوی وارث احمد تھے، جنہوں نے بسلسلۂ ملازمت بہادر گنج پورنیہ میں انتقال فرمایا، ان کو بھی کوئی اولاد نہ تھی، لاولد گئے۔

مولوی مجتبیٰ علیہ الرحمۃ نے ۲ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں رحلت فرمائی اور کلکتہ میں اپنے ایک مرید میاں دیانت مرحوم کے باغ میں مدفون ہوئے۔

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ اور آپ کی اولاد کا تذکرہ ختم ہوا، اب ہم ان بزرگوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو حضرت تاج العارفین کے اجزائے خاص ہیں، اس کے بعد ان حضرات کا تذکرہ ہوگا جن کا خاندان بسلسلۂ مصاہرت حضرت مخدوم منہاج الدین راستی اور حضرت امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہما کے خاندان سے وابستہ ہوا اور ان بزرگوں نے اسی قصبہ کو اپنا وطن بنایا۔

## حضرت شاہ جار اللہ بن شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ

ولادت ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی ہیں، درسیات ملا صبیح الدین بن ملا فصیح الدین جعفری اور حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے پڑھی۔

بیعت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے تھی، تعلیم و تربیت حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی ــــــ آپ کی پہلی شادی بی بی نسیمہ بنت شاہ سلطان جعفری بن شاہ عبد اللہ جعفری سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹیاں بی بی مبارک اہلیہ اولیٰ ملا وحید الحق ابدال، لاولد گئیں اور بی بی اہلو، اہلیہ اولیٰ حضرت شاہ احمد عبد الحی بن حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ، یہ بھی لاولد گئیں۔

دوسری شادی بی بی اللہ رکھی بنت شاہ محمد نجیب بن مولوی مودود جعفری پھلواروی سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکے حبیب اللہ لاولد فوت ہوئے اور ایک بیٹی بی بی زینت اہلیہ شاہ غلام اسد اللہ بن محمد حسن بن لطف اللہ جعفری تھیں۔

بی بی زینت مولوی نور الحسن بن سید علی حسن بن شاہ فضل اللہ عرف کالن سے منسوب تھیں۔ ان سے ایک بیٹی بی بی بدر النساء اہلیہ مولوی قادری بن حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ تھیں۔ شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کی جزئیت آپ کی انہی نواسی کے واسطہ سے باقی ہے اور دوسری تمام اولاد سے نسل منقطع ہو چکی ہے۔

شاہ جاراللہ قدس سرہٗ نے ۱۲ رمضان ۱۱۵۱ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ امیر عطاء اللہ میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے،

## ملا امر اللہ بن منیر اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ

تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کے چچا زاد بھائی ہیں، دہلی میں تعلیم پائی، قیام بھی دہلی ہی میں رہا، آپ کے انتقال کی تاریخ کے متعلق تاج العارفین قدس سرہٗ نے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ بستم محرم ۱۱۶۸ھ میں دہلی میں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت نور الدین یار پراں میں دفن ہوئے، بہت متقی پرہیزگار بزرگ تھے، افسوس آپ کی زندگی کے تمام احوال پردۂ خفا میں ہیں نسب نامہ کی کتابوں میں صرف آپ کا نام ہے اور بغیر ازدواج کے تذکرہ کے لاولد لکھا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔

آپ کی تصنیفات سے ایک کتاب بنام "تحلیل المعضلات لابن عربی" لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے، تصوف میں علامہ محی الدین ابن عربی کی مشہور کتاب المعضلات کی عربی میں آپ نے شرح لکھی ہے اور اس کتاب کو امیر الامراء شمس الدولہ المقتول ۱۱۵۱ھ کے نام سے معنون کیا ہے۔

جس طرح آپ کے اور دوسرے احوال پردۂ خفا میں ہیں اسی طرح آپ کی یہ تصنیف بھی لامعلوم تھی، ہمارے محترم مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہٗ نے اپنی سیاحت لندن کے موقع پر اس کتاب کا بچشم خود مطالعہ کیا ہے۔

دیباچہ کی اس عبارت سے ممدوح کو حیرت ہوئی فیقول امر اللہ بن منیر اللہ محمدی الطیاسی لطنًا القلیلاری وطنًا کیونکہ پھلواری کے مشاہیر میں آپ کا نام مشہور نہیں ہے،

لندن سے واپسی کے بعد ممدوح نے ایک عریضہ مولانا شاہ محی الدین قادری قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا جس میں اس کتاب کا تذکرہ کیا تھا اور مصنف کا پھلواری سے تعلق اور وفات کا سن دریافت کیا تھا، جس حد تک مصنف کے متعلق معلومات تھے جواباً لکھ دیئے گئے تھے، ممدوح نے اپنے رسالہ "معارف" میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، اس کتاب کا کوئی نسخہ پھلواری میں موجود نہیں ہے اور نہ اس واقعہ سے پہلے کوئی اس تصنیف سے واقف تھا۔

# پھلواری میں خاندان فریدی کی ایک شاخ

پھلواری میں بسنے والے اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شاہ سعد اللہ فریدی المجیبی علیہ الرحمۃ ہیں، آپ نے صاحبان عیسیٰ پور کی ایک اراضی بی بی نورن بنت زین العابدین بن سیّد نور اللہ بن سیّد دوست محمد، زوجہ سیّد مسیح اللہ بن فتح اللہ بن نور اللہ بن دوست محمد مذکور سے ۹ شعبان ۱۱۸۰ھ میں خرید کر مکان بنوایا اور اسی مکان میں مقیم ہوئے، اس وقت اس مکان میں مولوی شاہ ہارون صاحب ہیں جو شاہ سعد اللہ کی پانچویں پشت میں پوتے ہوتے ہیں۔ یہ مکان خانقاہ مجیبیہ کے زنانہ خانہ سے پچھم واقع ہے۔

حضرت شاہ محمد سعد اللہ فریدی قدس سرہٗ:- حضرت شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں اور فتح پور سکری کے خاندان فریدی کی فروع ہیں، آپ کا خاندان فتح پور سکری سے اٹھکر صوبہ بہار کے ایک گاؤں دیوریا میں آباد ہوا، یہ گاؤں فتح پور، ضلع پٹنہ اور لکھنور ضلع پٹنہ کے قریب آباد تھا۔

آپ کے اجداد اپنے ساتھ اپنا اقتدار اور خاندانی وقار بھی ..... لائے تھے، اور جوہر ذاتی و وجاہت خاندانی کے قدر شناس سلاطین اسلام نے ان بزرگوں کو مدد معاش میں جاگیریں بھی دی تھیں جس سے خوشش زندگانی بسر کرتے تھے۔

آپ کے والد حضرت شاہ حمیدالدین اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے، آپ کی شادی موضع نظام پور ضلع پٹنہ اور موضع بسنت پور گونا دیا پرگنہ کسمر ضلع سارن کے جلیل القدر خاندان میں حضرت شاہ محمد بن شاہ نور اللہ نظام پوری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اس رشتہ سے تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ اور شاہ حمیدالدین قدس سرہٗ باہم ہمزلف تھے، کیونکہ تاج العارفین کی دوسری شادی بی بی طاہرہ بنت شاہ محمد بن شاہ نور اللہ نظام پوری سے ہوئی تھی۔

حضرت شاہ حمیدالدین قدس سرہٗ کے صاحبزادہ شاہ سعد اللہ قدس سرہٗ ہیں، ان کی شادی بی بی عارفہ بنت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان کے ایک صاحبزادے حضرت شاہ وعد اللہ علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی رحمت النساء اہلیہ اولیٰ مولانا احمدی قدس سرہٗ تھیں۔

حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہٗ نے شادی کے بعد پھلواری ہی میں اقامت اختیار کرلی، اور ۱۱۴۵ھ میں بطریقۂ قادریہ وارثیہ تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اکتساب سلوک کے بعد تاج العارفین قدس سرہٗ نے خرقۂ خلافت اور اجازت سلاسل سے ممتاز فرمایا۔

آپ بلند مرتبہ اور صاحب حضوری بزرگ تھے، بارگاہ نبویہ سے جو اوراد و نوافل آپ کو معلوم ہوئے وہ خاندان مجیبیہ میں معمول ہیں، چہاردہم ذیقعدہ ۱۱۹۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

**حضرت شاہ وعد اللہ قدس سرہٗ :-** ولادت ۱۱۷۶ھ میں ہوئی، درسیات اپنے خالو ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھی، ۱۱ ربیع الآخر ۱۱۹۲ھ میں اپنے خال محترم حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی ذکیہ بنت شاہ محمد عاشوری قدس سرہٗ (ساکن باڑھ محلہ غیاث پور، کے از اولاد مخدوم الملک بہاریؒ) سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ شاہ محمد علی یوسفؒ تھے

دوسری شادی محل اُولیٰ کے انتقال کے بعد آپ کی سالی بی بی ارزانی بنت شاہ محمد عاشوری مذکور سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ احمد مصطفےٰ علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی وکیہ اہلیہ مولانا شاہ محمد ابو تراب بن شیخ العالمین قدس سرہما۔

شاہ وعد اللہ علیہ الرحمۃ نے ۲ ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

**مولوی شاہ محمد علی یوسف قدس سرہٗ :-** ولادت ۱۱۹۹ھ اور وفات ۱۲۱۱ھ میں ہوئی، درسیات مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی، ۱۲ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ میں بطریقۂ قادریہ وارثیہ شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اجازت و خلافت حاصل کی، شیخ العالمین قدس سرہٗ نے آپ سے بعض اسماء کا نصاب بھی دلوایا تھا، اعمال تعویذات اور تدبیر دفع آسیب و جن میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، عمر انہیں مشاغل میں بسر کی۔

آپ کی شادی بی بی نورانی بنت سید شاہ لطف علی بن سید حسن رضی (ساکن کرائے پرسرائے ضلع پٹنہ) سے ہوئی تھی، (بی بی نورانی شاہ محمد منعم بن قاضی حیات مزید جعفری پھلواروی کی نواسی تھیں) ان سے ایک بیٹی بی حفیظہ زوجہ ثانیہ مولانا شاہ محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہما تھیں، ان کی ایک بیٹی بی بی کرامت فاطمہ

اہلیہ شاہ نور العین بن حضرت شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ تھیں، ان سے ایک لڑکے فضل الرسول ہوئے جو کم عمری میں فوت ہوئے، اس کے بعد شاہ علی یوسف کی نسل منقطع ہو گئی۔

**مولوی شاہ احمد اصطفیٰ قدس سرہٗ:۔** ولادت ۱۲۱۰ھ اور وفات نہم شوال ۱۲۶۰ھ میں ہوئی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔ درسیات مولانا محمد امام بن شیخ العالمین قدس سرہٗ سے تمام کی، ۱۲۳۰ھ میں شیخ العالمین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، تعلیم و تربیت اجازت و خلافت ۱۲۳۵ھ میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے حاصل کی ——— آپ کی شادی مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی کلثوم سے ہوئی، ان سے تین صاحبزادے مولوی شاہ نعمت مجیب، مولوی شاہ محمد صفت اللہ، اور مولوی شاہ محمد اشرف مجیب رحمۃ اللہ علیہم اور چار صاحبزادیاں تھیں، بی بی فریدہ، بی بی وجیہہ، بی بی امۃ الرسول، بی بی آل زہرا، تین بہنیں لاولد رہیں، تیسری بہن بی بی آل زہرا مولوی حکیم محمد داؤد علیہ الرحمۃ سے بیاہی تھیں، ان سے دو صاحبزادے مولانا شاہ حکیم محمد سلیمان قادری چشتی مولوی حکیم محمد ایوب، بی بی ریحانۃ الرسول، مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کے خاندان کا مستقل تذکرہ اس خاندان کے تذکرہ کے بعد آئے گا۔

**مولانا شاہ محمد نعمت مجیب علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۲۸ محرم ۱۲۴۹ھ میں ہوئی، درسیات متوسطات تک مولانا ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی، اور بقیہ نصف درسیات مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے تمام کی، ۱۲۶۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی، تعلیم و تربیت، اجازت و خلافت مولانا ہادی قدس سرہٗ سے تھی، مولانا حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمدی اور آپ کے خال محترم مولانا شاہ نور احمد علیہما الرحمۃ نے بھی اپنے جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی، آپ بھی حج و زیارت حرمین شریفین سے فائز المرام ہیں۔

درس و تدریس کا مشغلہ تھا، آپ کے تلامذہ میں مولوی منظور احمد بن مولانا نور احمد و مولوی اسحاق وکیل حبیب پوری مشہور ہیں۔

آپ کی شادی مولوی سید آل علی بن میر سید باقر علی بن میر سید حسن رضی اللہ عنہ کن کرائے پر سرائے متوطن پھلواری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ عبید اللہ علیہ الرحمۃ ہوئے۔

مولانا شاہ محمد نعمت مجیب علیہ الرحمۃ نے ۷ شوال ۱۳۰۷ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ جنیدیہ سے پورب مدفون ہوئے، جس جگہ آپ کا مزار ہے سابق میں مولوی علی وارث مرحوم کا اس جگہ مکان تھا، مرحوم نے اس جگہ کو

اپنی قبر کے لئے مخصوص کیا تھا، اس لئے ورد و وظائف اسی جگہ بیٹھکر پڑھتے تھے، اور قرآن شریف کا ختم وغیرہ بھی اسی جگہ بیٹھکر کرتے تھے، مگر مولوی علی وارث مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء نے حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہ کے مقبرہ میں ان کو دفن کیا، شاہ محمد نعمت مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خیال سے کہ اس جگہ قرآن شریف کا ختم بہت زیادہ پڑھا گیا ہے اور حضرت جنید ثانی کے مزار سے متصل بھی ہے، مولوی علی وارث مرحوم کے ورثاء سے خرید کر اس کو اپنے قبر کے لئے مخصوص کر دیا، آپ کی تدفین کے بعد اس خاندان سے قرابت اور توسّل رکھنے والے اکثر افراد مدفون ہوئے، اب یہ پوری اراضی مقبرہ ہے۔

مولوی حاجی شاہ محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ :۔ ولادت ۹ رجمادی الآخر پنجشنبہ ۱۲۹۴ھ میں ہوئی، صغر سنی ہی میں آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا اور نانی نے کی، ابتدائی کتابیں اپنے والد اور اپنے چچا مولوی شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ مگر ان بزرگوں کی مشغولیت کی وجہ سے اسباق ناغہ ہوتے تھے، اس لئے ۱۳۱۲ھ میں مدرسہ خانقاہ مجیبیہ میں مولوی عبد اللہ رامپوری علیہ الرحمۃ سے آپ نے شرح وقایہ اور میر قطبی کا سبق شروع کیا، ابھی چند ہی مہینے گذرے تھے کہ آپ کے عم محترم مولانا حاجی شاہ اشرف مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا، آپ کے منجھلے چچا مو شاہ محمد صفت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان کی جگہ جانشین کیا، اس کے بعد درس کا سلسلہ ایک عرصہ تک موقوف رہا، جانشینی کے بعد آپ نے بعض دوسرے اساتذہ سے تعلیم پائی، ۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ سے بہرہ یاب ہوئے ——— آپ کے والد علیہ الرحمۃ نے اپنے رو برو مرض موت میں مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کی نیابت سے آپ کی بیعت لی تھی، ۔۔۔۔ اور آپ کے چھوٹے چچا مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانۂ انتقال سے پیشتر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کے منجھلے چچا مولانا شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو تعلیم و تربیت بھی حضرت ممدوح سے تھی۔

آپ کی شادی چودھری واعظ الدین احمد بن چودھری کرامت علی بن چودھری احمد علی ساکن دھنوت ضلع پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد نعمت اللہ سلمہٗ ہیں۔

۴ رشعبان ۱۳۳۹ھ میں انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ کے اس حجرہ میں جہاں آپ کے مرشد عم محترم مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کا مزار ہے، مرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ محمد نعمت اللہ سلمہ اللہ :۔ ولادت ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، آپ اپنے والد اور مولوی

شاہ منظور احمد بن مولانا نور احمد علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں، بیعت اجازت و خلافت اپنے والد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، آپ کے والد مولوی شاہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۲ھ میں سفر حج کی روانگی سے پہلے اپنے رُوبرو الباس خرقہ کر کے اپنے سجّادہ پر آپ کو نیابۃً جانشین کر دیا تھا، اس لئے والد کے وصال کے بعد دوبارہ رسم جانشینی کی کوئی ضرورت نہ تھی، مگر آپ کے والد کے مخلص مریدوں نے اتباعاً السنۃ الصوفیہ بروز چہارم آپ کو دوبارہ جانشین کیا، اس جلسہ میں پھلواری کے علماء و صوفیہ کے علاوہ ضلع پٹنہ کے دوسرے مقتدر صوفیائے کرام بھی شریک تھے۔

بفضلہ تعالیٰ جس سلسلہ کا اجرا مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ نے اپنے ذمہ لیا تھا، ان کے بعد ان کے جانشینوں سے بھی جاری ہے اور ان کے موجودہ جانشین مولوی شاہ نعمت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ ان تمام خدمات کو بحُسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی آپ کے خلیرے چچا مولوی محمد اسحاق مرحوم بن مولوی وحید اشرف (یکے از اولاد ملّا حبیب اللہ بہاری) ساکن چینکھرہ پرگنہ پھلواری کی لڑکی سے ہوئی، ان سے دو لڑکیاں ہیں، چھوٹی لڑکی ہنوز ناکتخدا ہے، بڑی لڑکی جناب سیّد ابوالمکارم بن ڈاکٹر سیّد محمد ہاشم مرحوم ساکن خسرو پور نوآبادہ سے بیاہی ہے۔

**مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۳ ر ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی ابتدائی درسیات مولانا شاہ محمد شرف الدین پھلواروی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ درسیات کی تکمیل کے خیال سے لکھنؤ تشریف لیگئے اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ سے تمام کی۔ بیعت، اجازت و خلافت سب کچھ حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے تھی، اور حضرت مولانا ہادی و مولانا حاجی احمد علی ابراہیم اور مولانا نور احمد علیہم الرحمۃ نے بھی اپنے سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ متوکل اور مرتاض اور دائم الرّیاضت بزرگ تھے، اور حج و زیارت حرمین شریفین سے فائز المرام تھے۔۔۔۔۔ آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت مولوی سید رعایت علی بن سیّد عنایت علی بن سیّد عبد العلی جعفری سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولوی علی حافظ، مولوی محمد فضلِ حق، مولوی محمد موسیٰ، مولوی محمد ہارون اور دو بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک بیٹی مولوی محمد ایوب بن حکیم داؤد علیہ الرحمۃ سے بیاہی تھیں، جن کے صاحبزادہ مولوی محمد عزیز صاحب فریدی ہیں۔

مولوی شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادگان مولوی علی حافظ اور مولوی فضلِ حق ۔

نوجوانی میں جبکہ اُن کی درسیات تکمیل کے قریب تھی، شادی سے پہلے فوت ہو گئے۔

مولوی شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ نے بہتر سال کی عمر میں بعارضۂ دق الشیخوخت بتاریخ ۷ر صفر ۱۳۲۲ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے بڑے بھائی مولوی شاہ نعمت مجیب علیہ الرحمۃ کے مزار سے پورب مولوی سید آل علیؒ کے مزار کے بعد مدفون ہوئے، آپ کی نسل آپ کے دو صاحبزادگان مولوی محمد موسیٰ اور مولوی ہارون صاحبان سے جاری ہے۔

**مولوی شاہ محمد موسیٰ صاحب** :- ولادت ۱۳۰۲ھ میں ہوئی، آپ نے درسیات آرہ مدرسہ حنفیہ کے اساتذہ سے تمام کی، بیعت، اجازت و خلافت اپنے والد سے حاصل کی، فی الحال مڈل اسکول پھلواری میں ہیڈ مولوی ہیں، اوقات خوش بسر کرتے ہیں۔

آپ کی پہلی شادی مولوی محمد محفوظ بن مولوی عمر دراز مرحوم پھلواروی کی لڑکی سے ہوئی جن سے ایک لڑکے عزیزم محمد عیسیٰ سلمہٗ ہیں، انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اور اپنی زمینداری کا نظم دیکھتے ہیں، عزیزم موصوف کی شادی مولوی محمد قاسم بن مولوی محمد اسحاق (ساکن محلہ صادق پور پٹنہ) کی لڑکی سے ہوئی ہے، ان سے ایک بچہ اور ایک بچی ہے۔

اور مولوی محمد موسیٰ صاحب کی دوسری شادی مولوی سید کمال الدین بن سید آغائی صاحب مرحوم ساکن بیور[۵۱] پرگنہ پھلواری کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی اہلیہ مولوی شاہ محمد عزیر منعمی پھلواروی اور ایک لڑکے عزیزم محمد یوسف سلمہٗ ہیں، انھوں نے بھی جدید تعلیم حاصل کی ہے، بی اے ہیں، کئی سال تک سرکاری محکمہ میں اچھے عہدے پر کام کرتے رہے، اب اپنے نسبتی بھائی شاہ عزیر صاحب منعمی کے پرائیوٹ پرائیوٹ سکریٹری ہیں، ان کی شادی مولوی امیر الحسن بن مولانا نور الحسن صاحب پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔

**مولوی شاہ محمد ہارون صاحب** :- ولادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی، آپ نے جدید تعلیم حاصل کی ہے،

---

۵۱ بیور پرگنہ پھلواری ضلع پٹنہ :- یہ بستی پھلواری سے پورب اور دکھن گوشہ پر تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس بستی کے بعد سادات کی دوسری بستی حسن پورہ ہے، سابق میں بیور سادات و شیوخ کی بستی تھی مگر اب تو اس بستی میں مسلمان بہت کم ہیں، اور سادات و شیوخ کا ایک گھر بھی نہیں ہے، ہندوؤں کی آبادی ہے اور ان کی ہی زمینداری و کاشتکاریاں ہیں۔ اب تک اس بستی میں ایک بزرگ حضرت شاہ فتح اللہ فردوسی کا مزار موجود ہے، ان بزرگ کا سلسلہ رائے پور فتوحہ میں ہے مولوی سید آغائی مرحوم مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے۔

اور حضرت مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ سے عربی بھی پڑھی ہے، بیعت بھی آپ کو جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہی سے ہے۔ مذہب ائمۂ حنفیہ سے کنارہ کش ہیں، اہلِ حدیث کا عقیدہ رکھتے ہیں، زندگی کا مشغلہ زمینداری ہے، اوقات عزیز کارِ خیر میں بسر کرتے ہیں۔ آپ کا قیام اپنے آبائی مکان میں ہے جس کو آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہٗ نے خرید کر تعمیر کیا تھا۔

آپ کی شادی جناب شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے چار بچیاں اور تین لڑکے ڈاکٹر نور العین اور مولوی قرۃ العین اور محمد قاسم سلمہم ہیں، ڈاکٹر نور العین سلہٗ آنکھ اور دانت کے ڈاکٹر ہیں اور مولوی قرۃ العین سلہٗ نے علوم دینیہ کی تکمیل دہلی میں کی ہے اور محمد قاسم ہنوز تحصیل علوم جدیدہ میں مشغول ہیں، بارک اللہ فی اعمارہم وحسناتہم۔

مولانا شاہ محمد اشرف مجیب علیہ الرحمۃ: ولادت ۲۸ رشوال ۱۲۵۲ھ میں ہوئی، درسیات مولانا وصی احمد اور مولانا محمد حسین علیہما الرحمۃ سے پڑھیں اور احادیث کی سند سماعۃً وقراءۃً مولانا آل احمد قدس سرہٗ سے حاصل کی، بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت کُل حضرت مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، آپ کو فقر وتصوف کے ساتھ خاص مناسبت تھی، ریاضات ومجاہدات کا بیحد شوق تھا، بچپن ہی سے اوراد ووظائف کے پابند تھے، اکثر چلّہ کشی وصوم طے کا اتفاق ہوا ہے۔

اپنے شیخ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ سے اجازت تبرک لی اور خرقۂ خلافت پہنا، گرچہ اس دور میں الباسِ خرقہ کی رسم کم ہوگئی ہے اور صرف سندِ اجازت ہی پر اکتفا کرتے ہیں، مگر آپ کی تمنا تھی کہ کاش مجھے اپنے شیخ کی طرف سے الباس خرقہ کا بھی شرف حاصل ہوتا چنانچہ ۱۲۷۷ھ میں اپنے شیخ کے وصال کے بعد جب آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ سے سلاسل کی اجازت لی تو الباس خرقہ کی بھی تمنا ظاہر کی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے بتاریخ ۱۴ ربیع الاول روز جمعہ ۱۲۷۷ھ میں دستار نظامیہ وخرقۂ قادریہ، وکمر بند وپٹکا وتسبیح وعصا عطا فرماکر الباس خرقہ کردیا، اس روز سے اپنا لباس آپ نے یہی مقرر کرلیا اور تمام عمر اسی لباس میں رہے،

۱۲۷۹ھ میں بمعیت مولانا عنایت رسول قادری آپ حج کو تشریف لیگئے اور زیارت حرمین شریفین سے فائز المرام واپس آئے۔

آپ سے مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کے سلسلۂ رشد وہدایت کو بہت فروغ ہوا، جابجا سفر کرکے

طالبین حق کی تلقین فرماتے اور ان کو علمی و عرفانی تعلیم دیتے"۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ان ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ نہ لیتے تو حضرت مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کا سلسلہ اور ان کے تمام معمولات ختم ہو جاتے، آپ نے جب رشد و ہدایت کی خدمت اپنے ذمہ لی تو اپنے شیخ کے معمولات بھی اپنے ذمہ لے لئے، اس لئے کہ ان کی اولاد میں گرچہ سب ہی مجاز تھے مگر ان کے دوسرے حالات ایسے نہ تھے کہ وہ ان معمولات کو سر انجام دے سکتے، آپ نے متوکلانہ اس راہ میں قدم رکھا اور اپنے شیخ کی سچی جانشینی کی۔

**خانقاہ فریدی**۔ ۱۳۰۹ھ میں کچھ اراضیات متروکہ حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی قدس سرہٗ ان کے ورثاء سے خرید کر اس میں ایک خانقاہ اور انہی حدود میں ایک مسجد تعمیر کرائی، جو اب خانقاہ فریدیہ کے نام سے مشہور ہے، ان عمارات کی تعمیر کو اب تک پچپن سال کی مدت گذر چکی ہے، اس خانقاہ میں آپ نے عرس ربیع الاول اور ربیع الثانی اور دیگر اعراس قائم کئے، ربیع الاول کے مہینے میں یکم ربیع الاول سے دوازدہم تک آپ کے شیخ مولانا علی سجاد قدس سرہٗ صبح کے وقت چائے اور ناشتہ تقسیم فرماتے تھے، اور پھلواری کے لوگ اس دعوت میں مدعو ہوتے تھے۔۔۔ مولانا ممدوح علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد کئی برس تک اُن کے صاحبزادے نے اس معمول کو قائم رکھا، مگر جب ان کی مالی حالت کمزور ہو گئی تو یہ دعوت بھی متروک ہو گئی، جب آپ نے اپنی خانقاہ میں اعراس قائم کئے تو شیخ کی اس سنت کو بھی اختیار فرمایا، جو بحمد اللہ آج تک ان کی خانقاہ میں جاری ہے اور آپ کے جانشین بہت ہی حوصلہ اور ہمت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

آپ کے مریدین آرہ، بنارس محلہ مدن پورہ، موتیہاری ضلع چمپارن وغیرہ میں بہت کثیر ہیں۔

آپ کی شادی مولانا نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ۹ رشعبان ۱۳۱۱ھ میں بعارضۂ دق چند ماہ مبتلا رہ کر رحلت فرمائی اور اپنی وصیت کے مطابق اپنی خانقاہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں ایک حجرہ کے اندر مدفون ہوئے، آپ کے پہلو میں آپ کی اہلیہ کا مزار ہے اور اسی حجرہ میں آپ کے برادر زادہ و جانشین شاہ محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ مدفون ہیں۔

# تذکرہ اولاد حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمۃ

نسب نامہ کے قدیم کاغذات جو کتب خانہ مجیبیہ میں موجود ہیں اور بعض وہ کاغذات جو مولوی حکیم عبدالرزاق (یکے از اولاد حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ) نے اپنے خاندانی حالات کی نسبت جمع کئے ہیں، اور تذکرۂ خاندان کریم چک (مؤلفہ حکیم شاہ نعمت اللہ کریم چکی) اور دیگر یادداشت نوشتہ بزرگان پھلواری اور وہ تذکرہ جس کو مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ نے اپنے ذاتی حالات میں تحریر فرمایا ہے، ان سب کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کے جدِّ اعلیٰ مولانا فریدالدین علیہ الرحمۃ کے اجداد منیر ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے، سلاطین وقت نے ان کے تقدس خاندانی وجوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے ان کو مدد معاش میں جاگیریں دی تھیں، جن میں ایک گاؤں چندن پور ضلع سارن میں تھا، چونکہ منیر سے یہ گاؤں بہت فاصلہ پر تھا اور وہاں کا نظم ونسخ اتنی بعید مسافت سے دشوار تھا، اس لئے یہ لوگ منیر سے اٹھکر موضع چندن پور میں مقیم ہوگئے،

یہ بیان عزیزان بزرگوں کا اپنی نسبت ہاشمی قریشی لکھنا ثابت کرتا ہے کہ یہ حضرات بھی تاج فقیہہ فاتح منیر کی اولاد کی کسی ایک شاخ سے ہوں، کیونکہ اہل منیر جو اپنے آپ کو ہاشمی قریشی لکھتے ہیں مخدوم تاج فقیہہ کی اولاد سے ہیں، اور مخدوم تاج فقیہہ ہاشمی قریشی تھے، حضرت زبیر بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کی فرزندی کا شرف رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں اس خاندان کا ازدواجی تعلق جو مسلسل تاج فقیہہ کے خاندان کے ساتھ رہا ہے، بھی اتحاد نسبی کی تائید کرتا ہے، بزرگان موضع حکیم آباد گھگھٹہ ہمیشہ اپنے آپ کو ہاشمی قریشی لکھتے آئے، اور ان کے مواہیر ووثائق اور فرامین میں بھی جو سلاطین کی طرف سے مدد معاش میں ملے، ان بزرگوں کو ہاشمی وقریشی ہی لکھا ہے۔

البتہ اس خاندان کا لحوق ولزوق کریم چک کے ممتاز ومقدس فاروقی خاندان سے بہت گہرا رہا ہے، اور اہل کریم چک اور رہا حیان موضع حکیم آباد گھگھٹہ ایک دوسرے میں ایسے شیر وشکر رہے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح اہل کریم چک فاروقی ہیں اہل گھگھٹہ بھی فاروقی ہیں، اور جس طرح اہل گھگھٹہ تاج فقیہی ہیں اہل کریم چک بھی تاج فقیہی ہیں تو غلط نہ ہوگا، اس لئے کہ اہل کریم چک میں

کوئی بھی ایسا نہیں جس کو مولانا فرید الدین علیہ الرحمۃ کی جزئیت نہ پہنچی ہو، اور اہلِ گھگھٹہ میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جس کو حضرت عبداللہ شہید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی جزئیت نہ پہنچی ہو۔

مولانا فرید الدین کے انتقال کا سن معلوم نہ ہو سکا اور نہ ان کا مدفن معلوم ہے، ان کے بیٹے مولوی عبدالغفور تھے ان کے پانچ صاحبزادگان تھے، شیخ ابو المکارم، شیخ حسام الدین، شیخ محمد خواجہ لاولد، شیخ محمد عاقل، شیخ فتح محمد تھے۔ چار بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ کتاب انساب میں موجود ہے، اس تذکرہ میں مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی عبدالغفور بن مولانا فرید الدین کی اولاد کا ذکر مقصود ہے۔

مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی عبدالغفور بن مولانا فرید الدین رحمہم اللہ۔ مولوی شیخ فتح محمد کو ان کے سابق وطن موضع کشن پورہ سے اس کی تباہی و بربادی کے وقت صغر سنی کے زمانہ میں ان کی اَنّا...... کریم چک لے آئی تھی ان کی پرورش کریم چک ان کی نانہال ہی میں ہوئی اُن کے ایک بیٹے مولوی پیر نظر محمد تھے۔

مولوی شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ ذی علم تھے اور مشغلہ بھی درس و تدریس ہی کا تھا حضرت قطب الاقطاب مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے مرید تھے، ان کی شادی شاہ محمد افضل بن شاہ عبداللہ شہید بن شاہ عبدالحکیم بن حاجی الحرمین مخدوم شاہ عبدالکریم حسانی چشتی مانک پوری قدست اسرارہم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

حکیم محبوب عالم:۔ سنہ ولادت معلوم نہیں، صغر سنی ہی کے زمانہ میں جبکہ دو برس کی عمر تھی، آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا، آپ کے والد شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ نے دل برداشتہ ہو کر کریم چک کی اقامت ترک کر دی اور پٹنہ محلہ صادق پور میں آکر اقامت گزیں ہو گئے اور یہاں بچوں کی تعلیم و تربیت پر اپنا عزیز وقت صرف کرنے لگے۔

واضح ہو کہ شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ کا خصوصیت کے ساتھ کریم چک سے اُٹھکر پٹنہ محلہ صادق پور میں قیام فرمانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ سے اور صاحبان صادق پور سے قرابت خاندانی تھی، شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ کے آباؤ اجداد کبھی منیر کے رہنے والے تھے اور صاحبان صادق پور بھی حضرت مخدوم شاہ خلیل الدین بن مخدوم شاہ احمد یحیٰ منیری بن مخدوم اسرائیل بن مخدوم تاج فقیہہ رحمہم اللہ کی اولاد سے ہیں، اسی قرابتمندی کی وجہ سے انہوں نے دوسری جگہ کی اقامت پر صادقپور کی اقامت کو

ترجیح دی اور تا عمر یہیں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

الغرض جب حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کی والدہ نے انتقال کیا اور آپ کے والد شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ نے کریم چک کی اقامت ترک کر دی تو حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کی پرورش ان کے ماموں نے یعنی حکیم شاہ فصیح اللہ و حکیم شاہ مسیح اللہ و حکیم شاہ عزت اللہ علیہم الرحمۃ نے اپنے ذمہ لے لی۔

چنانچہ حکیم صاحب موصوف نے درسیات اور علم طب تمام و کمال اپنے ماموں حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ سے پڑھی، اپنے زمانہ کے کاملین فن میں شمار کیے گئے، مدتوں اپنے استاد کے مطب میں بیٹھے یہاں تک کہ استاد کے بعد جانشین بھی آپ ہی ہوئے۔

حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ نے حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی مصنف "طب اکبر" کے کسی شاگرد سے طب پڑھی تھی، حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی کا فیض علم نسلاً بعد نسل ان کے خاندان میں ایک عرصہ تک جاری رہا اسلئے امور معالجہ میں اس خاندان کا تعامل برابر حکیم محمد اکبر ارزانی ہی کے اصول و تجربات پر تھا۔

حکیم محمد مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کا وطن چھپرہ محلہ کریم چک میں تھا مگر مطب پٹنہ محلہ مغل پورہ حویلی عطا اشرف خاں میں کرتے تھے، حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ بھی برابر آپ کے ہمراہ پٹنہ ہی میں رہا کرتے تھے اور تمام امورات مطب و دیگر کاروبار آپ ہی سے متعلق تھے۔ اسی وجہ سے حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مطب پر ان کی جانشینی بھی آپ ہی نے کی، بعد ازیں پٹنہ میں قیام رہا اور قدر شناسان علم طب کی نظروں میں ہمیشہ مقبول رہے، کمال تبحر اور حذاقت فن کی وجہ سے تمام اہل شہر نے حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے بعد آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، یہاں تک کہ نواب میر قاسم علی خاں بہادر ناظم بہار و بنگال نے آپ کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا، نواب مذکور جب تک ناظم بہار رہے اور ان کا قیام پٹنہ میں رہا حکیم صاحب مرحوم بھی پٹنہ میں مقیم رہے، مگر جب ۱۱۷۵ فصلی میں نواب مذکور نے بمقابلہ امیر میر محمد کاظم خاں شکست کھائی اور انگریزوں کے ڈر سے ۱۷۶۰ء میں نواب ملک کی حیثیت سے مرشد آباد چلے گئے، تو حکیم صاحب مرحوم کو بھی نواب میر قاسم علی خاں کی معیت میں مرشد آباد جانا پڑا، پھر ۱۷۶۳ء میں انگریز والی موتی جھیل پر حملہ کر کے مرشد آباد پر قبضہ کر لیا اور نواب مذکور جان بچا کر پچھم کی طرف روانہ ہو گئے، مگر حکیم صاحب مرحوم نے چونکہ اپنا مطب قائم کر لیا تھا اور قوم میں مقبولیت بھی کافی ہو چکی تھی اس لئے مرشد آباد سے واپس آنا پسند نہ کیا اور بقیہ زندگی مرشد آباد ہی میں بسر کی، پٹنہ کا مطب اپنے دونوں

صاحبزادوں حکیم غلام جیلانی اور حکیم واعظ اللہ علیہما الرحمۃ کو سپرد کر چکے تھے، اہل و عیال برابر پٹنہ یا کریم چک میں مقیم رہے،

**موضع حکیم آباد گھاگھٹہ میں قیام:** چھپرہ محلہ کریم چک سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں گھاگھٹہ آباد ہے، یہاں شیخ قیام الدین بن شاہ عبد اللہ شہید کی زمینداری تھی، یہ حضرت کریم چک سے اٹھکر اس گاؤں میں آکر آباد ہو گئے تھے، شیخ قیام الدین حکیم صاحب مرحوم کے استاد اور اموں حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے حقیقی چچا اور خسر تھے، موضع گھاگھٹہ باقی مالگذاری سرکاری میں نیلام ہو گیا تھا، اس کے واپس لینے کے لئے شیخ قیام الدین مرحوم کے بیٹے شیخ قادر بخش مرحوم نے حکیم صاحب مرحوم سے دو مرتبہ کرکے مبلغ سات سات سو روپئے لیکر یہ نیلام مسترد کرایا تو اجملہ چودہ سو روپئے تھے اور اطمینان کے لئے حکیم صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی حکیم محمد قاسم بن حکیم مسیح اللہ کے نام سے بطریق بیع بالوفا باسم فرضی دستاویز لکھدیا تھا، یہ روپیہ حکیم صاحب مرحوم نے اپنی جیب خاص سے دیا تھا، میعاد منقضی ہونے کے بعد شیخ قادر بخش بن شیخ قیام الدین مرحوم نے نہ روپیہ واپس دیا اور نہ موضع ہی سے دست بردار ہوئے، حکیم صاحب مرحوم کے ورثاء جو وطن میں رہتے تھے برابر مطالبہ کرتے رہے مگر روپیہ واپس نہ ملا، دوسری مصیبت یہ تھی کہ بیع بالوفا کا دستاویز جو محض باسم فرضی لکھا گیا تھا وہ حکیم صاحب قاسم مرحوم کے نام سے تھا، اسلئے ان لوگوں کو انکار کا اور بھی موقع مل گیا، بالآخر مجبور ہو کر حکیم صاحب مرحوم کو کلکتہ میں مقدمہ دائر کرنے کی نوبت آئی، درمیان میں ایسی ایسی الجھنیں پیدا ہوتی رہیں کہ مقدمے و تصفیہ کی کوئی صورت نہ پیدا ہوئی، کامل بیس برس تک حکیم صاحب مرحوم مقدمہ لڑتے رہے اور ان کے خلاف میں شاہ عزت اللہ اور حکیم قاسم و شیخ قادر بخش صاحبان فریق مخالف انتہا کوشش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

آخر یہ مقدمہ جو ۱۱۸۷ فصلی میں دائر ہوا تھا، ۲ دسمبر ۱۴۹۲ء میں منتقل ہو کر چھپرہ آیا اور ۱۱۹۳ فصلی میں عدالت چھپرہ سے حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم کے حسب خواہ فیصلہ ہوا اور موضع گھاگھٹہ ان کی ملکیت و قبضہ میں آگیا، اس کے بعد سے قرابت کریم چک کو حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم کی اولاد سے ایسی کشیدگی پیدا ہوئی کہ مدت دراز تک برادرانہ تعلقات منقطع رہے۔

کریم چک سے منتقل ہونے کے بعد موضع گھاگھٹہ میں سب سے پہلے جو مکان مولوی غلام جیلانی بن حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم نے بنایا، اس مکان کی تعمیر ۱۱۹۰ فصلی مطابق ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲ء ہوا

میں ہوئی جس کے تین برس کے بعد مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور حکیم صاحب مرحوم کی جملہ اولاد کریم چک سے منتقل ہو کر اسی مکان میں آکر رہی پھر ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں حکیم ابو المظفر بن حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم نے جو حکیم غلام جیلانی کے علاتی بھائی تھے اپنا نیا مکان بنایا اور اسی سے متصل ۱۲۳۵ھ میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو بحمد اللہ اب تک آباد ہے۔

موضع گھاگھٹہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مواضعات حکیم صاحب مرحوم نے خود خرید حاصل کئے تھے، جیسے محی الدین پور پرگنہ حویلی عظیم آباد، ولکھی پور، دکشن پور کرو ہا پرگنہ غیاث پور علاقہ بہار و مرکانات پختہ دخام مع رعیت خانہ واقع محلہ مغلپورہ متصلات شہر پٹنہ وغیرہ۔

نواب میر قاسم علی خاں کے زمانہ میں بھی آپ کو حسن خدمت کے صلہ میں چند مواضعات مدد معاش میں ملے تھے، ان مواضعات کے بعض فرمان میری نظر سے بھی گذرے ہیں۔

غرض یہ کہ حکیم صاحب کی کوشش اور سعی تمام سے اللہ تعالٰی نے ان کو دینی و دنیاوی دونوں ہی وجاہت عطا فرمائی اور ان کے حسن نیت و اقبال مندی سے ان کی تمام اولاد خوش و خرم و مرفع الحال رہی، خصوصیت کے ساتھ فن طب پر آپ کی اولاد نسلاً بعد نسل بطریق ارث قابض رہی اور اپنے جوہر ذاتی کی بدولت ہمیشہ امرأ اور روسأ کے نزدیک مقبول رہی اور سب ان کے قدر دان تھے اور چونکہ فن طب ان کا ارثی حق تھا اس لئے زیادہ تر طبیب ریاست ہی ہوتے چلے آئے۔

حکیم باسو صاحب مرحوم نہ صرف علوم ظاہری و ثروت و وجاہت میں ممتاز تھے بلکہ فقر و عرفان میں بھی آپ کا بلند پایہ تھا، صوفیا کا طبقہ بھی آپ کو بلند نگاہ سے دیکھتا تھا، آپ حضرت شاہ محمد عصمت اللہ عثمانی کھلپوری قدس سرہٗ کے مرید تھے اور شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے ممتاز مرید و خلیفہ ہیں،

شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت عشق عرف مرزا گھسیٹا قدس سرہٗ سے طریقہ نقشبندیہ ابو العلائیہ میں رجوع کیا تھا، ہنگام سلوک میں جو حالات و واردات و فیوضات ارواح طیبہ آپ پر وارد ہوتے اس کو قلمبند فرما لیتے تھے،

آپ کی تصنیفات سے ایک کتاب فن طب میں "محسن المجربات" ہے، اس کے دیباچہ میں آپ نے اپنے تلمذ اور بیعت وارشاد کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

"ایں سراپا معاصی محبوب عالم عرف بابو بن حکیم پیر نظر محمد نسخہ مجربہ کہ از اُو استادِ خود و عزیزان دیگر دیدہ و شنیدہ از سرتا پا یہ ابدانِ کثیرہ بتجربہ رسیدہ واز پیر خود و مرشد خود ہر دعائے و ارشادے کہ موجب شفاء امراض ظاہری و باطنی ہر دَرد مندے گردیدہ ارقام می نماید کہ ہر طالبے ازیں نسخہ فائدہ بردارد۔ ایں عاصی را بدعاء خیر یاد آرد کہ شاید از برکت زبان کسے بندہ مقبول علت عصیان ایں عاصی مبدل گردد، و استاذی حکیم مسیح اللہ منفور کہ خال ایں عاصی از فرزندان حضرت مخدوم حسام الدین مانک پوری قدس سرہ العزیز بودند، و شیخنا و مولانا و مرشدنا مختار اللہ خیر السالکین حضرت شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ از فرزندان حضرت مخدوم شاہ حسام الدین بیابانی کھلپوری قدس سرہٗ العزیز ساکن کھلپورہ پرگنہ چیراند ضلع سارن از خلفائے قطب الاولیا سید العرفا مولانا محمد وارث رسولنما قدس سرہٗ متوطن بنارس، و استاذ اہلِ تدقیق و مرشد اہلِ تحقیق حضرت عشق زاد اللہ فیوضہٗ و ارشادہٗ ذکر ایں بزرگاں برائے ایں کردہ شد کہ از ذکر استاذی و مرشدی ایشان ملحوظ کردہ باشند اگر از تجربہ ایشاں مستفید شوند بفاتحہ خیر یاد آرند و نیاز ایشاں نمایند"

حکیم صاحب مرحوم نے سنہ ١٣١٠ھ میں انتقال فرمایا، آپ کے انتقال کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ کے دو نواسے حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ اور مولانا شاہ ابوتراب آشنا قدس سرہما کی تقریب شادی در پیش تھی، حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے (جو آپ کے داماد تھے) بغرض شرکت تقریب آپ کے نام سے مرشد آباد رقعہ روانہ فرمایا، حکیم صاحب مرحوم شرکت تقریب کی غرض سے مرشد آباد سے روانہ ہوئے، عجیب اتفاق کہ بہار شریف پہنچتے ہی طبیعت ناساز ہوئی اور علالت اتنا طول کھینچی کہ صحت نہ ہو سکی اور بہار ہی میں بتاریخ ۷ رمضان المبارک بروز پنجشنبہ آپ نے انتقال فرمایا اور بروز جمعہ جنازہ پھلواری لایا گیا اور یہیں تجہیز و تکفین ہوئی، مقبرہ مجیبیہ میں ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کے پہلو میں حضرت شاہ محمد احسن پیر اور نواسے و داماد و خلیفہ حضرت تاج العارفین قدس سرہ کا مزار ہے اس مزار سے بجانب مغرب مدفون ہیں۔

مولوی احمد کبیر پھلواروی مصنف تاریخ الکملاء علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حکیم صاحب مرحوم کا مزار بھی بہار ہی میں ہے یہ دراصل مصنف کا تسامح ہے جو محض انتقال کے واقعہ کی وجہ سے ہوا ہے، کیونکہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ نے جو حکیم صاحب مرحوم کے نواسے ہیں اپنی یادداشت میں اس کی تصریح کر دی ہے:۔

"حکیم محبوب عالم عرف حکیم بابو ساکن کریم چک جد مادری کاتب الحروف روز پنجشنبہ ہفتم ماہ رمضان ١٣١٠ھ در بہار فوت کردند و بروز جمعہ در پھلواری رسیدہ در باغ مجیبی دفن شدند"

**پھلواری سے تعلقات اور اولاد:۔** حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کے خاندان اور اہلِ پھلواری سے عزیز داری اور قرابتمندی کے تعلقات گرچہ سابق سے پیدا ہو چکے تھے، مگر حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کی شادی جب حکیم صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی میمنہ سے ہوئی تو یہ تعلقات اور بھی مستحکم ہو گئے، رفتہ رفتہ انہی تعلقات و مصاہرت کی وجہ سے آپ کی اولاد کے کچھ افراد پھلواری میں مقیم ہو گئے، جن کا ذکر اوراقِ آئندہ میں آئے گا۔

حکیم صاحب علیہ الرحمۃ کی دو شادیاں یکے بعد دیگرے، ان کے ماموں و استاذ حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادیوں سے ہوئی تھیں۔

پہلی شادی سے حکیم غلام جیلانی و حکیم واعظ اللہ اور بی بی میمنہ تھیں، بی بی میمنہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی اہلیہ ہیں جن کے صاحبزادگان مولانا شاہ ابو الحسن فرد، مولانا محمد ابو تراب آشنا، مولانا محمد امام جنوں، مولانا ابو الحیوٰۃ، مولانا محمد قادری، مولانا علی سجاد نعمتی، مولانا محمد حسین علیہم الرحمۃ تھے، اور دو صاحبزادیاں بی بی شمس النساء اہلیہ مولانا ابو القاسم و بی بی شرف النساء زوجۂ اولیٰ مولانا محمد ہادی قدس سرہما تھیں۔

دوسری شادی سے دو صاحبزادے حکیم ابو المظفر و حکیم غلام صمدانی تھے، ان کی اولاد کا تذکرہ "تذکرۃ الانساب" میں موجود ہے۔

**حکیم غلام جیلانی علیہ الرحمۃ:۔** اپنے والد کے شاگرد تھے، فن طبابت میں مہارت تام تھی قیام برابر پٹنہ محلہ مغل پورہ میں رہا، آپ کے فیض علم و دستِ حذاقت سے بہت لوگ فیض یاب ہوئے، مولانا ابو الحسن فرد و مولانا محمد ابو تراب آشنا قدس سرہما نے طب آپ ہی سے پڑھی تھی، آپ کی شادی بی بی شاہدہ بنت حکیم فضل اللہ، داماد حکیم مسیح اللہ سے ہوئی تھی، مگر لاولد گئے۔

حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، آپ کی تصنیف سے "رسالہ حمی" اور ایک قرابادین ہے جس میں اپنے مجربات جمع کئے ہیں۔

۳ر ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مجیبیہ میں اپنے والد کے پائین میں مدفون ہوئے۔

**حکیم محمد واعظ اللہ:۔** طب اور درسیات دونوں ہی اپنے والد سے پڑھی اور ایک عرصہ تک والد کے ساتھ مطب میں بیٹھکر رموز مطب میں مہارت پیدا کی، طبیب حاذق تھے، حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے گیارہ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ میں مرید ہوئے، قیام برابر پٹنہ محلہ مغل پورہ میں رہا۔

وہیں مطب بھی تھا، ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۵۳ھ میں انتقال فرمایا، مقبرہ مجیبیہ میں تاج العارفین قدس سرہٗ کے گنبد سے پورب مدفون ہیں، آپ کا مزار پختہ ابتک موجود ہے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، دو شادیاں شیخ غلام علی ساکن چکری ضلع سارن کی دو لڑکیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئیں، پہلی بیوی سے دو صاحبزادے حکیم احمد و محمدی تھے، دوسری بیوی سے چار صاحبزادے حکیم مرتضوی، حکیم مصطفوی، حکیم عنایت محی الدین، حکیم ہدایت محی الدین تھے، ان تمام حضرات کی اولاد کا ذکر تذکرۂ انساب کریم چک و موضع حکیم آباد گھگھٹہ میں موجود ہے۔

تیسری شادی بی بی زینب بنت شیخ امام بخش عرف بستی سے ہوئی تھی، ان سے مولوی حکیم داؤد اور حکیم یحییٰ اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

شیخ امام بخش عرف بستی شیخ اسد اللہ بن شیخ قاضی امان اللہ بن شیخ محمد تقی بن شیخ تقی بن شیخ قاضی محمد کمال ساکن نرائن پلیا کے صاحبزادے ہیں، اور ان کی والدہ بی بی معصومہ، شیخ اسد اللہ بن شیخ حسام الدین بن شیخ مولوی عبد الغفور بن مولانا فرید الدین مذکور کی صاحبزادی ہیں۔

شیخ امام بخش عرف بستی گرچہ نرائن پلیا کے باشندہ تھے مگر عیسیٰ پور سے ان کی قرابتمندی تھی اور شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، انہی تعلقات روحانی اور قرابتمندی کی وجہ سے موضع عیسیٰ پور میں جو پھلواری کا ایک محلہ ہے آکر بس گئے تھے اور آخر عمر تک یہیں مقیم رہے۔

مولوی حکیم داؤد علیہ الرحمہ :- آپ کا قیام برابر اپنی نانہال موضع عیسیٰ پور میں رہا۔ کتب درسیہ کچھ تو مولانا ابو تراب اور مولانا محمد امام قدس سرہما سے پڑھیں اور کچھ کتابیں لکھنؤ جاکر مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی (والد مولانا محمد نعیم) سے پڑھیں۔ حضرت فرد قدس سرہٗ سے ۱۱ ربیع الثانی یوم جمعہ ۱۲۵۶ھ میں بیعت ہوئے، لکھنؤ کے زمانۂ قیام ہی میں قانون شیخ اور سدیدی، حکیم علی حسین لکھنوی مرحوم سے پڑھی تھی مگر تکمیل طب کا موقع نہ مل سکا تھا اسلئے کچھ مدت کے بعد بقیہ کتب درسیہ طبیہ کی تکمیل کے خیال سے ۱۹ رجب ۱۲۷۱ھ میں لکھنؤ کے ارادہ سے پھلواری سے روانہ ہوئے، اثنائے راہ میں پندرہ یوم موضع نیورہ میں کسی وجہ سے مقیم رہے اور وہاں سے ۴ شعبان ۱۲۷۱ھ میں روانہ ہوکر بنارس میں رکتے ہوئے اوائل رمضان ۱۲۷۱ھ میں لکھنؤ پہونچے اور حکیم طالب علی مرحوم لکھنوی سے فن طب کی تکمیل کی۔

تکمیل طب کے بعد ہی آپ کو نواب واجد علی شاہ کے دربار میں طبیب شاہی کا عہدہ مل گیا تھا، مگر

تھوڑی ہی مدت کے بعد ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں غدر کا ہنگامہ شروع ہوا اور ہر شخص کی حالت نفسی نفسی کی ہو گئی، آپ کا تعلق چونکہ دربار شاہی سے تھا اس لئے مجرمین کی فہرست میں آپ بھی ماخوذ تھے، آخر ایک روز موقع پاکر اپنے ہم سبق رفیق حکیم عبدالحمید صاحب صادق پوری عظیم آبادی کے ہمراہ خفیہ طریقہ پر لکھنؤ سے وطن کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ر جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ میں گورکھپور پہنچے، اس وقت وہاں حاجی احمد علی ابراہیم پھلواروی قدس سرہٗ تشریف فرما تھے، ان سے ملکر اپنی روپوشی اور فرار کے تمام واقعات بیان کئے، حضرت حاجی احمد علی ابراہیم پھلواروی قدس سرہٗ نے ایک محافہ میں اوپر سے پردہ ڈال کر گھگھٹہ کی طرف روانہ کیا، حاجی صاحب قدس سرہٗ کی تصرفات و کرامت نے بہت دستگیری کی، راستہ میں تمام دوسری گاڑیاں اور مشکوک افراد کو فوجی روکتے اور ان کی تحقیقات ہوتی، مگر حکیم صاحب مرحوم کا محافہ ہر مہلکہ سے بےخطر گذرتا ہوا موضع ..... گھگھٹہ تک باطمینان تمام پہونچگیا اور کسی قسم کا بھی کوئی گزند آپ کو نہ پہونچا، —— مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی علیہ الرحمۃ جو حکیم صاحب موصوف کے صاحبزادے تھے، حاجی صاحب قدس سرہٗ کی کرامت کے سلسلہ میں اس واقعہ کو اکثر بیان فرماتے تھے۔

غرض یہ کہ حکیم صاحب موصوف بخروخوبی گھگھٹہ پہونچے اور ایک عرصہ تک جب تک کہ فضا پوری طرح ہموار و سازگار نہ ہوگئی گھگھٹہ ہی میں روپوش رہے، آپ نے لکھنؤ کی تباہی و بربادی کا حال اپنے ایک خط میں جو اپنے بھائی حکیم محمد یحیٰی صاحب کے نام سے گھگھٹہ سے پھلواری روانہ کیا ہے اسطرح لکھا ہے:۔

"درشہر لکھنؤ عمل انگریزی گردیدہ و بادشاہ لکھنؤ باہزار حسرت و غم بعزم رفتن لندن بہ سمت کلکتہ روانہ شدند دریافت آمد کہ بادشاہ در کلکتہ مقیم اند مادر بادشاہ بر جہاز سوار شدہ جہت استغاثہ نزد بادشاہ لندن روانہ شدند ایں وقوع بشہر جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ گردیدہ و بادشاہ لکھنؤ بروز جمعہ ۶ ر رجب از لکھنؤ بسمت کلکتہ روانہ شدند نام بادشاہ واجد علی شاہ است"

آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت بی بی کلثوم بنت مولانا محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولانا شاہ محمد سلیمان اور مولوی حکیم محمد ایوب علیہما الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی ریحانۃ الرسول زوجہ حکیم ابوالفتح بن حکیم عبدالسلام بن حکیم غلام قادر بن حکیم ابوالمظفر بن حکیم محبوب عالم ساکن گھگھٹہ تھیں۔

بی بی کلثوم بنت مولانا محمد امام کی شادی مولوی شاہ احمد مصطفٰے ابن شاہ وعداللہ فریدی قدس سرہٗ سے

ہوئی تھی، اس خاندان کا تذکرہ اوراق ماسبق ہیں گذر چکا ہے۔

حکیم محمد داؤد علیہ الرحمۃ نے بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۲۸۶ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں حکیم عنایت محی الدین دیوان کے علاتی بھائی تھے، کے پہلو ہیں مدفون ہوئے۔ مادۂ تاریخ اغفر لہ (۱۲۸۶) مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

**مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی علیہ الرحمۃ:۔** تاریخ ولادت ۱۱ محرم ۱۲۷۶ھ، درسیات کی تکمیل مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محل لکھنوی قدس سرہٗ سے ۱۲۹۷ھ میں کی، اور طب حکیم عبدالعزیز و حکیم مرزا مظہر حسین خاں بن حکیم مسیح الدولہ مرحوم سے پڑھی، برسوں پھلواری اور پٹنہ میں مطب کا مشغلہ رہا، مگر کچھ مدت کے بعد مطب کا مشغلہ ترک کر کے تبلیغ وارشاد کی خدمت آپ نے اپنے ذمہ لی، اور آخر عمر تک رشد و ہدایتِ خلق میں زندگانی بسر فرمائی۔

آپ کی مفصل سوانح حیات "خاتم سلیمانی" کے نام سے آپ کے صاحبزادے مولوی شاہ غلام حسنین صاحب نے لکھی ہے جو چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اسلئے مجھے کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس آخری دور میں آپ کی شخصیت بہت مغتنم روزگار تھی، آپ کی قومی وملی خدمات ابھی قوم کے ذہن سے محو نہیں ہوئی ہیں، مدتوں ان کی یاد دلوں کو تڑپائے گی، آج سے ساٹھ برس پہلے آپنے تبلیغ سیرت کی ضرورت محسوس کی اور سب سے پہلی مرتبہ سیرت کا یہ بیان پھلواری کی سنگی مسجد میں ہوا، چونکہ اس زمانہ میں میلاد خوانی کا عام ذوق تھا اس لئے میلاد خوانی ہی کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا، رفتہ رفتہ میلاد خوانی کے ساتھ بیان سیرت کا طریقہ قوم میں مقبول ہوتا گیا، ورنہ اس سے پہلے میلاد میں نعت خوانی کا عنصر غالب تھا، آپکے بیان سیرت اور میلاد خوانی کی دھوم تمام ہندوستان میں مچی ہوئی تھی۔ ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں آپ نے سیرت کا بیان نہ کیا ہو، اور میلاد نہ پڑھی ہو، پھلواری میں آپ کا معمول تھا کہ یکم ربیع الاول سے یاز دہم ربیع الاول تک روزانہ بعد نماز عشاء اپنے مکان میں سیرت پاک بیان فرماتے اور شبِ دوازدہم کو خانقاہ مجیبیہ میں میلاد بیان کرتے، اس تقریب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۱۳۰۲ھ میں مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے امام باڑہ میں آپنے بماہ ربیع الاول حدیث خوانی کا سلسلہ شروع کیا اور شبِ دوازدہم کو اپنے مکان میں میلاد کی محفل منعقد کی، اہلِ قصبہ کو یہ تقریب بہت پسند آئی، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ اگر یہ تقریب ہر سال

جاری رکھی جائے تو مسلمانوں کے حق میں بہت مفید ہوگی، اس سال سے آپ نے عزم کر لیا کہ ہر سال اس تقریب کو انجام دوں گا اور تمام عمر اس پر مداوم رہے، ۱۳۰۲ھ سے اس تقریب کو آپ اپنے مکان میں انجام دینے لگے، خانقاہ مجیبیہ میں اس زمانہ میں آپ کے پیرزادہ مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ جانشین تھے، مولانا ممدوح کی خواہش سے بارہویں شب کی تقریب میلاد خانقاہ مجیبیہ میں آپ نے انجام دی، اس تقریب کی ابتدائی تاریخ اپنی یادداشت میں ان الفاظ میں آپ نے تحریر فرمائی ہے:۔

"از ۱۳۰۲ھ آغاز حدیث خوانی از یکم ربیع الاول تا یازدہم بمکان امام باڑہ مولوی عبدالحمید برادرِ خورد مولوی سید علی نعمت صاحب می شد و شب دوازدہم بمکان مولوی عیسیٰ مرحوم در تقریب حدیث جمعیت مردمان کثیر می شود۔"

میں نے اوپر لکھا ہے کہ اس تقریب کی ابتدا مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے امام باڑہ سے ہوئی اور یادداشت میں مولوی عبدالحمید لکھا ہے، اسی طرح اپنے مکان کی بجائے یادداشت میں مولوی عیسیٰ مرحوم لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی عبدالحمید کے والد مولوی عنایت رسول مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے اور یہ مکان بطور وراثت مولوی عبدالحمید مرحوم اور ان کے بھائیوں کو پہونچا تھا جب تک امام باڑے کی ہیئت باقی رہی مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ ہی کے نام سے مشہور تھا۔

اسی طرح یادداشت میں اپنے مکان کی جگہ مولوی عیسیٰ مرحوم لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا موجودہ زنانہ مکان جس میں آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقیم رہے اور اب تک آپ کی اولاد مقیم ہے یہ مکان حضرت نصر قدس سرہٗ کا متروکہ نانہالی مکان ہے جو حضرت نصر قدس سرہ کی وفات کے بعد تقسیم ہوکر حضرت نصر کی اہلیہ ثانیہ کو ملا تھا اور وہ برابر اسی مکان میں مقیم رہیں اسی وجہ سے آج تک "چھوٹی حویلی" کے نام سے مشہور ہے۔

جب ۱۲۹۵ھ میں مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرت نصر قدس سرہ کی چھوٹی صاحبزادی (جو اہلیہ ثانیہ کے بطن سے تھیں) سے ہوئی، اور آپ کی اہلیہ اپنے والدہ کی اکلوتی بیٹی تھیں، اس لئے آپ کی خوشدامن نے بیٹی کو اپنے پاس سے جدا کرنا گوارا نہ کیا، اور آپ سے بھی ساتھ ہی رہنے کی فہمائش کی، اس کے بعد سے آپ مستقل طریقہ سے اسی مکان میں مقیم ہو گئے۔

مردانہ مکان جس میں ربیع الاول کی تقریبات انجام پاتی ہیں اور آپ کی وفات کے بعد سے

خانقاہ سلیمانیہ کے نام سے موسوم ہے، یہ مکان آپ کی خوشدامن کے چچیرے دادا مولوی محمد عیسیٰ جعفری مرحوم کا مکان ہے، مولوی صاحب مرحوم کی نسل منقطع ہوگئی اور یہ مکان ان کے عصبات کو پہنچا،

حضرت نصر قدس سرہ کی والدہ ماجدہ مولوی محمد عیسیٰ قدس سرہ کی حقیقی بہن تھیں، انہوں نے ان کے عصبہ سے اس کو خریدا اور جب حضرت نصر کی وفات کے بعد متروکات تقسیم ہوئے تو حضرت نصر قدس سرہ کی اہلیہ ثانیہ کو یہ مکان ترکہ میں پہنچا، انہوں نے اپنے داماد مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کو لکھ دیا، اب پورا مکان مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

۱۳۰۱ھ میں جبکہ مذکورہ بالا یادداشت لکھی گئی ہے اس وقت تک بحیثیت ملکیت اس مکان پر آپ قابض و دخیل نہ تھے اسلئے آپ نے اپنے نام کی جگہ مولوی محمد عیسیٰ مرحوم کا نام لکھا ہے۔

محرم کے مہینے میں ۱ محرم سے ۹ محرم تک حضرت شاہ غلام سرور قدس سرہ کے جماعت خانہ میں مناقب اہل بیت اور واقعات شہادت بیان فرماتے تھے، مگر ابتداءً یہ تقریب بھی اپنے مکان ہی میں انجام دیتے تھے اس تقریب کی ابتدا کے متعلق بھی اپنی یادداشت میں چند الفاظ آپ نے تحریر فرمائے ہیں:۔

"در تاریخ ششم محرم ۱۳۰۳ھ محمد سلیمان بمکان مولوی عیسیٰ مرحوم مجلس حدیث خوانی کرد ہمہ سرداران عمائدین قصبہ شریک بودند واز نیورہ مولوی عبدالحمید بی اے و مولوی فخرالدین و مولوی زین الدین صاحبزادہ منشی اسمٰعیل صاحب آمدہ شریک بودند واز باقر گنج مولوی اسمٰعیل صاحب رجسٹرار جلسہ تشریف آوردند"

خانقاہ مجیبیہ میں عاشورہ کے روز زوال آفتاب کے وقت حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی نیاز ہوتی ہے جس میں قل خوانی کے بعد شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی پڑھے جاتے ہیں، اور مختصراً مناقب امام حسن و امام حسین علیہما السلام اور واقعات شہادت بیان ہوتے ہیں، مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ جب تک بقید حیات رہے آپ ہی اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

معمول تھا کہ عاشورہ کے روز دس بجے دن کے اپنے مکان سے خانقاہ مجیبیہ میں تشریف لے آتے اور تمام وہ اعمال و اوراد جو زوال آفتاب سے پہلے پڑھے جاتے ہیں، خانقاہ مجیبیہ کی مسجد میں پڑھتے پھر قل کی شرکت کرتے واقعات شہادت اور مناقب امامین بیان کرتے اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھنے کے بعد مکان تشریف لیجاتے۔

جماعت خانہ:۔ شاہ غلام سرور قدس سرہ نے (جن کا ذکر ملا فصیح الدین کی اولاد کے ضمن میں

اس کتاب میں آچکا ہے) اپنے زمانہ میں اس مکان کو محرم کی تقریبات کے لئے مخصوص کر دیا تھا، قصبہ کے عزادار اپنے اکھاڑے اور تعزیئے یہاں لیجایا کرتے تھے اور اس امام باڑہ کی ان کے دلوں میں عظمت بھی بہت تھی، ایک مدت کے بعد یہ مکان مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کو وراثۃً پہنچا تھا، ان کے بعد ان کی چھوٹی صاحبزادی (جو حضرت نصر قدس سرہٗ کی اہلیہ ثانیہ تھیں) کو پہنچا، جو مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کی خوشدامن تھیں، مگر اب یہ عمارت، مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کی ملک ہے، مولانا موصوف نے اپنے زمانۂ حیات میں اس عمارت کو از سر نو پختہ تعمیر کروا دیا ہے، اس مکان میں محرم میں بیان شہادت ہوتا ہے اور ربیع الاوّل میں مہمان ٹھہرتے ہیں، ضرورت کے وقت قومی تقریبات بھی انجام پاتی ہیں، مسلم ایسوسی ایشن کا کتب خانہ اور دار المطالعہ ابتک اسی عمارت میں ہے۔

اس جماعت خانہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جس کی وجہ سے اس کو ایک خاص قسم کی تاریخی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، جس زمانہ میں یہ مکان مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کے قبضہ میں تھا، مولوی صاحب موصوف ابتداءً محرم کے رواسم انجام دیتے رہے، مگر کچھ مدت کے بعد بمقتضائے اتقاء، تمام نامشروع رواسم آپ نے موقوف کر دئے، اور چبوترہ جس پر تعزیہ رکھتے ہیں منہدم کروا دیا، ۱۲۵۹ھ میں کسی ضرورت سے یہ زمین کھودی جانے لگی، اس وقت اسی جگہ سے سرخ رنگ کی مٹی نکلی، چونکہ یہ جگہ تعزیہ رکھنے کی تھی اس لئے عزاداروں کو اس مٹی سے خاص عقیدت پیدا ہوئی اور اس کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ اطراف و اکناف سے ہزاروں انسان اس کی زیارت کو آئے، یہاں تک کہ پٹنہ سے نواب لطف علیخاں، اور ولایت علی خاں صاحبان بھی اس کی زیارت کو آئے، اس شہرت و عقیدت کا یہ اثر ہوا کہ ناچار مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کو اس جگہ کو محصور کر دینا پڑا اور ایک چھوٹی کوٹھری اس جگہ بنا دی گئی جس کی دیوار پر یہ شعر کندہ ہے۔

از حضرت مولانا شاہ ابی تراب اشنا قدس سرہٗ

در ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ — از رہ لطف و عنایات حسینؑ

جوش زد فوارہ خون زیں زمیں — بر سبیل خرق عادات حسینؑ

گشت بلے روئے طلب سالش بایدے — زیب نبود درکرامات حسینؑ

جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ حضرت نصر قدس سرہٗ کے مرید تھے، عنفوان شباب میں بیعت کی تھی، تعلیم و تربیت اجازت و خلافت کا موقع اپنے شیخ سے نہ ملا، کیونکہ تھوڑی ہی مدت کے بعد

حضرت نصر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اسلئے سلاسل مجیبیہ کی اجازت آپ نے پھلواری کے تین بزرگوں سے حاصل کی، مولانا صفت اللہ، مولانا اشرف مجیب اور مولانا محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ پھلواروی رحمۃ اللہ علیہم اس کے علاوہ ہندوستان اور بیرون ہند کے دوسرے شیوخ سے بھی احادیث اور سلاسل صوفیہ کی اجازتیں آپ کو پہنچی ہیں، جس کی تفصیل آپ کی کتاب "سلسلۃ الذہب" میں موجود ہے۔

آپ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادگان مولوی شاہ حسن میاں، مولوی شاہ حسین میاں، مولوی شاہ غلام حسنین، مولوی شاہ محمد جعفر میاں اور چند صاحبزادیاں تھیں جو ناکتخدا گئیں، صرف ایک صاحبزادی اہلیہ مولوی سید معین الدین مرحوم جن کے بیٹے مولوی شاہ محمد عزالدین سلمہٗ ہیں۔

مولانا شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ترپن برس تک قومی و ملکی خدمات اور رشد و ہدایت خلق میں زندگی بسر فرماکر اٹھتر برس کی عمر میں بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور سنگی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے، آپ کے مزار پر "سنگ مرمر" کی ایک چھوٹی بارہ دری خوشنما بنادی گئی ہے اور لوح مزار پر مختصراً سوانح حیات کندہ کردیئے گئے ہیں۔

**مولوی شاہ حسن میاں علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی، مختلف علماء سے درسیات پڑھیں، نہایت بالغ الاستعداد اور صاحب تصانیف تھے، ۲۵ سال کی عمر میں بتاریخ ۳ رمضان ۱۳۳۱ھ میں انتقال فرمایا، اس کمسنی میں تقریباً چوبیس پچیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں اکثر وبیشتر کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کو بیعت مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے تھی اور اجازت و خلافت الباس خرقہ کے ساتھ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے تھی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگران سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دوسری شادی میر عبدالحسین مرحوم (ساکن کارا ضلع گیا) کی صاحبزادی سے ہوئی ان سے ایک لڑکے مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ ہوئے ——— مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ:۔ ولادت ۹ صفر ۱۳۳۱ھ میں ہوئی، عزیز موصوف نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تحصیل فراغ کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل حدیث کی

سند حاصل کی ہے، بنگلور مسلم لیگ کے سربرآوردہ رُکن کی حیثیت سے وہاں قومی و ملکی خدمات میں زندگی بسر کرتے ہیں، خدا ان کی عمر میں برکت دے اور ملک و قوم کے لئے مفید بنائے، فی الحال کراچی پاکستان میں تبلیغی کام انجام دے رہے ہیں، ابتک شادی نہیں کی ہے۔

**مولوی شاہ حسین میاں علیہ الرحمۃ:۔** ولادت دہم ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ میں ہوئی، ابتدائی درسیات مختلف علماء سے پڑھکر ایف اے تک انگریزی تعلیم حاصل کی، اپنے والد کے مرید و خلیفہ ہیں، والد کے وفات کے بعد جانشین کئے گئے، وہ تمام تقریبات جو مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے ہاں قائم کی تھیں ان کو سجادگی کے بعد سے برابر بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ زندگی قومی و ملکی خدمات اور تبلیغ و ارشاد خلق میں بسر کرتے رہے، آپ حاجی بھی تھے، اور اماکن مقدسہ کی اپنے والد کے ساتھ زیارت بھی کی تھی، سلاسل مجیبیہ کی اجازت اپنے والد کے علاوہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے بھی حاصل کی ہے، انتہائی حسرت و افسوس کے ساتھ آج اپنے مسودہ میں اتنی عبارت کا اضافہ کر رہا ہوں، مرحوم نے کئی برس فالج کے عارضہ میں مبتلا رہکر بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ جنیدیہ سے متصل بجانب مشرق پائین مزار جناب مولانا صفت اللہ علیہ الرحمۃ مدفون ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولوی سید عبدالعزیز ڈپٹی مجسٹریٹ مرحوم ساکن سید آباد برسائیں ضلع پٹنہ کی صاحبزادی یعنی منشی محمد عمر صاحب مرحوم پھلواروی علیہ الرحمۃ کی نواسی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکے سید علی اکبر سلمہٗ ہوئے، ــــ ولادت ۱۳۳۸ھ میں ہوئی، ہونہار نوجوان ہیں، انگریزی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے، شاعر ہیں، اردو نظم و نثر خوب لکھتے ہیں، خلیق و ملنسار طبیعت پائی ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد ہی "سب ڈپٹی مجسٹریٹ" ہو گئے، اب مغربی پاکستان منتقل ہو گئے ہیں اور وہاں بھی ترقی درجات کی راہ پر گامزن ہیں۔

عزیز موصوف کی شادی اپنے چھوٹے چچا مولوی شاہ جعفر میاں صاحب کی بڑی لڑکی سے ہوئی ہے، بارک اللہ فی عمرہ و حسناتہ۔

شاہ حسین میاں مرحوم کی دوسری شادی موضع مشکی پور مونگیر میں جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ان سے دو لڑکے سید زید و سید حسان سلمہم ہیں جو فی الحال تحصیل علم میں مشغول ہیں۔

**مولوی شاہ غلام حسنین سلمہ اللہ:۔** ولادت ۶ رجمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں ہوئی

انگریزی بی اے تک پڑھی ہے، پھر تحریک ترک موالات کے زمانہ میں انگریزی تعلیم ترک کر کے عربی کی طرف متوجہ ہوئے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں معتدبہ حصہ تک عربی تعلیم حاصل کی، مگر صحت کی خرابی نے امتحان میں داخلہ کا موقع نہ دیا، ندوۃ العلماء کے کورس کی تقریباً تکمیل کر چکے تھے۔ علمی لیاقت اور سیاسی فہم بہت بہتر ہے، ۲ر مارچ ۱۹۱۵ء کو مولانا حفیظ اللہ صاحب مہتمم دار العلوم ندوہ نے سند فراغ عنایت فرمایا۔ ایک زمانہ میں آپ نے اپنے ہاں سے ایک اخبار "غریب نواز" نامی جاری کیا تھا، جس کی ایڈیٹری بھی خود کرتے تھے، اپنے والد کی مکمل سوانح حیات "خاتم سلیمانی" کے نام سے لکھی ہے، جس میں اپنے والد کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں ——— بیعت، اجازت، وخلافت اپنے والد ہی سے حاصل کی ہے، پھلواری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں، آپ کی شادی بہار شریف میں جناب شاہ محمد منعم صاحب کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی ہے اور دونوں ہی بیویوں سے اولاد موجود ہے، اہلیہ اولیٰ سے ایک بچہ سلمان سلمہٗ، جو فی الحال تحصیل علم میں مشغول ہے اور دو بچیاں ہیں، بڑی لڑکی مولوی حکیم محمد حسین الحق بن شاہ حبیب الحق علیہ الرحمۃ سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سے منسوب ہے۔

۳۰ر مئی ۱۹۳۵ء کو جناب شاہ رشید الحق بن مولانا شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہٗ نے وثیقہ تولیت مسجد سنگی رجسٹری کرا کے آپ کے حوالہ کیا اُس روز سے نظم و نسخ مسجد و مشاہرہ مؤذن و خرچ روشنی وغیرہ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ اللہ جزائے خیر دے۔

**مولوی قاری شاہ محمد جعفر سلمہٗ اللہ:۔** ولادت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد انگریزی شروع کی مگر تحریک ترک موالات کے زمانہ میں تحصیل علوم عربیہ کے خیال سے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور تکمیل درسیات کے بعد سند فراغت حاصل کی، دینیات اور ادب عربی میں اچھی مہارت ہے، اُردو و عربی تقریر و تحریر میں اپنے ہمچشموں میں ممتاز جگہ حاصل کی ہے، قاری ہیں، فن تجوید سے واقف ہیں، خوش گلو ہیں، قرآن شریف اور مثنوی دونوں ہی بہت بہتر پڑھتے ہیں، فطرت سلیم پائی ہے، اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ حسین میاں مرحوم کے انتقال کے بعد سے اپنے والد کی جگہ پر جانشین ہیں۔ تقریباً ۱۷ سترہ سال جامع مسجد ریاست کپورتھلہ میں امام و خطیب کے عہدے پر فائز رہے ہیں، تقسیم ہند کے بعد لاہور میں اقامت گزیں ہو گئے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک ہو کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد سے حاصل کی ہے اور اپنے والد ہی کے زمانہ حیات سے نیابتہ

تمام معمولات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی لکھنؤ میں نواب سیّد نورالحسن خاں صاحب قنوجی بن نواب سید صدیق حسن خاں والی ریاست بھوپال کی نواسی سے ہوئی ہے، ان سے چند لڑکیاں ہیں۔ اور بہت تھوڑی مدّت ہوئی ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔

**مولوی حکیم محمد ایوب** علیہ الرحمۃ :- ولادت ۲۴ محرم ۱۲۸۲ھ میں ہوئی، آپ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے، ابتدائی کتابیں آپ نے دونوں ماموں مولانا شاہ نعمت مجیب اور مولانا شاہ صفت اللہ علیہما الرحمۃ سے پڑھی تھیں، پھر لکھنؤ تشریف لے گئے، اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ کتابیں پڑھیں۔

۱۳۰۵ھ میں جناب مولانا شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ کی معیّت میں حج و زیارت مدینہ منورہ کے لئے تشریف لیگئے، پھر دوسری مرتبہ ۱۳۲۴ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ کے ساتھ بھی حج و زیارت میں شریک سفر رہے۔

بیعت، اجازت و خلافت ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے تھی، اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور حزب البحر کی اجازت حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، پیر و مرشد قدس سرہٗ اپنی نیابت میں متوسلین کہاں اخذ بیعت وغیرہ کے خیال سے اکثر بھیجتے تھے، مغتنم روزگار اور قابلِ قدر ذات تھی، اسلاف کی سچی تصویر تھے، زہد و اتقا، عبادت و اعمال میں اوقاتِ عزیز بسر کرتے، خصوصًا درودخوانی سے خاص شغف تھا، ایک ساعت بھی زبان درود سے ساکن نہیں رہتی تھی، دن رات میں لاکھوں مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ میں چند ماہ تپ محرقہ میں مبتلا رہکر انتقال فرمایا اور مقبرۂ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔ کاتب الحروف نے قطعہ تاریخ کہی ہے جس کا مادہ کثرتِ درود ہے۔

| | |
|---|---|
| ایوب پاک طینت و فخر برادراں | سرمایہ دارِ خُلق و مروت بخُلق بود |
| بعد از نماز وردِ ہمہ وقت و ہر زماں | غیر از درود خوانی دگر شغلِ اُو نبود |
| چوں رفت زیں جہاں سوئے فردوس وا اسف | صبر و قرار از دلِ اخوان خود ربود |
| آں ساعتے کہ روح تنش را وداع گفت | بست و سوم زماہ جمادیٔ نخست بود |
| نیرؔ سوال کرد ز روحش سنِ وصال | ہم اجرایں عمل کہ بدرحق چہا نمود |
| روحش درود خواند و سردل نہادہ گفت | دیدار حق نصیب شد از کثرتِ درود |

۱۳ ۴۲ ۴ ـــ ۱۳۴۹

**مولوی شاہ محمد عزیر صاحب فریدی** ۔ ولادت یکم ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل ہیں، عربی ادب سے بھی اچھی مناسبت ہے، متوسطات تک حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ سے تعلیم حاصل کرکے مولانا محمد شریف مرحوم اعظم گڈھی اور مولانا معین الدین مرحوم اجمیری سے تکمیل درسیات کی، اور مدرسہ معینیہ درگاہ اجمیر شریف میں فاتحۂ فراغ ہوا۔

آپ کو بیعت جناب مولوی شاہ محمد عبید اللہ فریدی علیہ الرحمۃ سے ہے اور تعلیم و تربیت بھی موصوف ہی سے ہے، فی الحال مدرسہ اسلامیہ موتیہاری ضلع چمپارن میں مدرس ہیں۔

آپ کی شادی شاہ شبیر الحق عرف کلو بن میر شاہ حسین صاحب بہاری کی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے کئی اولاد موجود ہیں، دو بڑے لڑکے یعقوب والیاس تحصیل علم میں مشغول ہیں ؎

## خاندان حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری کی ایک شاخ

اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ مولوی سید دلاور علی مرحوم ہیں، جنہوں نے ۱۲۹۴ھ سے پھلواری میں اقامت اختیار کی، سید صاحب موضع یعقوب پور نگانواں ضلع پٹنہ کے باشندہ تھے، یہ موضع پھلواری سے پچھم چار یا پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یعقوب پور نگانواں سے پہلے یہ خاندان صوبہ بہار میں موضع سید پور اساڑھی پرگنہ انگل ضلع گیا میں آباد تھا۔

مولوی سید دلاور علی مرحوم حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کی صلبی اولاد میں ہیں، شجرۂ نسب اس طرح ہے:۔

مولوی سید دلاور علی بن سید مشتوق علی بن سید محمد صالح بن سید یار محمد بن سید مربی بن سید عالم بن سید یار محمد بن سید رستم بن سید خضر بن سید محمد دیوان بن سید عبد الرحمٰن بن سید علاؤ الدین بن حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین سرخ بخاری بن سید علی المؤید بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن علی الاشقر بن جعفر ثانی بن امام علی الہادی بن امام محمد جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام سجاد زین العابدین بن سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ السلام۔

سیّد دلاور علی مرحوم سے اوپر چھٹی پشت میں سیّد پیارے بن سیّد رستم صوبۂ بہار میں آکر موضع سیدپورا ساڑھی پرگنہ انکل ضلع گیا میں آباد ہوئے، یہاں ان کی جاگیریں تھیں، یہیں انتقال فرمایا، ان کا مزار بھی اسی موضع میں ہے۔

سیّد پیارے کے بعد ان کے بیٹے سیّد عالم اور ان کے بیٹے سیّد مربی موضع سیدپورا ساڑھی میں رہے۔ سید مربی کے بعد ان کے بیٹے سیّد یار محمد نے موضع مذکور کا قیام ترک کر کے موضع یعقوب پور نگانواں میں اقامت اختیار کی، آپ کا مزار پھلواری میں حضرت مخدوم سیّد راستی قدس سرہٗ کے مقبرہ میں دکھن جانب واقع ہے۔

**پھلواری سے تعلق اور توطن:** ـــــــ اس بات کا صحیح پتہ لگانا کہ خاندان امیر عطاء اللہ اور خاندان مخدوم راستی قدس سرہما سے اور سیّد دلاور علی مرحوم کے خاندان سے کس زمانہ سے تعلقات قائم ہوئے، اس زمانہ میں بہت مشکل ہے، مگر سیّد یار محمد علیہ الرحمۃ کا مقبرۂ مخدوم سیّد راستی قدس سرہٗ میں مدفون ہونا اس کی طرف رہنمائی ضرور کرتا ہے کہ ان کے تعلقات پھلواری سے یقینی قائم ہو چکے تھے، عام ازیں کہ یہ تعلقات روحانی ہوں یا قرابتمندانہ ہوں۔

سیّد یار محمد علیہ الرحمۃ کے بعد سے روحانی اور قرابتمندانہ دونوں ہی طرح کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

**قرابتمندانہ تعلقات:** ـ سیّد یار محمد علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے سیّد امان اللہ، سیّد محمد صلاح، سیّد شرف الدین۔

سیّد امان اللہ بن سیّد یار محمد کے بیٹے سید یار اللہ تھے، سیّد یار اللہ کی صاحبزادی بی بی رابعہ زوجہ شاہ واسع بن شاہ امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ، بی بی رابعہ کی صاحبزادی بی بی آمنہ زوجہ غلام علی بن ملا صریح الدین جعفری پھلواروی جن کا ذکر ابتدائے کتاب میں ہو چکا ہے۔

سیّد شرف الدین بن سید یار محمد کے بیٹے سیّد محمد منعم تھے، سیّد محمد منعم کی صاحبزادی بی بی عاصمہ زوجہ شاہ پیر محمد ساکن گھسرہ داناپور، بی بی عاصمہ کی صاحبزادی بی بی نجیبہ زوجہ ثانیہ شاہ محمد مخدوم بن شاہ امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ، بی بی نجیبہ کی صاحبزادی بی بی نفیسہ اہلیہ حضرت شاہ عبدالحی بن حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ جعفری پھلواروی

ان کے صاحبزادے حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ تھے۔

سید محمد صلاح الدین بن یار محمد کے بیٹے سید معشوق علی تھے، سید معشوق کے صاحبزادے سید دلاور علی مرحوم تھے جو پھلواری میں اس خاندان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔

**روحانی تعلقات:۔** سید دلاور علی مرحوم کے دادا سید محمد صلاح کو حضرت تاج العارفین قدس سرہ سے روحانی تعلق تھا، بیعت تھی یا ارشاد تھا یا محض عقیدتمندانہ مراسم تھے، اس کی تفصیل اب تک میری نظر سے نہیں گذری۔

میر دلاور علی مرحوم کے والد سید معشوق علی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، ۱۰۹۵ھ میں بیعت کی تھی، سید دلاور علی مرحوم بھی حضرت شیخ العالمین کے مرید تھے انہی تعلقات کی وجہ سے ان حضرات کی آمد و رفت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے جاری تھی، برابر شرکت عرس کے خیال سے تشریف لاتے تھے، خصوصیت کے ساتھ سید دلاور علی مرحوم کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ساتھ بہت اُنس تھا، حضرت کی نوجوانی کے زمانہ ہی سے مخلصانہ و عقیدتمندانہ مراسم تھے، شیخ طالب علی مرحوم نے ان تعلقات و مراسم کا تذکرہ ملفوظات حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ میں کیا ہے۔

"میر دلاور علی یکے از یاران عہد صاحبزدگی آنحضرت بودند"

سید صاحب کا خاندان ہمیشہ سے با وجاہت و باثروت رہا ہے اور اب تک تموّل کا اثر اس خاندان میں باقی ہے، بفضلہ اس زمانہ میں بھی جو لوگ پھلواری میں موجود ہیں باوجاہت ہیں، اور ان کے روحانی تعلقات خانقاہ مجیبیہ سے قائم ہیں۔

**پھلواری میں توطّن کا سبب:۔** با ایں ہمہ دولت و ثروت سید صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی، کئی بچے ہوئے اور سب ہی صغرسنی میں فوت ہوگئے۔ بتقاضائے بشریت بے ولدی کا صدمہ جانگسل تھا، ایک دفعہ آپ نے اپنے شیخ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے انتہائی حسرت کے ساتھ اولاد کے زندہ رہنے کے لئے دعا کی درخواست کی، حضرت شیخ العالمین نے دعا فرمائی اور سید صاحب سے فرمایا کہ اس دفعہ جب آپ کے ہاں اُمید ہو تو آپ اہل و عیال کے ساتھ پھلواری چلے آئیں۔ بزرگوں کی دعا بے خطا ہوتی ہے، کچھ دنوں کے بعد سیدہ صاحبہ کے یہاں اُمید کے آثار

نمایاں ہوئے، حسب الحکم سیّد صاحب مع اہل و عیال پھلواری چلے آئے۔
حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنے برادر زادہ حضرت مولانا شاہ نورالحق تپاں قدس سرہٗ سے ان کا نانہالی مکان جو خالی اور افتادہ تھا اس کی کچھ اراضی دلوا دی، سید صاحب نے وقتی طور پر بسر اوقات کے قابل ایک مختصر مکان تعمیر کروایا، اس کے بعد سے سید صاحب مستقل طور سے پھلواری میں مقیم ہو گئے، ابتدائً یہ مکان گرچہ مختصر تھا، مگر بعد میں اس کے اطراف کی دوسری اراضیاں خرید کر مکان کی توسیع کی گئی، اس وقت جس مکان میں مولوی سیّد احمد منیر صاحب مقیم ہیں یہ وہی مکان ہے جس کو سید دلاور علی صاحب مرحوم نے حضرت تپاںؔ قدس سرہٗ سے لیا تھا، مولوی احمد منیر صاحب سید صاحب کے پانچویں پُشت میں پوتے ہوتے ہیں۔
سیّد صاحب خانقاہ مجیبیہ کے تمام انتظامی امور میں مدار کُل تھے، اعراس کے موقع پر باورچیخانہ کا انتظام پخت طعام اور اس کے لئے سامان مہیا کرنا سب کچھ سیّد صاحب کے ذمہ تھا، تمام عمر اس خدمت کو اپنی سعادت سمجھکر انجام دیتے رہے ۔۔۔ ۲۸ رمضان ۱۲۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔
الغرض کچھ دنوں کے بعد سیّد صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولوی سیّد افضل علی پیدا ہوئے، اس کے بعد دوسرے صاحبزادہ مولوی سیّد فضل علی وجود میں آئے، ان ہی دونوں صاحبزادوں سے سیّد صاحب کی نسل جاری ہے۔

**مولوی سیّد افضل علی علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۱۱۹۹ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی تھیں، اور فاتحۂ فراغ ۱۲۲۲ھ میں مولانا محمد امام بن شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ہوا، ۱۲۲۵ھ میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کی، کلکتہ ہائی کورٹ میں مختار تھے، ۱۲۶۳ھ میں کلکتہ ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے، آپ کے دو صاحبزادے مولوی علی حسنین اور مولوی سید علی اعظم علیہما الرحمۃ تھے۔

**مولوی سید علی حسنین علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۷ رجب ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، درسیات ۲۵ جمادی الاولی ۱۲۴۵ھ میں مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام کی، تاریخ انتقال ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ ہے، آپ کے صاحبزادے سید نور الحسنین صاحب تھے، جنھوں نے پٹنہ محلہ میدان فصاحت میں اقامت اختیار کی، آپکی دختری اولاد موجود ہے۔

**مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ:۔** ولادت ۱۲۳۶ھ میں ہوئی، درسیات مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۰ رمضان ۱۲۶۴ھ میں سنگی مسجد میں آپکی دستار بندی کا جلسہ ہوا، جس میں اس دور کے مقتدر علماء شریک تھے، ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے۔

نہایت بالغ الاستعداد اور وسیع النظر، صاحب تصنیف و تالیف، کثیر التلامذہ بزرگ تھے قدرت نے اپنے خزانۂ فیض سے علم و دولت دونوں ہی نعمت عطا فرمائی تھی، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا مشغلہ برابر جاری رہا، آپ کا دکان مستقل مدرسہ تھا، طلبہ کی کثیر جماعت ہمیشہ زیر تعلیم رہا کرتی تھی، غیر مستطیع طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد و نوش کا سامان اپنے پاس سے کرتے تھے، غربا پروری اور مہمان نوازی کا خاص جذبہ تھا، علماء، فضلاء کی خدمت کرتے، مشاہیر علماء جب کبھی پھلواری آتے ان کو اپنا مہمان بناتے، اور پوری طرح ان کی تواضع و مدارات کرتے، آپ کا تمام وقت اہل علم کی معیت اور علمی مشاغل میں بسر ہوتا تھا۔

غرض یہ کہ نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال کی طرح آپ نے بھی دولت کا صحیح مصرف لیا اور حسن اتفاق یہ کہ دونوں کا شجرۂ نسب اور زمانہ بھی ایک ہی ہے۔

جس زمانہ میں حضرت نصر قدس سرہٗ پھلواری میں تفضیلیت کی بیخ کنی فرما رہے تھے اور حضرت نصر قدس سرہٗ نے رد تفضیلیت میں ایک مبسوط کتاب "اسوۂ حسنہ" لکھی، اسی زمانہ میں آپ نے بھی فضل شیخین میں ایک مبسوط رسالہ "معیار المذہب" تالیف فرمایا، اسوۂ حسنہ ۱۲۹۰ھ میں چھپکر شائع ہوئی اور آپ کا رسالہ ۱۲۹۲ھ میں شائع ہوا۔ [۱]

---

[۱] آپ کے تلامذہ میں ان حضرات کے نام معلوم ہیں:۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی ولی عالم مرحوم، مولوی محمد علی شاد عظیم آبادی، شاد مرحوم نے اپنی کتاب تاریخ صوبۂ بہار میں اپنے تلمذ کے متعلق خود لکھا ہے، مولوی حکیم ناصر علی غیاث پوری منیری، مولوی مقصود علی ساکن نہسہ متصل پھلواری، مولوی حاجی احمد کبیر و مولوی احمد امیر فرزندان مولوی محمد فرید وکیل پھلواری، مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب ساکن گھگھٹہ ضلع سارن، مولوی فضیلت حسین ساکن دھنوت متصل پھلواری، مولوی محمد منیر پھلواروی محلہ مقدم ٹولی، مولوی محمد افضل حسین وکیل عدالت دیوانی فیض آباد ساکن سیتا ضلع مظفر پور، مولوی علی حسین وکیل سیتا مذکور، مولوی احمد حسین وکیل مظفر پور، ساکن بھکن پور۔

آپ کی شادی موضع کراٸی میں میر ہمت علی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے مولوی ولی عالم صاحب اور مولوی سید موسیٰ رضا صاحب تھے، اور چھ صاحبزادیاں تھیں، باستثناء دو لڑکیوں کے کُل صاحب اولاد تھیں، ایک صاحبزادی کے نواسے مولوی سید علی اکبر بن سید علی ضامن قادری ہیں، آپ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں، درسیات بھی پڑھی ہے، پابند اوقات اور بزرگوں کے اصول پر گامزن ہیں، خدا ان کی عمر و حیات دراز کرے۔

مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کی ایک صاحبزادی کے لڑکے مولوی جمال الدین بن میر ولی حسین تھے، جن کے سنجھلے داماد سید نجم التوحید ہیں، مجرہ معین پورہ ضلع پٹنہ کے رہنے والے ہیں، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں، عبادت و طاعات میں مصروف رہتے ہیں، فی الحال سید علی اکبر اور سید نجم التوحید ہنگامۂ ۱۹۴۷ء کے بعد کراٸی و مجرہ معین پورہ سے ہجرت کرکے پھلواری میں اپنے پیر کے سایہ میں مقیم ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی حیات دراز کرے اور طاعات و عبادات میں مصروف رکھے۔

مولوی علی اعظم کی وفات بعارضۂ درد نقرس باقر گنج میں ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ میں ہوئی اور پھلواری میں باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

مولوی سید ولی عالم بن مولوی سید علی اعظم مرحوم کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی، اپنے والد کے شاگرد تھے، نہایت ظریف الطبع سخی جواد تھے، عرصہ تک پھلواری میں مقیم رہے، وسط عمر میں بانکی پور محلہ رمنہ میں مقیم ہو گئے، اعراس کے موقع پر پھلواری تشریف لاتے تھے، ان کی شادی مولوی سید شیر علی مرحوم فرید پور حال مقامی پٹنہ رانی پور کی کھڑکی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولوی سید علی اکرم مولوی سید علی اسلم اور دو صاحبزادیاں ہوئیں، الحمد للہ سب صاحب اولاد ہیں، اخیر عمر میں بعارضۂ اسہال کبدی مبتلا ہوئے اور مظفر پور میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

مرحوم تھے
مولوی سید موسیٰ رضا صاحب مرحوم کے صاحبزادہ مولوی سید احمد منیر صاحب اور مولوی زین العابدین مولوی سید احمد منیر صاحب ذی علم اور مجز ہیں، پھلواری کے رؤسا میں آپ کا شمار ہے، آپ کو بیعت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے ہے، آپ کا قیام اپنے آبائی و موروثی مکان میں ہے جس کو آپ کے جد اعلیٰ سید دلاور علی علیہ الرحمۃ نے حضرت شاہ نور الحق قدس سرہٗ سے لیا تھا۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی آپ کے ماموں جناب محمد شاہ بن شاہ محمد اکرم ساکن بیر بگھہ ضلع گیا

حال مقامی حاجی گنج منحلات شہر پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے حاجی محمد حسین سلمہ ہیں، عزیز موصوف نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے، فی الحال صغریٰ وقف اسٹیٹ بہار شریف میں نائب متولی کے عہدہ پر فائز ہیں، ابھی ۱۳۹۶ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ سے واپس آئے ہیں، دینی جذبہ رکھتے ہیں، پیر و مرشد کے مرید ہیں، ان کی شادی موضع نیورہ میں مولوی سعید عالم صاحب بیرسٹر کی منجھلی لڑکی سے ہوئی ہے، صاحب اولاد ہیں۔

مولوی سید احمد منیر کی دوسری شادی جناب شاہ یاسین صاحب جعفری ساکن بہار محلہ محل پر کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی اور تین لڑکے محمد مبین، حبیب رضا، احمد کبیر سلمہم ہیں، ان سب نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔

مولوی زین العابدین بن مولوی سید موسیٰ رضا صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولوی برہان الدین وکیل حیدرآباد میں وکالت کرتے تھے، اب شرقی پاکستان میں وکالت کرتے ہیں۔

**مولوی سید فضل علی** علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۱۰ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، درسیات مولانا محمد امام قدس سرہٗ سے تمام کی، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، آپ بھی اپنے بڑے بھائی سید افضل علیہ الرحمۃ کی طرح کلکتہ میں ہائی کورٹ کے مختار تھے۔

آپ کی شادی موضع عیسیٰ پور میں شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادے مولوی لطافت حسین، مولوی اشرف حسین، مولوی مرتضیٰ حسین تھے۔

مولوی فضل علی کی اولاد میں اس وقت ان کے دو بیٹے مولوی اشرف حسین اور مولوی مرتضیٰ حسن کی اولاد موجود ہے۔

مولوی اشرف حسین صاحب مرحوم کے پوتے مولوی سید عبدالباری بن سید عبدالخالق صاحب ہیں، آپکا شمار بھی پھلواری کے رؤسا میں ہے، آپ کے بیٹے ولی احمد سلمہٗ ہیں جو انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم عالم و فاضل فارغ التحصیل تھے، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے درسیات تمام کی تھی، آپ کے صاحبزادہ مولوی حکیم مصطفیٰ حسن صاحب ہیں، کلکتہ میں مطب کرتے ہیں، آپ کے بیٹے عبدالقیوم سلمہٗ ہیں، اپنے والد کے ساتھ کلکتہ ہی میں مقیم ہیں، مگر اہل و عیال کا قیام پھلواری ہی میں ہے۔

# خاندان قادریہ کی ایک شاخ

یہ خاندان بھی حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے عہد سے پھلواری میں آباد ہوا ہے، اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جنہوں نے پھلواری میں اقامت اختیار کی حضرت شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ بزرگ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے نانا ہیں۔

## حضرت سید شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری قدس سرہٗ

ولادت پنجم ربیع الثانی ۱۱۹۲ھ، وفات ۳ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ میں ہوئی، آپ حضرت سیدنا قیص قادری قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں، شجرۂ نسب یہ ہے:-

شاہ احمد اللہ منیری بن سید لطف اللہ بن تیم اللہ بن وجیہ الدین بن نعیم الدین بن نجم الدین بن سید مصطفےٰ ثانی بن سید مبارک بن سید مصطفےٰ بن سید احمد حاجی بن سید قیص قادری بن سید ابوالحیوۃ بن تاج الدین بن بہاء الدین بن جلال الدین بن سید داؤد بن سید علی بن ابو صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ صاحب سلسلہ بزرگ تھے، رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، ارشاد و بیعت کا سلسلہ آپ کے خاندان میں ابًا عن جدٍ چلا آتا ہے، اپنے والد کے مجاز و خلیفہ تھے اور آبائی سلسلہ میں طالبین کی بیعت بھی لیتے تھے، مگر بیعت آپ کو اپنے والد سے نہ تھی، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، ۲۱ر رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ میں طریقہ قادریہ قیصیہ وارثیہ میں بیعت کی، تعلیم و تربیت بھی حضرت شیخ العالمین ہی سے پائی، مگر اخذ بیعت اور اجرائے سلسلہ کی اجازت اپنے شیخ سے نہ لے سکے۔

آپ نے نہایت شاقہ ریاضتیں کی ہیں، مدتوں راجگیر کے پہاڑ پر عبادت و ریاضت میں زندگی بسر فرمائی۔

**پھلواری کی آمد اور حصول بیعت:-** پھلواری کی آمد اور حصول بیعت کا واقعہ مولوی ابوالحیوۃ قدس سرہٗ نے آپ کی زبان سے سُنکر تذکرۃ الکرام میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:-

شاہ منیری علیہ الرحمۃ جنہوں نے اسماء کے نصاب میں بزرگانِ سلف کی طرح نہایت سخت ریاضتیں کی ہیں، پندرہ پندرہ دنوں پر صرف درخت کی پتیاں پیسکر غذا کرتے تھے، اکثر و بیشتر نصاب پہاڑوں ہی میں دئے تھے، استخارہ ان کے نزدیک کوئی اہم چیز ہی نہ تھی، اگر کسی دوسرے شخص کو بھی استخارہ کی تعلیم

دیتے تو پھر ویسی ہی رات میں جس بزرگ سے مشرف ہونا چاہتا مشرف ہو جاتا۔

ایک روز جبکہ آپس میں یہ گفتگو چھڑی ہوئی تھی، کہ خانقاہ میں فقراء اہلِ دل کی آمد ورفت بہت ہے، شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ حضرت شیخ الصالحین کی خدمت میں میری حاضری بھی عجیب و غریب طریقہ سے ہوئی ہے۔

جس زمانہ میں میں راجگیر کے پہاڑ پر بعض خاص اسماء کے نصاب میں مشغول تھا مجھے رجعت عمل ہو گئی دیوانہ وار پہاڑ کے غاروں دروں اور چوٹیوں پر سرشار پھرا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اللہ نے فضل فرمایا، ایک رات اسی دیوانگی و بدحواسی کی حالت میں خواب میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی شیخ پوری قدس سرہٗ سے مشرف ہوا، حضرت نے ایک درود بتایا اور فرمایا کہ کثرت سے اس درود کو پڑھا کرو، میں نے عرض کیا کس وقت پڑھوں؟ حضرت نے فرمایا کثرت سے پڑھو ہر وقت اور ہر حالت میں پڑھتے رہو، جب تک پڑھتے رہو گے ہوش و حواس قائم رہیں گے۔

صبح جب میں بیدار ہوا مجھے وہ درود یاد تھا میں نے پڑھنا شروع کیا، تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے افاقہ ہو گیا۔

دوسری مرتبہ پھر میں خواب میں حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ سے مشرف ہوا، حضرت نے فرمایا اس درود کے خواص بہت ہیں ازانجملہ ایک فائدہ یہ تھا جو تم نے دیکھا کہ مجنون کو اس کی مداومت تندرست کر دیتی ہے، اب تم بہار جاؤ فلاں محلہ میں فلاں آخوند صاحب رہتے ہیں ان سے اس درود کی اجازت لے لو، میں نے عرض کیا آپ کی اجازت کے بعد اب کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت ہی کیا باقی رہی؟ حضرت نے فرمایا جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔

بالآخر میں بہار پہنچا اور ان بزرگ سے مل کر اجازت چاہی، بزرگ موصوف نے فرمایا کہ یہ درود طریقہ[1] ہے، اس کے پڑھنے کی اجازت تو میرے شیخ نے صرف مجھے دی ہے، دوسروں کو اجازت دینے کا میں مجاز نہیں ہوں

---

[1] درود طریقہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اس درود کے ختم نصاب کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ جس قدر ممکن ہو باوضو پڑھیں یہاں تک کہ ایک لاکھ پچیس ہزار کی تعداد پوری ہو جائے، روزانہ ختم کے اندر پڑھنے کے لئے کوئی تعداد یا وقت مقرر نہیں ہے جس وقت موقع ملے اور جتنا پڑھ سکیں پڑھیں، شرط صرف اتنی ہے کہ باوضو پڑھیں اور بلاناغہ پڑھیں، اور درمیان میں ایک روز بھی ناغہ ہو گیا تو از سرِ نو ختم شروع کرنا ہو گا، ختم کے بعد باوضو بے وضو ہر حال میں پڑھ سکتے ہیں۔ (مؤلف)

آپ کو کس طرح اجازت دوں؟ اور آپ کو یہ درود کیونکر معلوم ہوا؟

میں نے کہا جناب کو میرے معاملات وقصے سے کیا کام، میں جناب کے پاس حضرت مخدوم شعیب قدس سرہٗ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، تب انہوں نے مجھے ناچار اجازت دی، میں ان سے اجازت لیکر واپس آیا۔ کچھ دنوں اور بھی اس درود کو پڑھتا رہا یہاں تک کہ پوری طرح مجھے صحت ہو گئی۔

تیسری بار میں پھر خواب میں حضرت مخدوم شعیب قدس سے مشرف ہوا حضرت نے فرمایا اب تم پھلواری شاہ نعمت اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے درود کے اشغال سیکھو۔

میں نے عرض کیا کہ جب حضور نے اس کے پڑھنے کی اجازت دیدی ہے تو اس کے اشغال بھی خود ہی تعلیم فرمادیں، محض اتنی ضرورت کے لئے اس مسافت بعید کا طے کرنا دشوار ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ دوسرے طریقہ کی چیز ہے اور اس طریقہ کے شیخ بھی اس وقت موجود ہیں، اس لئے مجھے اس طریقہ میں تصرف نہیں کرنا چاہیئے، اُس وقت میں نے محض اس وجہ سے تمہیں اجازت دی تھی کہ تمہیں شاہ نعمت اللہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہ تھی، مگر اب تم تندرست ہو اور ان تک پہنچ سکتے ہو، اس لئے تمہیں ان کے پاس جانا چاہیئے۔

اس کے بعد شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ وجہ ہوئی کہ میں یہاں تک پہنچا، اور حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی عنایات و برکات انفاس سے اس درود و طریقہ کے اشغال و افکار سے مستفیض ہوا، انواع واقسام کے فوائد مجھے حاصل ہوئے، درحقیقت اس درود کی قدر اسی شخص کو ہوگی جو اس کا مداوم ہوگا۔

الغرض شاہ منیری قدس سرہٗ مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ کے حکم سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر اکتساب طریقہ میں مشغول ہوئے، اور بقیہ زندگانی شیخ کی صحبت میں بسر کی، سخت سے سخت ریاضتیں کیں، شیخ اور شیخ کی خانقاہ کا احترام اس حد تک تھا کہ خانقاہ کی زمین پر تھوکنا اور خانقاہ کے بیت الخلاء میں رفع حاجت کے لئے جانا بھی بے ادبی تصور کرتے تھے، ۲۵ سال کی عمر سے ۸۴ برس کی عمر تک آپ نے خانقاہ میں زندگی بسر کی، مگر کبھی بھی خانقاہ کی زمین پر آپ نے تھوک نہیں پھینکا، یہ بھی ایک ریاضت تھی۔

آپ میں ستر حال کا مادہ بہت زیادہ تھا، نصاب اسماء کے زمانہ میں جس قدر حالات و واردات آپ پر گذرے اور جو نعمتیں اُمید سے زیادہ آپ کو حاصل ہوئیں ان کا شمہ بھی کسی پر ظاہر کرنا

پسند نہ کرتے تھے اور جس قدر روحانی طاقت و قوت ریاضات و مجاہدات کی وجہ سے آپ میں پیدا ہو چکی تھی، اس پر آپ کو اعتماد بھی بہت زیادہ تھا، اسی کے ساتھ یہ خیال بھی جاگزیں ہو گیا تھا کہ جو باتیں بطریق راز میرے دل میں پوشیدہ ہیں ان کو کوئی صاحب تصرّف بھی معلوم نہیں کر سکتا، یہانتک کہ بیعت کے بعد اپنے شیخ سے بھی ان حالات و واردات کو آپنے ظاہر نہ فرمایا، حالانکہ سالک کا یہ اوّلین فرض ہے کہ سلوک میں قدم رکھنے کے بعد جو حالات و واردات اس پر گذریں کل اپنے شیخ سے بیان کرے تاکہ شیخ کو اس کی اصلاح میں سہولت ہو۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ پر مرید کی تمام باتیں منکشف تھیں، چاہتے تھے کہ کسی روز موقع سے ان کی اصلاح کر دوں، چنانچہ ایک روز جذب کلام کے ذریعہ آپ نے اصلاح فرمائی۔
تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ نے اس جذب کلام کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے:۔

ایک رات شاہ منیری علیہ الرحمۃ ایسی بات بول گئے جو ان کے حسب حال نہ تھی، بظاہر ان کی گفتگو سے یہ بات مستفہم ہو رہی کہ ریاضت اسماء سے جو باتیں مجھ میں پیدا ہو گئی ہیں اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہے اور نہ کسی کو میری طاقت و قوت پر غلبہ ہو سکتا ہے۔

جب ملاقات کا وقت ہوا اور حضرت شیخ العالمین کی خلوتِ خاص میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے، ابھی تھوڑی مدّت بھی نہیں گذری تھی کہ اپنے تمام گذشتہ و موجودہ احوال و واردات جو اُن پر ذہاب اسماء کے زمانہ میں وارد ہوئے تھے، ابتدا سے انتہا تک اس طرح بیان کرنے لگے جیسے کوئی از خود رفتہ بول رہا ہو، یہاں تک کہ ایسی باتیں بھی بول گئے جن کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہتے جاتے تھے میں اس وقت اپنے قابو میں نہیں ہوں، مجھ پر جذبی کیفیت طاری ہے۔
کمینۂ[1] بارگاہ بھی اس وقت حاضر تھا، جب رات زیادہ آگئی تو لوگوں کے بہت زیادہ تقاضہ و اصرار سے کھانا کھانے کے لئے اُٹھے۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے تشریف لیجانے کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ اس وقت جو باتیں ان کی زبان سے سُنی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا، دراصل ان پر جذبی کیفیت طاری نہ تھی، بلکہ میں نے چاہا کہ اپنی جن باتوں پر انہیں ناز تھا اور کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے ان کو خود ان کی زبان سے

---

[1] یعنی مولانا ابوالحیوٰۃ مصنف تذکرۃ الکرام۔

ظاہر کرادوں، میں نے صرف جذب کلام کیا تھا درحقیقت جاذب نہ تھا اور خود شاہ صاحب کو اس کا خیال نہیں کہ میں نے اتنی طویل باتیں کیوں کہیں۔

کمینۂ بارگاہ کہتا ہے کہ میں نے ان باتوں کو کبھی بھی کسی کے سامنے نہ دہرایا نہ شیخ العالمین کے عہد میں اور نہ شاہ منیری علیہ الرحمۃ کی زندگی میں، اور نہ ان باتوں کو اپنی اس کتاب میں درج کر رہا ہوں، ان باتوں سے میرے علاوہ اور لوگ بھی واقف ہیں جو اس وقت حاضر بارگاہ تھے۔"

شاہ منیری علیہ الرحمۃ استخارہ کے باب میں ید طولیٰ رکھتے تھے، تذکرۃ الکرام میں اس کے متعلق بھی ایک واقعہ مذکور ہے:

دوست علی خاں زمیندار جو راجہ کامگار خاں کی اولاد سے تھے، شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے بہت معتقد تھے، اور ان کی عقیدتمندی کی وجہ سے شاہ صاحب کو بھی ان کی بیعت کا بہت زیادہ خیال تھا، ایک دن خاں صاحب مذکور نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ میں بیعت کا ارادہ رکھتا ہوں، چند بزرگوں سے مجھے اعتقاد ہے، ایک تو جناب ہیں، دوسرے مولانا شاہ حسن رضا صاحب، تیسرے مخدوم شاہ حسن علی صاحب کہ یہ دونوں بزرگان حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کے یاران کاملین میں ہیں، چوتھے شاہ محمد نعمت اللہ صاحب قادری پھلواروی ہیں، اگرچہ ان بزرگوں سے چنداں مجھے ارتباط نہیں ہے، مگر عقیدتمندی ضروری ہے، خصوصًا پھلواری تو مجھے جانے کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا، البتہ شاہ نعمت اللہ صاحب کے فضل و کمال کا شہرہ سنکر اپنے دل کا رجحان ان کی طرف پاتا ہوں کوئی مشورہ دیجئے کہ آخر کس کے ہاتھ پر بیعت کروں، سخت متردد ہوں، شاہ صاحب نے فرمایا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پاک سے استخارہ کرو جو حکم ہو اس پر عمل کرو۔

اس کے بعد خاں صاحب نے کہا کہ میں نے شاہ صاحب کے حسب الحکم استخارہ کا عمل کیا اور ایک ہی مکان میں میں اور شاہ صاحب دونوں سوئے مگر اس رات مجھے کچھ معلوم نہ ہوا، صبح کو میں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ رات مجھے کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔

شاہ صاحب نے فرمایا تمہیں کیا خبر حضرت غوث پاک تشریف لائے تھے مگر تم نے اس قدر شکم سیر ہو کر کھا لیا تھا کہ رات بھر غفلت میں پڑے رہے، اس لئے مشرف نہ ہو سکے، آج کی رات بھوکے سونا یا نصف پیٹ کھانا۔ چنانچہ دوسرے روز میں نے ایسا ہی کیا، حضرت غوث پاک کی زیارت نصیب ہوئی۔

میں نے عرضِ حال کیا، ارشاد ہوا یہ سب افراد میرے دوست ہیں مگر تمہاری قسمت شاہ نعمت اللہ سے وابستہ ہے وہ ولیِ زماں ہیں، ان کے پاس جاؤ اور بیعت کرو، حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب کے متعلق حضرت غوث پاک نے قطب کا لفظ استعمال فرمایا تھا قطب وقت کہا یا قطب زماں، ٹھیک یاد نہیں، بہر حال جب میں بیدار ہوا جنسہٖ خواب کا واقعہ میں نے شاہ صاحب سے بیان کیا شاہ صاحب نے فرمایا اب بات صاف ہو گئی، دیر نہ کرو اور جلد شیخ العالمین کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت حاصل کرو، درحقیقت وہ قطب وقت ہیں۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے قریب تر رشتہ میں ماموں زاد بھائی تھے، زنانہ خانہ کی کُل مستورات آپ سے رُوبرو ہوتی تھیں، اسی وجہ سے خانقاہ کا نظم و نسق آپ ہی کے متعلق کر دیا گیا تھا، اعراس لئے پخت طعام اور روزینہ اخراجات کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا آپ ہی کے ذمّہ تھا۔

آپ نے عمر بھی بہت پائی، شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد پاک سے حضرت نصر قدس سرہ کے عہد تک برابر خانقاہ کی خدمت کم و بیش بحسب اقتضائے سن و قوی انجام دیتے رہے، ۸۴ برس چار مہینے ۲۸ دن کی عمر پا کر رحلت فرمائی اور باغ نجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

اصلی وطن اور خاندان امیر عطاء اللہ سے برادرانہ تعلقات:۔ شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے اجداد موضع نظام پور کے رہنے والے تھے، یہ بستی نوبت پور کے قریب پر گنہ منیر ضلع پٹنہ سرکار صوبہ بہار میں واقع ہے، یہاں سادات رضویہ اور سادات قادریہ آباد تھے، نہایت قدیم اور مردم خیز بستی تھی، یہاں کے شرفاء صاحب عزت و وجاہت تھے، مگر افسوس گردشِ زمانہ سے شرفاء کیا اب تو علی العموم مسلمانوں ہی سے یہ بستی خالی ہو چکی ہے، جس طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھئے مسلمانوں کی جگہ ہنود آباد ہیں اور انہی کے قبضۂ تصرف میں ہے، بظاہر یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ کبھی یہاں مسلمان آباد تھے البتہ آثارات قدیمہ مثلاً افتادہ عمارتوں کی پختہ و شکستہ دیواریں مسلمانوں کی پختہ اور منہدم قبریں پختہ کنوئیں، شکستہ مسجدیں جو اب تک باقی ہیں زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں کہ کبھی یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور یہاں کے مسلمان متمول اور صاحب اقتدار تھے۔ ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ✻ آثار پدید است صنادید عجم را

غرض زمانہ کی ناسازگاری سے یہ بستی ویران ہوگئی اور یہاں کے باشندے جا بجا مختلف بستیوں میں آباد ہوگئے، رفتہ رفتہ لوگوں کی نقل وحرکت سے اور گاہے گاہے موت کی گرم بازاری سے یہ بستی مسلمانوں سے بالکل خالی ہوگئی۔

خاندان نظام پور کی شاخیں جا بجا اطراف پٹنہ وضلع سارن و مظفر پور میں پھیلی ہوئی ہیں اور شیر پور و منیر وادلہن پور ضلع سارن کے خاندانوں سے ملی ہیں۔

سادات رضویہ کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید ابراہیم بن سید سلیمان مشہدی بن سید ماہ بن سید جلال الدین بن سید کمال الدین بن سید سراج الحق والدین بن سید برہان الحق والدین بن سید مرتضیٰ بن سید علی بن سید محمود بن سید مسعود بن سید حسن بن سید رضی یکے از اولاد امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام موضع نظام پور میں آباد ہوئے،

سید ابراہیم ابن سید سلیمان مشہدی بذریعہ تزویج تشریف لائے، آپ کی صاحبزادی بی بی نتھی صاحبہ حضرت سید آدم بن سید جلال الدین بن سید السادات سید محمد قادری اجھری قدس سرہٗ سے بیاہی گئی تھیں۔

سید سلیمان مشہدی کا مزار موضع بارہ پرگنہ منورہ ضلع گیا میں ہے۔

اسی خاندان نظام پور کی ایک شاخ موضع گوندیا پرگنہ کسمر، موضع بسنت پور ضلع چھپرہ میں پہنچی ہے، جہاں حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کی دوسری شادی بی بی طالعہ بنت سید محمد شاہ بن سید نور محمد نظام پوری سے ہوئی تھی اور آپ کے خسرزادہ سید محمد پناہ بن سید محمد شاہ بن سید نور محمد نظام پوری موضع بسنت پور میں مقیم ہوئے۔

حضرت شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری سے اور مذکورہ بالا بزرگان سے اخص قرابتمندی تھی، شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف اللہ عرف نتھو بن شاہ تیم اللہ قادری تاج العارفین قدس سرہ کی اہلیہ ثانیہ بی بی طالعہ کے قریب رشتہ میں بھائی تھے، شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ شاہ لطف اللہ کو برابر ماموں کہتے تھے، ان ہی خاندانی تعلقات کی بنا پر نظام پور کے بزرگان پھلواری تشریف لایا کرتے تھے اور برابر بذریعہ شادیات برادرانہ تعلقات قائم تھے۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف اللہ متوفی ۳ محرم ۱۲۰۳ھ کو اپنے آبائی سلسلہ

قادریہ قمیصیہ کی اجازت اپنے والد شاہ تیم اللہ قادری قمیصی سے حاصل تھی جو صاحب رشد و صاحب خانقاہ تھے مگر تاج العارفین کے فضل و کمال نے اپنی طرف کھینچا اور ۱۰۶۶ھ میں بطریقہ قادریہ طاہریہ قمیصیہ تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور اکتساب سلوک بھی کیا، آپ کا قیام برابر نظام پور ہی میں رہا۔

شاہ لطف اللہ کے بیٹے شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری اور ایک بیٹی بی بی شرف النساء،

بی بی شرف النساء، قاضی غلام حق بن ولی اللہ بن عطاء اللہ ساکن موضع دنیا نواں حالمقام منیر سے منسوب تھیں، ان کے ایک بیٹے امام الحق تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

قاضی غلام حق منیری حضرت شاہ آیت اللہ پھلواروی کے نواسے ہیں، یعنی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے پر نواسے ہوئے

اس خاندان نظام پور کے ایک بزرگ سید شاہ برکت اللہ بن میر واصل نظام پوری (متوفی بستم ذی الحجہ ۱۱۸۰ھ) سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی پوتی بی بی طاہرہ بنت شاہ احمد عبد الحق بیاہی گئی تھیں، ان کے صاحبزادے شاہ وجیہ اللہ تھے، جن کا ذکر حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کے تذکرۂ اولاد میں گذشتہ اوراق میں آچکا ہے

شاہ برکت اللہ نظام پوری کی والدہ سید محمد شاہ بن سید مجتبیٰ بن دیوان سید مصطفےٰ شیر پوری کی صاحبزادی تھیں جیسا کہ قاضی سید محمد جواد امجہری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الانساب میں لکھا ہے،

"سید محمد شاہ بن سید مجتبیٰ بن دیوان سید مصطفےٰ شیر پوری را یک دختر بود از"

"سید محمد واصل نظام پوری منسوب۔

پھر تاج العارفین قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی بی بی عائشہ جو بی بی طالعہ کے بطن سے تھیں اور انہوں نے اپنے حقیقی بھائی حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کو صغر سنی میں دودھ بھی پلایا تھا، اسی خاندان نظام پور میں شیخ حفیظ اللہ عرف پانچو نظام پوری سے منسوب تھیں، ان سے ایک بیٹے جمال الدین اور ایک بیٹی بی بی فاطمہ تھیں۔

نظام پور کے لوگوں میں جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے ان میں سے ایک شاہ برکت اللہ، دوسرے شاہ شکر اللہ پسران میر واصل نظام پوری ہیں، یہ دونوں بھائی بیاب ردفہ ۱۰۶۷ھ میں مرید ہوئے، تیسرے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے خویش شاہ حفیظ اللہ عرف پانچو

نظام پوری ہیں جو سنہ ۱۱۴۵ھ میں مرید ہوئے، چوتھے شیخ محمد دائم ولد شیخ رحم اللہ نظام پوری ہیں جو سنہ ۱۱۵۵ھ میں مرید ہوئے، پانچویں شیخ محمد نعیم ہیں جو سنہ ۱۱۶۵ھ میں مرید ہوئے، چھٹے شاہ لطف اللہ نظام پوری ہیں جو ماہ شعبان سنہ ۱۱۷۶ھ میں مرید ہوئے،

غرض یہ کہ نظام پور کا خاندان حضرت امیر عطاء اللہ کے خاندان سے برادرانہ تعلقات کے علاوہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے بیعت وارادتمندی کی وجہ سے بھی وابستہ تھا۔

حضرات نظام پور کے نسبی تعلقات سادات کی قدیم بستی اجھر قریب داؤد نگر ضلع گیا سے بھی ہیں، جیساکہ کتاب "انساب سادات اجھریہ" مصنفہ قاضی جوّاد اجھری علیہ الرحمۃ، اور کتاب "انساب محمّدیہ" مصنفہ سید شاہ امین علیہ الرحمۃ، اور "انساب طیبہ" مصنفہ حکیم سید عبدالجلیل علیہ الرحمۃ داؤد نگری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے بزرگان صاحب سلسلہ وصاحب خانقاہ تھے، قاضی جوّاد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :۔

"سید آدم بن سید جلال الدین بن سیّد غلام قادری اجھری قدس سرہٗ شادی در نظام پور عملہ پرگنہ منیر سرکار صوبہ بہار شدہ سادات آنجا دانائے روزگار عقل ومعاش زیادہ داشتند ودر آنجا خانقاہ بزرگاں بود۔ انتہی"

ایک دوسری عبارت جس سے ان کی قرابتمندی کا پتہ لگتا ہے اس طرح ہے :۔

"سید شاہ اچھے بن سید اعظم بن سید مصطفٰے شیر پوری را سہ دختران یکے از سید عبدالرسول کہ اجدادِ آن متوطن نظام پور عملہ پرگنہ منیر بودند، منسوب بود۔ سید عبدالرسول خود متوطن دردر بھنگہ شد ناز سید عبدالرسول را یک پسر سیّد حسن عسکری بود۔ دو دختر دیگر سیّد شاہ اچھے از سید امین برادر حقیقی سید عبدالرسول منسوب بود۔"

نظام پور کی طرح قصبہ منیر اور شیر پور سے بھی صاحبانِ اجھر کی قرابتمندی تھی، اسی کتاب "انساب سادات اجھریہ" میں ہے :۔

"سید مرتضیٰ بن سیّد مصطفٰے شیر پوری را دو بنت بودند ودر برادری شیخ بہاؤالدین بن شیخ دلاور بن مشائخان منیر منسوب بود ویک پسر سید عنایت اللہ بود وایشاں را چہار دختران بودند یکے از آنہا از شاہ پیر محمد ساکن موضع نظام پور ود و دختران در قصبہ منیر منسوب بودند۔"

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف تک اس خاندان کے تمام لوگ نظام پور ہی میں مقیم رہے، مگر شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے نظام پور کا قیام ترک کر کے اپنی صاہرہ منیر میں اقامت اختیار کی پھر حضرت

شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کرنے کے بعد منیر کا بھی قیام ترک ہوا اور مستقل اقامت پھلواری میں ہو گئی، او
مزار بھی آپ کا مقبرہ مجیبیہ میں ہے ۔

آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت سید باقر علی بن سید غلام علی بن شاہ غلام محمد درویش منیری سے ہوئی
اور بی بی زہرا کی والدہ بی بی پیرن صاحبہ سید فتح علی بن شاہ غلام محمد درویش منیری کی بیٹی تھیں ۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے سید شاہ عنایت احمد اور سید بشیر احمد اور ایک صاحبزادی بی بی
غفورن صاحبہ تھیں ۔

بی بی غفورن صاحبہ کے صاحبزادہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ تھے ، اور
سید بشیر احمد اہن پور میں رہے اور ان کی اولاد بھی وہیں پھیلی ۔

جناب سید شاہ عنایت احمد صاحب :- ولادت شب ۲۶ رمضان ۱۲۲۶ھ اور وفات آپ کی
۲۴ محرم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی، آپ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، اجازت و خلافت آبائی اپنے والد
سے پائی تھی۔ زندگی ساری آپ کی رشد و ہدایت میں گزری، اپنے شیخ کی خانقاہ کا ادب اور احترام بہت
ملحوظ رکھتے تھے ۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی نصیبہ سے ہوئی تھی
مگر کوئی اولاد ان سے زندہ نہ رہی، دوسری شادی بی بی فرزند فاطمہ بنت حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمد کی
قدس سرہٗ سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے سید شاہ عطا محی الدین مرحوم ؛ شب ۲۶ رجب ۱۲۷۳ھ میں
پیدا ہوئے، ان کا قیام بہ سلسلہ کسب معاش زیادہ تر وطن سے باہر رہا، آپ کی شادی سید شاہ عبدالحئی صاحب
مرحوم ساکن بیتھو کی صاحبزادی سے ہوئی، ان کے دو لڑکے حاجی وارث محی الدین سلمہ اور شاہ رضا
محی الدین مرحوم، ان دونوں ہی بھائیوں کی اولاد موجود ہے، حاجی وارث محی الدین سلمہ نے مولانا شاہ
محمد محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کیا ہے اور اماکن مقدسہ کی زیارت میں بھی سہولت و آرام کی غرض
سے عزیز موصوف کو حضرت شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے شریک سفر رکھا، ان کو بیعت پیر و مرشد قدس سرہٗ
سے ہے ۔۔۔ حاجی شاہ عنایت احمد صاحب مرحوم کی تیسری شادی اہلیہ ثانیہ کے انتقال کے بعد حاجی احمد علی
ابراہیم قدس سرہٗ کی محل ثالث کی لڑکی سے ہوئی تھی، ان سے سید عبدالرزاق صاحب ہیں ۔

جناب سید عبدالرزاق صاحب :- ولادت ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں ہوئی، آپ کا تاریخی نام مظہر سعید ہے

تعلیم قدر حاجت ہے، پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے مرید ہیں، بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا، اسلئے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے ہاں بلا لیا، اس کے بعد سے برابر خانقاہ ہی میں قیام رہا، رفتہ رفتہ خانقاہ کی نجی امور میں معین و مددگار کی حیثیت سے کام کرنے لگے اب تک منتظم کار کی حیثیت سے مخلصانہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ قدرت نے کسب معاش کا ہنر سلیقہ دیا ہے، ہمیشہ کچھ نہ کچھ تجارتی کاروبار رکھتے ہیں، انسانوں اور بعض جانوروں کے خاص خاص نسخے انہیں بہت لاجواب معلوم ہیں، وسیع الملاقات اور حکام رس ہیں، اپنے معتقدات میں راسخ العقیدہ ہیں، ایک فقیر سیّاح نے انہیں دمہ کے لئے ایک بوٹی بتائی ہے جس سے صدہا انسانوں کو فائدہ پہنچا، ہر اتوار کو مفت تقسیم کرتے ہیں، حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے، شیر دل اور باہمت ہیں[1]۔

سیّد عبدالرزاق صاحب کی شادی حکیم وزیر الدین (ساکن محلّہ لودی کٹرہ شہر پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی لطف احمد اور مولوی فضل احمد ہیں۔

**مولوی لطف احمد سلمہٗ:۔** ولادت سنہ ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، درسیات تقریباً تمام ہے۔ مولوی شاہ قمر الدین اور مولوی شاہ نظام الدین سلمہم ابنائے پیر و مرشد سید شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے شاگرد ہیں، مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ نے اپنے سلاسل کی اجازت عطا فرمائی ہے، بیعت ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ہے۔

جب سے ان کے والد سید عبدالرزاق صاحب کو خانقاہ کے نجی امور کی انجام دہی میں کبر سنی کی وجہ سے دقّت پیش آنے لگی اس زمانہ سے عزیز موصوف ہی ان اُمور کو مخلصانہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی جناب محی الدین بن حکیم وزیر الدین ساکن لودی کٹرہ منحلات شہر پٹنہ کی لڑکی سے ہوئی ان سے کئی بچّے اور بچیاں ہیں۔

**مولوی فضل احمد سلمہٗ:۔** ولادت سنہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، متوسطات تک تعلیم پائی ہے۔ مولوی شاہ نظام الدین سلمہٗ کے شاگرد ہیں، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے بیعت ہے اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے اپنے سلاسل کی اجازت فرمائی ہے، اپنے والد اور بھائی کے ساتھ انتظامی امور میں شریک رہتے ہیں، بسلسلۂ تجارت وغیرہ اکثر باہر بھی جاتے رہتے ہیں۔

ان کی شادی موضع بورتا ضلع مونگیر میں جناب ابوالبشر صاحب کی لڑکی سے ہوئی ہے، صاحب اولاد ہیں۔"

[1] نہایت تاسف کے ساتھ یہ اضافہ کیا جا رہا ہے کہ ۱۰ر شوال دو شنبہ سنہ ۱۳۷۲ھ کی صبح کو محض دو دن کی علالت کے بعد انہوں نے انتقال کیا، اللہ مغفرت دے۔

# معمولات و رواسم خانقاہ مجیبیہ

خانقاہ مجیبیہ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے جو معمولات از قسم اعراس و قل و تقسیم طعام بطریق زیارت موئے مبارک وغیرہ چلے آتے ہیں جن کا تذکرہ مولوی امان علی ترقی نے اپنی مثنوی میں کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں لکھا ہے، یہ بزرگ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، اپنے مرید ہونے کے بعد سے ہر روز کی حاضری و نشست میں جو حالات و واقعات حضرت شیخ العالمین کے دیکھتے تھے یا جو گفتگو سنتے اس کو بطور ملفوظ قلمبند کر لیا کرتے تھے، اس مجموعہ میں تمام معمولات لیلی و نہاری از قسم عبادات و طاعات و ریاضات و مجاہدات قلمبند کرتے ہوئے معمولات خانقاہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین کے عہد میں ہر مہینہ میں چار قُل ہوا کرتے تھے، بتاریخ دہم نیاز حضرت سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ السلام، و بتاریخ شب یازدہم نیاز حضرت غوث اعظمؓ و بتاریخ شب دوازدہم نیاز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بتاریخ شب بست و یکم نیاز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔

ہر فاتحہ کے روز حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ مختصر کھانا پکوا کر مہمانوں کو مدعو کرتے، خود ہی ہاتھ دھلواتے اور دسترخوان بچھا کر کھانا کھلاتے، کچھ لوگ دسترخوان پر کھاتے اور کچھ لوگ تبرکاً گھر لیجاتے تھے۔

ربیع الاول اور ربیع الثانی کے عرس کا یہ دستور تھا کہ پہلی تاریخ سے کثرت درود خوانی و ختم قرآن شریف و کثرت نوافل کی لوگوں کو تاکید کی جاتی یہاں تک کہ یازدہم و دوازدہم تاریخ آجاتی، ان دونوں راتوں میں آخر وقت اوراد و اشغال و تہجد سے فرصت کرنے کے بعد خانقاہ میں فرش و فروش اور روشنی کا اہتمام ہوتا اور نماز صبح سے پہلے قل خوانی ہوتی تھی، نماز صبح کے بعد جب لوگ اپنے معمولات و وظائف سے فارغ ہو جاتے تو مہمانوں کی مدارات ہوتی، اسی طرح بارہویں تاریخ کو بھی ہوتا تھا، باورچیخانہ رات ہی سے گرم رہتا تھا، ان دونوں عرسوں میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ پلاؤ، قلیہ اور میٹھا دہی تقسیم فرماتے تھے، اسی دوازدہم کو ظہر کی نماز کے بعد زنانہ خانہ میں پھر مردانہ مکان میں موئے مبارک کی زیارت ہوتی تھی۔

تیرھویں یا چودھویں تاریخ کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ابتدائے تخلیہ میں سماع سنتے تھے،

یہ محفل مسجد کی پشت پر حجرۂ اربعین سے متصل ایک مکان میں منعقد کی جاتی، اگر کبھی کوئی قوال آگیا تو اس نے گا یا ورنہ آپ کے خلفا میں جو خوش گلو ہوتا نعتیہ غزلیں پڑھتا۔

انہی تاریخوں میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے ہاں بھی اعراس ہوتے تھے، آپ علانیہ سماع سُنتے تھے مگر حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو اس میں احتیاط تھی، پھر کچھ عرصہ کے بعد بحسب ایماء ارواح طیبات حضرت خواجہ غریب نواز و حضرت سلطان المشائخ قدس سرہما علانیہ سماع سننا شروع کیا اور بطریق پیران چشت جوش و خروش اور افاضہ بھی کرنے لگے۔

حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد یازدہم ربیع الثانی کو موئے مبارک کی زیارت کے بعد حضرت مولانا کا قُل بھی تاج العارفین قدس سرہٗ نے قائم کیا۔

حضرت تاج العارفین کے عہد میں اسی عنوان سے اعراس ہوتے تھے، اس وقت مجمع بہت کم ہوتا تھا، قصبہ کے رہنے والے اقران و مریدان شریک ہو جایا کرتے تھے، جب حضرت شیخ العالمین جانشیں ہوئے تو انہیں اعراس کو نہایت اولوالعزمی و اہتمام بلیغ کے ساتھ انجام دیتے رہے، خصوصاً عرس ربیع الاوّل میں ہر عرس سے زیادہ اہتمام مدنظر رکھتے تھے، آخر ماہ صفر سے تمام مکانات صاف کئے جاتے دیواروں پر چونہ گردانی کی جاتی، پخت طعام کے لئے قبل سے وافر لکڑیوں کا سامان مہیا کیا جاتا، کثیر مقدار میں گھی اور تیل فراہم ہوتا، باسمتی چاول تقریباً سو من خریدا جاتا اور آٹھویں ربیع الاول کو پلاؤ، قلیہ اور میٹھا تمام قصبہ میں ہر مسلمان کے گھر تقسیم کیا جاتا اور نویں اور دسویں تاریخ عرس کے مہمانوں کے لئے کھچڑی پکوائی جاتی تھی جس کے ساتھ املی کی چٹنی ہوتی تھی،

یکم ربیع الاوّل سے ختم درود و ختم قرآن مجید و نوافل ہدیۃ النبی کی کثرت شیخ العالمین خود بھی کرتے تھے، اور مریدوں کو بھی تاکید فرماتے تھے، اس سلسلہ میں اتنا انہماک ہوتا کہ تین شب غذا نہیں کرتے، اور صرف چائے پر اکتفا کرتے تھے۔

راقم سطور سے جاری مولوی معشوق کشش علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے زمانہ میں ملازمین اور مامائیں تک ختم درود کرتی تھیں، میں نے اپنے بچپن اور جوانی میں دیکھا ہے کہ پہلی ربیع الاول سے نوجوانوں میں درود خوانی کا جذبہ اس درجہ پیدا ہوتا تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ میں خوشنما تسبیحیں ہوتی تھیں اور ان کی زبان درود سے رطب اللسان

رہتی تھی ــــــ شب یازدہم کو آخر شب سے قل کا اہتمام ہوتا تھا، خانقاہ میں فرش بچھایا جاتا اور روشنی کا کافی انتظام ہوتا تھا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ خلوت سے تشریف لاتے اور سجادہ پر جلوہ افروز ہوتے، آپ کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا، دسترخوان کے مغربی کنارے پر پانچ شمعیں چاندی کی قرینہ سے رکھی جاتیں اور پانچ عدد چاندی کے گلاب پاش اور جا بجا چاندی کے بخوردان رکھے جاتے پھر قرینہ سے دو خوانچہ میں شیرینی اور دو خوانچے میں بیرہ پان جس پر دو کٹورے میں گھسا ہوا صندل ہوتا تھا رکھا جاتا، صندل کے دو کٹوروں میں ایک کٹورہ چاندی کا ہوتا تھا اور ایک تانبے کا صندل کی تقسیم اسی تانبے کے کٹورے میں ہوتی تھی، دسترخوان کے شرقی کنارہ پر قل پڑھنے والے قبلہ رُخ ہو کر بیٹھتے تھے، جب تمام سامان قرینہ سے رکھدیا جاتا آپ قُل خوانی کے لئے بطریقہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اشارہ فرماتے، قُل میں مخصوص سورتیں پڑھی جاتیں جن کا تفصیلی ذکر آگے آئیگا، قُل ختم ہونے کے بعد دسترخوان تمام لوازمات اُٹھا دیا جاتا اور شیرینی تقسیم ہوتی ساتھ سماع شروع ہو جاتی، قُل کے بعد پہلی چوکی میاں امین اللہ قوال کی ہوتی نماز صبح کے بعد میاں احمد درباری قوال گاتے، یہ دونوں قوال حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد مبارک کے بہت مقبول قوال تھے اور پٹنہ کے تمام مشائخ ان کا گانا بہت رغبت سے سنتے تھے۔ [۱]

احمد کے انتقال کے بعد یہ وقت میاں ذوالفقن نے لیا، ان کی چوکی کے بعد میاں غوثن، ان کی چوکی کے بعد میاں عنایت علی سہسرامی گایا کرتے تھے۔ [۲]

غرض مجلس سماع کا یہ سلسلہ دوپہر تک رہتا پھر مجلس برخواست ہو جاتی۔

شب دوازدہم کو بھی اسی طرح قل کا اہتمام ہوتا تھا، اور محفل سماع بھی اسی عنوان سے منعقد ہوتی تھی، البتہ آج کے روز دو مرتبہ قل خوانی ہوتی ایک مرتبہ سماع سے پہلے اور ایک مرتبہ سماع کے بعد

---

[۱] میاں احمد مرحوم حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید تھے انہوں نے اپنے پیر کی شان میں ایک ٹھمری کہی تھی۔
میں تاج العارفین کے بل بل جیہوں احمد پر آپ کرپا کیجئے نبی دربار دیکھیہوں
میں تاج العارفین کے بل بل جیہوں

[۲] میاں عنایت علی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے انہوں نے بھی اپنے پیر کی منقبت میں ایک ٹھمری کہی تھی۔
بانکی چھب مدہ بھری انکھیاں میرے نعمت جی کے سانولے رنگ دیا ـ لگ گیلی برلہ سن لے رہی دیا.... بانکی چھب مدہ....

دن کے قُل میں شربت کا بھی اہتمام ہوتا تھا اور یہ دستور ہر سالانہ عرس میں اب تک چلا آتا ہے۔

**زیارت موئے مبارک:** مجلس سماع کے برخواست ہونے کے بعد سماع خانہ کے صحن میں چوبی کٹھرہ لاکر رکھے جاتے تھے پہلے مرد زیارت کرتے، پھر زنانہ خانہ میں عورتیں زیارت کرتی تھیں، مگر حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وسط عہد سے زنانہ خانہ کی زیارت کا وقت صبح کا مقرر کیا گیا، کیونکہ زائرات کی کثرت اور تنگی وقت کی وجہ سے اکثر عورتیں زیارت سے محروم رہجایا کرتی تھیں، ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی انتظام کر دیا گیا کہ بیمار وضعیف عورتیں اور ناکتخدا بچیاں خلوت ہی میں زیارت کرلیں، یہ دستور پیر و مرشد قدس سرہٗ کے آخر عہد تک تھا، مگر اس زمانہ کے بعض ناعاقبت اندیش حضرات کی خود غرضانہ ترکیب سے خلوت کی زیارت بند کر دی گئی اب ہر عورت زنانہ خانہ ہی میں زیارت کرتی ہے۔

ہر چند کہ موئے مبارک کی عظمت و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہے، مگر خصوصیت کے ساتھ اس خاندان کو جیسی والہیت اس نعمت لازوال کے ساتھ رہی اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ موئے مبارک کی جب کوئی خدمت کسی کے سپرد کی گئی اپنی سعادت اخروی سمجھکر تا عمر اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔

موئے مبارک کی خدمات کیا ہیں؟ موئے مبارک کا سر پر اٹھائے ہوئے زیارت کے لئے لانا، گرد و غبار اور خس و خاشاک سے بچانے کے لئے مورچھل جھلنا، زیارت کے وقت نعتیہ اشعار سے مدح خوانی کرنا، یہی خدمات ہیں جو ہمیشہ سعادت سمجھکر انجام دی گئی ہیں، اور آج بھی ان خدمات کو انجام دینے والے اپنی سعادت ہی سمجھکر انجام دیتے ہیں۔

**آثار شریف لانے کی خدمت:** چنانچہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد پاک میں جیسا کہ شیخ طالب علی مرحوم نے لکھا ہے، حضرت مولانا شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور تھے، آپ برابر اس خدمت کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے بعد بھی انجام دیتے رہے، پھر ۱۲۱۱ھ میں جب آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ کو سجادہ عہادیہ پر اپنا جانشین کیا تو یہ خدمت بھی ان کے سپرد کر دی، مولانا ممدوح نے چندماہ تک یہ خدمت انجام دی، پھر ۱۲ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ کو تفویض فرمائی، مولانا احمدی آخر عمر تک

نہایت انضباط کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے، زمانۂ ملازمت میں جب کبھی حاضر نہ ہوسکتے، اُن کے عوض میں شاہ غلام سرور قدس سرہٗ جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عزیز خاص و مرید و خلیفہ تھے، یہ خدمت انجام دیتے تھے، مولانا احمدی قدس سرہٗ کی بصارت میں جب بے انتہا ضعف آگیا اور قوائے جسمانی بھی ضعف پیری کی وجہ سے مضمحل ہو گئے تو آپ کی خواہش ہوئی کہ اس خدمت کو مولانا محمد امام قدس سرہٗ کے سپرد کردیں، آپ نے بذریعہ استخارہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حکم ہوا یہ خدمت شاہ ابوالحیوٰۃ کو دی جائے،

۱۱ر محرم ۱۲۴۹ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ نے مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ کو طلب فرمایا اور واقعات کی اطلاع دیکر یہ خدمت تفویض کردی، زیارت سے پہلے خود غسل کرکے خلوت میں تشریف لائے، مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ آثار شریف لانے کے لئے بالا خانہ پر تشریف لے گئے، جب آثار شریف خلوت میں تشریف لائے مولانا احمدی قدس سرہٗ کی نگاہ موئے مبارک کے دُرج سیمیں پر پڑی غلاف کا کنارہ ہوا میں حرکت کر رہا تھا، انتہائی جوش میں آپ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا۔ ؎

اخذت ذیل رسول اللہ معتصماً ☆ باللہ خالقنا ذی الفضل والکرم

اور پیچھے سے شاہ ابوالحیوٰۃ کا دامن آپ نے پکڑ لیا۔

یہ واقعہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی وصال کے دوسرے سال کا ہے، اس تاریخ سے برابر مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ اس خدمت کو انجام دیتے رہے، ہاں جب کبھی بیمار پڑ جاتے اور خدمت کی صلاحیت نہیں رہتی، ان کی نیابت میں مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ اس خدمت کو انجام دیتے تھے، مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد سے مولانا محمد حسین قدس سرہٗ مستقل اس خدمت پر مامور ہوئے ۱۲۷۰ھ میں مولانا محمد حسین قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں بتاریخ ۱۳ر شعبان ۱۲۷۰ھ رحلت فرمائی، اس وقت سے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ اس خدمت پر مامور ہوئے، اور تا عمر اس خدمت کو انجام دیتے رہے، جس سال آپ کا وصال ہوا ہے، مرض موت سے پہلے کلکتہ تشریف لیگئے تھے، کلکتہ سے دہلی تک ریلوے لائن جاری ہو چکی تھی، اس سہولت کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے جب کبھی کلکتہ تشریف لیجاتے، یازدہم میں وطن واپس آجایا کرتے تھے، مگر اس سال ان کی طبیعت ایسی ناساز ہوئی کہ سفر کی صلاحیت نہیں رہی، صاحب سجادہ کے پاس اپنی عدم شرکت کی معذوری لکھ بھیجی، اس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ

مسند آرائے سجادہ تھے، آپ نے مولوی محمد یحیٰ بن مولانا شاہ ابوالحیوۃ کو نیابۃً اس خدمت پر مامور کیا، مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے ۱۲۹۳ھ میں انتقال فرمایا، اس کے بعد سے مولوی محمد یحیٰ علیہ الرحمۃ کو مستقل یہ خدمت تفویض ہوگئی، آپ نے یہ خدمت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے ابتدائی عہد سجادگی ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ جب ان کی عمر نوّے سے تجاوز کر چکی، قوائے جسمانی بہت کمزور ہو چکے تو یہ خدمت مولوی محمد عمر دراز بن مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کو سپرد کر دی گئی، مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ اگرچہ مولوی محمد یحیٰ علیہ الرحمۃ سے بہت چھوٹے تھے، مگر اکثر بیمار رہا کرتے تھے، چنانچہ ۱۳۱۴ھ میں بالکل ذی فراش ہو گئے، دو سال کے بعد ۱۳۱۶ھ میں رحلت فرمائی، ان کے ہنگام علالت سے مولوی شاہ اسداللہ بن شاہ محمد عارف بن مولانا احمدی کو یہ خدمت عطا کی گئی، ممدوح برابر اس خدمت کو انجام دیتے رہے، مگر آخر عمر میں زیادہ تر ان کا قیام چھپرہ میں رہا کرتا تھا، ہر ماہ زیارت کی غرض سے تشریف لاتے اور اپنی خدمت انجام دیکر واپس تشریف لیجاتے تھے، ایک سال ۱۳۲۳ھ میں ممدوح کی تشریف آوری میں دیر ہوگئی، گاڑی اتنا لیٹ تھی کہ عصر کے وقت پھلواری پہونچے اور شریک زیارت نہ ہو سکے، ان کی نیابت میں مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے یہ خدمت انجام دی، مولوی شاہ اسداللہ علیہ الرحمۃ چونکہ ایک عرصہ سے عارضہ ضیق النفس و دیگر امراض میں مبتلا تھے، ضعف و بیماری کی وجہ سے اکثر زیارت میں ان کی غیر حاضری ہونے لگی، اس لئے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو مستقلاً یہ خدمت تفویض کر دی گئی، آپ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب آپ جانشین ہوئے تو آپ نے یہ خدمت مولوی حکیم فضیلت حسین بن مولوی ید اللہ بن مولانا محمد حسین کو سپرد کر دی تھی، مگر حکیم فضیلت حسین صاحب مرحوم نے کچھ دنوں کے بعد مولانا شاہ محمد قمرالدین سلمہ اللہ تعالےٰ کو تفویض کر دی، الحمد للہ کہ یہ ابتک اس خدمت پر مامور ہیں، مولانا شاہ محمد قمرالدین سلمہ اللہ تعالےٰ کے سفر حج کے موقع پر اور دو بار ان کی شدید علالت کے موقع پر مولانا شاہ محمد نظام الدین سلمہٗ اس خدمت کو انجام دے رہے تھے۔

مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ کے ہنگام علالت میں دو مرتبہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے بھی آثار شریف لانے کی خدمت انجام دی ہے۔

**چوبرداری**:۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں مولانا شاہ محمد عبدالحیی اور ان کے صاحبزادے مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح قدس سرہما چوبرداری کی خدمت پر مامور تھے، بلکہ آثار شریف کے جملہ لوازمات

موئے چھل ومسند وغیرہ آپ ہی کی ذمہ داری میں تھے، آپ ان سامانوں کو حجرۂ اربعین کے بالاخانہ پر محفوظ رکھتے اور زیارت کے روز نکال کر دیتے تھے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ ابوالقاسم مصطفیٰ قدس سرہٗ کو یہ خدمت دی گئی مگر آپ کا قیام زیادہ تر کلکتہ میں رہا کرتا تھا، اس لئے ان کے صاحبزادے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے تعلق ان چیزوں کی نگرانی کی گئی، مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد جملہ سامان متعلقہ زیارت آثار شریف از قسم موئے چھل ومسند وشامیانہ وچوکی کل خلوت میں رہنے لگا، جو آج تک وہیں محفوظ رہتا ہے اور بارہویں کے روز نکال کر زیارت کے مصرف میں لایا جاتا ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد میں چوبرداری کی خدمت پر مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ اور مولانا علی سجاد قدس سرہٗ صاحبزادگان حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ اور مولوی محمد ہادی ومولوی حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمدی قدست اسرارہم مقرر تھے، مولانا احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کی نیابت میں ان کے بھائی مولوی مہدی علیہ الرحمۃ یہ خدمت انجام دیتے رہے، جب حاجی ابراہیم قدس سرہٗ حج سے واپس تشریف لائے حسب معمول اپنی خدمت انجام دینے لگے، اور تا عمر اس کے پابند رہے، آپ کے انتقال کے بعد مولوی مہدی علیہ الرحمۃ کو مستقل یہ خدمت دیدی گئی، مولانا ہادی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا فضل احمدی، ان کے انتقال کے بعد مولانا فضل اللہ، ان کے وصال کے بعد ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو یہ خدمت تفویض ہوئی۔

ہر زمانہ میں یہ معمول رہا ہے کہ جب آثار شریف لانے کے لئے کسی نئے آدمی کی ضرورت پیش آئی تو چوبرداران میں جو نہایت مناسب ہوا اس خدمت پر مقرر کر دیا گیا، اسی طرح چوبرداری کی کمی اہل خاندان مدح خواں سے پوری کی جاتی تھی،

حضرت فرد قدس سرہٗ کے عہد میں جب مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے تو ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادے مولوی یحییٰ علیہ الرحمۃ چوبرداری کی خدمت پر مامور ہوئے، ان کے علاوہ مولانا ہادی، مولانا حاجی ابراہیم مولانا علی سجاد حسب سابق اپنی خدمت انجام دیتے رہے، یہ حضرات حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد پاک تک بقید حیات تھے۔

مولانا ہادی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا فضل احمدی، ان کے انتقال کے بعد مولانا فضل اللہ ان کی عدم موجودگی میں مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ، مولانا فضل اللہ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد ہمارے

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ، اور مولانا حاجی ابراہیم قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا مہدی، اور مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا عمر دراز علیہ الرحمۃ، یہ حضرات جناب شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی عہد سجادگی تک چوربرداری کی خدمت انجام دیتے رہے، مولوی مہدی علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مولوی شاہ محمد اسداللہ مقرر ہوئے،

ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے اوائل عہد میں مولانا شاہ محمد صفت اللہ و مولانا شاہ محمد اشرف مجیب و مولوی عمر دراز و مولوی اسداللہ علیہم الرحمۃ چوربرداری کی خدمت پر مامور تھے۔

جب مولوی شاہ اسداللہ علیہ الرحمۃ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے، چوربرداری کی خدمت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو تفویض ہوئی، اور جب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے چوربرداری کی خدمت مولوی حکیم فضیلت حسین بن مولوی یداللہ بن مولانا محمد حسین قدس سرہٗ کو سپرد کی گئی اور جب حکیم فضیلت حسین جناب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے اوائل عہد سجادگی میں آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے چوربرداری کی خدمت مولوی شاہ محمد قمرالدین سلمہٗ اللہ تعالےٰ کو عطا کی گئی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حکیم فضیلت حسین صاحب مرحوم نے آثار شریف لانے کی خدمت مولوی قمرالدین سلمہٗ کو تفویض کردی اور خود حسب سابق چوربرداری کی خدمت انجام دینے لگے، حکیم فضیلت حسین صاحب کے انتقال کے بعد سے مولوی نظام الدین سلمہٗ اللہ تعالےٰ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مولوی حسن میاں مرحوم، ان کے انتقال کے بعد مولوی محمد موسیٰ صاحب یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا شاہ محمد اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے و جانشین شاہ محمد عبیداللہ رح جب انہوں ترک خدمت کردیا تو ان کی جگہ پر مولوی نظیر حسین صاحب مرحوم مقرر ہوئے، مولوی نظیر حسین صاحب کے انتقال کے بعد سے یہ خدمت مولوی حافظ شہاب الدین سلمہٗ انجام دے رہے ہیں۔

جب مولوی محمد عمر دراز علیہ الرحمۃ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے چوربرداری مولوی عبداللہ علیہ الرحمۃ کو دی گئی، مولوی عبداللہ کے انتقال کے بعد سے مولوی حیات عظیم بن مولوی یحییٰ اس خدمت کو انجام دے رہے تھے، ۱۳۶۹ھ میں انہوں نے انتقال کیا تو دوازدہم ربیع الاول ۱۳۶۹ھ سے نورچشم مولوی عون احمد سلمہٗ اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

نَحْسُبُکَ نَاعِتاً اللّٰہُ سَابِیْ ؎ فَمَالِیْ قَدْ مَدَحْتُکَ یَا مُرَبِّیْ

**مدح خوانی** :۔ سابق سے یہ معمول چلا آتا ہے کہ چند خوش گلو اشخاص مدح خوانی کیلئے منتخب کرلئے جاتے ہیں، ان کی دو صفیں ہوتی ہیں، پہلی صف مسند آثار شریف سے متصل دکھن جانب اُتّر رُخ کھڑی ہوتی ہے، اس صف میں کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں مدح کی کتاب ہوتی ہے، یہ صف سوالی کہی جاتی ہے۔ دوسری صف اس صف کے پشت پر ہوتی ہے، یہ جوابی کہی جاتی ہے۔

جب آثار شریف لاکر چوکی پر رکھ دیئے گئے، اس وقت مدح شروع ہوتی ہے، پہلے صف اوّل والے ترنّم سے مطلع پڑھکر خموش ہو جاتے ہیں، پھر صف ثانی اس مطلع کو اُسی لحن میں پڑھتی ہے، اس نظم کا ایک ایک شعر پڑھکر صف اول خموش ہو جاتی ہے اور دوسری صف والے مطلع کا اعادہ کرتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں مدح خوانی کن حضرات کے ذمہ تھی اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی، مگر حضرت شیخ العالمین کے عہد میں مولانا شاہ علی اکبر بن ملّا وحید الحق ابدالی اور میر نور الحسن مدح خوانی کرتے تھے، مولانا علی اکبر اپنی ملازمت کی وجہ سے کم حاضر ہونے لگے اور میر نور الحسن صاحب نے رحلت فرمائی تو جناب مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ متعین ہوئے، جب مولانا محمد حسین قدس سرہٗ کو آثار شریف لانے کی خدمت سپرد ہوئی تو مولوی جان علی علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے، مولوی جان علی اپنی شادی کے بعد زیادہ تر اپنی سسرال میں رہتے تھے، اور حاضر نہ ہو سکتے تھے اس لئے مولوی محمود اسمٰعیل مدح خوانی کرنے لگے، کچھ دنوں کے بعد مولوی محمود اسمٰعیل منصف ہوکر داؤدنگر چلے گئے، ان کی جگہ مولوی محمد یونس بن مولوی عبدالعلی بن ملّا محمد مبین علیہ الرحمۃ نے لی، جب ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ میں موصوف نے رحلت فرمائی، شیخ طالب علی پھلواروی (جامع ملفوظات شیخ العالمین) مقرر کئے گئے، میر نور الحسن مرحوم کی علالت کے زمانہ میں صرف ایک ماہ یازدہم صفر ۱۲۵۰ھ میں حکیم عنایت محی الدین بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ نے سوالی میں مدح خوانی کی ہے، یہ پہلے سے جوابی میں بھی مدح خوانی کرتے تھے، جب حکیم صاحب موصوف اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے ان کی جگہ شاہ محی الدین عرف محدن[۱] مقرر ہوئے، یہ حضرات سوالی میں مدح خوانی کرتے تھے۔

اور جوابی میں قبل سے مولوی محمد طالع بن سید شاہ محمد منعم اور مولوی تفضل حسین و مولانا شاہ محمد ابو تراب آشنا، و مولوی سید جان علی بن سید فیض علی و شیخ طالب علی مذکور و میر عباد اللہ کریم چکی،

---

[۱] شاہ محی الدین عرف محدن شیخ العالمین کے مرید تھے، شیخ العالمین کے ایک مرید و خلیفہ مولوی سید شاہ اشرف علی علیہ الرحمۃ نے ان کو متبنّٰی لیا تھا۔

ومیر عباس علی وحکیم عنایت محی الدین و شاہ محمد ن ومیر آل یاسین ومولوی سید احمد یعقوب بن حکیم احمد اشرف وشاہ دعاء اللہ بن شاہ سعد اللہ وشیخ غلام احمد بن شاہ محمد کریم ومولوی آل حسنین وشاہ حیدر علی ومولوی ابو سعید بن شاہ غلام امام بن شاہ غلام سرور ومولوی حسن علی ومنشی طاہر علی ومولوی محمد فرید ومولوی افضل علی رحمہم اللہ

جو نام میں نے دیئے ہیں ان میں آپ نے ناموں کا تکرار دیکھا ہوگا، یعنی سوالی میں بھی ان کا نام مذکور ہے اور جوابی میں بھی — اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی طوالت عمر کی وجہ سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک کمی کے ساتھ موجود رہے، اور جو مرتے گئے، ان کی جگہ پر... جوابی میں جو مناسب ہوا سوالی میں سے لیا گیا یا ان کی اولاد میں جو خوش گلو ہوا مقرر کیا گیا۔

مولوی سید احمد یعقوب علیہ الرحمۃ جب خدمت افتا وصدر اعلائی پر مامور ہو کر بردوان وڈھاکہ تشریف لیگئے تو ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادہ کاتب الحروف بندہ گنہگار محمد شعیب کے جد امجد مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ مقرر کیئے گئے، ایک عرصہ کے بعد آپ بھی عہدۂ ڈپٹی مجسٹریٹی پر فائز ہو کر بردوان تشریف لے گئے، آپ کو اپنی اس سعادت کے چھوٹنے کا سخت افسوس تھا، اس لئے مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کے نام سے ایک خط روانہ کیا جس میں حضرت نصر قدس سرہٗ سے درخواست کی تھی کہ میری جگہ پر میرے لڑکے محی الدین احمد کو مدح خوانی کی خدمت عطا کی جائے، چنانچہ دوازدہم ربیع الاول ۱۲۸۶ھ سے حضرت والد مولوی سید محی الدین احمد علیہ الرحمۃ اس خدمت پر مامور کیئے گئے، اور تمام عمر اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

میں نے اپنے بچپن اور جوانی میں جن بزرگوں کو مدح خوانی کرتے ہوئے دیکھا وہ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی اور ان کی عدم موجودگی میں آپ کے چھوٹے بھائی مولوی ایوب صاحب علیہ الرحمۃ وجناب شاہ محمد ولایت الحق بن حاجی احمد علی ابراہیم وجناب شاہ امین الدین احمد بن شاہ احمد عبد اللہ اور میرے والد ماجد علیہم الرحمۃ تھے، یہ حضرات سوالی میں مدح خوانی کرتے تھے۔

اور جوابی میں پڑھنے والے مولوی محمد ایوب صاحب برادر خورد مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب اور اخی مولوی شاہ محمد انس صاحب وشیخ حسین بن شیخ طالب علی مرحوم ومیر نیاز حسین عرف میر کلو داروغہ محمد یحیٰ بن مولوی حکیم امجد علی صاحبان تھے۔

۱۳۱۴ھ میں شاہ ولایت الحق علیہ الرحمۃ ترک وطن کر کے گورکھپور تشریف لے گئے اور وہیں اقامت

اختیار کرلی، ان کی جگہ پر مولوی عبدالغفور بن مولوی شیخ یحییٰ علی عیسیٰ پوری مقرر ہوئے، گیارہ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں مولوی عبدالغفور صاحب نے بعارضۂ طاعون انتقال فرمایا، ان کی جگہ کچھ عرصہ تک خالی رہی پھر یازدہم محرم ۱۳۲۰ھ میں اس بندۂ گنہگار محمد شعیب کو یہ خدمت عطا کی گئی۔

کچھ عرصہ تک ان بزرگوں کی سایہ افگنی میں مدح خوانی اپنے سابق رنگ پر باقی رہی، مگر جب یہ بزرگان ایک ایک کرکے اس عالم سے تشریف لیگئے اور خاندان کے بزرگوں میں جو موجود ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن کو نغمہ و ترنم سے طبعًا کوئی مناسبت نہیں، اور جن میں فی الجملہ مناسبت ہے بھی تو ان کے معتقدانہ جذبات باقی نہیں ہیں، اس لئے اب سوالی میں صرف تین آدمی ہیں جو بُرے بھلے رسم مدح خوانی ادا کررہے ہیں۔ ایک یہ گنہگار راقم سطور اور ملک محمد محسن صاحب بن ملک الطاف حسین صاحب مرحوم اور برادرم مولوی سید حسن آرزو صاحب مگر برادر ممدوح بھی جب سے گورنمنٹ اُردو لائبریری میں لائبریرین مقرر ہوگئے ہیں اپنے علائق کی وجہ سے کم شرکت کرتے ہیں[1]، یازدہم محرم ۱۳۶۴ھ میں جبکہ میں سنگ مثانہ کے آپریشن کی وجہ سے جنرل ہسپتال پٹنہ میں علیل تھا میرے لڑکے نور چشم حکیم محمد یوسف رضوی سلمہٗ کو یہ خدمت عطا کی گئی، اس زمانہ سے یہ بھی اس خدمت میں شریک ہیں۔

اور جوابی میں برادرم محمد کریم[2] بن شاہ عنایت اللہ و برادرم مظہر امام[3] بن قاضی موسیٰ امام بن قاضی علی امام عیسیٰ پوری و عزیزم ثناء اللہ بن مولوی علی محی الدین پھلواروی و مولوی حاجی عبدالقدوس صاحب وکیل بانکی پور پٹنہ و جناب زین العابدین بن داروغہ محمد یحییٰ صاحب مرحوم و عزیزم احمد نواسہ داروغہ یحییٰ صاحب مرحوم، اور حاجی سید نجم التوحید (حجرہ معین پورہ) حال مقیم پھلواری مدح خوانی کرتے ہیں۔

**غسل موئے مبارک** :- حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ ہر ماہ کی یازدہم تاریخ زیارت سے پہلے موئے مبارک غسل دئے جاتے تھے اور اس کا غسالہ زیادہ پانی میں ملا کر حاضرین میں تقسیم کردیا جاتا تھا، یازدہم ماہ رجب ۱۲۴۱ھ تک یہ دستور قائم رہا، مگر اس خیال سے کہ بار بار ہاتھ لگانے سے سوء ادبی کا احتمال ہے، ہر مہینہ کا غسل بند کردیا گیا، صرف یارہویں ربیع الاول کو زیارت سے پہلے بالاخانہ ہی پر غسل دیا جاتا تھا، حضرت فرد قدس سرہٗ کے عہد تک یہی دستور رہا، اس کے بعد پھر کسی نے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔

---

[1] ملک محسن صاحب اور سید حسن آرزو صاحب نے دو ایک سال کے اندر انتقال کیا اس لئے اب سوالی میں میرے علاوہ میرے نور چشم حکیم یوسف سلمہٗ اور حاجی* سید نجم التوحید ہیں۔ [2] و [3] ان دونوں کا بھی انتقال ہوگیا۔

۱۲۶۹ھ میں حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کی خواہش ہوئی کہ میں بھی ایک مرتبہ غسل دینے کی سعادت حاصل کرنا، اس لئے آپ کے اعمام ذوی الاحتشام نے جو طریقۂ غسل سے واقف تھے آثار شریف کے بالاخانے پر تشریف لیجاکر حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کے ہاتھ سے غسل دلوادیا، اس وقت سے آج تک ۱۳۶۶ھ چھیانوے سال کی مدت گذر چکی ہے کسی نے بھی موئے مبارک کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔

سابق کا غسالہ ایک قرابہ میں موجود ہے، اس میں سے بقدر حاجت نکال کر تازہ عرق گلاب ملا دیتے ہیں اور دیئے ہوئے غسالہ کو زیادہ پانی میں ملاکر استبرا کا حاضرین میں تقسیم کردیتے ہیں، لوگ پیتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ ؎۱

یہ تمام اعراس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد کے تھے جن کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے

---

؎۱ غسالہ موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت یہ ہے الحدیث الثانی فی جمع الصحیحین للحمیدی عن عبد اللہ بن موھب قال ارسلنی اھلی الی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح من ماء فجاءت بجلجل من فضۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذا اصاب الانسان عین او شئی بعث باناء الیھا فخضخضت لہ فشرب منہ فاطلعت فی الجلجل فرایت شعرات احمر۔

ترجمہ:- حمیدی کی جمع الصحیحین میں ہے عبد اللہ بن موہب سے روایت کرتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھکو ایک پیالہ میں پانی لیکر حضرت ام سلمہ زوجہ مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، وہ ایک چاندی کی ڈبیا لے آئیں اُس میں چند موئے مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے، لوگوں کا معمول تھا کہ کسی کو نظر بد لگ جاتی یا کوئی بیماری پیدا ہو جاتی تو ایک پیالہ میں پانی لیکر اُن کے پاس جاتے اس پانی میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا موئے مبارک کو حرکت دیدیتیں، اس پانی کو پینے سے شفا ہو جاتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس ڈبیہ کے اندر جب نظر کی تو چند بھورے بال اس میں تھے، غرض غسالہ موئے مبارک سے برکت حاصل کرنی استشفاء جائز ہے اور اسی مقصد سے اس دن غسالہ تبرّک کا تقسیم کرنے کا معمول ہے۔

اپنے زمانہ میں عروج دیکر مہتم بالشان بنا دیا تھا، آپ کے زمانہ میں تین عرس کا اضافہ اور ہوا، یعنی شب ۲۹ صفر عرس حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام، شب ۲۷ رجب عرس معراج شریف، بستم جمادی الثانی عرس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ـــــــ تین عرس یعنی ربیع الاول و ربیع الثانی و جمادی الثانی کے اوقات وہی رہے جیسا اوپر ذکر ہوا، یعنی آخر شب سے شروع ہو کر دوپہر تک، مگر عرس بست یکم رمضان و ۲۹ صفر و شب معراج کی محفلیں نماز عشا کے بعد سے بارہ بجے شب تک رہتی تھیں، ہر عرس میں کھانا پکوا کر تقسیم کرتے تھے، یہ سلسلہ حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک رہا مگر اسی عہد میں کمی فتوحات و قلت آمدنی کی وجہ سے ماہ شوال ۱۲۷۵ھ سے ہر ماہ کی تقسیم موقوف کر دی گئی، اسی طرح اوقات عرس میں بھی تبدیلی کی ضرورت لاحق ہوئی۔

ایک سال ۱۲۸۵ھ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عرس میں صبح کے وقت قل پڑھنے والے حضرات وقت پر تشریف نہ لاسکے اور نہ حاضرین مجلس ہی پہونچ سکے، صبح کا قل نماز صبح کے بہت دیر کے بعد ہوا۔

اس کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ نے مولانا ابوالحیوٰۃ اور مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے مشورہ کرنے کے بعد ۲۴ محرم ۱۲۸۶ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ کے عرس سے وقت بدل دیا اور ربیع الاول و ربیع الثانی کے سوا تمام عرس کے اوقات دو وقت پر تقسیم فرما دئے۔ رات کے وقت نماز عشاء کے بعد سے بارہ بجے شب تک، اور دن کے وقت آٹھ بجے دن سے بارہ بجے دن تک، پھر قل کے بعد مجلس برخواست کر دی جاتی، دو سال کے بعد ۱۲۹۰ھ میں ربیع الثانی کے عرس کے وقت کی بھی تبدیلی محسوس کی اور وہ بھی دیگر عرسوں کی طرح دو وقت ہونے لگا، اس زمانہ سے اب تک اسی پر تعامل ہے۔

درحقیقت حضرت نصر قدس سرہٗ نے تبدیلی اوقات میں بہت دوراندیشی سے کام لیا، ورنہ جیسی بدمذاقی اور معمولات شیوخ سے بے اعتنائی پیدا ہے، اگر اوقات تبدیل نہ کئے جاتے تو اس زمانہ میں سخت دقت پیش آتی اور اعراس کا انجام و انصرام مشکل ہو جاتا۔

اس دور میں جس قدر عرس و قل خانقاہ حضرت تاج العارفین پیر مجیب قدس سرہٗ میں ہوتے ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دہم محرم[1]:- خانقاہ مجیبیہ پھلواری کا معمول یہ ہے کہ زوال آفتاب کے بعد صاحب سجادہ اپنے وظائف

[1] احادیث و آثار میں اس دن میں خیرات و مبرات صوم و صلوٰۃ کی تاکید اور اس کا اجر و ثواب (باقی صفحہ ۴۰۸ پر)

واور اد عشرہ محرم سے فارغ ہو کر خلوت سے خانقاہ میں تشریف لاتے ہیں، دسترخوان بچھا کر گلاب پاش رکھے جاتے ہیں، بخوردان روشن کیے جاتے ہیں، قل کے بعد مختصر بیان شہادت اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھکر فاتحہ ہوتی ہے، پھر شربت و شیرینی تقسیم کرتے ہیں، یہ قل حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے ہے، شب عاشورہ میں روزمرہ سے زیادہ روشنی کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ یہ دستور حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے ہے۔

۲۴ محرم :- عرس حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ - ۲۳ دن گذار کر شب ۲۴ و روز ۲۴ کو عرس و قل ہوتا ہے اور مہمانوں کے لئے کھانا بھی پکوایا جاتا ہے۔

۴ صفر :- عرس شاہ عبدالحق قدس سرہٗ - دن کے وقت کھانا پکوا کر اہل قرابت میں تقسیم کیا جاتا ہے پھر ۴ دن گذار کر شب ۵ اور روز ۵ کو قل و عرس ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۷ کا) مذکور ہے، اس لئے اکابر صوفیہ اس دن میں روزہ رکھتے اور بکثرت نوافل پڑھتے ہیں، درود خوانی کرتے ہیں، اس کا ثواب ارواح طیبات شہدائے کربلا کو ہدیہ کرتے ہیں، اور واقعہ کربلا کو یاد کر کے چشم پرنم رہتے ہیں، خیرات و مبرات اطعام طعام کرتے ہیں، مگر عوام اپنی جہالت سے جذبات میں بھولکر لغویات و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں، جس سے بجائے حصول ثواب مستحق عذاب بنجاتے ہیں، جو قطعاً ممنوع و ناجائز ہے، اکابر صوفیہ اپنی خانقاہوں میں بطریق یادگار و بغرض حصول ثواب صحیح واقعات شہادت بیان کرتے تھے۔ اکثر اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں عاشورہ کے روز ذکر شہادت اور ایصال ثواب کا معمول رہا ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات کے ایک رقعہ میں تحریر فرماتے ہیں خانصاحب عالی مراتب مجمع خوبیہا و الطاف قدر دانان علما، سلامت، از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون مشہود ضمیر ذکا تخمیر باد کہ عنایت نامہ سامی بار دگر در مقدمہ استفسار مرثیہ خوانی وغیرہ وصول نمودہ، مہربان من فقیر را طاقت استماع عبارات طویلہ نیست چہ جائے جواب مفصل وآنچہ مرقوم بود کہ مولوی رشیدالدین خاں یا مولوی محمد اسحاق را باید گفت کہ ایشان بتحریر جواب پردازند، ایں ہر دو صاحبان بسیار قلیل الفرصت اند و بسبب درس و دیگر امور اصلا یکدم فرصت ندارند مہذا بتدریج ایں ہر دو صاحبان را خواہد گفت لیکن بالمفصل آنچہ معمول ایں فقیر است می نویسد از ہمہ جا قیاس باید کرد در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شوند، مجلس ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنین رضی اللہ عنہما، اول کہ مردم روز عاشورہ تا یک دو روز کس از یں قریب چہار صد کس تا پنج صد کس بلکہ ہزار فراہم می آیند و درود می خوانند، بعد ازاں کہ فقیر می آید می نشنید ذکر فضائل حسنین رضی اللہ عنہ کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید وآنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں و تفصیل بعضے حالات و بد مالی قاتلاں ایشان وارد شدہ نیز مذکور می شود، بایں تقریب بعضے شدائد کہ در جناب ایشاں گزشتہ از روئے احادیث معتبرہ بیان کردہ می شود، دریں ضمن بعضے مرثیہا کہ از مردم غیر یعنی جن و پری حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ شنیدہ اند نیز مذکور می شود، و خوابہائے متوحش کہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ دیدہ اند و دلالت بہ فرط حزن و اندوہ روح مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم می کنند مذکور می گردد، بعد ازاں ختم قرآن مجید

(باقی صفحہ ۴۰۹ پر)

۵/صفر۔ نصاب حزب البحر - پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد کی خصوصیات سے ہے، صفر کی پانچویں تاریخ آخر عصر سے نصاب حزب البحر کے لیے تین دن یعنی چھٹی، ساتویں، آٹھویں اعتکاف کرتے ہیں، اثنائے اعتکاف میں روزانہ بوقت چاشت و بعد نماز مغرب و بعد نماز عشا ایک ایک مرتبہ دعائے حزب البحر مکمل پڑھی جاتی ہے، نویں شب کو اعتکاف کی مدت تمام ہو جاتی ہے بعد نماز مغرب صالحین کی دعوت کی جاتی ہے۔

نصاب کا یہ طریقہ حضرت حاجی امداد اللہ صابری چشتی مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کو پہونچا ہے، اور اب یہی طریقۂ نصاب یہاں رائج ہے۔

(مسلسل حاشیہ صفحہ ۴۰۸) و پنج آیت خوانده بر ما حضر فاتحه کرده می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلامی خواند یا مرثیه مشروع این اتفاقی می شود ظاهر است که درین بین اکثر جهلا از مجلس ها و این فقیر را هم رقت، و بکا لاحق می شود این ست، قدرے که بعمل می آید پس اگر این چیز با نزد فقیر بهمین وضع که مذکور شد جائز نمی بود اقدام بر آن اصلا نمی کرد، بعد از بر آنچه امور دیگر نا مشروع است حاجت بیان نمی دارد، بجز توفیق حسنات چه بر نگارد، والسلام۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہٗ اپنی کتاب "ارشادات رحمانی" ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن قدس سرہٗ گنج مرادآبادی میں فرماتے ہیں، بارہ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ دس بجے دن کو میں حاضر خدمت بابرکت تھا، بہت سی باتیں ہوئیں، اُس میں یہ بھی فرمایا کہ محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں حسن حسین کہتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام ان سے خوش ہوتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ جو ماتم کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں، جو لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں ان سے حضرت خوش ہوتے ہیں، اور ان پر رحمت نازل ہوتی ہے، بھلا ایسے لوگوں کے ذکر میں خصوصًا ان کے غم و ماتم کے بیان میں کیا فیضان نہ ہو، مولوی دلدار صاحب مسجد میں حال شہادت کا بیان فرمایا کرتے تھے، میں بھی جایا کرتا تھا، بیشک اس جلسے میں ایک طرح کا فیضان ہوتا تھا، انتہی ص۹۳

لطائف اشرفی ص۲۲۸ جلد دوم، حضرت قدوۃ الکبراؒ فرمودند گرچه شرح قصۂ مشهد و مقتل امام حسین رضی اللہ عنہ بتصحیح روایات صحیح و اسناد بمعقولات صریحه پیوسته است ولیکن بنا بر تطویل کتاب درین مجموعه مذکور نشد، قرأت مقتل در مجمع کثیره ممنوع هم است، از جهت استماع نوع ارازله نور دیدگان رسول و جگر گوشگان بتول و جماعه رضی اللہ عنهم، اما بطریق اجمال اگر ذکر بقتل ایشان که موجب درد صاحب دلان است و سبب طرفه سر در مقبلان گردد خالی از ثواب نیست کما جاء فی بعض الاخبار ورد فی شرح الآثار۔ من بکی وفاضت عیناه من خشیة الله فی یوم عاشوراء ولیلته کتب عند الله من الخاشعین وجعل له نصیبا فی عباده الخائفین ومن صافح اخاه یوم عاشوراء صافح الروحانیون والکروبیون حتی تخرج من قبره۔ انتهی۔ وجاء فی بعض الاخبار ان امام الحسین یجیء فی عرصات القیامة ویقول رب شفع فی من بکی على مصیبتی۔ انتهی

۱۶ر صفر :- عرس حضرت پیر و مرشد فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ۔ ۱۵ر دن گذار کر شب ۱۶ و روز ۱۶ر اور شب ۱۷ر کو عرس و قل ہوتا ہے، مہمانوں کے لئے کھانے کا خاص انتظام بھی ہوتا ہے۔

۲۴ر صفر :- فاتحہ حضرت ملّا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ۔ ۲۳ر دن گذار کر شب ۲۴ر کو قل ہوتا ہے، اگر شب کے وقت نہ ہو سکا تو ۲۴ر تاریخ عصر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔

۲۹ر صفر :- عرس حضرت امام حسن علی جدہ و علیہ السلام صرف ۲۹ر شب کو ایک وقت قل مجلس ہوتی ہے، سابق میں اس عرس میں طعام داری کا انتظام نہیں تھا، اگر باہر کے کچھ لوگ آگئے تو روزمرّہ کے لنگر سے ان کی ضیافت کی جاتی تھی، مگر ۱۳۵۲ھ سے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے طعام داری کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ —— ۲۹ر صفر کو زیارت کا بالاخانہ جھاڑ بہار کر اور چونہ گردانی کر کے مرتب کر دیا جاتا ہے؛ چاند رات سے شب دوازدہم تک عورتیں مغرب کے بعد محتاط پابند صوم و صلوٰۃ و اوراد و وظائف کرنے والیاں بالاخانہ پر حاضر ہو کر روشنی کر کے نوافل و ختم درود میں مشغول ہو جاتی ہیں، اُس سے فارغ ہو کر بالاخانہ مقفّل کر کے اُتر آتی ہیں، تھوڑی دیر مدح خوانی کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتی ہیں، یہ دستور بہت قدیم سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے چلا آتا ہے۔

۳ر ربیع الاوّل :- عرس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یکم دن گذار کر شب دوم و روز دوم کو عرس ہوتا ہے، ۱۳۳۰ھ سے ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے قائم کیا ہے، حضرت فرماتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ کی خواہش تھی کہ اس تاریخ میں مجلس میلاد و عرس قائم کروں، مگر صرف مجلس میلاد اپنی وفات سے ایک سال پہلے قائم کر سکے، مجلس سماع قائم کرنے کا موقع نہ ملا، اس لئے ہم نے قائم کر کے آپ کی آرزو کو پوری کر دیا،

۸ر ربیع الاوّل کو سابق عہد تاج العارفین قدس سرہٗ سے یہ معمول چلا آتا تھا کہ پلاؤ اور دہی کا نمکین مٹھا تمام بستی میں عام طور پر برادری و غیر برادری میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور ہر شخص کو دو سفالی آدمی پیچھے دیا جاتا تھا اور گھر کے سردار کو تین سفالی دی جاتی تھی، حضرت شیخ العالمین نے اس تقسیم کو برقرار رکھا اور مسلسل ہر سجّادہ نشینوں کے عہد تک جاری رہا، حضرت نصر قدس سرہٗ کے وسطِ عہد میں قلت آمدنی کی وجہ سے چند سال موقوف ہو گیا تھا، مگر پھر ۱۲۸۶ھ سے یہ دستور جاری کر دیا گیا

جو بحمداللہ آج تک جاری ہے، اس سال ۱۳۶۶ھ میں صوبہ بہار کی قیامت خیز قتل و غارتگری اور کنٹرول کی ناپاک پابندیوں کی وجہ سے غلہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم نہ ہو سکا، اللہ تعالیٰ اس دستور کو جو بزرگان کی حسن نیت کی یادگار ہے پھر جاری کر دے۔

۱۰ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر ۱۳۱۴ھ سے بیان میلاد مولوی محمد عزالدین بن مولانا سید معین الدین احمد مرحوم کرتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاول ۱۰ دن گذار کر شب یازدہم کو اخیر شب سے قل شروع ہوتا ہے، یہ قل حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ہوتا ہے، اس کے بعد مجلس سماع منعقد ہوتی ہے، جو اذان صبح کے بعد نماز کے لئے موقوف کر دی جاتی ہے، نماز و اوراد وقتیہ کے بعد پھر سماع شروع ہوتا ہے، اور بارہ بجے دن تک محفل مسلسل ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اس دن ختم مجلس کے بعد قل نہیں ہوتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول گیارہ دن گذار کر شب بارہ کو نماز عشاء کے بعد مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان میلاد کرتے تھے، جس میں صاحب سجادہ شریک رہتے تھے، یہ خانقاہ کے معمولات قدیم سے نہیں ہے، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے اس تقریب کو ۱۳۰۲ھ سے مولوی عبدالحمید بن مولانا عنایت رسول علیہ الرحمۃ کے مکان امام باڑہ میں شروع کیا تھا، پھر ۱۳۰۳ھ میں اپنے مکان پر قائم کیا، اور ۱۲ شب کو بھی یہ تقریب اس سال اپنے مکان ہی پر انجام دی، مگر ۱۳۰۴ھ سے باسترضائے حضرت مولانا شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ خانقاہ میں انجام دینے لگے، جو بحمداللہ اس وقت تک جاری ہے، شب یکم سے شب یازدہم تک اپنے مکان میں کرتے تھے، اور شب دوازدہم کو خانقاہ میں یہ بیان نہایت پر ذوق و مؤثر ہوتا تھا، اور ارباب ذوق سننے کے لئے دور دور سے تشریف لاتے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین اب تک انجام دیتے ہیں، یہ تقریب بارہ بجے ختم ہوتی ہے، بارہ بجے صاحب سجادہ مزار حضرت تاج العارفین پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لیجاتے ہیں، اس کے بعد ختم قل، مجلس کا اہتمام فرش و فروش و روشنی کا نظم شروع ہوتا ہے، اس کے بعد شب یازدہم کی طرح قل و مجلس سماع کا آغاز ہو جاتا ہے صبح کی نماز کے بعد زنانہ خانہ میں زیارت کا اہتمام شروع ہوتا ہے، آٹھ بجے سے قبل ساڑھے سات کے بعد زنانہ خانہ میں زیارت شروع ہو جاتی ہے، بارہ بجنے سے قبل زیارت ختم ہوتی ہے، جب تک خانقاہ میں مجلس سماع گرم ہوتی ہے، زنانہ خانہ کی زیارت کے بعد قل کا دستر خوان بچھتا ہے، اور قل کے بعد

مجلس برخواست ہوجاتی ہے، اب مَردوں کے لئے زیارت کا اہتمام شروع ہوتا ہے، نمازِ ظہر کے بعد زیارت شروع ہوجاتی ہے اور اذانِ عصر سے قبل ختم ہوجاتی ہے۔[1]

۱۴ ربیع الاول ۱۳ دن گذار کر شب ۱۴ کو نمازِ عشاء کے بعد عرس حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا ہوتا ہے، یہ عرس بھی خانقاہ کے سابق معمولاتِ اعراس سے نہیں ہے، بلکہ اس کو ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں قائم کر دیا ہے، اُس کی صورت یہ ہوئی کہ ہر سال قدیم سے ۱۳ ربیع الاوّل کو دن کے وقت مجلس سماع بلا قُل کا رندوں کے خیال سے جو ۱۱ و ۱۲ کی مجلس میں شرکت نہیں کر سکتے تھے، کیجاتی تھی، یہ لوگ انتظام پخت طعام و تقسیم و مہمانوں کے ٹھہرانے اور بوریا و سبو و سبو پُرخورد کے بانٹنے میں شبانہ یوم اس درجہ مشغول و منہمک رہتے تھے کہ بادرچیخانہ سے ایک لمحہ کے لئے ہٹنے کا موقع نہیں ملتا تھا، مجلس کی شرکت تو محال تھی، انہی لوگوں کے خیال سے

---

[1] عرس دوازدہم کی بُنیاد کب قائم ہوئی، مخ المعانی میں حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ مجلس اُفتاد الصوبین بالائے بام انبار خانہ بعد نمازِ خفتن بدولت جلوس فرمودہ بودند، چند یاران مخصوص در مجلس شریف حاضر بودند، ذکر در نقل و عرس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُفتادہ بود، بندگی مخادم فرمود کہ در تفسیر زاہدی ہمچنیں آوردہ است کہ نقل حضرت رسالت در روز غرہ ربیع الاول بود، بعد از نقل جائے دفن میان صحابہ اختلاف افتاد کہ دفن کجا کنید، مہاجراں می گفتند در مکّہ دفن کنید کہ مولد و منشاء رسول در مکّہ است، انصاریاں می گفتند کہ در مدینہ دفن کنید کہ اظہار اسلام در مدینہ بود، طائفہ صحابہ می گفتند کہ در بیت المقدس دفن کنید و آبا و اجداد رسول را در آنجا دفن کردہ اند یعنی مہتر ابراہیم پیغامبر و پیغامبران دیگر بعد ازاں ابا بکر صدیق فرمودند در آنچہ کہ رسول علیہ السلام از مکّہ ہجرت کردہ در مدینہ درآمد، اہل مدینہ استقبال کردند و بجان و مال و خانماں پیش آمدند و ہر یکے عرض می داشت کہ اگر رسولِ خدا در خانہ من نزول فرماید ایں دولت مرا باشد، حضرت رسالت دل ہمہ نگاہ داشتند و ہر یکے را دعائے ارزانی می فرمود کہ جزائے تو بخیر باد در خانہ ہیچ یکے فرود نیامد، بعد ازاں شتر مبارک ہمانجا کہ ایں زماں روضۂ مبارک رسول است ہمانجا بہ نشست، رسول بر لفظ مبارک راند ھذا مقامی و ھذا قبری یعنے ایں جائے بودن من است و ایں جائے دفن من است، بعدہٗ بدیں حدیث ہمہ راضی شدند کہ دفن ہم در مدینہ باشد، بعدہ دوم روز از نقل در مدینہ دفن کردند و بعد از نقل میان صحابہ اختلاف در امر خلافت افتاد کہ خلیفہ رسولِ خدا ... کہ باشد، مہاجرے می گفت کہ از مہاجراں باشد، و انصاری می گفت کہ از انصاریاں باشد، و بعضے صلح می انگیختند کہ یکے مہاجرے و دیگرے انصارے درین اختلاف

(باقی صفحہ ۴۱۵ پر)

۱۳ تاریخ کو دن کے وقت دو ایک گھنٹہ کے لئے مجلس سماع منعقد کی جاتی تھی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے وسط عہد میں مجمع بہت بڑھا اور حاجتمندوں و مرید ہونے والوں کی کثرت اس قدر ہوئی کہ ۱۳ تاریخ کو کبھی فرصت نہ ملی، تب یہ تقریب ۱۴ شب کے وقت نماز عشاء کے بعد کے لئے اٹھا رکھی گئی، ۱۳۲۸ھ کے ماہ ربیع الاول میں حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے سوچا کہ جب مجلس سماع چودہ شب کے لئے اُٹھا رکھی گئی ہے اور یہ تاریخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے عرس کی ہے، مناسب ہے کہ اس مجلس سماع کو قل کا اضافہ کر کے حضرت خواجہ کا مستقل عرس ہی قرار دیدیا جائے، چنانچہ آپ نے قل کا اضافہ کر کے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا عرس قائم کر دیا، اس سال سے یہ مستقل عرس کی صورت میں انجام پاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۲ کا) نُہ روز گزشت و این نہ روز نہ حرم بودند کہ یکے ہر روزے طعام بنام رسول علیہ السلام چنانکہ موجود بود کردند و در حرم رسول چنداں اسباب از کجا بودے کہ طعام چنداں کردندے کہ بہمہ رسیدے، الغرض بعد از نہم روز صحابہ ہریکے استدلال بر این یک چیز کردند کہ در آنچہ حضرت رسالت را زحمت غالب شد از سبب ملال زحمت نتوانستند کہ در مسجد حاضر شوند و بوجود حضرت رسالت علیہ السلام کرا مجال بودے کہ امامت کردے، و چوں وقت نماز در آمد بلالؓ بخدمت حضرت رسالت علیہ السلام بیامد عرضداشت کہ امامت کردن فرمان کرا شود، حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اشارت فرمود کہ ابوبکر را بگوئے تا امامت کند، بلالؓ این فرمان بامیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسانید ایشاں امامت کردند، ہم بریں صحابہ استدلال کردند کہ پیغامبر خدا مر ابابکر صدیق را در نماز کہ یکے از ارکان دین است امامت فرمود در این کار امین گردانید و خلیفہ خود گردانید، گر امامت نماز فرمود پس جائیکہ در کار دین اُو را امام گردانیده امین داشت، در کار دنیا بر طریق اولیٰ کہ امام ما باشد بدین بیاسود و قرار گرفت و اجماع منعقد شد بر خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعدہ خلافت بر ایشاں متعین شد پس دو روز بعد از نقل اختلاف در وقت گزشت و نہ روز در این اختلاف گزشت، جملہ یازدہ روز گزشت، دوازدہم روز بعد اینکہ اختلاف برخاست و ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ متعین گشت، ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ بروح رسول طعام ساختند و طعام آں مقدار ساختند کہ تمامت مدینہ را بس کرد شور در مدینہ افتاد کہ امروز چیست گفتند الیوم عرس رسول اللہ الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی امروز عرس رسول خدا است و روز دوازدہم عرس مشہور شد۔"

**۲۷ ربیع الاوّل:**۔ ۲۶ر دن گذار کر شب ۲۷ر کو نمازِ عشاء کے بعد اور روز ۲۷ر کو ۹ بجے کے بعد حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے، ۲۶ تاریخ کو بعد نمازِ عصر درگاہ سے فاتحہ پڑھنے کے بعد صاحبِ سجادہ واپس تشریف لاکر جب ہفت درہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں، نان تنوری کباب اور شیر چائے تقسیم ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد ہی سے یہ عرس تین وقت ہوتا ہے، شب ۲۷ر، روز ۲۷ر، شب ۲۸ر حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اس شب میں ۱۳۲۵ھ سے قائم کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بزرگوں کے قل اور فاتحہ میں سابق سے اکابر کا یہ دستور رہا ہے کہ قل یا فاتحہ بوقت انتقال یا بوقت تدفین انجام دیتے ہیں، حضرت نصر قدس سرہٗ کا انتقال ۲۷ر ربیع الاول اذان ظہر کے بعد ڈھائی بجے ہوا اور تدفین شب ۲۸ر کے دس بجے انجام پائی، ۲۷ر کے دونوں وقتوں میں قل نہ تو انتقال کے وقت ہوتا ہے اور نہ تدفین کے وقت، اس لئے شب ۲۸ر کو ایک اور قل تدفین کے وقت کے لئے مقرر کیا گیا،

**۷ ربیع الثانی:**۔ ۶ر دن گذار کر شب ۷ر کو نمازِ عشاء کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے، یہ عرس حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے مرشد کی یادگار میں قائم کیا تھا جو ابتک جاری ہے۔

**۹ ربیع الثانی:**۔ ۸ر دن گذار کر شب ۹ر کو نمازِ عشاء کے بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا فاتحہ اہتمام بلیغ کے ساتھ حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ اپنے مکان پر کثرت چراغاں کے ساتھ کرتے تھے، جس میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ تشریف لیجاتے تھے، اور بستی کے عمائدین و عوام کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے، اور قوالی بھی ہوتی تھی، ان کے انتقال کے بعد بھی یہ فاتحہ انہی کے مکان میں حضرت نصر و حضرت مولانا شاہ عبدالحق قدس سرہما کے عہد تک بدستور جاری رہا، حضرت شاہ محمد علین الحق علیہ الرحمۃ کے عہد میں موقوف ہوگیا تھا ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں پھر جاری فرمایا اور اس فاتحہ کو خلوت مجیبی میں کرنے لگے، اب یہ فاتحہ ہر سال خلوت میں ہوتا ہے ۔۔۔ ۹ ربیع الثانی کو مولانا ابوتراب قدس سرہٗ گیارہ من کی یخنی سے فاتحہ کرتے تھے، اس فاتحہ میں احتیاط کی حد نہ تھی، بستی صاف کرنے اور کنکریوں سے

پاک کرنے کے لئے قرابت کی باوضو عورتیں درود کا ورد کرتی ہوئی مقرر کی جاتیں اور وہی عورتیں چن کر پانی خموں و مٹکوں میں محفوظ کر دیتیں، باورچی اور ان کے معاون اور پانی بھرنے والی عورتیں مقرر کیجاتیں جن کے لئے مستقل دھلے ہوئے پاک و صاف کپڑے ہوتے تھے، جب وہ لوگ کام کرنے آتیں غسل کر کے پاک کپڑا پہن لیتیں، جب کام میں مصروف ہوتیں، اور منتظمین پر تاکید تھی کہ عورتیں بجز درود کے فضول باتیں نہ کریں، اس طرح اتنے دنوں کے عرصہ میں ایک کروڑ سے زیادہ ختم درود ہو جاتا تھا، اس کی بڑی برکت تھی، جب کھانا تیار ہو جاتا تو صاحبِ سجادہ کو خبر دیجاتی، جب وہ تشریف لیجاتے تو فاتحہ خوانی ہوتی تھی، یہ کام ۹ تاریخ دن کے آٹھ بجے انجام دیا جاتا تھا، قوالی بھی ہوتی تھی، اس طرح یہ سلسلہ حضرت نصر و حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہما کے عہد تک جاری رہا، مگر درمیان میں موقوف ہو گیا تھا، ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں پھر جاری کیا، مگر بجائے گیارہ من کے گیارہ پنجسیری کی بحث قلت آمدنی کی وجہ سے کر دی گئی ہے، اب یہ زنانہ خانہ میں آثار شریف کے کوٹھے کے نیچے سائبان میں ہوتا ہے، اور خانقاہ کے معمولاتِ فاتحہ سالانہ سے ایک ضروری یہ بھی ہے جو ہر سال انجام دیا جاتا ہے۔

۱۱۷۰ھ میں جس سال شاہ ابوتراب قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی ہے، وصال سے کچھ دنوں پیشتر آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ کو بلوا کر کچھ روپئے دیئے اور فرمایا کہ فاتحہ یازدہم کے لئے میں نے یہ روپئے رکھ دیئے تھے، کیا خبر اس وقت تک میں رہوں یا نہ رہوں، اس لئے یہ روپئے آپ لیجئے، اور تاریخ مقررہ پر صرف کیجئے، خواہ ایک ہی سال اعلیٰ پیمانہ پر فاتحہ کا انتظام کر کے صرف کیجئے یا کئی سال میں صرف کیجئے، یہ آپ کو اختیار ہے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کئی سال تک اسی رقم سے نیاز دیتے رہے جب یہ رقم ختم ہو گئی، مرشد کی یادگار سمجھتے ہوئے یہ نیاز اپنے ذمہ لے لی، اس وقت سے آج تک برابر یہ نیاز ہوتی ہے، قصبہ اور پٹنہ کے اکثر حضرات شریک حسنات ہوتے ہیں۔

اس تقریب میں حضرت ابوتراب قدس سرہٗ مرقومہ ذیل بزرگوں کی نیاز دیتے تھے:۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم، حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سید غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، و شیخ کلان حضرت غوث الثقلین، و شاہ ابن سید اشرف جہانگیر

قدس سرہٗ، ومخدوم کلاں سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ، وحضرت فرید الدین گنج شکرؒ وحضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہما۔ جب حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا، آپ کی فاتحہ کا بھی اضافہ کیا گیا، شاہ ابو تراب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ نے ان کی فاتحہ کا بھی اضافہ کر دیا۔

۱۱ ربیع الثانی :۔ عرس حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ۔ ۱۰ دن گزار کر شب گیارہ و روز گیارہ کو حسب دستور عرس ہوتا ہے، ظہر کی نماز کے بعد موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہے، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینے میں موجودہ سماع خانہ کے شمال مشرقی گوشہ پر جو خلوت کے دروازہ سے متصل ہے، زیارت کا انتظام کیا جاتا ہے، ربیع الاول میں ہجوم کی وجہ سے لوہے کا جنگلہ لگا کر لکڑی کا کٹہرہ دار تخت بچھانا پڑتا ہے، مگر ربیع الثانی میں چونکہ ہجوم کم ہوتا ہے، اس لئے اس کی ضرورت نہیں پڑتی، گیارہ کو جو کھانا بغرض فاتحہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ پکایا جاتا ہے، اُس میں ایک دیگ بغرض فاتحہ حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ بھی رہتا ہے۔

موئے مبارک کی زیارت کے بعد حضرت مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کا قل اور مجلس ہوتی ہے، نماز عصر کے وقت مجلس موقوف کر دی جاتی ہے۔

۱۲ ربیع الثانی :۔ عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صبح کے آٹھ یا نو بجے قُل ہوتا ہے، پھر مجلس سماع ہوتی ہے۔

۱۴ اور ۱۵ ربیع الثانی :۔ عرس حضرت مولانا محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ۔ یہ عرس بنارس میں حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی درگاہ محلہ "مولوی کا باڑہ" میں ہوتا ہے۔

مولانا کے وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الثانی ہے، ہمیشہ سے یہ معمول ہے کہ خاص محلہ کے باشندے متوسلین خانقاہ مجیبیہ ومقامی منتظم تاریخ وفات میں (گیارہ ربیع الثانی آخر وقت) مزار شریف پر قل کرتے ہیں۔

شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کے عہد سجادگی میں جبکہ ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی اور خانقاہ کے اعراس موقوف کر دیئے گئے، ایک سال ۱۳۰۸ھ میں پیر ومرشد قدس سرہٗ نے محض فاتحہ خوانی اور حاضری آستانہ کے خیال سے بنارس کا قصد کیا، آپ کے اس ارادہ کی اطلاع جب اہلِ قرابت و اخوان طریق کو ہوئی اکثر حضرات ہمسفر ہو گئے، پھلواری کے اکثر سربرآوردہ مشائخ شریک سفر تھے، تیرہ ربیع الثانی کو یہ قافلہ

بنارس روانہ ہوا ــــــ آستانہ پر پہونچنے کے بعد باہم مشورت ہوئی کہ قل اور مجلس ہونی چاہیئے، سب لوگوں نے نذرانہ کی رقمیں حاضر کیں، ان جانے والوں میں بعض قوال بھی تھے، ۱۵ رشب کو مولانا کے آستانہ ہی پر مزار شریف کے سامنے قل کے بعد مجلس ہوئی، مجلس بہت گرم رہی، سب لوگ بحسب استعداد مستفیض و محظوظ ہوئے اس کے بعد یہ رائے ہوئی کہ ہر سال آستانہ پر حاضر ہو کر عرس قائم کرنا چاہیئے، اس سال سے آج تک ہر سال چودھویں اور پندرہویں شب میں عرس ہوتا ہے، زائرین کثرت سے حاضر ہوتے ہیں، ان کے طعام و قیام کا انتظام خانقاہ سے ہوتا ہے، قبل میں شہر کے اکثر عمائدین زائرین کی دعوت کیا کرتے تھے، مگر چند سال سے اس کا سلسلہ موقوف کر دیا گیا ہے، کُل اخراجات خانقاہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

تا اختتام عرس روزانہ مزار شریف پر نماز صبح و نماز عصر کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے، مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء کی اذان تک کاسبین و شاغلین اپنے اوراد و اشغال میں مزار شریف کے محاذ میں مصروف رہتے ہیں، نمازِ عشاء کے بعد مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس کے بعد سماع خانہ میں قل کے بعد مجلس ہوتی ہے۔

پیر و مرشد قدس سرہٗ کو صرف تین سال حاضری کا اتفاق ہوا، ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں جانشیں ہو جانے کی وجہ سے ۱۳۱۰ھ سے بنارس تشریف نہ لیجا سکے، آپ کی نیابت میں مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ دیگر اراکین خانقاہ و اعیانِ پھلواری کے ساتھ برابر تشریف لیجاتے رہے، حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے جانشیں ہونے کے بعد ۱۳۴۳ھ سے ان کی نیابت میں مولوی شاہ محمد قمر الدین سلمہ اللہ تعالےٰ تشریف لیجاتے ہیں، مزار مبارک کے بائیں میں ایک دالان اور سائبان مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ کے اہتمام سے باجازت حضرت فرد الاولیا تعمیر کرایا گیا تھا، جس میں زائرین فروکش ہوتے تھے، عرس کے موقع پر بھی زائرین اُسی میں قیام کرتے رہے، کچھ لوگ مسجد اور اس کے حجرہ میں مقیم ہوتے تھے، رفتہ رفتہ ہجوم بڑھتا گیا، جگہ کی قلت نے مکان بنوانے اور زمین خریدنے کی ضرورت محسوس کی، ۱۳۱۹ھ میں ملک یعقوب صاحب نے اُس دالان اور مزار مبارک کے درمیان ایک خوش قطعہ حجرہ تعمیر کرایا، اور حصول اراضیات اور توسیع مکانات خانقاہ کی فکر میں رہے، یہاں تک کہ وافر زمینیں خریدی گئیں جن کا زر ثمن جب جب زمیں خریدنے کا موقع آیا حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ ملک یعقوب صاحب کو بھیجتے رہے۔

رفتہ رفتہ آستانہ کے قریب اراضی خرید کر کے ایک خانقاہ تعمیر کرائی گئی، اب عرس اسی خانقاہ میں ہوتا ہے۔

اور یہی مہمانوں کی فرودگاہ ہے، ۱۳۲۵ھ میں اس خانقاہ کی بُنیاد پڑی، خشتِ اوّل حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے بتاریخ ۲۰ ربیع الاوّل بروز جمعہ اپنے ہاتھ سے رکھا تھا، اس کی تعمیری نگرانی ملک محمد یعقوب[۱] صاحب مرحوم (ساکن میجرا بہار) کرتے تھے، اور ان کی معاونت میں اخی میر عبدالرزاق صاحب پھلواروی رہتے تھے، ۱۳۳۰ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی، اب آستانہ کے ہر چہار طرف خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے خریدی ہوئی اراضی موقوفہ یہ آستانہ حضرت مولانا کے لئے وافر ہوگئی ہیں، بسبب التفات و عنایات حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ ۱۳۴۶ھ سے تدریجاً جملہ سامان و اسباب عرس مثل ظروف و فروش وغیرہ فراہم ہوئے، اب کسی اشیاء کے مستعار لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ۱۳۷۰ھ میں سماع خانہ کی توسیع اور چند حجروں کا اضافہ بھی ہو گیا ہے۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سے اخوان طریق نے آپ کا عرس بھی ۱۶ ر شب کو آستانہ پر قائم کر دیا ہے، اس کے خرچ کا تعلق خانقاہ سے اس وقت نہیں ہے۔

**۲۶ ربیع الثانی:** ۔ عرس حضرت بدیع العصر مولانا شاہ محمد نورالعین قدس سرہٗ خلف و جانشین حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ ۔ ۲۵ ر دن گذار کر شب ۲۶ ر کو قل و مجلس ہوتی ہے، اب اس قل کے ساتھ قطب الاقطاب شاہ محمد مخدوم زینبی جعفری قدس سرہٗ کا قل بھی شریک کر لیا گیا ہے۔

سابق میں یہ قُل حضرت شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہٗ کی خانقاہ میں ان کے جانشین کیا کرتے تھے، اور صاحب سجادہ مجیبی اس قل میں شرکت کے خیال سے تشریف لیجاتے تھے، حضرت مخدوم کے ہاں اعراس میں مجلس سماع نہیں ہوتی تھی، صرف قل اور طعام داری ہوتی تھی، جب سے آپ کے ہاں سجادگی کا سلسلہ موقوف ہو گیا غیر مستقل طریقہ سے آپ کی اولاد میں جس کو توفیق ہوتی خانقاہ مجیبیہ میں قل کر دیا کرتا تھا، ۱۳۳۴ھ میں جب مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ جانشین ہوئے اس قل کو اپنے

---

[۱] ملک محمد یعقوب صاحب مرحوم ساکن میجرا متصل قصبۂ بہار شریف ضلع پٹنہ ۔ حضرت نفر قدس سرہٗ کے مرید تھے، ۱۳۱۱ھ میں ترک وطن کر کے پھلواری آگئے اور حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے حلقۂ ارشاد میں داخل ہو گئے اور مشق سلوک میں مصروف رہے، حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کا ملفوظ بالاستیعاب تمام کیا، بڑے مخلص و فدائی انسان تھے، ۱۳۱۹ھ میں پھلواری سے بنارس تشریف لیگئے اور کامل ۱۴ سال آستانہ پر مقیم رہے وہاں کا نظم و نسخ بھی درست کرتے تھے، ۱۱ ر شوال ۱۳۳۳ھ میں انتقال فرمایا، حضرت مولانا کے آستانہ سے نیچے زینہ کے قریب پچھم جانب مدفون ہوئے

اللّٰھم اغفرلہ

اپنے ذمہ لے لیا، کیونکہ علاوہ جزئیت کے حضرت مخدوم کا سلسلہ بھی آپ کو پہنچا ہے، اسلئے اب مولانا شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کا سالانہ قل بھی سجادہ مجیبی کے تعلق ہو گیا ہے۔

**۲۰ر جمادی الاولیٰ** :۔ عرس حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر زینبی جعفری پھلواروی عرف حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ۔ اس کی ابتدا بستم جمادی الاولیٰ ۱۱۲۵ھ میں حضرت شاہ غلام نقشبند قلندر قادری قدس سرہٗ کی سجادگی کے بعد سے ہوئی، اس وقت آپ کم سن تھے، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے محض حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے اجرائے سلسلہ اور معمولات خانقاہ عمادیہ کی بقا کی غرض سے آپ کو جانشین کر دیا تھا، معمولات اعراس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ خود انجام دیتے تھے، حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں دو روپیہ کی رقم اپنی جیب خاص سے شرکت عرس کے لئے دیا کرتے تھے۔

جب شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد سن رشد کو پہونچ گئے، تو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے جملہ انتظامات آپ کے سپرد کر دئے، تمامی امورات متعلقہ سجادگی و اعراس خانقاہ بحسن و خوبی آپ نے انجام دینا شروع کیا، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے آپ کی شادی اپنی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے کر دی تھی، پہلی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی محل اُولیٰ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی، دوسری شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی اہلیہ ثانیہ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، ان دونوں کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے اپنے دو پوتوں حضرت مولانا شاہ نور الحق بن شاہ احمد عبد الحق قدس سرہما اور حضرت مولانا شاہ شمس الدین بن شاہ احمد عبد الحی قدس سرہما سے منسوب کر دیا تھا، مگر شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی حیات میں تقریب انجام نہ پا سکی۔

حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ نے ۱۱۷۳ھ میں رحلت فرمائی، اُس وقت ان کی عمر ستاون (۵۷) سال کی تھی، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو ان کی بیوقت رحلت سے از حد صدمہ پہونچا، کوئی اولاد ذکور بھی نہیں چھوڑی تھی، کہ جس سے آئندہ خانقاہ عمادیہ کی بقا و حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے اجرائے سلسلہ کی توقع ہوتی، اس لئے آپ نے حضرت محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ کو کہ ان کی عمر اس وقت صرف سترہ (۱۷) سال کی تھی، بروز چہارم الباس خرقہ کر کے سجادہ عمادیہ پر جانشین کر دیا۔

اور معمولات خانقاہ و دیگر امور کی نگرانی آپ کے حوالے کر دی، پھر چند سال کے بعد دونوں صاحبزادوں کی تقریب شادی انجام کر کے تمام متروکات و اثاث البیوت دونوں پر تقسیم فرمادیا اور دونوں پوتوں کو تمامی سلاسل کی اجازت عطا فرما کر سلسلۂ عمادیہ کے اجرا کی تاکید فرمائی اور عرس کا تعلق بھی انہی دونوں بزرگوں کی ذات سے وابستہ کر دیا۔

حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ خانقاہ مجیبیہ میں عشا کی نماز کے بعد میاں صاحب قدس سرہٗ کا عرس کرتے تھے، اور حضرت شاہ نورالحق قدس سرہٗ بیسویں تاریخ دن کے وقت خانقاہ عمادیہ میں عرس کرتے تھے، اور مزار شریف پر حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مرید شاہ محمد مقیم علیہ الرحمۃ طلوع آفتاب کے بعد صرف قل کرتے تھے، جس میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اپنے تمام اعزہ و مریدین و خلفا کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

لیکن جب سے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ میں تعمیر ہوئی اور مولانا شاہ محمد نورالحق قدس سرہٗ اور ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ محمد ظہورالحق قدس سرہٗ نے بسلسلۂ تدریس و ارشاد محلہ منگل تالاب میں مستقل اقامت اختیار کر لی، یہ عرس بھی بتاریخ بستم جمادی الاولیٰ پٹنہ میں ہونے لگا، اور جو رقم خانقاہ عمادیہ پھلواری میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے شرکت عرس کی غرض سے دیجاتی تھی، منگل تالاب بھیجی جانے لگی، پھلواری سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے متوسلین خصوصیت کے ساتھ اس عرس کی شرکت کے خیال سے پٹنہ جایا کرتے تھے، بحمد اللہ وہ سلسلہ آج تک جاری ہے ـــــ حسب معمول سابق پھلواری میں یہ عرس ابتک دو وقت ہوتا ہے، شب کے وقت نماز عشاء کے بعد خانقاہ مجیبیہ میں اور صبح کے وقت مزار شریف پر آٹھ نو بجے کے قریب، شب کا قل شاہ محمد شمس الدین قدس سرہٗ کے زمانہ سے اُن کے پوتے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کی حیات تک انہی بزرگوں کے اہتمام سے ہوتا رہا۔

مولوی وصی احمد قدس سرہٗ لاولد تھے، ان کے انتقال کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ نے محسوس کیا کہ پھلواری سے اب حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کا عرس ختم ہوتا ہے، اس لئے اس عرس کو آپ نے اپنے ذمہ لے لیا، اور وہ رقم جو خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں بھیجی جاتی تھی، اسی عرس میں صرف ہونے لگی، کیونکہ جس غرض سے یہ رقم وہاں بھیجی جاتی تھی اس کا سلسلہ خود یہاں صاحب سجادہ

کی طرف سے قائم ہوگیا تھا ـــــ میں نے اس رقم کے وصولی کی ایک رسید حضرت مولانا شاہ علی امیرالحق قدس سرہٗ کے دستِ خاص کی لکھی ہوئی دیکھی ہے جو قدیم کاغذات کے فائل میں ابتک موجود ہے، یہ مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے حیات ہی کی ہے، ان کے انتقال کے بعد کا کوئی پُرزہ دیکھنے میں نہیں آیا، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ جب سے حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کا عرس خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے ہونے لگا یہ رقم اسی عرس میں صرف ہونے لگی۔

جس طرح حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت فاتحہ کی غرض سے خانقاہ مجیبیہ کے صاحب سجادہ دو روپیہ کی رقم خانقاہ عمادیہ میں بھیجتے تھے، حضرت مولانا شاہ محمد نورالحق قدس سرہٗ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عرس کی شرکت کے خیال سے دو روپیہ کی رقم خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں بھیجتے تھے، یہ دستور حضرت مولانا شاہ علی امیرالحق قدس سرہٗ کے عہد تک باقی رہا۔ مگر جب سے یہاں سے وہ رقم بھیجی جانی موقوف ہوگئی وہاں سے بھی رقم آنی موقوف ہوگئی، کیونکہ وہاں بھی شب بستم جمادی الثانی کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا قل بغیر مجلس سماع کے ہوتا ہے اس لئے وہ رقم اب اسی قل میں صرف ہوتی ہے۔

صبح کے وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار پر قل کی شرکت کی غرض سے حسبِ دستور صاحب سجادہ خانقاہ مجیبی اپنے تمام حلقہ کے ساتھ تشریف لیجاتے ہیں، جس محلہ میں آپ کا مزار ہے وہ آپ کے والد ماجد حضرت لعل میاں قدس سرہٗ کے نام پر محلہ "لعل میاں کی درگاہ" سے مشہور ہے۔

سابق میں قصبۂ پھلواری کے دیگر عمائدین وعظماء بھی تشریف لیجاتے تھے، جس کی وجہ سے خاصہ مجمع ہوجاتا تھا، مگر اب بستی ایسے بزرگوں سے خالی ہوگئی اور اس ذوق کے لوگ بہت کم رہگئے ہیں، اور جو ہیں وہ اپنے خانگی تعلقات کی وجہ سے اکثر باہر رہتے ہیں، اس لئے اب خانقاہ کے باشندے اور محلہ لعل میاں کے حضرات، اور کچھ اہل قصبہ اور صاحبان عیسیٰ پور شریک رہتے ہیں۔

درگاہ شریف میں حاضر ہوکر سب سے پہلے صاحب سجادہ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر آپ کے والد ماجد حضرت برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہٗ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے بعد حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے متصل اتر رُخ بیٹھ جاتے ہیں، شیرینی و بخوردان وغیرہ رکھکر قل شروع ہوتا ہے، قل کے بعد سماع کا معمول

نہیں ہے، اگر قوال موجود رہا اور اہل ذوق نے سماع کی استدعا کی تو چند ساعت کے لئے سماع بھی ہو جاتی ہے ـــــــ اس کے بعد صاحب سجادہ ثانیاً ان دونوں مزارات پر اور اسی چبوترہ سے کھڑے ہو کر حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے مزار پر جو سامنے نظر آتا ہے فاتحہ پڑھکر واپس ہوتے ہیں، واپسی میں حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اور اس چبوترہ پر جتنے اکابر مدفون ہیں، ان کی فاتحہ خوانی سے فرصت کرکے اپنی قیام گاہ پر تشریف لیجاتے ہیں، اثنائے راہ میں مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کا مکان ہے، اہل مکان کی حسب استدعا کچھ دیر وہاں قیام فرماتے ہیں، آپ کے ساتھ جتنے لوگ ہوتے ہیں سب کی چائے بسکٹ اور عطر و پان سے دعوت ہوتی ہے، اس کے بعد وہاں سے واپسی میں جتنے مقابر راستہ میں پڑتے ہیں ہر جگہ کچھ دیر کھڑے ہو کر اُن کی میت پر فاتحہ پڑھتے ہوئے خانقاہ میں تشریف لاتے ہیں۔

مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کے مکان پر صاحب سجادہ خانقاہ مجیبی واپس آنے میں عموماً ضرور قیام فرماتے ہیں، یہ معمول حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے زمانہ میں نہ تھا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ قل اور مزارات پر فاتحہ خوانی کرکے خانقاہ میں واپس چلے آیا کرتے تھے حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابو الحسن فرد قدس سرہٗ کی جانشینی کے آٹھ ماہ کے بعد بستم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ سے یہ معمول شروع ہوا ہے۔

مولوی سید افضل علی بن میر سید دلاور علی علیہ الرحمۃ کی دلی تمنا تھی کہ اس عرس وقل کے موقع پر حضرت فرد قدس سرہٗ کو بغرض حصول سعادت و برکت تھوڑی دیر اپنے مکان پر ٹھہرائیں اور جب تشریف لائیں تو چاء و عطر وغیرہ سے ضیافت کی جائے، مولوی صاحب ممدوح نے تاریخ عرس سے ایک روز پیشتر حضرت فرد قدس سرہٗ سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے واپسی میں اپنے مکان پر تھوڑی دیر ٹھہرنے کی درخواست کی، حضرت فرد قدس سرہٗ نے قبول فرمایا۔

جناب مولوی صاحب ممدوح وہاں سے واپس تشریف لانے کے بعد سامان دعوت مہیا کرنے میں مشغول ہوئے اور تمام قصبہ و موضع عیسٰی پور کے عمائدین کو بذریعہ رقعہ تو ید بھیجی، ضیافت کے لئے شیرمال و کباب و شیر چائے تیار کراکر رکھا، حضرت فرد قدس سرہٗ کے لئے علاوہ سامان دعوت ایک جوڑہ کپڑہ بھی آپ کے ملبوس کے مطابق تیار کرایا۔

جب عرس کی تاریخ آئی اور حضرت فرد قدس سرہ حسب معمول شرکت قل و فاتحہ کے لئے مزار پر تشریف لیگئے اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر واپس ہونے لگے، حسب استدعا مولوی صاحب موصوف کے دولت خانہ پر تشریف لیگئے، مولوی صاحب ممدوح اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ایک خوانچہ میں وہ ملبوس لائے جو پہلے سے تیار رکھا تھا، اور استعمال کرنے کی درخواست کی، حضرت فرد قدس سرہ نے اس میں سے ایک تھان یہ کرتہ زیب تن فرمایا، مولوی صاحب ممدوح نے عطر کی شیشی کھولکر اپنے ہاتھ سے آپکے تمام ملبوس پر عطر مالش کیا، اور دست بوس ہوکر نذر پیش کی، اس کے بعد شیر مال وکباب وشیر چائے سامنے لائے، مختصراً آپ نے تناول فرمایا اور چائے نوش کی، پھر تمام لوگوں کی دعوت کے بعد عطر و پان تقسیم ہوکر مجمع برخاست ہوا، حضرت فرد قدس سرہ کے ساتھ سب لوگ خانقاہ تک تشریف لاکر اپنی اپنی جگہ واپس گئے۔

اس سال سے مولوی سید افضل علی علیہ الرحمۃ نے یہ معمول کر لیا کہ ہر سال اس تاریخ میں واپسی کے وقت صاحب سجادہ کو اپنا مہمان بناتے اور تمام شرکائے عرس کی چائے بسکٹ وعطر وغیرہ سے ضیافت کرتے، ان کے اس اخلاص کی قدر تمام صاحب سجادہ مجیبی اپنے اپنے زمانہ میں کرتے رہے، اور آج کہ ایک سو اٹھارہ سال کی مدت گذر چکی ہے یہ سلسلہ اب تک باقی ہے، ناظرین اوراق میں سے اگر کسی کو اس تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ صاحب خانہ اپنے ہاتھ سے صاحب سجادہ کے ملبوسات پر عطر مالش کرتے ہیں اور دو روپیہ نذر پیش کرتے ہیں، دراصل یہ بھی مولوی صاحب ممدوح کے اخلاص کی یادگار ہے، جو ابتک چلی آتی ہے، اس واقعہ کو شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات حضرت شیخ العالمین قدس سرہ میں حضرت فرد قدس سرہ کی سجادگی کے واقعہ میں لکھا ہے۔

مولوی سید افضل علی علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے والد کے قائم کردہ معمول کو حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہ کے عہد تک قائم رکھا، ۱۲۹۰ھ میں مولوی علی اعظم علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادہ مولوی سید ولی عالم صاحب نے اپنے انتقال سے دو تین سال قبل تک اس سلسلہ کو جاری رکھا، لیکن اخیر میں ان کی مالی حالت کمزور ہوگئی تھی اس لئے ان کے نسبتی بھائی مولوی سید وحید الدین صاحب مرحوم نے اس کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا، دوم شوال ۱۳۱۵ھ میں مولوی سید وحید الدین صاحب نے

رحلت فرمائی، اس کے بعد ان کے صاحبزادے مولوی سید خلیل الدین صاحب مرحوم نے جو مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے، اپنے اسلاف کی مبارک یادگار سمجھتے ہوئے اس کا انتظام اپنے ذمہ لیا، اور تا عمر اسی دستور و معمول کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

درگاہ شریف کا قل جس کے بانی شاہ محمد مقیم علیہ الرحمۃ تھے، ان کے انتقال کے بعد شاہ محمد کریم علیہ الرحمۃ (متوفی ۴ ار رجب ۱۲۰۹ھ) نے اس کا انتظام اپنے ذمہ لیا، یہ بزرگ حضرت تاج العارفین کے مرید و خلیفہ تھے، شاہ محمد کریم کے بعد ان کے بیٹے شاہ غلام احمد نے اپنے ذمہ لیا یہ بزرگ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے،

انھوں نے ۱۲۴۴ھ میں اپنے تین بیٹے شاہ واحد علی، شاہ نجف علی، شاہ حیدر علی کو چھوڑ کر رحلت فرمائی، اب اس کا انتظام شاہ حیدر علی کرنے لگے، شاہ حیدر علی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے شیخ عبدالرسول اپنی کم مائیگی کی وجہ سے اس کا انتظام نہ کر سکے، اسلئے مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ نے قل کا نظم بھی اپنے ہی ذمہ کر لیا، اب جملہ لوازمات قل و دعوت آپ کی ذات سے متعلق ہو گئے، جس کا سلسلہ مولوی سید خلیل الدین مرحوم کی زندگی تک مسلسل باقی رہا۔

مولوی سید خلیل الدین مرحوم کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، غیر مستقل طریقہ پر کسی سال اہلِ محلہ چندہ سے قل کر دیا کرتے تھے، یہ زمانہ ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کا آخر زمانہ تھا، مگر پیر و مرشد قدس سرہٗ حسبِ معمول تاریخ مقررہ میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لیجاتے، اگر کسی کی طرف سے قل ہوتا تو صبح کے وقت شرکت کے خیال سے جاتے ورنہ عصر کی نماز کے بعد فاتحہ پڑھکر واپس چلے آتے۔

قل کی غیر مستقل حالت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے ابتدائے عہد سجادگی تک رہی، سجادگی کے دوسرے سال ۱۳ شعبان ۱۳۲۴ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، اور ماہ صفر ۱۳۲۵ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ و بیت المقدس و نجف اشرف و کربلائے معلّی و کاظمین و بغداد شریف سے مراجعت فرمائی، اس سال جمادی الاولیٰ میں آپ کے خیر مقدم کی خوشی میں محلہ "لعل میاں" کے ممتاز لوگوں نے کچھ زیادہ اہتمام سے کام لیا،

لے مولوی عبدالغنی صاحب و مولوی حفیظ اللہ صاحب نے خاص اہتمام ... کیا، مولوی سید احمد منیر صاحب کے

(باقی صفحہ ۴۲۵ پر)

قل اور فاتحہ سے فرصت کرکے سب لوگ مولوی سید احمد منیر صاحب کے مکان پر تشریف لیگئے، معمول قدیم کے مطابق چائے بسکٹ و عطر و پان سے دعوت ہوئی، اس سال سے یہ قل مولوی سید احمد منیر بن سید موسیٰ رضا بن مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کے ذمہ ہے، اللہ تعالی انکی ہمت میں برکت دے اور ان کی اولاد کو اس معمول قدیم کے برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے،

سنہ ۱۳۴۶ھ میں چونکہ عرس برسات کے موسم میں پڑ گیا تھا اور ترشح بھی ہو رہا تھا، اسلئے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے مولوی سید احمد منیر صاحب سے فرمایا کہ قل ابھی اپنے مکان پر کیجئے اور جب ایسا موقع ہو تو مکان ہی پر قل کیا کیجئے، چنانچہ جب تک برسات رہی مولوی صاحب ممدوح کے مکان ہی پر قل ہوتا رہا۔

**۲۹ رجمادی الاولیٰ:** - عرس حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس اللہ سرہٗ -- ۲۸ دن گذار کر شب ۲۹ اور روز ۲۹ اور شب ۳۰ کو عرس و قل ہوتا ہے، مہمانوں کے لئے کھانے کا خاص انتظام بھی ہوتا ہے۔

**۱۹ رجمادی الثانی:** - فاتحہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ - نماز عصر کے بعد صرف قل ہوتا ہے، مگر سنہ ۱۳۵۲ھ سے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ طعامداری بھی کرتے ہیں، پلاؤ و قلیہ پکوا کر تقسیم کرتے ہیں۔

**۲۰ رجمادی الثانی:** - عرس حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ - ۱۹ تاریخ نماز عصر کے بعد حسب دستور روزمرہ صاحب سجادہ مزار پر فاتحہ کیلئے تشریف لیجاتے ہیں، واپسی کے بعد حضرت جنید ثانی کا قل ہوتا ہے، پھر نان تنوری و کباب و شیر چائے تقسیم ہوتی ہے، یہ فاتحہ خاص حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا بخرچ خاص [illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۴ کا) مکان سے مزار شریف تک کاغذی مختلف رنگ کی جھنڈیاں [illegible] اور "انجمن تعلیم الاطفال" کے بچوں کو چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں دیکر سڑک کی دونوں طرف دو قطار میں یہ کہکر کھڑا کر دیا کہ جس وقت "جناب حضور" تشریف لائیں تم لوگ نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور مولوی سید احمد منیر صاحب نے قل و دعوت کا تمام سامان معمول قدیم کے مطابق تیار کر رکھا، جب حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ قل کیلئے تشریف لائے اور مزار مبارک کے قریب پہونچے، بچوں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا، اس وقت کا سماں اہل محلہ کے مخلصانہ جذبات کا آئینہ دار اور نہایت پُر اثر تھا۔

وحاجات علیحٰدہ بھی کیا جاتا ہے۔ ۲۰ رشب میں نمازِ عشاء کے بعد قل ومجلس سماع ہوتی ہے، اور بیسویں تاریخ دن کے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک مجلس سماع ہوتی ہے، قل کے بعد عرس ختم ہوجاتا ہے۔

۶ ر رجب:۔ عرس حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ۔ یہ عرس بھی خانقاہ کے قدیم اعراس میں سے نہیں ہے، مولوی سید خلیل الدین مرحوم نواسہ مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ بیعتاً چشتی تھے، ایک سال اجمیر شریف حضرت خواجہ کے استانہ پر حاضر ہوئے، واپسی کے بعد عرس قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اسلئے اگلے سال شب ششم رجب کو پیر ومرشد قدس سرہٗ کی اجازت سے آپ نے خانقاہ میں حضرت خواجہ کا عرس قائم کیا، مگر یہ عرس غیر مستقل تھا، جب موقع ہوتا عرس کرتے اگر معذوری ہوتی اُس سال ترک کر دیتے، مگر ۱۳۳۰ھ سے بعض اخوان طریق جن کو سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھی، اپنے مصارف سے مستقل طور پر کرنے لگے، اپنی زندگی تک مولوی سید خلیل الدین مرحوم بھی حصہ لیتے رہے، جب تک یہ حضرات زندہ رہے یہ عرس دونوں وقت طعامداری کے ساتھ ہوتا رہا، مگر جب ان میں سے ایک ایک کرکے سب رخصت ہوگئے اور جو بچ رہے ان کی مالی حالت ایسی نہ رہی کہ اس بار کے متحمل ہوسکیں تو مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے خانقاہ سے صرف قل کا انتظام کر دیا ہے، اگر قوال موجود رہے تو مجلس سماع بھی ہوجاتی ہے، اس لئے اب یہ قل بھی خانقاہ کے معمولات میں داخل ہوگیا ہے۔

۲۷ ر رجب:۔ عرس یادگار معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۶ ر دن گزار کر شب ۲۷ کو بعد نمازِ عشاء قل ومجلس سماع ہوتی ہے، اوائل میں یہ عرس کچھ بہت زیادہ اہتمام سے نہیں ہوتا تھا، مگر ۱۳۱۹ھ سے حضرت پیر ومرشد قدس سرہٗ نے اس کو مہتم بالشان بنا دیا، ہر در وبام کثرتِ چراغاں سے منوّر رہتے ہیں، آنکھوں میں آرائشِ سرمدی کا نقشہ کھچ جاتا ہے، دُور دُور سے لوگ شرکتِ عرس کے خیال سے آتے ہیں، عموماً خانقاہ کے تمام عرسوں میں قُل کے بعد شیرینی میں الائچی دانہ تقسیم ہوتا ہے، مگر اس عرس میں بونا ریہ تقسیم ہوتی ہے، یہ اہتمام بھی حضرت پیر ومرشد قدس سرہ نے اسی خواہش کے مطابق کیا جس کی آرزو حضرت نصر قدس سرہٗ کو بھی، آپ اس عرس کو اسی اہتمام سے کرنا چاہتے تھے، جس کا موقع ان کو نہ ملا۔

یکم شعبان:۔ عرس حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ۔ سابق میں حضرت مولانا احمدی

قدس سرہٗ کی اولاد کبھی کبھی یہ عرس خانقاہ مجیبیہ میں کیا کرتی تھی، مگر پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اس کو مستقل کر دیا، پہلی تاریخ دن کے دس بجے سے بارہ بجے تک مجلس سماع ہوتی ہے، پھر قل کے بعد مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔

**۲۹ شعبان** :۔ عرس حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ ۔۔
انتیسویں شب اور انتیس دن کو حسبِ دستور عرس ہوتا ہے اور مہمانوں کی دعوت ہوتی ہے،

**معمولات رمضان شریف** :۔ یکم رمضان شریف سے روزمرّہ عصر کی نماز کے بعد چند مٹی کی چھوٹی تشتریاں اور ایک بڑے برتن میں اُبالے ہوئے چنے لاکر ہفت درہ[1] میں رکھدیے جاتے ہیں، جب صاحبِ سجادہ نماز عصر و فاتحہ مزار سے فرصت کرکے ہفت درہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں، اس وقت دعائے افطار کا سفینہ، ایک تشتری اُبالے ہوئے چنے اور ایک تشتری میں پختہ شعبان[2] (یہ آٹے کی خرمی ہے جو ۲۹ شعبان کو بنائی جاتی ہے) اور ایک گلاس آبِ زمزم ایک چھوٹے ٹونٹیدار لوٹے میں پانی اور ایک سلابچی لاکر صاحب سجادہ کے سامنے رکھدیتے ہیں، اس کے بعد مٹی کی چھوٹی تشتریوں میں یہی اُبالے چنے تمام حاضرین کو تقسیم کر دیے جاتے ہیں، کچھ لوگ اسی جگہ صاحبِ سجادہ کے پاس افطار کرتے ہیں، کچھ لوگ تبرّکاً گھر لیجاتے ہیں۔

ایک معتبر آدمی غروب آفتاب دیکھنے کے لئے جاتا ہے، جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے، غروب کی اطلاع دیتا ہے، صاحب سجادہ دعاء افطار پڑھکر آبِ زمزم اور پختہ شعبان سے افطار کرتے ہیں، پھر تمام حاضرین میں زمزم تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس وقت نقارچی کو نقارہ بجانے کا حکم دیا جاتا ہے وہ نقارہ بجاکر تمام لوگوں کو افطار کرنے کی اطلاع دیتا ہے، افطار کے بعد مغرب کی اذان ہوتی ہے نماز کے بعد صاحب سجادہ اوراد و وظیفہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس اثناء میں دال اور روٹیاں حصہ لگاکر ہفت درہ میں ایک دسترخوان سے چھپاکر رکھدی جاتی ہیں،

---

[1] ہفت درہ مسجد مجیبیہ کے سامنے کا دالان جس میں بعد نماز عصر صاحب سجادہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔
[2] یہ آٹے کی خرمی ہے، ۲۹ شعبان کو افطار کی دعا ایک کاغذ پر لکھکر پانی سے دھوکر اسی پانی سے خمیر کیا جاتا ہے۔ اس کی خرمی تیار کی جاتی ہے اس کو پختہ شعبان کہتے ہیں ورنہ نام کی خصوصیت سے شعبان کے مہینہ کی ہر پکا ہوا چیز پختہ شعبان کہی جاسکتی ہے، اس خرمی کے نام کی یہی خصوصیت ہے "

جب صاحب سجادہ اوراد و وظیفہ سے فرصت کر کے باہر تشریف لاتے ہیں، دسترخوان کے قریب بیٹھکر طلباء و واردین و صادرین، نقارچی، خادم درگاہ و خاکروب کو اپنے ہاتھ سے دال روٹیاں تقسیم کرتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا تمام سال یہ معمول تھا کہ جب تک مذکورہ بالا افراد کو کھانا تقسیم نہیں فرما لیتے تھے خود کچھ تناول نہیں کرتے تھے، اگرچہ اس زمانہ میں منتظمین کی وسعت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی، لیکن رمضان شریف میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی اتباع میں اس پر تعامل ضرور ہوتا ہے۔

تقسیم کے بعد صاحب سجادہ خلوت میں تشریف لیجا کر کھانا تناول فرماتے ہیں، عشاء کی اذان کے بعد ضروریات سے فرصت کرکے جماعت عشاء، وتر او یح کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، نماز تراویح کے بعد خلوت میں واپس تشریف لیجاتے ہیں، اوراذکار واشغال میں مشغول رہتے ہیں، تمام شب بیدار رہتے ہیں، صبح کی نماز غلس میں شروع ہوتی ہے، اور اسفار میں ختم ہوتی ہے، نماز صبح اور اوراد وظیفہ سے فرصت کرکے خلوت میں تشریف لیجاتے ہیں اور نماز اشراق کے بعد چند گھنٹے استراحت فرماتے ہیں، آخر ماہ صیام تک یہی سلسلہ رہتا ہے، تقریباً خانقاہ کے تمام لوگ شب بیداری کرتے ہیں اور دن کو اشراق کے بعد گیارہ بجے تک سوتے ہیں۔

رمضان شریف میں نماز تہجد بھی باجماعت ہوتی ہے، اگر حافظ کا انتظام ہوگیا تو فبہا، ورنہ ساکنین خانقاہ کسی امام کی اقتدا میں ادا کر لیتے ہیں، صاحب سجادہ کی شرکت ضروری نہیں ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے غروب کی اطلاع بذریعہ نوبت دیجاتی تھی مگر ۱۳۴۵ھ سے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی واپسی کے بعد سے توپ کا انتظام کر دیا ہے پہلے توپ سر ہوتی ہے، اس کے بعد حسب دستور سابق نقارہ بجایا جاتا ہے، پھر رات کے ایک بجے توپ سحر کے لئے سر ہوتی ہے اور نقارہ بجایا جاتا ہے، پھر منتہائے سحر میں دو توپ سر ہوتی ہے۔

**۲۱ر رمضان شریف**:۔ عرس امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف۔ ۲۰ر دن گزار کر شب بست و یکم کو سرشام ایک وقت نماز عشاء، وتراویح کے بعد قل و مجلس سماع ہوتی ہے، اس عرس میں الائچی دانہ کے بجائے جلیبیاں تقسیم ہوتی ہیں اور عصر کے وقت بجائے اُوبلے چنے کے چنے کی بھگوئی ہوئی

دال جس میں نمک سرخ مرچ اور اجوائن ملاکر بناتے ہیں تقسیم ہوتی ہے۔

**معمولات یوم عید الفطر:۔** عید کے روز صبح سویرے، خشکہ اور ماش کی دال جو چنے کے ساتھ تیار کی جاتی ہے اور بگھار میں قدرے ہینگ دی جاتی ہے، اور اُبالی ہوئی سوئیاں خلوت میں الگ رکھی جاتی ہے، نماز عید سے پہلے طلباء و قوالان و خادم درگاہ و خدمت گاروں کو تقسیم کرتے ہیں، اس کے بعد خاص لوگ جو باہر سے نماز عید کی شرکت کے خیال سے آتے ہیں، خلوت میں صاحب سجادہ سے ملاقات کرتے ہیں، اسکے بعد صاحب سجادہ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، نماز و خطبہ سے فراغت کرکے مزارات پر فاتحہ کے لئے تشریف لیجاتے ہیں، وہاں سے واپس آنے کے بعد کچھ دیر سماع ہوتی ہے، بارہ بجے مجلس برخاست ہو جاتی ہے، نماز ظہر سے فراغت کرکے خلوت میں واپس تشریف لیجاتے ہیں۔

**۶ر شوال:۔** عرس حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری البہاری قدس سرہ۔ یہ عرس صاحبان عیسیٰ پور کی طرف سے مخدومانہ کی آمدنی سے ہوتا ہے، صرف چھٹی شب میں قل ہوتا ہے، اگر قوالوں کا انتظام ہو گیا تو مجلس سماع بھی ہوتی ہے۔

**۱۵ر شوال:۔** فاتحہ حضرت مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہ۔ پندرہویں شب کو صرف قل ہوتا ہے۔

**۳ر ذالحجہ:۔** فاتحہ حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہ۔ شب کے وقت صرف قل ہوتا ہے۔

**نوٹ:۔** جتنے سالانہ قل ہیں اگر رات کے وقت نہ ہو سکے تو دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد کر دئے جاتے ہیں۔

یہاں تک جتنے اعراس و فاتحہ بزرگان و دیگر معمولات لکھے گئے ہیں یہ سالانہ معمولات ہیں، ان کے علاوہ بعض بزرگان کی فاتحہ ہر ماہ بھی ہوتی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

**شب یازدہم:۔** قل حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ۔

**شب دوازدہم:۔** قل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

**شب شانزدہم** [۱۶]**:۔** قل حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ۔ اس کے ساتھ سماع بھی ہوتی ہے، چند سال تک پختہ طعام بھی ہر ماہ میں کیا گیا، مگر اب موقوف ہے۔

**شب بستم** [۲۰]**:۔** قل حضرت تاج العارفین قدس سرہ، اس میں سماع بھی ہوتی تھی، مگر حضرت نصر قدس سرہ کے وسط عہد سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔

**شب بست و یکم** [۲۱]**:۔** قل حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف۔

شب بست و چہارم[24]:۔ قل حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ۔
شب بست و ہفتم[27]:۔ قل حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ۔
شب بست و نہم[29]:۔ قل حضرت شیخ العالمین مولانا شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ و حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور اس کے ساتھ سماع بھی ہوتی ہے۔

**قل میں کون کون سورتیں معمول ہیں؟** کلام پاک کا جو حصہ بھی یاد ہو اس کو پڑھکر ایصال ثواب کرنا چاہیے، کسی سورت یا آیت کی تعین نہیں ہے مگر عام طور پر قل خوانی کا جو طریقہ رائج ہے نہایت نامحمود ہے، اولاً پڑھنے والوں کی تعیین نہیں ہوتی، مجمع میں جس شخص کی خواہش ہوتی ہے پڑھنا شروع کر دیتا ہے، ان میں بعض جاہل مطلق ہوتے ہیں جو قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں، اور تمام مجمع کو گنہگار بناتے ہیں، ایک دوسرے پر پڑھنے میں سبقت کرتا ہے، اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوسرا خموش ہو جائے، اس تنازع فی القرآن کی معصیت کے علاوہ ایسی بے لطفی پیدا ہوتی ہے کہ نہ پڑھنے والا دلجمعی سے پڑھتا ہے اور نہ سننے والے کو سکون سے سننے کا موقع ملتا ہے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے سب سے پہلے پڑھنے والوں کی تعیین کر دی تھی، مگر اس میں یہ نقصان تھا کہ پڑھنے والے کبھی جلد ختم کر دیتے اور اکثر لوگ شرکت سے محروم رہجاتے، کبھی اتنی تاخیر ہوتی کہ سننے والے اکتا جاتے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ چاہتے تھے کہ سورتیں بھی مقرر کر دی جائیں۔

ایک روز بوقت حضوری حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ قل میں مرقومہ ذیل سورتیں ترتیب وار پڑھو۔

سورۂ فاتحہ باتسمیہ، الٓمٓ تا مفلحون باتسمیہ، آیۃ الکرسی تا خالدون بلاتسمیہ، لایستوی تا ھوالعزیز الحکیم بلاتسمیہ، سورۂ مزمل مکمل باتسمیہ، سورۂ نباء باتسمیہ، سورۂ کافرون باتسمیہ، سورۂ اخلاص باتسمیہ، سورۂ معوذتین باتسمیہ، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین بلاتسمیہ، ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما بلاتسمیہ، اسکے بعد درود تاج پڑھتے ہیں، یہ درود اس خاندان میں دو طریقہ سے رائج ہے، ایک طریقہ یہ ہے:۔

لبیک اللھم ربنا وسعدیک اللھم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد

وعلےٰ اٰل سید نا و مولانا محمد الذی کان علیًا فی درجاتہٖ حسنًا فی صفاتہٖ شہیدًا فی تجلیاتہٖ زین العابدین باقر علم الاولین والاٰخرین صادقًا فی اقوالہٖ کاظمًا فی جمیع احوالہٖ متمکنًا فی مقام الرضاء جوادًا کفہٗ عند العطاء ھادیًا الیٰ سبیل النجاۃ عسکری یا سع الغزاۃ مہدیًا الی الطریق الیقین صلوٰۃ اللّٰہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین ہ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف اور حضرت امام حسن و امام حسین علی جدہ وعلیہما السلام کے قل میں صرف اسی قدر عبارت پڑھی جاتی ہے ۔ ان کے علاوہ جتنے صاحب خطاب بزرگان ہیں ان کے خطابات بھی مہدیا الیٰ طریق الیقین کے بعد بڑھا دیتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ کس کی نیاز ہے مثلاً

| | |
|---|---|
| حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے قل میں | مہدیا الیٰ طریق الیقین غیاث المستغیثین |
| حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ | مہدیا الیٰ طریق الیقین معین الحق والملۃ والدین |
| مخدوم الملک بہاری قدس سرہٗ | شرف الحق والملۃ والدین |
| مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ | وارث علم الاولین والاٰخرین |
| خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ | محبوب رب العالمین |
| تاج العارفین قدس سرہٗ | مجیب دعوۃ المضطرین |
| شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ | مخدوم العالمین |
| ملا وحید الحق قدس سرہٗ | وحید الحق والملۃ والدین |
| شیخ العالمین قدس سرہٗ | شفیع المذنبین |
| حضرت فرد قدس سرہٗ | فرد الحق والملۃ والدین |
| حضرت نفر قدس سرہٗ | شفیع المسلمین |
| حضرت پیر و مرشد قدس سرہ | فیاض المسلمین |
| مولانا احمدی قدس سرہٗ | مأمن الخائفین |
| مولانا ہادی قدس سرہٗ | ھادیا للمتقین |
| مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ | محی الحق والملۃ والدین |

درود تاج کا دوسرا طریقہ یہ ہے :- لبیک اللھم ربنا وسعدیک اللھم صل علی سید نا ومولانا محمد وعلی اٰل سید نا ومولانا محمد صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم دافع البلاء والوباء والالم جسمہ مقدس مطہر منور معطر فی الحرم اسمہ مکتوب مرفوع فی اللوح والقلم سید العرب والعجم سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین جد الحسن والحسین محبوب رب المشرقین والمغربین مولانا ومولی الثقلین ابوالقاسم محمد رسول اللہ ایہا المشتاقون بنور جمالہ صلوا علیہ والہ ذرۃ

حسنہ وجمالہ ہ

یہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہیں اور ان بزرگوں کے قول میں جن کے خطابات نہیں ہیں اور عامۃ المسلمین کے لئے پڑھتے ہیں۔ ایک معمول قدیم یہ بھی چلا آتا ہے کہ سالانہ بڑے عرسوں میں درگاہ کے پھاٹک پر نوبت بٹھائی جاتی ہے اور دو دن تک شاہنائی بجتی ہے۔

**منتظمین امور خانقاہ مجیبیہ:۔** حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے عہد میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ خود منتظم کار تھے، یہاں تک کہ مریدوں کے خطوط و عرائض کا جواب بھی زیادہ تر آپ ہی دیتے تھے، نذورات و فتوحات کی کل آمدنی حضرت تاج العارفین آپکے حوالہ کردیتے اور فرماتے کہ آج تمام دن میں یہ کل آمدنی صرف ہو جانی چاہیئے اور ایسا ہی ہوتا کہ کل آمدنی اسی روز صرف کردیجاتی، اور ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کرلی جاتیں، حضرت تاج العارفین کو ثانیاً کسی ضرورت کیلئے کہنے کی حاجت نہیں پڑتی۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہ نے اپنے عہد میں بحث طعام، وخریداری غلہ و روغن زرد و دیگر اجناس اسباب کی نگرانی اور ان کے مہیا کرنے کا انتظام جناب میر دلاور علی مرحوم کے سپرد کیا میر صاحب تمام سامان مہیا کرتے اور اعراس کے موقع پر صرف کرتے تھے، شیخ العالمین کے ساتھ ان کے معتقدانہ و نیازمندانہ تعلقات سجادگی کے پیشتر ہی سے چلے آتے تھے اور ترقسیم مکاتیب و جواب عرائض و دیگر امور خانہ داری و خانقاہ کا تعلق حضرت فرد قدس سرہ کے ساتھ تھا شیخ العالمین تمام الجھنوں سے فارغ ہو کر عبادت و ریاضت و ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف رہتے نذورات و فتوحات جو کچھ آتے، حضرت فرد قدس سرہ کے ہاتھوں میں دیدیتے اور انہیں کی سرکردگی میں اپنے تمام صاحبزادگان کی پوری کفالت کرتے —— ۲۷ رمضان ۱۲۳۲ھ میں میر دلاور علی صاحب نے رحلت فرمائی تو ان کی جگہ پر ضروریات اعراس و بحث طعام و خریداری غلہ وغیرہ کے لئے سید شاہ احمد اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے، اعراس کے موقع پر ہجوم کا رکی وجہ سے میر دلاور علی مرحوم کے دونوں صاحبزادگان مولوی سید افضل علی و مولوی سید فضل علی پھلواروی و قاضی ابراہیم حسین اور ان کے بیٹے قاضی مظفر حسین و قاضی غلام امام مرحومین ساکنین عیسیٰ پور تقسیم عمل کرلیتے تھے —— چونکہ اعراس میں آنے والے مہمانوں کے ساتھ مسلمان ملازمین کے علاوہ سواری کے جانور، پالکی کے کہاران و بیگاران وغیرہ از قوم ہنود ہوتے تھے اسلئے ان کے کھانے کا انتظام یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو باورچی خانہ سے کھانا دلوادیا جاتا اور ہندوؤں کی خوراک مودی کی دوکان سے دلوائی جاتی، اس کی فہرست حاجی شاہ محمد یعقوب بن شاہ لعل محمد قدس سرہ و ملک بدیع الزماں مرحوم و مولوی علی وارث علیہ الرحمۃ مرتب کرتے تھے، شاہ محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حاجی کاظم علی جو شیخ العالمین کے مرید تھے یہ خدمت انجام دیتے رہے، یہ سلسلہ حضرت فرد الاولیاءؒ قدس سرہ کے عہد تک جاری رہا اور جو لوگ زندہ رہے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

۳ رمضان ۱۲۷۰ھ میں شاہ احمد اللہ منیری علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی تو ان کی جگہ پر میر عنایت علی مرحوم منیری جو شاہ احمد اللہ کے قرابتمند اور حضرت فرد الاولیا کے مرید تھے مقرر کئے گئے اور صاحبان عیسیٰ پور معین و مددگار رہے ۲ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ میں جناب میر صاحب نے انتقال کیا ان کے بعد جناب لطف الٰہی بخش مرحوم منتظم کار مقرر ہوئے۔

داروغہ الٰہی بخش مرحوم، چلبن پور بھچھوا ضلع شاہ آباد کے رہنے والے تھے، غدر کے زمانہ میں انسپکٹر تھے، حکومت کی بہی خواہی میں انہوں نے بہت کارہائے نمایاں کیے تھے جس کے صلہ میں ان کو سارٹیفکٹ ملا تھا، قوم کائستھ سے تھے، حضرت قدس سرہ کے دست حق پرست پر مع اہل و عیال مشرف باسلام ہوئے، اور بیعت حاصل کی، پنشن پانے کے بعد پیر کی خانقاہ میں تا زندگی مقیم رہے، اور خسروانہ زندگی بسر کی۔

حسب دستور صاحبان عیسی پوران کی مدد و معاونت میں بھی شریک کار رہے، ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ بدرالدین قدس سرہ کے ابتدائے عہد تک انہوں نے یہ خدمت بحسن و خوبی انجام دی۔ ۸ محرم ۱۳۱۳ھ میں بعارضہ ہیضہ وبائی انتقال کیا اور مقبرہ مجیبی میں مدفون ہوئے، اس کے بعد ان کے اہل و عیال وطن چلے گئے۔

داروغہ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مولوی عبد الغفور بن شیخ یحییٰ علی بن مولوی شیخ محمد اسمٰعیل علیہ الرحمۃ عیسی پوری منتظم کار مقرر ہوئے، مگر صرف چار سال زندہ رہے، ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں انتقال فرمایا، تو ان کی جگہ شیخ وحید الدین بن شیخ مظہر حسین صاحب مرحوم عیسی پوری جو قبل سے جائداد کے نگراں تھے مختار عام مقرر ہوئے اور تمام عمر اس خدمت پر مامور رہے، اور بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دیتے رہے ۱۳۴۲ھ میں جس سال ماہ صفر میں پیر و مرشد قدس سرہ نے رحلت فرمائی اسی سال ماہ ۱۰ جمادی الثانی میں انہوں نے بھی انتقال کیا، ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادہ مختار فرید الحق صاحب اور ان کی ہدایت و معاونت کے لیے اخی حکیم فضیلت حسین صاحب جمیع امور خانقاہ کے لیے بذریعہ رجسٹری مختار عام مقرر ہوئے، ۱۳۵۱ھ میں اخی حکیم فضیلت حسین صاحب نے انتقال کیا، ان کی جگہ پر صرف ربیع الاول کے عرس میں تحریری معاون کی حیثیت سے میرے ماموں زاد بھائی برادرم محمد نظیر الحسین سلمہ اللہ تعالیٰ ساکن علی نگر ضلع دربھنگہ مقرر ہوئے ہیں جو ہر سال پابندی کے ساتھ عرس ربیع الاول میں شریک ہو کر نہایت عمدگی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، برادر موصوف پیر و مرشد قدس سرہ کے مرید اور حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد ہیں، اخی سید عبد الرزاق صاحب مرحوم حضرت پیر و مرشد کے عہد سے اپنے آخر وقت تک خانقاہ کے اہم دینی امور کو مخلصانہ انجام دیتے رہے ——— اس طرف چند سال سے مختار فرید الحق صاحب اپنی شدید علالت کی وجہ سے انتظام نہیں کر سکتے تھے، اس لیے ان کی جگہ زمینداری کی دیکھ بھال ان کے چھوٹے بھائی شیخ اختر حسین صاحب کرنے لگے، اور باورچی خانہ کا انتظام اخی سید عبد الرزاق صاحب مرحوم کے صاحبزادگان مولوی سید لطف احمد اور سید فضل احمد سلمہما اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، اور نہایت ہمدردی و خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

مختار فرید الحق صاحب نے بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ میں انتقال کیا، اب ان کی جگہ پر مستقل بذریعہ رجسٹری ان کے بھائی شیخ اختر حسین صاحب کو مختار عام بنا دیا گیا۔

---

تمام شد

کتبہ محمد عبد الرزاق گمہروی دربھنگوی

# غلط نامہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۸ | ۱۶ | سنہ ۱۲۸۴ھ | سنہ ۱۱۸۴ھ |
| ۴۶ | ۱ | سنہ ۱۰۰۰ھ | سنہ ۱۰۱۲ھ |
| ″ | ۶ | سنہ ۱۰۲۱ | سنہ ۱۰۳۴ |
| ۴۷ | ۱۳ | × | انکو قطب وقت ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی سے |
| ۸۷ | ۱۲ | امام محمد باقر سے ان کو | امام محمد باقر سے حضرت رسول اللہ صلعم تک |
| ۱۳۵ | ۳ | بہر فراسئے | بہر واسیئے |
| ۱۳۱ | ۸ | سنہ ۱۱۳۱ھ | سنہ ۱۱۲۹ھ |
| ۱۴۲ | ۱۸ | سنہ ۸۵۷ھ | سنہ ۷۹۱ھ |
| ۱۴۳ | ۷ | علی ہمدانی | علی موحد ربانی |
| ۱۵۲ | ۱۷ | سنہ ۷۸۵ھ | سنہ ۷۹۱ھ |
| ۱۶۴ | ۱۲ | نسب | نسبت |
| ۱۶۶ | | دویار | دوتار |
| ۱۸۷ | ۳ | معاصرین نگاہ میں | معاصرین کی نگاہ میں |
| ۲۰۴ | ۱۶ | سال دلگفت از سر زہد | سال ادگفت بالقد از سر زہد |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۱۷ | ۱۲ | تقرا | تقریباً |
| ۲۲۹ | ۶ | شاہ محمد حسین شائق | شاہ محمد حسین ملا |
| ″ | ۹ | ″ شائق | ″ ملا |
| ۲۳۴ | ۱۴ | ۲۹ شعبان سنہ ۱۲۴۹ھ | ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۲ھ |
| ″ | ۱۵ | سنہ ۱۱۷۳ھ | سنہ ۱۱۲۷ھ |
| ″ | ۱۹ | سنہ ۱۱۸۹ھ | سنہ ۱۱۸۵ھ |
| ۲۷۵ | ۶ | جرأت علی | خیرات علی |
| ″ | ۱۱ | عزت علی | عشرت علی |
| ۲۹۱ | ۱۰ | سنہ ۱۳۳۰ | سنہ ۱۲۳۰ھ |
| ۳۱۸ | ۱۸-۲۲ | عزت علی | عشرت علی |
| ۳۱۹ | ۱ | ″ | ″ |
| ۳۷۱ | ۸ | دخلیل | دخیل |
| ۳۹۱ | ۱۱ | سید غلام قادری | سید محمد قادری |
| ۳۹۶ | ۱۰ | شرید | شریک |

## تاریخ طبع کتاب اعیان وطن

از جناب شیخ حرمت علی وجد تاجر کتب کتبخانہ اشرفیہ پھلواری شریف

چھپی کیا خوب پھلواری کی تاریخ — بہت تحقیق سے لکھی گئی ہے
کہی پھر وجد نے چھپنے کی تاریخ — بہ آثارات پھلواری چھپی ہے
۷۲ھ ۱۳

نقرہ تاریخی

آثارات وطن مقدس — آثارات پھلواری ہے — تذکرہ چمن سعادت
۷۲ھ ۱۳ — ۷۲ھ ۱۳ — ۵۳ء ۱۹

سلسلۂ دارالاشاعت کی پہلی کتاب

# "محی الملّۃ والدّین"

جو

حضرت امیر شریعت صوبۂ بہار مولانا الحاج شاہ محمد محی الدین قادری قدس اللہ سرہٗ

(سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہؒ)

کی مکمل سوانح حیات ہے جس میں اُن کے علمی و عملی کارنامے بالتفصیل درج ہیں۔ اور ضمناً اکابر پھلواری شریف کے حالات بھی آگئے ہیں۔

قیمت ۱۲

اس کے نسخے اب کم رہ گئے ہیں۔

اسلام کے دو رخ — صوفیا

" " — علما

" " — محدثین

پھلواری شریف کے دو رخ

منشور [illegible] ( — )

تجزیہ منشور ( علمائے وطن )

(۱۰۸)

سلسلہ دارالاشاعت ۲

اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

# آثارِ پھلواری شریف

۱۹ ۶ ۴۷

موسوم بہ

# اعیانِ وطن

پھلواری شریف کے دو سو چوالیس ۲۴۴ علما و صوفیا و محدثین و عہدہ داران حکومت مثل قاضی القضاۃ و مفتی و حکما و دیگر باشندگان کی سوانح حیات و آثارات و تبرکات و اسناد و سلاسل طریقہ و احادیث جو پھلواری شریف میں پہنچے ہیں، و مقابر و مساجد و امام باڑے و خانقاہیں و مناور و اوقاف و توضیحات سرو کی

جامع تاریخ و دیگر معلومات و مباحث علمیہ کا بہتر مجموعہ

مؤلفہ

جناب مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب نیر مدظلہ

طابع و ناشر

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

(رجسٹرڈ)